انسانیت کے عروج وزوال کی کہانی

حضور نبی کریم ﷺ کی زبانی

قِصصُ الحدیث

عصرِ حاضر میں اسلامی معاشرہ کے قیام کے لیے اصول وضوابط کی تشکیل

تصنیف

ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان

پروگریسو بکس

انسانیت کے عروج وزوال کی کہانی — حضور نبی کریم ﷺ کی زبانی

قصص الحدیث

عصرِ حاضر میں اسلامی معاشرہ کے قیام کے لیے اصول وضوابط کی تشکیل

تصنیف

ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

پروگریسو بکس لاہور

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

جملہ حقوق الطبع محفوظ للناشر
جملہ حقوق ناشر محفوظ ہیں۔

قصص الحدیث

تصنیف

ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان

باراول	....	مارچ 2018ء
پرنٹرز	....	آصف صدیق، پرنٹرز
سرورق	....	النافع گرافکس
تعداد	....	600/-
ناشر	....	چوہدری غلام رسول ؒ میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	....	/= روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941
0323-6636776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ۰ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُوْلِيْ الأَلْبَابِ

انتساب

سلسلۂ نبوت کی خشتِ اول، ابوالبشر، منبع انسانیت

حضرت آدم علیہ السلام

کے نام

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مشمولات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	مقدمہ	۲۳
۲	قصص۔۔۔ایک پسِ منظر	۲۶
۳	قرآن وحدیث کے قصص کی خصوصیت	۲۷
۴	قصص کا مقصد	۲۸
۵	نقدِ حدیث	۲۹
۶	مسائل کے استنباط کا طریقہ کار	۳۰
۷	باب اول	۳۵
۸	اسلام میں حدیث کا مقام وحیثیت	۳۷
۹	حدیث کا مقام وحیثیت	۴۱
۱۰	حدیث وحی باری تعالیٰ ہے	۴۲
۱۱	تصریحات مفسرین	۴۶
۱۲	احادیث مبارکہ	۶۰
۱۳	تصریحات آئمہ سلف وخلف	۶۶
۱۴	حدیث بیانِ قرآن ہے	۷۷
۱۵	قرآنی آیات	۷۸
۱۶	اقوال آئمہ سلف وخلف	۹۰
۱۷	حدیث فی نفسہ شرع ہے	۹۶
۱۸	احادیث مبارکہ	۱۰۱

Marfat.com

۱۹	اقوال آئمہ سلف وخلف	۱۱۰
۲۰	حدیث کے بغیر احکامِ قرآن پر عمل ناممکن ہے	۱۱۳
۲۱	باب دوم	۱۱۷
۲۲	معنیٰ ومفہوم اور ضرورت واہمیت	۱۱۹
۲۳	الف: قصص الحدیث کا معنیٰ ومفہوم	۱۱۹
۲۴	حدیث کا لغوی مفہوم	۱۱۹
۲۵	قرآن مجید سے استشہاد	۱۲۱
۲۶	احادیث مبارکہ سے استشہاد	۱۲۵
۲۷	خلاصہ بحث	۱۳۰
۲۸	حدیث کا اصطلاحی مفہوم	۱۳۰
۲۹	خلاصہ بحث	۱۳۳
۳۰	ضروری وضاحت	۱۳۴
۳۱	لفظِ قِصص کا معنیٰ ومفہوم	۱۳۴
۳۲	خلاصہ بحث	۱۳۹
۳۳	لفظ قَصص کا معنیٰ ومفہوم	۱۳۹
۳۴	خلاصہ بحث	۱۴۱
۳۵	نتیجہ بحث	۱۴۱
۳۶	ب: قصص الحدیث کی ضرورت واہمیت	۱۴۱
۳۷	حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ	۱۴۲
۳۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا قصہ	۱۴۳
۳۹	حضرت موسیٰ اور گائے ذبح کرنے کا قصہ	۱۴۴
۴۰	حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا قصہ	۱۴۷

Marfat.com

۴۱ ایک عورت کی بخشش کا قصہ	۱۵۰
۴۲ دو ایمان داروں کا قصہ	۱۵۲
۴۳ قصص الحدیث ۔۔۔ آسان اور مؤثر ذریعہ ابلاغ	۱۵۵
۴۴ اسلامی اور طاغوتی کردار کی وضاحت	۱۵۸
۴۵ عملی زندگی کی راہنمائی	۱۵۹
۴۶ مستقبل کی منصوبہ بندی	۱۶۰
۴۷ اعلیٰ کردار کے لیے مشعل راہ	۱۶۰
۴۸ سامان عبرت و نصیحت	۱۶۱
۴۹ تہذیبی و ثقافتی ضرورت	۱۶۲
۵۰ سائنسی علوم کے لیے ضرورت	۱۶۴
۵۱ قصص القرآن کی قصص الحدیث سے وضاحت	۱۶۴
۵۲ خدا اور رسول کا طریق	۱۶۵
۵۳ احادیث مبارکہ میں قصے بیان کرنے کا امتیاز	۱۶۵
۵۴ باب سوم	۱۶۷
۵۵ قصص الحدیث کی حیثیت اور قصص القرآن سے تعلق	۱۶۹
۵۶ الف: قصص الحدیث کی نوعیت وحیثیت	۱۶۹
۵۷ قصص الحدیث کی نوعیت	۱۶۹
۵۸ قصص الحدیث کی حیثیت	۱۷۹
۵۹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ قصص	۱۷۹
۶۰ اسرائیلی علماء وکتب کے بیان کردہ قصص	۱۷۹
۶۱ اسرائیلیات کی تعریف	۱۸۰
۶۲ اسرائیلیات کی اقسام	۱۸۰

Marfat.com

۶۳	اسرائیلیات کا حکم	۱۸۷
۶۴	قصص اسرائیلیات کا حکم	۱۸۹
۶۵	ب: قصص القرآن اور قصص الحدیث کا باہمی ربط و تعلق	۱۸۹
۶۶	دونوں بذریعہ وحی	۱۹۰
۶۷	حدیث کے وحی الٰہی ہونے اور محفوظ ہونے کے دلائل	۱۹۰
۶۸	دونوں ایک ہی شخصیت کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں	۱۹۱
۶۹	مفہوم	۱۹۲
۷۰	قصص القرآن کی قصص الحدیث سے وضاحت	۱۹۳
۷۱	مقصدیت کے لحاظ سے آپس میں ربط و تعلق	۲۰۱
۷۲	خلاصہ تحقیق	۲۰۴
۷۳	باب چہارم	۲۰۷
۷۴	معاشرت اور قصص الحدیث	۲۰۷
۷۵	انفرادی زندگی کے بارے میں قصص	۲۰۹
۷۶	بنی اسرائیل کے تین لوگوں کی دعا کا قبول ہونا	۲۰۹
۷۷	مسائل و نصائح	۲۱۲
۷۸	تجزیاتی مطالعہ	۲۱۵
۷۹	عصر حاضر میں اطلاق	۲۱۶
۸۰	تین بچوں کا گھوارے میں کلام کرنا	۲۱۷
۸۱	مسائل و نصائح	۲۲۲
۸۲	تجزیاتی مطالعہ	۲۲۸
۸۳	عصر حاضر میں اطلاق	۲۲۸
۸۴	بلی کو بھوکا رکھنے پر عذاب ہونا	۲۲۹

Marfat.com

۸۵	مسائل ونصائح	۲۳۱
۸۶	تجزیاتی مطالعہ	۲۳۲
۸۷	عصر حاضر میں اطلاق	۲۳۳
۸۸	متکبرانہ لباس پہننے پر عذاب ہونا	۲۳۳
۸۹	مسائل ونصائح	۲۳۴
۹۰	تجزیاتی مطالعہ	۲۳۸
۹۱	عصر حاضر میں اطلاق	۲۳۹
۹۲	کتے کو پانی پلانے پر بخشش ہونا	۲۴۰
۹۳	مسائل ونصائح	۲۴۰
۹۴	تجزیاتی مطالعہ	۲۴۲
۹۵	عصر حاضر میں اطلاق	۲۴۳
۹۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ کا قصہ	۲۴۴
۹۷	مسائل ونصائح	۲۵۶
۹۸	تجزیاتی مطالعہ	۲۶۲
۹۹	عصر حاضر میں اطلاق	۲۶۲
۱۰۰	بدکاری سے توبہ پر حضرت کفل کی بخشش	۲۶۴
۱۰۱	مسائل ونصائح	۲۶۵
۱۰۲	تجزیاتی مطالعہ	۲۶۷
۱۰۳	کفل کا کردار	۲۶۷
۱۰۴	عورت کا کردار	۲۶۷
۱۰۵	اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم	۲۶۷
۱۰۶	عصر حاضر میں اطلاق	۲۶۸

Marfat.com

۱۰۷	پیشاب کے قطروں سے نہ بچنے پر عذاب	۲۶۹
۱۰۸	اسناد	۲۶۹
۱۰۹	نقد رجال	۲۷۰
۱۱۰	حضرت مسدد رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۰
۱۱۱	حضرت عبدالواحد بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۰
۱۱۲	حضرت الاعمش رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۰
۱۱۳	حضرت زید بن وھب رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۱
۱۱۴	حضرت عبدالرحمٰن بن حسنۃ رضی اللہ عنہ	۲۷۱
۱۱۵	سند نمبر۲	۲۷۱
۱۱۶	حضرت ھناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۱
۱۱۷	حضرت ابو معاویۃ رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۲
۱۱۸	سند نمبر۳: حضرت ابوبکر بن ابی شیبۃ رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۲
۱۱۹	مسائل ونصائح	۲۷۳
۱۲۰	تجزیاتی مطالعہ	۲۷۵
۱۲۱	عصر حاضر میں اطلاق	۲۷۵
۱۲۲	بالوں کا سفید ہونا عزت اور وقار ہے	۲۷۶
۱۲۳	مسائل ونصائح	۲۷۶
۱۲۴	تجزیاتی مطالعہ	۲۷۹
۱۲۵	عصر حاضر میں اطلاق	۲۷۹
۱۲۶	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خنزیر کو اچھے کلمات کہنا	۲۸۰
۱۲۷	مسائل ونصائح	۲۸۱
۱۲۸	تجزیاتی مطالعہ	۲۸۲

Marfat.com

۱۲۹ عصر حاضر میں اطلاق	۲۸۳
۱۳۰ حضرت مریم علیہا السلام کو جنتی پھل اور حضرت زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے میں اولاد ملنا	۲۸۴
۱۳۱ نقد حدیث	۲۸۵
۱۳۲ مسائل ونصائح	۲۸۵
۱۳۳ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کا ذکر	۲۸۵
۱۳۴ حضرت یحییٰ علیہ السلام خوشخبری اور اس کی علامات	۲۸۸
۱۳۵ تجزیاتی مطالعہ	۲۹۰
۱۳۶ عصر حاضر میں اطلاق	۲۹۱
۱۳۷ حضرت یعقوب علیہ السلام کا منت ماننا	۲۹۲
۱۳۸ نقد حدیث	۲۹۳
۱۳۹ مسائل ونصائح	۲۹۳
۱۴۰ تجزیاتی مطالعہ	۲۹۷
۱۴۱ عصرِ حاضر میں اطلاق	۲۹۸
۱۴۲ حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت جبریل امین کا مکالمہ	۲۹۸
۱۴۳ نقد حدیث	۲۹۹
۱۴۴ مسائل ونصائح	۳۰۰
۱۴۵ تجزیاتی مطالعہ	۳۰۵
۱۴۶ عصر حاضر میں اطلاق	۳۰۵
۱۴۷ حضرت داوٗد علیہ السلام کا ایک دن کے لیے آزمائش میں آنا	۳۰۶
۱۴۸ نقد حدیث	۳۰۷
۱۴۹ مسائل ونصائح	۳۰۷

Marfat.com

۱۵۰	تجزیاتی مطالعہ	۳۱۲
۱۵۱	عصرِ حاضر میں اطلاق	۳۱۳
۱۵۲	برصیصا راہب کا زنا کی وجہ سے ایمان چھن جانا	۳۱۳
۱۵۳	نقدحدیث	۳۱۴
۱۵۴	مسائل ونصائح	۳۱۴
۱۵۵	تجزیاتی مطالعہ	۳۱۷
۱۵۶	عصرِ حاضر میں اطلاق	۳۱۷
۱۵۷	حضرت عیسی علیہ السلام کا شیطان کی چھبن سے محفوظ رہنا	۳۱۸
۱۵۸	نقدحدیث	۳۱۹
۱۵۹	مسائل ونصائح	۳۱۹
۱۶۰	تجزیاتی مطالعہ	۳۲۳
۱۶۱	عصر حاضر میں اطلاق	۳۲۳
۱۶۲	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا قبول ہونا	۳۲۴
۱۶۳	نقدحدیث	۳۲۵
۱۶۴	مسائل ونصائح	۳۲۵
۱۶۵	تجزیاتی مطالعہ	۳۳۰
۱۶۶	عصر حاضر میں اطلاق	۳۳۱
۱۶۷	حضرت یوسف علیہ السلام کا حضرت یعقوب علیہ السلام کی تمثیل دیکھنا اور برائی سے بچنا	۳۳۲
۱۶۸	نقدحدیث	۳۳۳
۱۶۹	مسائل ونصائح	۳۳۳

Marfat.com

۱۷۰	تجزیاتی مطالعہ	۳۳۸
۱۷۱	عصر حاضر میں اطلاق	۳۳۹
۱۷۲	پانچ سو سال بے ریا عبادت اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت کا ملنا	۳۴۰
۱۷۳	نقد حدیث	۳۴۳
۱۷۴	مسائل ونصائح	۳۴۳
۱۷۵	تجزیاتی مطالعہ	۳۴۵
۱۷۶	عصر حاضر میں اطلاق	۳۴۶
۱۷۷	باب پنجم	۳۴۷
۱۷۸	عائلی زندگی کے بارے میں قصص	۳۴۹
۱۷۹	ماں باپ، رشتہ داروں اور مزدور کے حقوق	۳۴۹
۱۸۰	بنی اسرائیل کے تین لوگوں کی دعا کا قبول ہونا	۳۴۹
۱۸۱	تجزیاتی مطالعہ	۳۵۲
۱۸۲	عصر حاضر میں اطلاق	۳۵۳
۱۸۳	حضرت سارہ وحضرت ہاجرہ کا جھگڑا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ثالثی کرنا	۳۵۴
۱۸۴	تجزیاتی مطالعہ	۳۶۶
۱۸۵	عصر حاضر میں اطلاق	۳۶۷
۱۸۶	تعمیر خانہ کعبہ کی تاریخ	۳۷۰
۱۸۷	نقد حدیث:	۳۷۱
۱۸۸	مسائل ونصائح	۳۷۱
۱۸۹	تجزیاتی مطالعہ	۳۷۵
۱۹۰	عصر حاضر میں اطلاق	۳۷۶

Marfat.com

۱۹۱	عورتوں کے لیے حمل کا درد، درد زہ، ماہواری اور چیخ و پکار لازم ہونے کا سبب	۳۷۷
۱۹۲	نقد حدیث	۳۷۸
۱۹۳	مسائل ونصائح	۳۷۸
۱۹۴	تجزیاتی مطالعہ	۳۸۶
۱۹۵	عصر حاضر میں اطلاق	۳۸۶
۱۹۶	حضرت ابراھیم کا کعبہ معظّمہ کی تعمیر کرنا اور حضرت ہاجرہ وحضرت اسماعیل کو مکہ مکرمہ میں آباد کرنا	۳۸۷
۱۹۷	نقد حدیث	۳۸۹
۱۹۸	مسائل ونصائح	۳۸۹
۱۹۹	تجزیاتی مطالعہ	۳۹۲
۲۰۰	عصر حاضر میں اطلاق	۳۹۳
۲۰۱	حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری	۳۹۴
۲۰۲	مسائل ونصائح	۳۹۵
۲۰۳	تجزیاتی مطالعہ	۴۰۱
۲۰۴	عصر حاضر میں اطلاق	۴۰۲
۲۰۵	حضرت یعقوب علیہ السلام کی آزمائش کا سبب	۴۰۲
۲۰۶	نقد حدیث	۴۰۵
۲۰۷	مسائل ونصائح	۴۰۵
۲۰۸	تجزیاتی مطالعہ	۴۱۰
۲۰۹	عصر حاضر میں اطلاق	۴۱۱
۲۱۰	قوم لوط پر فی الفور عذاب آنے کا سبب	۴۱۱

Marfat.com

۲۱۱	نقدِ حدیث	۴۱۵
۲۱۲	مسائل ونصائح	۴۱۵
۲۱۳	تجزیاتی مطالعہ	۴۲۴
۲۱۴	عصرِ حاضر میں اطلاق	۴۲۵
۲۱۵	حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش اور رحمتِ خداوندی	۴۲۶
۲۱۶	مسائل ونصائح	۴۲۸
۲۱۷	تجزیاتی مطالعہ	۴۳۲
۲۱۸	عصرِ حاضر میں اطلاق	۴۳۳
۲۱۹	میاں بیوی میں تفریق ڈالنے کی کوشش کرنا شیطانی فعل ہے	۴۳۴
۲۲۰	مسائل ونصائح	۴۳۵
۲۲۱	تجزیاتی مطالعہ	۴۴۱
۲۲۲	عصرِ حاضر میں اطلاق	۴۴۲
۲۲۳	ذبیح اللہ حضرت اسماعیل تھے یا حضرت اسحاق؟	۴۴۳
۲۲۴	نقدِ رجال	۴۴۵
۲۲۵	مسائل ونصائح	۴۴۹
۲۲۶	تجزیاتی مطالعہ	۴۶۰
۲۲۷	عصرِ حاضر میں اطلاق	۴۶۲
۲۲۸	باب ششم	۴۶۵
۲۲۹	اجتماعی زندگی کے بارے میں قصص	۴۶۷
۲۳۰	حضرت ابراہیم حضرت سارہ کے ہمراہ ہجرت اور ظالم بادشاہ کا کردار	۴۶۷
۲۳۱	مسائل ونصائح	۴۷۱
۲۳۲	تجزیاتی مطالعہ	۴۷۴

Marfat.com

۲۳۳	عصر حاضر میں اطلاق	۴۷۷
۲۳۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نہانا اور پتھر کا کپڑے اٹھا کر بھاگنا	۴۷۹
۲۳۵	مسائل ونصائح	۴۸۲
۲۳۶	تجزیاتی مطالعہ	۴۸۶
۲۳۷	عصر حاضر میں اطلاق	۴۸۸
۲۳۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور چور کا قصہ	۴۸۹
۲۳۹	مسائل ونصائح	۴۹۰
۲۴۰	تجزیاتی مطالعہ	۴۹۱
۲۴۱	عصر حاضر میں اطلاق	۴۹۲
۲۴۲	دودھ پیتے بچہ کا کلام کرنا	۴۹۲
۲۴۳	مسائل ونصائح	۴۹۵
۲۴۴	تجزیاتی مطالعہ	۴۹۶
۲۴۵	عصر حاضر میں اطلاق	۴۹۷
۲۴۶	دعا سے غار کا دہانا کھل جانا	۴۹۸
۲۴۷	تجزیاتی مطالعہ	۵۰۱
۲۴۸	عصر حاضر میں اطلاق	۵۰۱
۲۴۹	قرض کی مہلت دینے پر تاجر کی بخشش	۵۰۲
۲۵۰	مسائل ونصائح	۵۰۴
۲۵۱	تجزیاتی مطالعہ	۵۰۶
۲۵۲	عصر حاضر میں اطلاق	۵۰۷
۲۵۳	ماں کی نافرمانی پر حضرت جریج کی آزمائش	۵۰۷
۲۵۴	تجزیاتی مطالعہ	۵۱۲

Marfat.com

۲۵۵	عصر حاضر میں اطلاق	۵۱۳
۲۵۶	حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ ہونا	۵۱۴
۲۵۷	مسائل ونصائح	۵۱۴
۲۵۸	تجزیاتی مطالعہ	۵۲۰
۲۵۹	عصر حاضر میں اطلاق	۵۲۱
۲۶۰	حضرت ہاجرہ کا قبیلہ جرہم کے لوگوں کو پانی کے استعمال کی اجازت دینا	۵۲۳
۲۶۱	تجزیاتی مطالعہ	۵۳۵
۲۶۲	عصر حاضر میں اطلاق	۵۳۶
۲۶۳	بت پرستی کی ابتداء کا قصہ	۵۳۷
۲۶۴	مسائل ونصائح	۵۳۸
۲۶۵	تجزیاتی مطالعہ	۵۴۰
۲۶۶	عصر حاضر میں اطلاق	۵۴۱
۲۶۷	آسمانی دسترخوان میں خیانت کی وجہ سے بندر اور خنزیر بننا	۵۴۲
۲۶۸	نقد حدیث	۵۴۳
۲۶۹	مسائل ونصائح	۵۴۳
۲۷۰	دسترخوان اور میز پر کھانا کھانے کا شرعی حکم	۵۴۷
۲۷۱	تجزیاتی مطالعہ	۵۵۱
۲۷۲	عصر حاضر میں اطلاق	۵۵۲
۲۷۳	جنت اور جہنم کی پیدائش کا قصہ	۵۵۲
۲۷۴	نقد حدیث	۵۵۴
۲۷۵	مسائل ونصائح	۵۵۴

Marfat.com

۲۷۶	تجزیاتی مطالعہ	۵۵۶
۲۷۷	عصر حاضر میں اطلاق	۵۵۷
۲۷۸	شراب کی وجہ سے ولایت کا چھن جانا اور کفر پر موت کا واقع ہونا	۵۵۸
۲۷۹	نقد رجال	۵۵۹
۲۸۰	تجزیاتی مطالعہ	۵۷۵
۲۸۱	عصر حاضر میں اطلاق	۵۷۷
۲۸۲	عالم ارواح کا وعدہ اور اس کی تفصیل	۵۷۸
۲۸۳	نقد حدیث	۵۸۰
۲۸۴	مسائل ونصائح	۵۸۰
۲۸۵	تجزیاتی مطالعہ	۵۸۷
۲۸۶	عصر حاضر میں اطلاق	۵۸۸
۲۸۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، سامری اور بنی اسرائیل کا بچھڑے کی پوجا کرنے کا قصہ	۵۹۰
۲۸۸	نقد حدیث	۵۹۲
۲۸۹	مسائل ونصائح	۵۹۲
۲۹۰	تجزیاتی مطالعہ	۵۹۵
۲۹۱	عصر حاضر میں اطلاق	۵۹۶
۲۹۲	حضرت حزقیل علیہ السلام کا چار ہزار مردوں کو زندہ کرنا	۵۹۷
۲۹۳	نقد حدیث	۵۹۸
۲۹۴	مسائل ونصائح	۵۹۸
۲۹۵	تجزیاتی مطالعہ	۶۰۲
۲۹۶	عصر حاضر میں اطلاق	۶۰۳

Marfat.com

۲۹۷ مردوعورت کے اختلاط کے نقصانات	۶۰۳
۲۹۸ نقدحدیث	۶۰۵
۲۹۹ مسائل ونصائح	۶۰۵
۳۰۰ تجزیاتی مطالعہ	۶۱۱
۳۰۱ عصرحاضر میں اطلاق	۶۱۲
۳۰۲ باب ہفتم	۶۱۳
۳۰۳ قصص الحدیث کی روشنی میں اسلامی معاشرت کے اصولوں کی تشکیل وترتیب	۶۱۵
۳۰۴ انفرادی زندگی کے لیے اصول	۶۱۵
۳۰۵ عائلی زندگی کے لیے اصول	۶۳۲
۳۰۶ اجتماعی زندگی کے لیے اصول	۶۴۳
۳۰۷ خلاصہ تحقیق	۶۵۸
۳۰۸ اطراف الحدیث	۶۶۱
۳۰۹ مصادرومراجع	۶۶۹

Marfat.com

141494
Marfat.com

مقدمہ

Marfat.com

PANJAB UNIVERSITY LIBRARY

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا کیا، مسلمان بنایا، اپنے پیارے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت میں پیدا فرمایا اور اسلام جیسی عظیم نعمت سے نوازا۔ بے شمار درود وسلام ہو، اس کے محبوب مکرم رسول معظم ﷺ پر، جنہوں نے اپنی ساری زندگی ہم جیسے گناہگاروں کی بخشش کیلئے دعائیں کرتے گذاری اور جب بھی کوئی اہم موقع آیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایات ونوازشات ہونے لگیں تو اس غمخوار اور سراپا رحمت ہستی نے یہ دعا ضرور کی:

یا اللہ میری اُمت کو بخش دے۔

حضور رحمت عالم ﷺ نے اپنی تمام عمر اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اپنے اُمتیوں کی ہدایت وراہنمائی فرماتے ہوئی گذاری اور جب اس دنیا سے وصال فرمایا، تو بھی امت کو ہدایت وراہنمائی کے دو سرچشمے عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما: کتاب الله وسنة نبيه"

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو تھامے رکھو گے، گمراہ نہ ہو گے (وہ دو چیزیں ہیں) اللہ کی کتاب اور سنتِ نبی ﷺ یعنی حدیث"(۱)

۱۔ i۔ موطا مالک، رقم الحدیث ۱۵۹۴ ii۔ مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۱۹

Marfat.com

ا۔ قصص۔۔۔ایک پسِ منظر:

قرآن اور حدیث دو ایسے مجموعے ہیں جن سے مسلمانوں کو اپنی تعلیمی، معاشرتی، سیاسی، معاشی، مذہبی غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو کے متعلق ہر طرح کی معلومات ملتی ہیں۔ قرآن اور حدیث کئی طریقوں سے ہمیں ہدایات اور راہنمائی فراہم کرتے ہیں، جن میں سے ایک طریقہ ہدایت کی بات بذریعہ قصص ہمارے ذہن نشین کرانا بھی ہے۔ چنانچہ قرآن اور حدیث دونوں میں توحید، رسالت، عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور دیگر موضوعات کے بارے میں سابقہ انبیاءِ کرام ﷺ اور گذشتہ اقوام کے قصص بیان ہوئے ہیں۔ تاکہ یہ ہمارے لیے ہدایت کا باعث بنیں اور ہم ان سے عبرت حاصل کریں۔ قصص کے ذریعے سے کوئی بات لوگوں کو سمجھانا، ایسا طریقہ ہے جسے ہر زمانے، ہر علاقے اور ہر زبان کے عقلاء اور فلاسفہ استعمال کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ آپ کو کوئی زبان ایسی نہ ملے گی جس میں کوئی نہ کوئی قصہ مشہور نہ ہو، کوئی علاقہ اور کوئی زمانہ ایسا نہ ملے گا جس علاقے اور جس زمانے سے متعلق کوئی خاص قصہ نہ ہو۔ مختلف زبانوں کے چند قصص درج ذیل ہیں۔

ا۔	اردو میں	سب رس، قصہ احوال روھیدہ، مراۃ العروس اور نانی میشو
۲۔	عربی میں	الف لیله و لیله، کلیله دمنه حی بن یقظان، ابن الصباریه، الصادع والسباعم
۳۔	فارسی میں	سندبادنامہ، بختیار نامہ، قصہ چہار درویش اور سمک عیار
۴۔	انگریزی میں	ROMIO AND JEULIOT
۵۔	پنجابی میں	ہیر رانجھا، سوہنی مہینوال، قصہ شاہ بہرام
۶۔	سندھی میں	لیلاں چنیسر اور مول رانو

Marfat.com

۷۔ بلوچی میں حانی وشہ مرید، شاہداد و ماہناز

۸۔ کشمیری میں ھیمال ناگرے، لولری بامبور

غرضیکہ قصص بیان کرنے کا رواج بہت پرانا ہے اور ہر دور میں رہا ہے۔ چنانچہ اس فطرتی امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن وحدیث میں قصے بیان ہوئے ہیں، جن کا مقصد محض قصے سنانا نہیں بلکہ ان کے ذریعے درسِ عبرت دینا ہے اور لوگوں کو پند ونصائح کرنا ہے۔

۲۔ قرآن وحدیث کے قصص کی خصوصیت:

عام قصص اور قرآن وحدیث کے قصص میں دو بنیادی فرق ہیں:

۱۔ عام قصص میں قصہ فرضی بھی ہوسکتا ہے، جبکہ قرآن وحدیث میں ایسے ہی قصے بیان ہوئے ہیں، جو حقیقت پر مبنی ہیں۔

۲۔ عام قصص قصہ گوئی اور تاریخ نگاری کے طور پر بھی بیان ہوئے ہیں، جبکہ قرآن وحدیث میں قصے قصہ گوئی اور تاریخ نگاری کے لیے بیان نہیں ہوئے، بلکہ وہ دعوتِ اسلام کے طور پر بیان ہوئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

"لقد کان فی قصصهم عبرة لاولی الباب"(۳)

بے شک ان کے قصوں میں عقل مندوں کے لیے سامانِ عبرت ہے۔

۳۔ یوسف ۱۲:۱۱۱ ۴۔ تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۳۷۸

Marfat.com

۳۔ قصص کا مقصد:

قرآن وحدیث میں جو قصص بیان ہوئے ہیں ان میں بنیادی طور پر دو کردار بیان ہوئے ہیں اور ایک خاموش سوال کے ذریعے فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ دو بنیادی کردار درج ذیل ہیں:

۱۔ ایک کردار جو اسلام یعنی خدا کی بندگی اور حسابِ آخرت کے یقین سے پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا کردار جو کفر وجاہلیت، دنیا پرستی اور خدا وآخرت سے بے نیازی کے سانچے میں ڈھل کر تیار ہوتا ہے۔(۴)

تکمیلِ انسانیت کی منزلِ رفیع کی طرف جو راستہ جاتا ہے اس کے سارے پیچ وخم، نشیب وفراز، پیش آنے والی دشواریاں، منزل سے دل برداشتہ کر دینے والے سنگین مرحلے، منزل سے غافل کر دینے والے حسین وجمیل مناظر اور دل موہ لینے والی دلچسپیوں کو قصص میں اتنی وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ کسی ابہام والتباس کی گنجائش نہیں رہتی۔ پھر اس جانگداز، کٹھن اور طویل راہ کو طے کرنے کے لیے مسافر کو جس صبر، عزم، توکل، تقویٰ، عالی حوصلگی اور سیر چشمی کی ضرورت ہوتی ہے، اس کو بھی دلنشین اور مؤثر پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ لٰہذا قرآن وحدیث کا ہر قصہ سبق آموز، بصیرت افروز اور عبرت انگیز ہے۔(۵)

اچھا قصہ پڑھنے والا اس کے اندر اپنے ایمان کے لیے غذا اور اپنی روح کے لیے لذت وحلاوت محسوس کرتا ہے۔ وہ ماضی کی ان سرگزشتوں سے حاضر اور مستقبل کے حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے سبق حاصل کرتا ہے۔ ایک لطیف قصہ کے پردے میں لوگ جو کچھ ہضم کر جاتے ہیں وہ کھلے ہوئے وعظ کی شکل میں کبھی قبول نہیں کرتے۔(۶)

۵۔ ضیاء القرآن، ج ۲ص ۱۰۴ ۶۔ تدبر القرآن، ج ۴، ص ۵۸،۱۸۴

Marfat.com

عام طور پر لوگ ان قصوں سے بہت دلچسپی لیتے ہیں جن میں کچھ چاشنی حسن وعشق کی ہو۔لیکن ایسے قصے بالعموم اخلاق کو بگاڑتے ہیں لیکن قرآن وحدیث کے قصوں کی یہ خصوصیت ہے کہ ان میں حسن وعشق کی چاشنی بھی ہے تو اعلیٰ کردار وصفات کا مرقع بھی ہیں ،ان قصوں میں اعلیٰ فطرت کے جو، جوہر نمایاں کیے گئے ہیں وہ ایسے شاندار ہیں کہ ہر پڑھنے والے کے اندر ان کی تقلید کا جذبہ ابھرتا ہے اور خاص بات یہ ہے کہ یہ تقلید ناممکن نہیں بلکہ ممکن محسوس ہوتی ہے۔(۷)

پچھلے انبیاء اور ان کی قوموں کی سرگذشتوں میں اہلِ عقل کے لیے بڑا سامانِ عبرت موجود ہے بشرطیکہ یہ عقل سے کام لیں اور ان سرگذشتوں کو صرف دوسروں کی حکایت سمجھ کر نہ سنیں یا پڑھیں ۔ بلکہ ان سے خود اپنی زندگی کو درست کرنے کے لیے سبق حاصل کریں۔

ان قصوں کو بیان کرنے سے قرآن وحدیث کا مقصود تاریخ نگاری نہیں ہے بلکہ وہ ان قصوں کو یاد دلا کر تذکیر وموعظت کا سامان مہیا کرتے ہیں ،اور مسلمانوں کو انبیاءِ کرام علیھم السلام کی دعوت وعزیمت سے سبق لینے پر مجبور کرتے ہیں ۔پھر ان قصوں کے درمیان علم وحکمت کے بے شمار خزانے پوشیدہ ہیں اور ان کی ہر آیت انسان کو زندگی کے ان گنت مسائل پر صحیح اور بہترین رہنمائی عطا کرتی ہے۔(۸)

۴۔نقدِ حدیث:

اس مرحلہ میں بعض جمع شدہ قصص الحدیث کی اسناد پر بحث کی گئی ہے اور راویوں پر اصولِ جرح وتعدیل کے اعتبار سے حکم لگایا گیاہے اور روایت

۷۔ ایضاً ۸۔ علوم القرآن،ص ۳۱۶

Marfat.com

ودرایت کے اصولوں کے مطابق روایت پر حکم لگایا گیا ہے،ان سب کا تعارف درج ذیل ہے:

۱۔ صحیح بخاری ومسلم کی اسناد ورجال پر بحث نہیں کی گئی۔

۲۔ جامع ترمذی کی وہ احادیث جن پر امام ترمذی نے صحیح یا حسن کا حکم لگایا ہے،ان احادیث کے بارے میں امام ترمذی پر اعتماد کیا گیا ہے۔البتہ باقی احادیث کی اسناد ورجال پر بحث کی گئی ہے۔

۳۔ سنن ابوداؤد کی وہ احادیث جن پر امام ابوداؤد نے کوئی حکم لگایا ہے،ان احادیث کے بارے میں امام ابوداؤد کی رائے پر اعتماد کیا گیا ہے۔البتہ باقی احادیث کی اسناد ورجال پر بحث کی گئی ہے۔

۴۔ سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کی تمام روایات پر بحث کی گئی ہے۔

۵۔ موطا امام مالک کی تمام روایات پر روایت ودرایت کے اعتبار سے حکم لگایا گیا ہے۔

۶۔ مستدرک امام حاکم کی احادیث پر علامہ ذہبی،علامہ ابن ملقن،علامہ ناصر الدین البانی اور دیگر اصحاب نقد وجرح کے اعتبار سے حکم لگایا گیا ہے۔

۹۔مسائل کے استنباط کا طریقہ کار:

قصص الحدیث سے مختلف پہلوؤں پر استنباط کے لیے درج ذیل طریقہ کار سے بحث کی گئی ہے:

☆ استنباط مسائل کے لیے کتب احادیث کی عربی،اردو،فارسی اور انگریزی کتب شروحات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

Marfat.com

☆ قرآنِ مجید کی آیات اور کتب تفاسیر سے مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔

☆ مشکل الفاظ و مقامات کی وضاحت کے لیے بنیادی کتب لغات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ تعلیم، معاشرت، سیاست اور معیشت سے متعلق عصر حاضر کے لٹریچر سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ متعلقہ امور کے ماہرین اور شعبہ علوم اسلامیہ کے اساتذہ کرام سے راہنمائی لی گئی ہے۔

☆ موضوع سے متعلق مضامین، جو مختلف جرائد میں چھپے ہیں، ان سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ دائرہ ہائے اور انسائیکلو پیڈیاز سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ موضوع سے متعلق مباحثوں، کانفرنسوں اور لیکچروں سے کتاب لکھنے میں رہنمائی لی گئی ہے۔

ابواب وفصول میں قصص الحدیث حسب ذیل ترتیب پر ذکر کیے گئے ہیں:

۱۔صحیح بخاری ۲۔صحیح مسلم ۳۔جامع ترمذی

۴۔سنن ابوداؤد ۵۔سنن نسائی ۶۔سنن ابن ماجہ

۷۔موطا مالک ۸۔مستدرک حاکم

۲۔ میں قصص الحدیث کو مسلسل نمبر کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ میں ہر فصل کے حوالہ جات کو مسلسل نمبر دیا گیا ہے۔

۴۔ نقد حدیث، نقد سند اور نقد رجال میں مذکور مخففات کی تفصیل درج ذیل ہے:

i۔بخاری خ ii۔مسلم م iii۔جامع ترمذی ت

Marfat.com

iv۔سنن ابوداؤد د v۔سنن نسائی س vi۔سنن ابن ماجہ ق

vii۔صحاح ستہ ۶ viii۔صحیح بخاری ومسلم ۲ ix۔سنن اربعہ ۴

x۔کتب عامہ ع xi۔ادب المفرد بخ

۵۔راویوں کے حالات آخر میں مذکوران مخففات سے مراد کہ درج ذیل اصحاب نے ان سے احادیث لی ہیں۔

۶۔راوی نے نام کے بعد قوسین ( ) میں تاریخ وفات دی گئی ہے۔

۷۔راویوں کے طبقات

۸۔کتاب میں قصص الحدیث کو مسلسل نمبر دیا گیا ہے۔

۹۔کتاب میں موجود ہر قصہ کا تجزیاتی مطالعہ اور عصر حاضر میں اطلاق کی ممکنہ صورتوں کا ذکر اکٹھے کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب کو تحریر کرنے میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ متعلقہ موضوع کو عام فہم انداز میں بیان کرتے ہوئے عالمانہ بحث کی جائے۔اور قصص الحدیث سے مستنبط عصری مسائل کا ممکنہ حد تک احاطہ کیا جائے۔تا کہ یہ مقالہ لوگوں کے لیے زیادہ سے زیادہ نفع رسانی کا سبب بنے ،اوراس سے ماخوذ رہنمائی کا عصرِ حاضر میں اطلاق کیا جاسکے اور موجودہ دور کے مسائل حل کرنے میں مدومعاون ثابت ہوسکے۔

میں اس کتاب کے تحریر کرنے میں رہنمائی پر اپنے تمام اساتذہ کرام کا شکریہ ادا کرتا ہوں ، خاص طور پر اپنے شفیق ومہربان استادگرامی مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی صاحب ،ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید رحمۃ اللہ علیہ، مفتی عبداللطیف مجددی، مفتی محمد انورالقادری، ڈاکٹر محمد راغب حسین نعیمی ، پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا صاحب ، پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید الرحمٰن صاحب ، پروفیسر ڈاکٹر نورالدین جامی صاحب ، پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس صاحب ، پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد

Marfat.com

صدیقی ، پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی ، پروفیسر ڈاکٹر مجیب اللہ، پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر ، پروفیسر ڈاکٹر ثمر فاطمہ صاحبہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم ورک ، پروفیسر ڈاکٹر محمد نواز، ڈاکٹر قاضی فرقان احمد اور پروفیسر راؤ ارتضٰی اشرفی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ جن کی خصوصی تربیت وشفقت اور توجہ نے مجھے علمی ،فکری، ذہنی اور قلبی جلاء بخشی اور قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی۔

میں اپنے تمام مخلص دوستوں اور خاص طور پر پروفیسر محمد عمران بھٹہ ،محمد جاوید اقبال سنگھیڑا، مفتی محمد حسیب قادری ، مفتی محمد عمران ،مفتی محمد انتخاب احمد نوری ، ڈاکٹر محمد عمران انور نظامی ، مفتی محبوب احمد شرقپوری ،علامہ مشتاق احمد نوری ،قاری میاں خان ،علامہ مختار احمد ندیم ،میاں طاہر یٰسین ، پروفیسر عقیل احمد ،منیر احمد قیصرانی ،کلیم اختر قیصرانی ،علامہ برکات احمد صدیقی ،محمد حماد انور،محمد عرفان کا ممنون ہوں ،جنہوں نے اس کتاب کے تحریر کرنے میں مخلصانہ تعاون کیا۔اسی طرح میں نہایت شکر گزار ہوں جناب اظہر فرید قیصرانی اور جناب علامہ محمد طاہر صاحب کا کہ جنہوں نے کتاب کی تصحیح وترتیب میں انتہائی اخلاص کے ساتھ تعاون فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سعی کو قبول فرمائے اور اس کا نفع اہل دنیا کے لیے دائمی فرمائے اور ہماری خطاؤں سے درگذر فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر محمد کریم خان

لیکچرار: شعبہ علومِ اسلامیہ

یونیورسٹی آف گجرات، گجرات

۱۳ رجب المرجب ۱۴۳۷ھ/۲۱ اپریل ۲۰۱۶ء

Marfat.com

Marfat.com

باب اول

اسلام میں حدیث کا مقام وحیثیت

Marfat.com

Marfat.com

اسلام میں حدیث کا مقام وحیثیت

مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کی ذات سے جو تعلق ہے اس نے دنیا کو علم کی کئی جہتیں عطا کی ہیں، یہ تعلق کئی علوم وفنون کی تخلیق کا باعث بنا ہے اور مسلم علماء ومفکرین نے علمی دنیا کو فکروجستجو کے نئے زاویوں سے روشناس کرایا۔ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں، حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اور نواب صدیق حسن خان نے ابجد العلوم میں ان علوم کا تذکرہ کیا ہے، جن میں مسلمانوں نے اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے ہیں، ان علوم میں حدیث کو خصوصی حیثیت حاصل ہے۔عہد صحابہ سے تاہنوز حدیث سے مسلمانوں کا شغف جاری ہے۔حدیث سے متعلق جو علوم ہیں ان کی تعداد ابن الصلاح نے پینسٹھ (۶۵) بیان کی ہے، ان میں سے ہر ایک کے بارے میں مفصل بحثیں موجود ہیں۔

مسلمان دنیا کی اولین قوم ہے جس نے حدیث کے حوالے سے نقد وجرح کے اصول وضوابط وضع کیے، نقد متن (Texual criticism) اور تعدیل وتجریح رجال (Soundness of the narrates) کے معیارات طے کیے اور خبر دینے والے کی ثقاہت اور غیر جانبداری (Authenticity and neuterality) اور اس کے انداز کی معروفیت (Objectivity) کے اصول متعارف کروائے، تحقیق وتنقید کے تمام جدید اسالیب میں ان قواعد وضوابط اور اس طریق ومنہاج کی جھلک کسی نہ کسی طرح دکھائی دیتی ہے، تحقیق وتنقید کے جن مناہج پر آج بڑے فخر کا اظہار کیا جاتا ہے ان کے اولین آثار ہمیں مسلمانوں کے اسالیب تحقیق میں نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

مسلمان اس اعتبار سے دنیا کی ایسی منفرد قوم ہے جس نے اپنے نبی ﷺ کے اقوال و آثار کو محفوظ کرنے میں بے مثال سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ آنحضور ﷺ کی سیرت کی حفاظت میں ان جزئیات کا بھی استقصاء کیا جو بظاہر غیر اہم معلوم ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ کے رفقاء نے آپ کی جملہ تفصیلات کو نقل کیا، یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ یہ نقل و روایت کا عمل بے ہنگم نہیں تھا۔ اول روز سے ہی احتیاط پیش نظر رہی۔ ابتدائی دور میں سادہ احتیاطی تدابیر تھیں، جو آگے چل کر اصول علمیہ کی صورت اختیار کر گئیں۔

حافظ ذہبی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احوال میں لکھا ہے:

"کان اول من احتاط فی قبول الاخبار"۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے آدمی تھے جنہوں نے قبول خبر میں احتیاط سے کام لیا۔(۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے احوال میں ہے:

"وھو الذی سن للمحدثین الثبت فی النقل وربما یتوقف فی خبر الواحد اذا ارتاب"۔(۲)

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محدثین کے لیے روایت میں جانچ پڑتال کا طریقہ وضع کیا، اور جب آپ کو شک ہوتا تو خبر واحد کے قبول کرنے میں توقف سے کام لیتے تھے۔

۱۔ i- ذہبی، احمد بن عثمان، ابوعبداللہ، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۲، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء ii- عقیلی، محمد بن عمرو، ابوجعفر، الضعفاء الکبیر، ج ۱، ص ۱۰، مکتبہ علمیہ، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۹۸۴ء

۲۔ i- الضعفاء الکبیر، ج ۱، ص ۹-۱۰ ii- تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۰

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حالات میں ہے:

"کان امام عالمامتحریافی الاخذبحیث انه یستحلف من یحدثه بالحدیث"۔(۳)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ امام عالم تھے اور روایت قبول کرنے میں چھان پھٹک سے کام لیتے یہاں تک کہ حدیث روایت کرنے والے سے حلف کا مطالبہ کرتے۔

ان حضرات کی احتیاط صحابہ کرام پر کسی عدم اعتماد کا نتیجہ نہ تھی، کیونکہ یہ سب لوگ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ تھے یہ متقیانہ روش تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سماع وفہم کی غلطی سے کوئی غلط بات منسوب نہ ہوجائے، اکثر صحابی روایت کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی یہ قول پیش نظر رکھتے:

من کذب علی متعمدافلیتبو أمقعده من النار۔(۴)

ترجمہ: جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرتا ہے، اسے اپنا ٹھکانہ

۳۔ i-الضعفاء الکبیر، ج۱،ص۱۰ ii-تذکرۃ الحفاظ، ج۱،ص۱۰

۴۔ i-بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم ۱۱۰،ص ۳۹، دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء ii-ایضاً، کتاب العلم، رقم ۱۰۶-۱۰۹ iii-ایضاً، کتاب الادب، رقم ۱۶۹۷ iv-مسلم، ابن حجاج، ابوالحسین قشیری، صحیح مسلم، المقدمہ، رقم ۲-۶، ص ۱۶، دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء v-ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ، جامع الترمذی، کتاب العلم، رقم ۲۶۵۹-۲۶۶۱، ص ۱۰۳۵، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء vi-ایضاً، کتاب المناقب، رقم ۳۷۱۵، ص ۱۴۱۷ vii-ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، حافظ بجستانی، سنن ابوداؤد، کتاب العلم، رقم ۳۶۸۱، ص ۶۸۶، دارالفکر، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۵-۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء viii-ابن ماجہ، محمد بن یزید، حافظ قزوینی، سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، رقم ۳۰-۳۷، ج۱، ص ۳۶-۳۷، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء

Marfat.com

دوزخ میں بنالینا چاہیے۔

مسلمانوں کے دین کا سرمایہ اوران کی شریعت کی متاعِ کل رسول اللہ ﷺ کا نمونہ حیات ہے، رسول اللہ ﷺ کے شب وروز کے معمولات ہی ان کے لیے سرچشمہ ہدایت ہیں، صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی کتاب زندگی کے ایک ایک ورق کو حفظ کیا، خلوت وجلوت، سفرو حضر اورنجی حالات سے لے کر عام سیاسی حالات تک، رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا کوئی ایسا واقع نہیں، جسے انہوں نے محفوظ نہ کیا ہو۔(۵)

اکابر علماء ملت اوراسانید شریعت نے علم حدیث کی تحصیل کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردی تھیں، انہوں نے بارہا صرف ایک حدیث کی خاطر سینکڑوں میل کا سفر کیا، طلب حدیث میں کوئی چیزان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی تھی، وہ اپنے شاگردوں سے بھی احادیث روایت کرلیتے تھے۔انہوں نے احادیث کو اپنے سینوں میں اورپھر نوشتوں میں محفوظ کیا، ناقلین حدیث کو پرکھنے کے لیے علم رجال ایجاد کیا اوراس میدان میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیے۔(۶)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانی معیشت کے اصول ومبادی اجمالاً بیان فرمائے ہیں، جن کی تعبیر بغیر احادیث نبویہ کے ممکن نہیں ہے نیز احکام کی عملی صورت بیان کرنے کے لیے اسوۂ رسول کی ضرورت ہے، احادیث رسول ہمیں قرآنی احکام کی عملی تصویر مہیا کرتی ہے علاوہ ازیں نماز، زکوٰۃ، تیمم، حج اور عمرہ، یہ محض الفاظ ہیں، لغت عربی

۵۔ سعیدی، غلام رسول، نعمۃ الباری فی شرح صحیح بخاری، ج۱، ص ۵۳، فرید بک سٹال، لاہور، ط۲، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء

۶۔ ایضاً

Marfat.com

ان الفاظ کے وہ معانی نہیں بتاتی جو شرع میں مطلوب ہیں ،پس اگر احادیث رسول ﷺ موجود نہ ہوں تو ہمارے پاس قرآن کریم کے معانی شرعیہ متعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔(۷)

عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک تمام امت محمدیہ کے علماء وصلحاء اور عوام وخواص کا یہ عقیدہ رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گا کہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات آفتاب نبوت ورسالت ہے ،آپ کا وجود باجود تمام عالم کے لیے رحمت ہے ،آپ ﷺ کی حدیث اور سنت امت کے لیے حجت اور مشعل ہدایت ہے ،آپ کے اسوۂ حسنہ کا اتباع کیمیائے سعادت اور کلید جنت ہے۔آپ ﷺ کا عشق اور آپ کی محبت موجب شفاعت اور جنت میں معیت ومرافقت ہے۔(۸)

حدیث کا مقام وحیثیت:

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو کہ تمام شعبہ ہائے حیات میں کامیاب عملی راہنمائی کا نظام ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول دین بھی اسلام ہی ہے۔(۹) اسلام کی بنیادی تعلیمات قرآن وحدیث کی صورت میں محفوظ ہیں ۔اس نظریاتی وعملی دین کا مکمل نمونہ رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکات ہے، اسلام کے اساسی اصول اور بنیادی تعلیمات تو قرآن میں موجود ہیں جبکہ اس کی تشریح وتوضیح رسول اللہ ﷺ کی احادیث وسنن مبارکہ ہیں، اس طرح دین اسلام کا پہلا بنیادی ماخذ قرآن مجید ہے اور دوسرا بنیادی

۷۔ ایضاً

۸۔ کاندھلوی، محمد ادریس، حجیت حدیث، ص۲۳، مکتبہ عثمانیہ، لاہور، ط۲، ۱۹۹۶ء

۹۔ آل عمران ۳:۸۵

Marfat.com

ماخذ حدیث وسنت ہے،اس مصدرِ ثانی کی دین اسلام میں کیا اہمیت ہے؟اس بارے میں قرآن ،حدیث ،اجماع،قیاس،آئمہ سلف وخلف اور علمائے کرام کی تصریحات حسب ذیل ہیں:

ا۔حدیث وحی باری تعالیٰ ہے:

قرآن مجید میں ہے:ا۔وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ o إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ o (۱۰)

آپ ﷺ اپنی خواہش سے کلام (حکم دین) نہیں فرماتے بلکہ وہ تو وحی ہے جو آپ پر بھیجی جاتی ہے۔اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی آراء حسب ذیل ہیں:

i۔دین کے باب میں (آپ ﷺ) جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی کے بغیر نہیں فرماتے۔ معلوم ہوا کہ حدیث بھی قرآن کی طرح وحی ہے اور واجب الاتباع ہونے کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ علماء نے قرآن کو وحی متلو اور حدیث کو وحی غیر متلو کہا ہے۔(۱۱)

ii۔خواہ الفاظ کی بھی وحی ہو جو قرآن کہلاتا ہے،خواہ صرف معانی کی ہو جو سنت کہلاتی ہے، اور خواہ وحی جزئی ہو یا کسی قاعدہ کلیہ کی وحی ہو،جس سے اجتہاد فرماتے ہیں۔(۱۲)

iii۔یہ باتیں اگرچہ اس طرح لفظاً لفظاً آپ ﷺ پر نازل نہیں کی جاتی تھیں جس طرح قرآن آپ پر نازل کیا جاتا تھا،مگر یہ لازماً تھیں اسی علم پر مبنی جو وحی کے ذریعے سے آپ ﷺ کو دیا گیا تھا۔ان میں اور قرآن میں فرق صرف یہ تھا کہ قرآن کے الفاظ اور معانی

۱۰۔ النجم ۵۳:۴-۵

۱۱۔ الفلاح،محمد عبدہ،تفسیر الحدیث المسمیٰ اشرف الحواشی،ص ۶۲۸،شیخ محمد اشرف ناشران،لاہور

۱۲۔ محمد شفیع،مفتی،معارف القرآن،ج ۸،ص ۱۸۹،ادارۃ المعارف،کراچی،۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

Marfat.com

سب کچھ اللہ کی طرف سے تھے، اوران دوسری باتوں میں معانی ومطالب وہ تھے جواللہ نے آپ ﷺ کوسکھلائے تھے اوران کوادا آپ ﷺ اپنے الفاظ میں کرتے تھے۔ اسی فرق کی بناء پرقرآن کووحی جلی اورآپ ﷺ کے ان دوسرے ارشادات کووحی خفی کہاجاتا ہے۔(۱۳)

iv- بعض علماء کی رائے ہے کہ ھــــــو کامرجع صرف قرآن کریم نہیں، بلکہ قرآن کریم اورجوبات حضور ﷺ کی زبان فیضِ ترجمان سے نکلتی ہے ،وہ سب وحی ہے۔وحی کی دوقسمیں ہیں: جب معانی اورکلمات سب منزل من اللہ ہوں،اسے وحی جلی کہتے ہیں، جوقرآن کریم کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔اور جب معانی کانزول تو من جانب اللہ ہو،لیکن ان کوالفاظ کاجامہ حضور ﷺ نے خود پہنایا ہو،اسے وحی خفی یاوحی غیرمتلوکہاجاتاہے،جیسے احادیث طیبہ(۱۴)

v-اوراس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے ذات وصفات اورافعال میں فناکے اس اعلیٰ مقام پر پہنچے کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا،تجلی ربانی کا یہ استیلائے تام ہواکہ جوکچھ فرماتے ہیں،وہ وحی الٰہی ہوتی ہے۔(۱۵)

vi -یعنی کوئی کام توکیاایک حرف بھی آپ ﷺ کے دہن مبارک سے ایسانہیں نکلتاجوخواہش نفس پرمبنی ہو۔بلکہ آپ ﷺ جوکچھ دین کے باب میں ارشادفرماتے ہیں، وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اوراس کے حکم کےمطابق ہوتاہے۔اس میں وحی متلوکو''قرآن''

۱۳۔ مودودی،ابوالاعلی،سید،تفہیماالقرآن،ج۵،ص۱۹۴،ادارہ ترجمان القرآن،لاہور،ط۴۰،۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء ۱۴۔ الازہری،کرم شاہ،محمد پیر،ضیاء القرآن،ج۵،ص۱۱،ضیاء القرآن پبلی کیشنز،لاہور،۱۴۰۵ھ

۱۵۔ مرادآبادی،نعیم الدین،سید محمد،خزائن العرفان،ص۹۴۶،حافظ کمپنی،لاہور

Marfat.com

اور غیر متلو کو ''حدیث'' کہا جاتا ہے۔(۱۶)

vii-اور اس وحی میں سے متلو کو قرآن اور وحی غیر متلو کو حدیث کہتے ہیں۔(۱۷)

viii-اس سے اس کلام کی حقیقت معلوم ہوگئی جو بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ وحی کی دو قسمیں ہیں: متلو (جو تلاوت کی جاتی ہے) اور غیر متلو (جو تلاوت نہیں کی جاتی)۔ وحی متلو قرآن کا نام ہے جس کے معانی اور الفاظ دونوں اللہ کی جانب سے ہیں، اور غیر متلو حدیث رسول ﷺ کا نام ہے، جن کے الفاظ آنحضرت ﷺ کے ہیں اور معانی اللہ کی طرف سے ہیں۔(۱۸)

ix-پس اس سے ہم کو معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کی اپنے رسول ﷺ کی طرف بھیجی گئی وحی دو اقسام میں منقسم ہے: وحی متلو جو مؤلف تالیفاً اور معجز النظام ہے اور وحی جو مروی و منقول، غیر مؤلف، غیر معجز النظام اور غیر متلو ہے۔ وحی کی یہ قسم رسول اللہ ﷺ سے مروی اخبار پر مبنی ہے۔(۱۹)

۲-وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ٥(۲۰)

ترجمہ: کسی بھی انسان کے لیے اللہ تعالیٰ سے گفتگو کرنا ممکن نہیں سوائے ان صورتوں

۱۶۔ عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، ص ۶۹۸، پاک کمپنی، لاہور

۱۷۔ حجیت حدیث، ص ۴۱

۱۸۔ معارف القرآن، ج ۲، ص ۵۴۳

۱۹۔ آمدی، علی بن ابی علی، سیف الدین، الاحکام فی اصول الاحکام، ص ۸۷، مطبع محمد علی واولادہ، مصر، ۱۳۴۷ھ

۲۰۔ الشوریٰ ۴۲:۵۱

Marfat.com

کے کہ وحی کے ذریعے، پردہ کے پیچھے سے یا اس کے بھیجے ہوئے پیغامبر کے ذریعے اور وہ اللہ کی اجازت سے جو اللہ چاہے نازل کردے۔

اس آیت مبارکہ میں وحی کی تین صورتیں بیان ہوئی ہیں:

۱۔ وحیا: اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی بات نازل کرنا چاہتا ہے تو وہ براہِ راست نبی کے دل پر اتارتا ہے اور درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

۲۔ او من ورآء حجاب: کانوں سے صرف آواز سنے اور متکلم دکھائی نہ دے۔

۳۔ اویرسل رسولا: قاصد کے توسط سے وحی آئے۔

اس میں پہلی صورت الہام نبوی ﷺ کی ہے اور یہ وحی غیر متلو (حدیث) ہے، کہ ایک چیز نبی ﷺ کے دل میں القاء فرمادی اور نبی نے اس کو اپنے الفاظ مین بیان کردیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ کی گفتگو میں اگرچہ الفاظ نبی کے ہوتے ہیں لیکن وہ معانی ومفاہیم منزل من اللہ ہوتے ہیں۔(۲۱)

۳۔ i-وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ (۲۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اتاری اور حکمت اتاری اور جو آپ نہیں جانتے تھے وہ آپ کو سکھلایا۔

ii-وَاذْکُرُوا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِنَ الْکِتٰبِ وَالْحِکْمَۃِ یَعِظُکُمْ بِہٖ۔(۲۳)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تم پر جو احسان کیا اسے یاد کرو اور جو تم پر کتاب اور حکمت

۲۱۔ معارف القرآن، ج ۷، ص ۱۴۷ ۲۲۔ النساء ۴:۱۱۳

۲۳۔ البقرۃ ۲:۲۳۱

Marfat.com

تمہارے سمجھانے کے لیے اتاری۔

تصریحات مفسرین:

حکمت سے کیا مراد ہے اس سے متعلق تصریحات علماء کرام حسب ذیل ہیں:

i-الحکمة ای السنة۔ (۲۴) یعنی حکمت سے مراد سنت رسول ہے۔

ii-سمعت من ارضیٰ من اهل العلم بالقرآن ان یقول الحکمة سنة رسول الله ﷺ (۲۵)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ میں نے قرآن کے ان اہل علم سے جنہیں میں پسند کرتا ہوں، یہ سنا کہ حکمت رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث ہے۔

iii-ان آیات میں الحکمۃ سے مراد سنت ہے یعنی کتاب وسنت کی جو نعمت تم پر نازل کی ہے اسے مت بھولو۔ یہ دونوں وحی الٰہی ہیں اور دلیل ہونے میں برابر ہیں۔ لہٰذا منکرِ حدیث کا وہی حکم ہے جو منکرِ قرآن کا ہے۔ (۲۶)

iv-علماء امت متفق ہیں کہ حکمت سے مراد نبی کا خاص فہم ہوتا ہے، جس کی راہنمائی اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ اس خاص فہم کو پیغمبرانہ بصیرت کے ساتھ ساتھ وحی خفی کے نام سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ (۲۷)

۲۴۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تفسیر القرآن، ج ۳، ص ۷۷، المکتبۃ التجاریہ، القاہرہ

۲۵۔ شافعی، محمد بن ادریس، امام، الرسالۃ، ص ۷۸، مصطفی البابی الحلبی، القاہرہ، المصر، ط ۳، ۱۹۸۳ء

۲۶۔ تفسیر الحدیث، ص ۴۵

۲۷۔ خالد علوی، ڈاکٹر، حفاظت حدیث، ص ۹۴، الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۰۸ء

Marfat.com

۷-اورقرین قیاس یہی ہے کہ حکمت یعنی سنت منزل من اللہ ہو، کیونکہ اگر کتاب اللہ کے احکام کے مصداق ومدلول کا تعین عقل انسانی کے سپرد کردیا جائے، تواحکام الٰہی فرد کی موشگافیوں کی بھینٹ چڑھ جائیں گے، اورامت کی وحدت ویکجہتی جواس کی زندگی کی کفیل اوربقا کی ضامن ہے، کسی ٹھوس اورمضبوط نظام حیات کی غیرموجودگی کے باعث، تشتت وافتراق کی نذرہوجائے گی۔(۲۸)

قرآن مجید میں لفظ حکمۃ سے مرادحدیث وسنت ہے جبکہ لفظ حکمۃ کتاب کے بعدمذکورہو۔آیات قرآنیہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

یَتْلُوا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ ۔(۲۹)

ترجمہ: وہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اورانہیں کتاب اورحکمت کی تعلیم دے(کردانائے راز بنادے)اوران(کے نفوس وقلوب)کوخوب پاک وصاف کردے۔

یَتْلُوا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَكِّیْكُمْ وَیُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔(۳۰)

ترجمہ: وہ تم پرہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اورتمہیں (نفساً وقلباً)پاک صاف کرتاہےاورتمہیں کتاب کی تعلیم دیتاہےاورحکمت ودانائی سکھاتا ہے۔

وَیُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِیْلَ۔(۳۱)

۲۸۔ الازہری،کرم شاہ،محمدپیر،سنت خیرالانام،ص۵۶-۵۷،ضیاء القرآن پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۰۳

۲۹۔ البقرۃ۲:۱۲۹

۳۰۔ ایضاً:۱۵۱

۳۱۔ آل عمران۳:۴۸

Marfat.com

ترجمہ: اور اللہ اسے کتاب، حکمت، تورات اور انجیل (سب کچھ) سکھائے گا۔

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔(۳۲)

ترجمہ: وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ ۔(۳۳)

ترجمہ: اور جب میں نے تمہیں کتاب اور حکمت (ودانائی) اور تورات اور انجیل سکھائی۔

ذَلِكَ مِمَّا أَوْحَى إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ۔(۳۴)

ترجمہ: یہ حکمت اور دانائی کی ان باتوں میں سے ہے جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہیں۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ۔(۳۵)

ترجمہ: اور تم یاد کرو اللہ کی آیتوں کو اور (رسول ﷺ کی) سنت و حکمت کو جن کی تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے۔

۴۔وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحاً مِّنْ أَمْرِنَا ۔(۳۶)

ترجمہ: سو اسی طرح ہم نے آپکی طرف اپنے حکم سے روح (قلوب وارواح) کی وحی فرمائی (جو قرآن ہے)۔

---

۳۲ ۔i۔ایضاً:۱۶۴ ii۔ الجمعۃ۶۲:۲

۳۳۔ المآئدۃ۵:۱۱۰ ۳۴۔ بنی اسرائیل۱۷:۳۹

۳۵۔ الاحزاب۳۳:۳۴ ۳۶۔ الشوریٰ۴۲:۵۲

Marfat.com

یہاں "روحامن امرنا" سے مراد قرآن کے علاوہ حدیث مبارکہ بھی ہے۔ جو الفاظ کی بجائے معانی کی صورت میں نازل ہوئی۔

۵۔ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُوراً ۝ (۳۷)

ترجمہ: (اے حبیب!) بیشک ہم نے آپ کی طرف (اُسی طرح) وحی بھیجی ہے جیسے ہم نے نوح (علیہ السلام) کی طرف اور ان کے بعد (دوسرے) پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ اور ہم نے ابراہیم واسماعیل اور اسحاق ویعقوب اور (ان کی) اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کی طرف (بھی) وحی فرمائی، اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو (بھی) زبور عطا فرمائی تھی۔

اس آیت مبارکہ میں جن انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے، ان میں سے اللہ تعالیٰ نے صرف حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ، حضرت داؤد اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہم السلام کو "کتاب" وحی متلو عطا فرمائی۔ دوسرے تمام انبیاء کرام کی طرف جو وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی وہ ان چار صحف سماوی کی طرح متلو نہ تھی بلکہ ان کی حیثیت غیر متلو کی تھی جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی وہ دو قسم کی تھی: ایک تو قرآن کریم کی آیات، جن کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے اور جو قرآن کریم میں ہمیشہ کے لیے اس طرح محفوظ کر دی گئیں، کہ ان کا ایک نقطہ یا شوشہ بھی نہ بدلا جاسکا ہے اور نہ بدلا جا سکتا ہے۔ اس وحی کو علماء کی اصطلاح میں

۳۷۔ النساء ۱۶۳:۴

Marfat.com

''وحی متلو'' کہا جاتا ہے یعنی وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ دوسری قسم اس وحی کی ہے جو قرآن کریم کا جز نہیں بنی، لیکن اس کے ذریعے آپ کو بہت سے احکام عطا فرمائے گئے۔ اس وحی کو ''وحی غیر متلو'' کہتے ہیں، یعنی وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔ عموماً وحی متلو یعنی قرآن کریم میں اسلام کے اصولی عقائد اور بنیادی تعلیمات کی تشریح پر اکتفا کیا گیا ہے، ان تعلیمات کی تفصیل اور جزوی مسائل زیادہ تر ''وحی غیر متلو'' کے ذریعہ عطا فرمائے گئے ہیں۔ یہ وحی غیر متلو صحیح احادیث کی شکل میں محفوظ ہے، اور اس میں سے عموماً صرف مضامین وحی کے ذریعہ آپ پر نازل کیے گئے ہیں ان مضامین کو تعبیر کے لیے الفاظ کا انتخاب آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے۔ (۳۸)

۶۔ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ۔ (۳۹)

ترجمہ :اور جس قبلے پر تم تھے اس کو ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ معلوم کریں کون رسول ﷺ کے تابع رہتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھرتا ہے۔

یہاں سابقہ مقرر کردہ قبلے کے حکم کی خود اللہ تعالیٰ کی جانب نسبت کی گئی ہے۔ جس سے واضح ہے کہ بیت المقدس کو خود اللہ تعالیٰ کے حکم سے قبلہ مقرر کیا گیا تھا۔ اب قرآن کریم کو شروع سے آخر تک پڑھا جائے، اس حکم کا قرآن کریم میں کہیں ذکر نہیں ہے اور نہ کوئی آیت ایسی ہے جس میں بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم موجود ہو۔

۳۸۔ سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ص ۴۵، ج ۱، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ط ۸، ۸، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء

۳۹۔ البقرۃ ۲:۱۴۳

Marfat.com

درحقیقت یہ حکم خود نبی کریم ﷺ نے قرآن کریم کی کسی آیت کے حوالے کے بغیر دیا تھا لیکن اس کے باوجود قرآن کریم میں اسے اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دیا گیا ہے۔

قرآن کریم کا یہ بیان ثابت کرتا ہے کہ سابقہ حکم جو رسالت مآب نبی کریم ﷺ کی جانب سے دیا گیا تھا، ایک ایسی وحی پر مبنی تھا جو کہ قرآن کا جزو نہیں تھی۔ اور یہی ''وحی غیر متلو'' کا مطلب ہے۔

۷۔ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُواْ مَا كَتَبَ اللّهُ لَكُمْ وَكُلُواْ وَاشْرَبُواْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّواْ الصِّيَامَ إِلَى الَّليْلِ۔(۴۰)

ترجمہ: روزوں کی راتوں میں تمہارے لیے اپنی عورتوں کے پاس جانا جائز کردیا گیا ہے، وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔ خدا کو معلوم ہے کہ تم اپنے حق میں خیانت کرتے تھے، سو اس نے تم کو معاف کیا اور تمہاری حرکات سے درگزر فرمایا، اب (تم کو اختیار ہے کہ) ان سے مباشرت کرو۔ اور خدا نے جو چیز تمہارے لیے لکھ رکھی ہے اس کو (خدا سے) طلب کرو اور کھاؤ اور پیئو ۔ یہاں تک صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔ پھر روزہ رات تک پورا کرو۔ اس آیت کے نزول سے قبل رمضان المبارک کی راتوں میں مذکورہ صورت میں مباشرت ممنوع تھی یہ ممانعت کسی واجب الاطاعت اتھارٹی کی طرف سے تھی اور تمام مسلمانوں پر اس حکم کی پابندی لازمی تھی۔

۴۰۔ البقرۃ ۲:۱۸۷

Marfat.com

لیکن قرآن کریم میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس میں اس پابندی کا حکم ہو۔ درحقیقت یہ پابندی رسول اللہ ﷺ کی عائد کردہ تھی۔ پھر بھی قرآن کریم نہ صرف اس کی تائید کرتا ہے بلکہ اسے اس طریقے پر بیان کرتا ہے کہ گویا یہ اس کی خود لگائی ہوئی پابندی تھی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم اپنی خواہش سے نہیں دیا تھا، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسی وحی پر مبنی تھا جو قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے۔

۸۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُواْ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ o إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلاَثَةِ آلاَفٍ مِّنَ الْمَلآئِكَةِ مُنزَلِينَ o بَلَى إِن تَصْبِرُواْ وَتَتَّقُواْ وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَـذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلاَفٍ مِّنَ الْمَلآئِكَةِ مُسَوِّمِينَ o وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلاَّ بُشْرَى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلاَّ مِنْ عِندِ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ o (۴۱)

ترجمہ: اور یہ بات محقق ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو بدر میں منصور فرمایا، حالانکہ تم بے سروسامان تھے، سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم شکرگزار رہو۔ جبکہ آپ مسلمانوں سے فرما رہے تھے کہ کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے، تین ہزار فرشتوں کے ساتھ، جو اتارے جائیں گے۔ ہاں! کیوں نہیں؟ اگر تم مستقل رہوگے اور متقی رہوگے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آپہنچیں گے تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمائے گا، پانچ ہزار فرشتوں سے جو ایک خاص وضع بنائے ہوئے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ محض اس لئے کیا کہ تمہارے لئے بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جائے اور نصرت صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے، جو کہ زبردست ہے، حکیم ہے۔

۴۱۔ آل عمران ۳: ۱۲۳-۱۲۶

Marfat.com

یہاں فرشتوں کی غیبی امداد کی خوشخبری کا انتساب اللہ تعالیٰ کی جانب کیا گیا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ امداد کی خوشخبری خود اللہ تعالیٰ نے دی تھی۔لیکن بدر کے موقع پر دی جانے والی یہ خوشخبری قرآن مجید میں کسی بھی جگہ موجود نہیں ہے۔ باالفاظ دیگر جنگ بدر کے موقع پر نازل ہونے والی ایسی ایک بھی آیت نہیں ملتی، جس میں فرشتوں کی امداد کی خوشخبری دی گئی ہو۔مذکورہ بالا آیت میں محض یہ حوالہ ہے کہ ایسی ایک خوشخبری جنگ بدر کے موقع پر دی گئی تھی اور صراحتاً اس بات کا ذکر ہے کہ مسلمانوں کو یہ خوشخبری رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔لیکن اس کے باوجود اس کا انتساب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف کیا گیا ہے۔ایک اور موقعے پر جنگ بدر کے حوالے سے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

۹۔ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ ۔(۴۲)

ترجمہ: اور جب کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے گی۔ اس آیت کریمہ میں دونوں جماعتوں میں سے ایک سے مراد وہ تجارتی قافلہ ہے جو شام کی جانب سے ابوسفیان کی سرکردگی میں آرہا تھا۔ اوردوسری جماعت سے مراد کفار مکہ کا لشکر ہے، جو ابوجہل کی سالاری میں روانہ ہوا تھا۔اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں سے وعدہ تھا کہ وہ ان دونوں جماعتوں میں سے ایک پر فتح یاب ہوں گے۔اس وعدے کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ مسلمانوں نے ابوجہل کے لشکر پر میدان بدر میں فتح حاصل کی۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں سے یہ وعدہ کہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک جماعت پر غالب ہوں گے قرآن پاک میں کہیں مذکور نہیں ہے۔مسلمانوں

۴۲۔ الانفال ۹:۷

Marfat.com

کو اس بات کی نوید خود رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی کسی آیت کریمہ کے حوالے کے بغیر دی تھی ۔ پھر بھی اوپر دی گئی آیت میں اس وعدے کو نبی اکرم ﷺ کے بجائے اللہ تعالیٰ ہی سے منسوب کیا گیا ہے۔

۱۰۔ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ۔(۴۳)

ترجمہ: اور جب کہ پیغمبر ﷺ نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات چپکے سے فرمائی۔ پھر جب اس بیوی نے وہ بات بتلادی۔ اور پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر کردی تو پیغمبر نے تھوڑی سی بات تو بتلادی اور تھوڑی سی بات کو ٹال گئے۔ سو جب پیغمبر نے اس بیوی کو وہ بات بتلائی، وہ کہنے لگی، کہ آپ ﷺ کو اس کی کس نے خبر کردی، آپ نے فرمایا: کہ مجھ کو بڑے جاننے والے خبر رکھنے والے (یعنی خدا) نے خبر کردی۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس افشائے راز سے مطلع فرمایا تھا۔ لیکن یہ اطلاع بھی قرآن کریم میں کہیں نہیں ہے۔

۱۱۔ مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا ۔(۴۴)

ترجمہ: جو کھجوروں کے درخت کے تنے تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو خدا ہی کے حکم کے موافق ہے۔

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے یہ درخت اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کاٹے تھے ۔ لیکن کوئی بھی شخص قرآن کریم کی کوئی آیت کریمہ نہیں

۴۳۔ التحریم ۶۶:۳ ۴۴۔ الحشر ۵۹:۵

Marfat.com

بتلا سکتا، جس میں اس جنگ کے دوران درخت کاٹنے کی اجازت ہو۔ سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس اجازت کا کس طرح علم ہوا؟ اس کا جواب اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ اجازت رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو دی تھی اور خود نبی کریم ﷺ کو اس اجازت کا علم ''وحی غیر متلو'' کے ذریعے ہوا تھا۔

۱۲۔ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِيْ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا۔(۴۵)

ترجمہ: اور جب آپ ﷺ اس شخص سے فرما رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا، اور آپ نے بھی انعام کیا، کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈر۔ اور آپ اپنے دل میں وہ چھپائے ہوئے تھے، جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا۔ اور آپ لوگوں سے اندیشہ کرتے تھے اور ڈرنا تو آپ کو خدا ہی سے زیادہ سزاوار ہے پھر جب زید کا ان سے جی بھر گیا۔ ہم نے آپ سے ان کا نکاح کر دیا۔ تا کہ مسلمانوں پر اس کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے، جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں اور خدا کا یہ حکم تو ہونے والا ہی تھا۔

اس آیت کریمہ کے الفاظ اس حقیقت کا اظہار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مطلع فرما دیا تھا: کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا

۴۵۔ الاحزاب ۳۳:۳۷

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آجائیں گی لیکن حیااور شرم کے باعث آپ نے یہ بات ظاہر نہ فرمائی اور جب حضرت زید نے اس بارے میں آپ سے مشورہ لیا، تو آپ نے نباہنے اور طلاق نہ دینے ہی کی رائے دی۔

۱۳۔ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ o فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (۴۶)

ترجمہ: موافقت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی۔ اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے۔ پھر اگر تم کو اندیشہ ہو تو کھڑے کھڑے اور سواری پر چڑھے چڑھے پڑھ لیا کرو۔ پھر جب تم کو اطمینان ہو جائے تو تم خدا تعالیٰ کی یاد اس طریق سے کرو۔ جو اس نے تم کو سکھلایا ہے، جس کو تم نہ جانتے تھے۔

اس آیت کریمہ کے سلسلے میں کئی نکات قابل ذکر ہیں: پہلی بات تو یہ کہ آیت کریمہ میں بین السطور یہ بات موجود ہے کہ مسلمانوں پر ایک سے زائد نمازیں فرض ہیں۔ لیکن نہ اس آیت کریمہ میں اور نہ ہی قرآن کریم کی کسی دوسری آیت کریمہ میں نمازوں کی کل تعداد بتلائی گئی ہے۔ یہ بات کہ فرض نمازوں کی تعداد پانچ ہے، مسلمانوں کو صرف نبی کریم ﷺ ہی کے ذریعہ معلوم ہوئی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ کہہ کر کہ "تمام نمازوں کی حفاظت کرو" نبی کریم ﷺ کے ذریعے مسلمانوں کو معلوم ہونے والی بات کی توثیق کی گئی ہے۔ اور یہی وحی غیر متلو یعنی حدیث ہے۔

۴۶۔ البقرة ۲:۲۳۸-۲۳۹

Marfat.com

۱۴۔ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ۔ (۴۷)

ترجمہ: جولوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے، کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ تمہارے ساتھ چلیں، وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں ،آپ کہہ دیجئے: کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔خدا تعالیٰ نے پہلے سے یوں ہی فرما دیا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ قبل ازیں اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا واضح حکم آچکا تھا، جس میں منافقین کو غزوہ خیبر میں شرکت کی ممانعت اور صرف شرکاء حدیبیہ کو شرکت کی اجازت دی گئی تھی۔لیکن یہ الفاظ اور یہ حکم قرآن کریم میں کسی بھی جگہ نہیں ملتا۔ یہ ایک پیغمبری حکم تھا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے خود اپنے حکم کے طور پر ذکر کیا ہے۔ وجہ واضح اور بالکل صاف ہے۔پیغمبری حکم اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہی مبنی تھا اور اللہ تعالیٰ کا حکم پیغمبر علیہ السلام پر ایسی وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا تھا، جو قرآن میں شامل نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود یہ وحی تھی۔اتنی واضح اور یقینی بات اللہ تعالیٰ کی کوئی وحی ہی ہو سکتی ہے۔

۱۵۔ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ٥ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ٥ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ٥ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ٥ (۴۸)

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ قرآن پاک پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں۔ ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اس کا پڑھوا دینا۔تو جب ہم اس کو پڑھنے

۴۷۔ الفتح ۴۸:۱۵ ۴۸۔ القیامۃ ۷۵:۱۶

Marfat.com

لگا کریں (یعنی ہمارا فرشتہ پڑھنے لگا کرے) تو آپ اس کا تابع ہو جایا کیجئے۔ پھر اس کا بیان کرا دینا ہمارا ذمہ ہے۔ اس آیت کریمہ کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی توضیح وتشریح اپنے ذمہ لیتے ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی تشریح بیان کی جائے گی۔ یہاں یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ توضیح وتشریح قرآن کریم سے "جداگانہ کوئی چیز" ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہ قرآن کریم سے کوئی جداگانہ شکل اور اس کے الفاظ سے علیحدہ کسی امتیازی خصوصیت کی حامل ہو۔ یہی حدیث وسنت ہے۔

۱۶۔ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ٥ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ٥ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ ٥۔ (۴۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن (جمعہ کی) نماز کیلئے آذان دی جائے تو فوراً اللہ کے ذکر (یعنی خطبہ ونماز) کی طرف تیزی سے چل پڑو اور خرید وفروخت (یعنی کاروبار) چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ پھر جب نماز ادا کر چکے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور (پھر) اللہ کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرنے لگو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھا تو (اپنی حاجت مندی اور معاشی تنگی کے باعث) اس کی طرف بھاگ

۴۹۔ الجمعۃ ۶۲: ۱۱-۹

Marfat.com

کھڑے ہوئے اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑے چھوڑ گئے، فرمادیجئے: جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

جمعہ کی نماز، اس کی آذان اور اس کے خطبہ سے متعلق یہاں مسلمانوں کو جو ہدایات دی گئی ہیں، اور ان کی ایک غلطی پر جس طرح تنبیہ کی گئی ہے اس کا اندازہ شاہد ہے کہ جمعہ کے قیام سے متعلق ساری باتیں اللہ کے حکم سے انجام پائی ہیں۔ حالانکہ قرآن میں کہیں بھی جمعہ کا ذکر نہ اس سے پہلے آیا ہے نہ اس کے بعد ہے۔ بلکہ روایات سے ثابت ہے کہ اس کے قیام کا اہتمام ہجرت کے بعد مدینہ پہنچ کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اور لوگوں کو آپ ہی نے اس کے احکام وآداب کی تعلیم دی، پھر جب لوگوں سے اس کے آداب ملحوظ رکھنے میں کوتاہی ہوئی، تو اس پر قرآن نے اس طرح گرفت فرمائی گویا براہِ راست اللہ تعالیٰ ہی کے بتائے ہوئے احکام وآداب کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے دیئے ہوئے احکامات بعینہٖ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں۔ ان کا ذکر قرآن میں ہو یا نہ ہو۔ رسول ﷺ کی طرف نسبت کی تحقیق تو ضروری ہے، لیکن ثابت ہے تو ان کا انکار خود اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار ہے۔ (۵۰)

۱۷۔ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُواً وَلَعِباً ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ۔ (۵۱)

ترجمہ: اور جب تم نماز کیلئے (لوگوں کو بصورت آذان) پکارتے ہو تو یہ (لوگ) اسے ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (بالکل عقل نہیں رکھتے۔

۵۰۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، ج ۷، ص ۳۸۸، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ط ۱۱، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۵ء

۵۱۔ المائدہ ۵:۵۸

Marfat.com

مذکورہ بالا آیات سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے بھی آذان ایک دینی عمل کی حیثیت سے رائج تھی لیکن قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں، جس میں آذان دینے کا حکم دیا گیا ہو یا آذان دینے کا طریقہ بتلایا گیا ہو۔

۱۸۔ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ۔(۵۲)

ترجمہ: اور آپ کبھی بھی ان (منافقوں) میں سے جو کوئی مرجائے، اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی آپ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ (کیونکہ آپ کا کسی جگہ قدم رکھنا بھی رحمت و برکت کا باعث ہوتا ہے اور یہ آپ کی رحمت و برکت کے حق دار نہیں ہیں)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مومنوں پر نماز جنازہ پڑھنا مشروع تھی، اور آپ ﷺ نماز جنازہ پڑھاتے تھے، اور صحابہ کرام بھی۔ حالانکہ قرآن مجید میں نماز جنازہ پڑھنے کے حکم والی کوئی آیت موجود نہیں اور نہ ہی اسکے طریقہ کار کا بیان ہے۔ یہ سب کچھ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے بتلایا گیا جو کہ غیر متلو اور احادیث کی شکل میں موجود ہے۔

۲۔ احادیث مبارکہ:

حدیث وحی باری تعالیٰ ہے، اس سے متعلق احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱۔ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِی كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ

۵۲۔ التوبۃ ۹:۸۴

Marfat.com

لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ.(۵۳)

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سن لو! بیشک مجھے کتاب اور اس کی مثل دی گئی ہے۔ عنقریب ایک شکم سیر شخص (یعنی آسودہ آدمی) اپنے بستر پر لیٹا ہوا کہے گا کہ تم لوگ اس قرآن کریم ہی کو اختیار کرو اور تم قرآن کریم میں جو حلال پاؤ، اس کو حلال سمجھو اور قرآن کریم میں جو حرام پاؤ اس کو حرام سمجھو۔ یاد رکھو! گھریلو گدھے کا گوشت تمہارے لیے حلال نہیں ہے اور نہ ہی درندوں میں سے دانت والا جانور حلال ہے (یعنی شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ) اور نہ ذمی شخص کا پڑا ہوا مال، لیکن جب اس مال کا مالک مستغنی ہو۔ اور جو آدمی کسی قوم کے پاس مہمان ہو تو اس قوم کے ذمہ اس شخص کی مہمانداری کرنا ضروری ہے۔ اور اگر کوئی قوم اس کی مہمانداری نہ کرے تو اس مہمان کو حق حاصل ہے کہ اس قوم سے اپنی مہمانداری کا حق وصول کرے۔

۲۔ عَنْ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَلَا هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيثُ عَنِّي وَهُوَ مُتَّكِءٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ، فَيَقُولُ :بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا اسْتَحْلَلْنَاهُ .وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ، وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ ":هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ (۵۴)

۵۳۔ ابوداؤد، کتاب السنۃ، رقم ۴۶۰۴، ص ۸۶۲

۵۴۔ ترمذی، کتاب العلم، رقم ۲۶۶۴، ص ۱۰۳۷

Marfat.com

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جان لو! عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ کسی شخص کو میری حدیث پہنچے گی اور وہ تکیہ لگائے ہوئے، اپنی مسند پر بیٹھا ہوا کہے گا، کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (کافی) ہے۔ پس ہم جو کچھ اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور جو حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔ جبکہ (حقیقت یہ ہے کہ) جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا وہ بھی اسی چیز کی طرح ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

۳۔ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا نَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ۔ (۵۵)

ترجمہ: حضرت عبیداللہ بن ابی رافع اپنے والد ابورافع سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم لوگوں میں کسی شخص کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس کوئی ایسی بات آئے جس کا میں نے حکم دیا، یا جس سے میں نے منع کیا تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا۔ ہم تو جو چیز قرآن میں پائیں گے اس کی پیروی کریں گے۔

۵۵۔ i- ابوداود، کتاب السنۃ، رقم ۴۶۰۵، ص ۸۶۲

ii- ترمذی، کتاب العلم، رقم ۲۶۶۳، ص ۱۰۳۶

iii- ابن ماجہ، المقدمۃ، رقم ۱۳، ج ۱، ص ۳۰

Marfat.com

۴۔ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يكَرِبَ الْكِنْدِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :يُوشِكُ الرَّجُلُ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ، يُحَدَّثُ بِحَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِي، فَيَقُولُ :بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَلَالٍ اسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ، أَلَا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ(۵۶)

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکرب کندی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: بہت جلدایسازمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے تخت پرتکیہ لگائے بیٹھاہوگااوراس کے سامنے میری حدیث بیان کی جائے گی تو جواب میں کہے گا ہمارے اورتمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی اللہ کی کتاب ہے، جوکچھ ہم اس میں حلال پائیں گے اسے حلال جانیں گے اور جوکچھ حرام پائیں گے اس کوحرام سمجھیں گے ۔آگاہ ہوجاؤ! جوکچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمادیا، وہ بھی ویسا ہی حرام ہے جیسے اللہ نے حرام کیا۔

۵۔ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي رَافِعٍ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :لَأَعْرِفَنَّ مَا بَلَغَ أَحَدَكُمْ مِنْ حَدِيثِي شَيْءٌ، وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ، فَيَقُولُ :مَا أَجِدُ هَذَا فِي كِتَابِ اللَّهِ "(۵۷)

۵۶۔ ابن ماجہ، المقدمہ، رقم ۱۲، ج۱، ص۳۰

۵۷۔ ابن حنبل، احمد، مسند، ابورافع، رقم ۲۳۹۲۳، ج۶، ص۱۱، نشرالسنۃ، ملتان

Marfat.com

ترجمہ: حضرت عبیداللہ بن ابی رافع اپنے باپ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

میں جانتا ہوں کہ تم میں سے کسی ایک کے پاس میری حدیث پہنچے گی درآنحالیکہ وہ اپنی مسند پر ٹیک لگائے ہوئے کہے گا، میں اسے کتاب اللہ میں نہیں پاتا۔

۶۔ عَنْ حَسَّانَ، قَالَ: كَانَ جِبْرِيلُ يَنْزِلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسُّنَّةِ، كَمَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْقُرْآنِ (۵۸)

ترجمہ: حضرت حسان بن عطیہ سے مروی ہے: حضرت جبریل امین علیہ السلام جس طرح قرآن لے کر آتے تھے اسی طرح سنت بھی لے کر آتے تھے، سنت بھی اسی طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن سکھاتے تھے۔

۷۔ كان الوحي ينزل على رسول الله ﷺ ويحضره جبريل بالسنه التي تفسر بذلك۔ (۵۹)

۵۸۔ i۔ دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، حافظ، سنن الدارمی، ج۱، ص۱۴۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی

ii۔ خطیب بغدادی، احمد بن علی، ابوبکر، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص۱۲، دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۷ھ

iii۔ ابن حجر، احمد بن علی، عسقلانی، فتح الباری، ج۱۳، ص۲۹۱، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

iv۔ قاسمی، جمال الدین، قواعد التحدیث، ص۵۹، مکتبہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۸ھ

v۔ مبارکپوری، عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم، ابوالعلی، تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، ج۳، ص۳۷۴، بیت الافکار الدولیۃ، بیروت، لبنان

۵۹۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، ابواسحاق، الموافقات فی اصول الشریعۃ، ج۴، ص۲۶، المطبعۃ الرحمانیۃ، القاہرۃ، المصر

Marfat.com

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی اور حضرت جبریل امین علیہ السلام سنت کی شکل میں اس وحی کی تفسیر لے کر نازل ہوتے تھے۔

۸۔ کان جبریل ینزل بالقرآن والسنة ویعلمه ایاها کمایعلمه القرآن۔(۶۰)

ترجمہ: حضرت جبریل امین علیہ السلام جس طرح قرآن لے کر آتے تھے اسی طرح سنت بھی لے کر آتے تھے، سنت بھی اسی طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن سکھاتے تھے۔

۹۔حضرت عبداللہ سے امام مروزی نے روایت کی ہے:

کان جبریل اذانزل بالقرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاخذه بالغشوة فیلقه علی قلبه فیسیری عنه وقد حفظه فیقرؤه واما السنن فکان یعلمه جبریل ویشابهه به۔(۶۱)

ترجمہ: حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت گراں ہو جاتی تھی، قرآن آپ کے قلب پر آسان کر دیا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے یاد کرتے اور پڑھتے تھے اور سنت جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھلاتے تھے یہ قرآن ہی کے مشابہ ہوتی تھی۔۱۰۔حضرت مکحول سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتانی اللہ القرآن ومن الحکمة مثله۔(۶۲)

ترجمہ: مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن بھی عطا فرمایا اور اس کی مثل حکمت بھی۔

۶۰۔ ابن حجر مکی، احمد، علامہ، الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۲۴۰، مکتبة القاهرة، مصر، ۱۳۸۵ھ

۶۱۔ مروزی، محمد بن نصر، امام فقیہ شیخ الاسلام، المسند، ص ۳۰، مکتبہ مصطفیٰ البابی، بولاق، مصر، ۱۴۰۲ھ

۶۲۔ قواعد التحدیث، ص ۵۹

Marfat.com

۱۱۔حضرت جریر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای البلدان احب الی اللہ و ای البلدان ابغض الی اللہ ؟قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاادری حتی اسأل جبریل ۔(۶۳)

ترجمہ: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ شہر کا کون سا حصہ ہے اور سب سے ناپسندیدہ شہر کا کون سا حصہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جبریل سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ پھر جبریل وحی لے کر آئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہروں میں مساجد کا حصہ محبوب ترین ہے اور بازاروں کا حصہ مبغوض ترین ہے۔

۳:تصریحات آئمہ سلف وخلف:

حدیث وحی باری تعالیٰ ہے، اس کے بارے میں آئمہ کرام کے ارشادات درج ذیل ہیں:

۱۔امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- **ھذاالحدیث یحتمل وجھین:احدھماانہ اوتی من الوحی الباطن غیر المتلو مثل مااوتی من الظاھر المتلو،والثانی ان معناہ انہ اوتی الکتاب وحیایتلی واوتی مثلہ من البیان ای اذن لہ ان یبین مافی الکتاب، فیعم ویخص ،وان یزید علیہ، فیشرع مالیس فی الکتاب لہ ذکر ،فیکون ذلک فی وجوب الحکم ولزوم العمل بہ کالظاھر المتلو من القرآن۔(۶۴)**

ترجمہ: اس حدیث کے دو معنیٰ ہو سکتے ہیں:

۶۳۔ ہیثمی، علی بن ابوبکر، نورالدین، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج۲، ص۶، دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ

۶۴۔ شمس الحق، محمد، ابوطیب عظیم آبادی، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، ج۴، ص۳۲۸، قدیمی کتب خانہ، کراچی

Marfat.com

۱۔ آپ ﷺ کو وحی متلو (قرآن) کی طرح ہی وحی باطن غیر متلو (حدیث وسنت) عطا فرمائی گئی۔

۲۔ آپ ﷺ کو وحی متلو (قرآن) عطا کی گئی اور اس کے بیان وتشریح، وضاحت، عام وخاص کی وضاحت اور قرآن کے علاوہ مزید احکام کا اختیار بھی دیا گیا (یہ حدیث وسنت ہی ہے)، یہ حکم اور عمل کے لحاظ سے قرآن کی طرح لازم وواجب ہے۔

۲۔علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معناه علی وجهين:انه اوتی من الوحی الباطن غير المتلو مثل ماأوتی من الظاهر المتلو،اوتی الكتاب وحيايتلی واوتی مثله من البيان ای اذن له ان يعم ويخص وان يزيد عليه وان يشرع ماليس فی الكتاب له ذكر فيكون ذلك فی وجوب الحكم ولزوم العمل كالظاهر المتلو من القرآن يعنی اوتيت القرآن واحكاما ومواعظا وامثالاتماثل القرآن فی كونهاواجبة القبول اوفی المقدار،فيه ردعلی الخوارج والروافض تعلقوابظاهر القرآن وتركواالسنن التی قدضمنت بيان الكتاب فتحيروا وضلوا۔(۶۵)

ترجمہ: حدیث کے مثل قرآن ہونے کی تشریح دوطرح کی جاسکتی ہے: پہلی جس طرح آپ کو وحی متلو (قرآن) عطا ہوئی اسی طرح آپ کو وحی غیر متلو (حدیث وسنت) بھی عطا کی گئی ہے۔ دوسری آپ کو بطور وحی متلو (جو تلاوت کی جاتی ہے) دیا گیا ہے اور اسی کی طرح آپ ﷺ کو قرآن توضیح وتشریح پر مشتمل وحی (غیر متلو) بھی دی گئی ہے، یعنی آپ

۶۵۔ خطابی، حمد بن محمد۔ ابو سلیمان بستی، معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، ج ۳، ص ۸، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، الریاض، ط۱، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

Marfat.com

کو اجازت دی گئی ہے کہ آپ قرآن کے عموم کو خاص اور خصوص کو عام قرار دیں، قرآن سے زائد احکام بیان فرمائیں۔ اور جن امور کا قرآن میں ذکر نہیں ہے ان کو قانونی طور پر امت پر نافذ کریں۔ یہ بھی حکم کے واجب وضروری ہونے اور عمل کے لازم ہونے میں قرآن ہی کی طرح ہے۔ یعنی مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور اس کیساتھ ساتھ احکامات، نصائح اور نظائر وامثال بھی دیا گیا ہوں جن کا قبول کرنا اور عمل کرنا قرآن ہی کی طرح لازم ہے، یا یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ ایک اعتبار سے دونوں کی باہمی مماثلت مراد ہو۔ اس بات میں خارجیوں اور رافضیوں کا رد موجود ہے، جنہوں نے قرآن کے ظاہری الفاظ کو لے لیا اور قرآن کی تشریح وتوضیح پر مشتمل سنن کو چھوڑ دیا اور گمراہی میں پڑ گئے۔

۳۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کان الوحی ینزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویحفرہ جبریل بالسنۃ التی تفسر بذلك۔(۶۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی اور حضرت جبریل علیہ السلام سنت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے جو اس وحی کی تفسیر کر دیتی تھی۔

۴۔ حضرت عامر بن سیاف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اذا بلغك عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث فایاك ان تقول بغیرہ فانه کان مبلغا عن اللہ۔(۶۷)

ترجمہ: اگر تیرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث پہنچے تو تجھے چاہیے کہ اس کے

۶۶۔ الموافقات شاطبی، ج ۴، ص ۲۶

۶۷۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۸۰

Marfat.com

خلاف یا اس کے علاوہ کچھ کہنے سے بچے، کیونکہ وہ حدیث دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

۵۔حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يسأل عن الشيء فلايجيب حتى يأتيه الوحي من السمآء۔(٦٨)

ترجمہ: اگر رسول اللہ ﷺ سے کسی شئے کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ ﷺ اس وقت تک جواب نہیں دیتے تھے، جب تک کہ آسمان سے وحی نہ آجاتی۔

٦۔علامہ ابن حزم اندلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب نبی کریم ﷺ قرآن کی تلاوت فرماتے تو اس کی تشریح و توضیح بھی فرماتے۔اگر قرآن کا کوئی حکم مجمل ہوتا، جس کے معانی الفاظ سے پوری طرح سمجھ نہ آسکتے ہوں، تو موصولہ وحی کے ذریعے اس کی توضیح فرماتے، خواہ وہ وحی متلو ہو یا غیر متلو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہے فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ (٦٩) اس آیت میں اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ قرآن کی تشریح اس کے ذمہ ہے۔پس اگر یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہی ہے تو نبی کریم ﷺ کا اس کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی جانب ہی سے ہوا۔پس قرآن اور اس کی تفسیر ہر چیز خواہ وحی متلو یا غیر متلو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی وحی ہوتی ہے۔(٧٠)

٦٨۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ص ١٧٦ ٦٩۔ القیامۃ ٧٥:١٨-١٩

٧٠۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ص ١٠٩

Marfat.com

۷۔علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فالکتاب مایتلی والحکمة السنة وھو ماجاء به عن الله بغیر تلاوة ۔(۷۱)

ترجمہ: کتاب وہ وحی ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے، اور حکمت سنت ہے، جو کہ بصورت وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بغیر تلاوت کے آتی ہے۔

۸۔امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا کلام دو قسموں میں نازل ہوا ہے: ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس طرح کرو یا اللہ تعالیٰ نے اس اس طرح حکم دیا ہے۔ پس حضرت جبریل امین علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کو سمجھا اور اس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور آپ سے اپنے رب کا ارشاد بیان کیا، لیکن اس کے لیے کوئی مخصوص عبارت نہ ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر مالک یہ کہے کہ فلاں سے کہو کہ مالک نے تیرے لیے یہ حکم دیا ہے: اجتھدفی الخدمة واجمع جندك للقتال۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی بات کو اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمائیں ملک نے کہا ہے: لاتتھاون فی خلعتی ولاتترك الجندلتتفرق وحثھم علی المقاتلة۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہ کذب پر محمول ہوگا اور نہ ہی ادائیگی رسالت میں تقصیر پر۔

کلام اللہ کی دوسری قسم وہ ہے جب کہ اللہ تعالیٰ جبریل امین علیہ السلام کو حکم دے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب قرأت کرو، تو جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے انہیں کلمات کے ساتھ بلا تغیر نازل ہوں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مالک کوئی کتاب لکھ کر اپنے امین کو یہ کہہ کر دے کہ: اسے فلاں شخص کو پڑھ کر سناؤ، تو وہ اس میں کوئی بھی کلمہ یا حرف اپنی طرف سے نہیں بدلتا۔(۷۲)

۷۱۔ فتح الباری، ج ۱۳، ص ۲۹۱ ۷۲۔ الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۵۹

Marfat.com

۹۔امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں! کہ دو قسموں میں سے قرأت کا تعلق دوسری قسم سے اور سنت کا تعلق پہلی قسم سے ہے، جیسا کہ وارد ہے کہ جبریل امین علیہ السلام جس طرح قرآن لے کر نازل ہوتے تھے اسی طرح سنت کے ساتھ بھی نازل ہوتے تھے۔پس اس سے سنت کی بالمعنی روایت جائز ہوئی، کیونکہ جبریل علیہ السلام نے اسے بالمعنی ادا فرمایا ہے، لیکن قرآن کی بالمعنی روایت جائز نہیں ہے، کیونکہ جبریل علیہ السلام نے اسے باللفظ ہی ادا کیا تھا اور بالمعنی وحی کرنا جائز نہ سمجھتے تھے۔(۷۳)

۱۰۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قول رسول الله ﷺ حجة لدلالة المعجزة علی صدقه ولأمر الله تعالیٰ ایانا باتباعه ولانه لاینطق عن الهوی ان هو الاوحی یوحیٰ ولکن بعض الوحی یتلی فیسمی کتابا وبعضه لایتلی وهو السنة۔(۷۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا قول حجت ہے اس لیے کہ معجزات آپ کے صدق پر دلالت کرتے ہیں، اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اتباع کا حکم دیا ہے، اور اس لیے بھی کہ آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے، بلکہ آپ کا کلام نرا وحی ہوتا ہے، جو کہ آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔لیکن بعض وحی کی تلاوت کی جاتی ہے پس اس کا نام کتاب (قرآن) ہے اور بعض وحی کی تلاوت نہیں کی جاتی اور یہی سنت ہے۔

۱۱۔امام مروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کی اجازت اور وحی کے ذریعہ ہی شرائع کو مشروع اور سنن

۷۳۔ ایضاً ۷۴۔ غزالی، محمد بن محمد، ابو حامد امام، المستصفی من علم الاصول، ج ۱، ص ۱۲۹، امیریہ کبری، بولاق، مصر، ۱۲۹۴ھ

Marfat.com

کو مسنون بنایا ہے، نہ کہ اپنی مرضی اور خواہش نفس کے مطابق۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کی شہادت یوں ارشاد فرمائی ﴿ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى ۝ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى ﴾ (۷۵)

ترجمہ: تمہیں اپنی محبت سے نوازنے والے نہ راہ بھولے اور نہ کبھی بھٹکے اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ (۷۶)

۱۲۔ علامہ ابوالبقاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ وحی کی حیثیت سے قرآن وحدیث ایک ہی اور باہم وابستہ ہیں۔ جس کی دلیل یہ آیت ہے کہ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى (۷۷) ''ان کا کلام وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے''۔ (۷۸)

ان دونوں چیزوں میں اگر کچھ فرق ہے تو وہ اس حیثیت سے ہے کہ حدیث کے برخلاف قرآن اعجاز وتحدی کے ساتھ نازل ہوا ہے، اس کے الفاظ لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں جن میں تصرف کا حق اصلاً نہ جبریل علیہ السلام کو حاصل ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ لیکن احادیث اس بات کی متحمل تھیں کہ جبریل علیہ السلام پر ان کے حرفاً معانی نازل ہوں، جنہیں یا تو وہ عبارت کی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کر دیں یا بذریعہ الہام آپ تک پہنچادیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فصیح عبارت میں اس کو بیان کر دیں۔ (۷۹)

۱۳۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

۷۵۔ النجم ۵۳: ۲-۳
۷۶۔ النجم ۵۳: ۴
۷۷۔ المسند للمروزی، ص ۱۰
۷۸۔ النجم ۵۳: ۴
۷۹۔ ابوبقاء، کلیات ابی البقاء، ص ۲۸۸، مطبعۃ الامیر، قاہرہ، ۱۲۸۱ھ

Marfat.com

﴿وَأَنزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَم﴾(۸۰)

ترجمہ :اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے۔

میں کتاب کے ساتھ حکمت کو بھی داخل فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ حکمت جو نام ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور تعلیمات کا، یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی نازل کی ہوئی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس کے الفاظ اللہ کی طرف سے نہیں ہیں، اس لیے داخل قرآن نہیں، اور معانی اس کے اور قرآن کے دونوں اللہ ہی کی جانب سے ہیں۔ اس لیے دونوں پر عمل کرنا واجب ہے۔(۸۱)

۱۴۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احکامی آیات کے اجمالات کی وضاحت فرمائی، اسی طرح حکمت کے دقیق اشارات قرآن میں ہیں، ان کی بھی وضاحت فرمائی۔ یہی چیز ہے جس کی بابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الا انی اوتیت القرآن ومثله معه(۸۲)

ترجمہ: دیکھو مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے مثل اور بھی۔

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ سنت مثل قرآن ہے۔ اس لیے قرآن امت کے قولی تواتر سے ہے اور سنت عملی تواتر سے۔ ہم ان دونوں کو مقدم و مؤخر نہیں کر سکتے اور کسی کو ادنیٰ نہیں قرار دے سکتے۔ دونوں دین کے قیام کے لیے یکساں ضروری ہیں۔(۸۳)

۸۰۔ النسآء ۴:۱۱۳ ۸۱۔ معارف القرآن، ج ۲، ص ۵۴۳۔۵۴۴

۸۲۔ ابوداؤد، کتاب السنہ، رقم ۴۶۰۴، ص ۸۶۲

۸۳۔ اصلاحی، امین احسن، مبادی تدبر حدیث، ص ۳۵، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ط ۳، ۲۰۰۸ء

Marfat.com

۱۵۔حافظ ابن قیم جوزی لکھتے ہیں:

الکتاب ھو القرآن و الحکمة ھی السنة باتفاق السلف۔(۸۴)

کتاب سے مراد قرآن ہے اور حکمت سے مراد سنت ہے، سلف صالحین کا اس پر اتفاق ہے۔

۱۶۔مولانا محمد برجیس کریمی لکھتے ہیں:

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح قرآن شریعت کی بنیاد ہے اور وحی پر مبنی ہے، اسی طرح سنت رسول یا احادیث رسول ﷺ بھی شریعت کی بنیاد ہے اور وہ بھی وحی پر مبنی ہیں۔(۸۵)

۱۷۔پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور قرین قیاس یہی ہے کہ حکمت یعنی سنت منزل من اللہ ہو، کیونکہ اگر کتاب اللہ کے احکام مصداق و مدلول کا تعین عقل انسانی کے سپرد کر دیا جائے تو احکام الٰہی اہل فرد کی موشگافیوں کی بھینٹ چڑھ جائیں گے، اور امت کی وحدت و یکجہتی، جو اس کی زندگی کی کفیل اور بقا کی ضامن ہے، کسی ٹھوس اور مضبوط نظام حیات کی غیر موجودگی کے باعث تشتت و افتراق کی نذر ہو جائے گی۔(۸۶)

۱۸۔سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے پیغمبر کی حیثیت سے جو کچھ بھی کیا اور کہا ہے، وہ بربنائے وحی ہے۔ آپ ﷺ کا پورا پیغمبرانہ کارنامہ اپنی پرائیویٹ حیثیت میں نہ تھا، بلکہ خدا کے نمائندہ مجاز

۸۴۔ ابن قیم، محمد، شمس الدین ابو عبداللہ جوزی، کتاب الروح، ص ۱۱۹، حیدر آباد، دکن، ط ۲، س ن

۸۵۔ کریمی، محمد برجیس، تحقیقات اسلامی، وحی پر مبنی دین، ص ۵۹، ج ۲۸، شمارہ ۱۰، جنوری، ۲۰۰۹ء، ادارہ تحقیق و تصنیف، علی گڑھ، بھارت

۸۶۔ سنت خیر الانام، ص ۵۶-۵۷

Marfat.com

ہونے کی حیثیت میں تھا۔اس حیثیت میں آپ ﷺ کوئی کام بھی خدا کی مرضی کے خلاف یا اس کے بغیر نہ کرسکتے تھے۔ایک معلم،ایک مربی،ایک مصلح اخلاق،ایک معمار تہذیب وتمدن،ایک قاضی،ایک مقنن،ایک مدبر،ایک سپہ سالار،ایک حکمران کی حیثیت میں آپ ﷺ نے جتنا کام بھی کیا وہ سب دراصل خدا کے رسول ہونے کی حیثیت میں آپ ﷺ کا کام تھا۔اس میں خدا کی وحی آپ کی رہنمائی اور نگرانی کرتی تھی،اور اگر کہیں ذرا سی چوک بھی ہوجاتی تھی تو خدا کی وحی بروقت اس کی اصلاح کردیتی تھی۔(۸۷)

۱۹۔مفتی محمد عبدالفلاح لکھتے ہیں:

دین کے باب میں آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی ۔کے بغیر نہیں فرماتے ،معلوم ہوا کہ حدیث بھی قرآن کی طرح وحی ہے اور واجب الاتباع ہونے کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ۔علماء نے قرآن کو وحی متلو اور حدیث کو وحی غیر متلو کہا ہے۔(۸۸)

۲۰۔ڈاکٹر محمد سعد صدیقی لکھتے ہیں:

خلاصہ مقصود یہ ہوا کہ حدیث بھی وحی الٰہی ہے،اگرچہ اس کے الفاظ نبی کریم ﷺ کے الفاظ ہوئے ہیں،لیکن معانی ومفاہیم کے اعتبار سے یہ القائے رحمانی ہوتا ہے،جو اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے قلب پر اتارتے ہیں۔اس اعتبار سے جہاں ایک طرف ہم قرآن کو حجت اور مصدرِ شرعی مانتے ہیں دوسری طرف ہمیں حدیث کو بھی بحیثیت وحی الٰہی ،حجت ماننا ہوگا۔(۸۹)

۸۷۔ مودودی،ابوالاعلیٰ،سید،سنت کی آئینی حیثیت،ص ۱۳۲،اسلامک پبلی کیشنز،لاہور،ط ۲۰،۲۰۰۰ء

۸۸۔ تفسیر الحدیث المسمیٰ اشرف الحواشی،ص ۶۲۸

۸۹۔ صدیقی،محمد سعد،ڈاکٹر،علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت،ص ۶۴،شعبہ تحقیق قائداعظم لائبریری،لاہور،ط ۱،۱۹۸۸ء

Marfat.com

۲۱۔علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

وسنة الحكمة التى القى فى روعه عن الله عزو جل۔(۹۰)

ترجمہ: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وہ حکمت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالی گئی۔

۲۲۔سید سلمان ندوی لکھتے ہیں:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اصل حکمت نبوی وہ نور نبوت اور الہامی معرفت ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب و دماغ میں ودیعت کیا تھا۔(۹۱)

۲۳۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ بیان کرتے ہیں:

قرآنی تصور میں حدیث کوئی کم درجے کی چیز نہیں، بلکہ ایک لحاظ سے اس کا درجہ قرآن کے برابر ہی ہے۔فرض کیجئے کہ ایک سفیر کسی بادشاہ کی طرف سے دوسرے بادشاہ کے پاس ایک خط لے کر جاتا ہے، ظاہر ہے خط میں زیادہ تفصیلیں نہیں ہوں گی، لیکن جس مسئلے کے لیے سفیر بھیجا جاتا ہے، اس مسئلے پر جب گفتگو ہوگی، تو سفیر کا بیان کیا ہوا وہ ہر ہر لفظ بھیجنے والے بادشاہ ہی کا پیغام سمجھا جائے گا۔اس مثال کے بیان کرنے سے میرا منشاء یہ ہے کہ حقیقت میں حدیث اور قرآن ایک ہی چیز ہیں دونوں کا درجہ بالکل مساوی ہے۔(۹۲)

۹۰۔ تفسیر طبری، ص ۸۷، ج ۳

۹۱۔ ندوی، سید سلمان، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۴، ص ۱۵۸، ندوۃ العلماء، اعظم گڑھ

۹۲۔ حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص ۳۵، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ط ۹، ۲۰۰۳ء

Marfat.com

۲۴۔علامہ قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سنت بھی عمل میں وحی منزل کی طرح ہے۔(۹۳)

۲۵۔علامہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی قرآن یا قرآن کے علاوہ کلام کرتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی وحی سے ہے۔(۹۴)

۲۶۔علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ مفسرین میں سے محققین نے لکھا ہے کہ آپ کا ہر قول وحی کے موافق تھا۔(۹۵)

۲۔حدیث بیانِ قرآن ہے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے حقائق ودقائق ،مجملات ومشکلات اور مطلقات ومقیدات کی توضیح وتشریح کی ذمہ داری آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپی ، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عملی مظاہرہ سے قرآن کا منشاء ومقصود عیاں کریں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کتاب اللہ کی مقتضیات کا عملی بیان ہے،یہ سب کچھ حدیث مبارکہ کی صورت میں امت کے پاس محفوظ ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔حدیث قرآن کا بیان ہے اس کے بارے میں قرآنی ارشادات ، آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آئمہ سلف وخلف کے ارشادات بیان کیے جاتے ہیں:

۹۳۔ قرطبی،محمد بن احمد،ابوعبداللہ مالکی،الجامع لاحکام القرآن،ج۱۸،ص۷۹،دار الفکر، بیروت،۱۴۱۵ھ

۹۴۔ بیضاوی،عبداللہ بن عمر،ناصر الدین قاضی،انوار التنزیل واسرار التاویل،ج۸،ص۵،دار الکتب العلمیہ،بیروت،۱۴۱۹ھ

۹۵۔ نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری،ج۱،ص۴۵۱

Marfat.com

ا۔قرآنی آیات:

ا۔وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ o (۹۶)

ترجمہ: ہم نے آپ ﷺ پراس لیے قرآن اتارا تا کہ آپ لوگوں کے لیے اس کتاب کے معانی بیان فرمائیں کہ جو ان کی ہدایت کے لیے اتاری گئی ہے تا کہ لوگ اس میں غوروفکر کریں۔

۲۔ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ o (۹۷)

ترجمہ: اورہم نے آپ ﷺ کی طرف کتاب نہیں اتاری مگراس لیے کہ آپ ان پر وہ امورواضح کردیں، جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، اوراس لیے کہ یہ کتاب ہدایت اوررحمت ہے،اس قوم کے لیے جوایمان لائے۔

۳۔ هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ o (۹۸)

ترجمہ: یہ قرآن لوگوں کے لیے واضح بیان ہے اور ہدایت ہے اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔

۴۔ خَلَقَ الْإِنسَانَ o عَلَّمَهُ الْبَيَانَ o (۹۹)

ترجمہ: اسی نے (اس کامل) انسان کو پیدافرمایا۔اسی نے اسے (یعنی نبی برحق ﷺ کو ماکان و مایکون کا) بیان سکھایا۔

۵۔ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ o (۱۰۰)

ترجمہ: پھر بیشک اس (کے معانی) کا کھول کر بیان کرنا ہمارا ہی ذمہ ہے۔

۹۶۔ النحل ۱۶:۴۴ ۹۷۔ النحل ۱۶:۶۴ ۹۸۔ آل عمران ۳:۱۳۸

۹۹۔ الرحمٰن ۵۵:۳۔۴ ۱۰۰۔ القیامۃ ۷۵:۱۹

Marfat.com

ان آیات طیبات میں بیان سے مراد احادیث مبارکہ ہیں۔اس بارے میں مفسرین کرام کی آراء حسب ذیل ہیں:

i۔میرے خیال میں اس آیت کریمہ میں جس بیان کا ذکر ہے اس کے دو پہلو ہیں:

ا۔لفظ ونظم کا بیان ہو،یعنی نبی،قرآن کریم کو جس طرح کہ وہ نازل ہوا،اسے اسی طرح امت تک پہنچادیں اور کسی حصہ کو چھپا نہ رکھیں۔

۲۔دوم یہ کہ لفظ یا جملہ یا آیت کے اس مفہوم کا بیان جس کی امت کو ضرورت ہے، ایسا عام طور پر ان آیات میں ہوتا ہے جو مجمل،عام یا مطلق ہوں اور پھر سنت کے ذریعے ان کی توضیح تخصیص یا تقیید ہو۔وہ سنت خواہ قولی ہو یا فعلی یا تقریری۔(۱۰۱)

ii۔ یعنی یہ کتاب حکیم جو آپ ﷺ پر اتاری گئی ہے، وہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے صحیفوں کی اجمالی یادداشت ہے، جس میں تمام کتب الٰہیہ کے علوم نہایت ایجاز اور اعجاز کے ساتھ بھرے ہوئے ہیں،ہر کس وناکس کی ان علوم تک رسائی نہ ہوگی۔ اس ذکر حکیم کے مشکلات کی شرح اور مجملات کی تفسیر آپ کے ذمہ ہے۔لہٰذا آپ ﷺ اس کتاب کے مضامین کو واضح فرمائیں،اور آپ کی توضیح وتشریح کے بعد بھی اس میں اتنے حقائق ودقائق باقی رہیں گے،کہ ان تک پہنچنے کے لیے غور وفکر کی ضرورت ہوگی، جن کا عقدہ حضرات صحابہ وتابعین اور آئمہ مجتہدین کے ناخنِ فکر سے کھلے گا۔(۱۰۲)

iii۔ قرآن کریم نے رسول اللہ ﷺ کو کتاب اللہ کے شارح کی حیثیت سے پیش کیا ہے کہ وہ کتاب اللہ کے اجمال کی تفصیل سے تفسیر،اس کے اطلاق کی تقیید بیان

۱۰۱۔ البانی، ناصر الدین، محمد، حجیت حدیث، ص ۳۱-۳۲ مکتبہ محمدیہ، لاہور، ط ۱، ۲۰۰۸ء

۱۰۲۔ حجیت حدیث (کاندھلوی)، ص ۵۰-۵۱

Marfat.com

فرمائیں۔ظاہر بات ہے یہ توضیح وتشریح صرف کتاب اللہ کے الفاظ پڑھ کرسنادینے سے نہیں ہوتی، اس کے قول وعمل کی تفسیر ضروری ہے۔ مندرجہ بالا تفصیل سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات واعمال کے بغیر کتاب اللہ اور منشاء الٰہی کو سمجھنا ممکن نہیں۔(۱۰۳)

iv۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے سپرد یہ خدمت کی گئی تھی کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ جو احکام وہدایات دے، ان کی آپ ﷺ توضیح فرمائیں، ایک موٹی سی عقل کا آدمی بھی کم از کم اتنی بات تو سمجھ سکتا ہے کہ کسی کتاب کی توضیح وتشریح محض اس کتاب کے الفاظ پڑھ دینے سے نہیں ہوجاتی۔ بلکہ تشریح کرنے والا اس کے الفاظ سے زائد کچھ کہتا ہے تاکہ سننے والا کتاب کا مطلب پوری طرح سمجھ جائے۔اور کتاب کی کوئی بات کسی عملی مسئلے سے متعلق ہو تو شارح عملی مظاہرہ کرکے بتاتا ہے، کہ مصنف کا منشاء اس طرح عمل کرنا ہے۔(۱۰۴)

v۔ اس آیت کریمہ سے واضح ہوگیا ہے کہ قرآن کریم کی جو تفسیر اور تشریح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی، وہی قابل اعتماد ہے، اور اس کے خلاف اگر کوئی اور قرآن کی تفسیر کرے، خواہ وہ کتنا ہی علامہ، کتنا ہی دانشمند اور کتنا ہی قرآن واسلام کی خدمت کا مدعی ہو، وہ ناقابل التفات ہے۔(۱۰۵)

of the Holy prophet is to explain the Holy Book and to

۱۰۳۔ حفاظت حدیث، ص ۷۱

۱۰۴۔ سنت کی آئینی حیثیت، ص ۷۱-۷۲

۱۰۵۔ سنت خیر الانام، ص ۹۳-۹۴

Marfat.com

interpret the revelation sent down to him.(106)

vii.It is this obvious that the explanation entrested to the Holy Prophet was something more then the literal meaning of the Book.It was an explanation of what Allah Almighty intended,including all the implications involved and the details needed,these details are also recieved by the Holy Prophet through the unrecited revelation.(107)

viii۔ یعنی قرآن مجید کے حقائق ودقائق ،مجملات ومشکلات کی توضیح وتشریح امت کا ہر فرد کرنے سے قاصر ہوگا،ان کی تفسیر کے لیے آپ ﷺ کے اقوال وافعال ہی معتبر ہوں گے۔آپ ﷺ کے اقوال وافعال کو قرآن سے جدا کر کے اگر کوئی شخص محض زبان دانی ،اپنی عقل وفکر اور ذہن ودانش سے سمجھنے کی کوشش کرے گا تو قرآن کے صحیح مفہوم اور معنیٰ ومراد کو نہیں سمجھ سکتا اور گمراہی کی راہ اختیار کرے گا۔(۱۰۸)

۶۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلالٍ مُّبِيْنٍo(۱۰۹)

---

106. Taqi Usmani,Muhammad,The Authority of Sunnah,p53,Idaratul Quran,Karachi,1425A.H/ 2004

107. do,P54

۱۰۸۔ علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت،ص ۸۷

۱۰۹۔ آل عمران ۳:۱۶۴

Marfat.com

ترجمہ: بیشک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں، انہیں میں سے (عظمت والا) رسول ﷺ بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگر چہ وہ لوگ اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔

۷۔ إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ (۱۱۰)

ترجمہ: (اے رسول گرامی!) بیشک ہم نے آپ کی طرف حق پر مبنی کتاب نازل کی ہے تا کہ آپ لوگوں میں اس (حق) کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کو دکھایا۔

۸۔ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ٥ (۱۱۱)

ترجمہ: جن لوگوں نے کتاب کو (بھی) جھٹلا دیا اور ان (نشانیوں) کو (بھی) جن کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا، تو وہ عنقریب (اپنا انجام) جان لیں گے۔

۹۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (۱۱۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول کو بھیجا، وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، اور ان (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

۱۰۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱۱۳)

۱۱۰۔ النسآء ۴:۱۰۵ ۱۱۱۔ المؤمن ۴۰:۷۰

۱۱۲۔ الجمعۃ ۶۲:۲ ۱۱۳۔ البقرۃ ۲:۱۲۹

Marfat.com

ترجمہ: اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول مبعوث فرما، جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے، اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کردانائے رازبنادے)، اوران (کے نفوس وقلوب) کوخوب پاک صاف کردے، بیشک توہی غالب حکمت والا ہے۔

۱۱۔ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ (۱۱۴)

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا، جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے، اور تمہیں (نفساً قلباً) پاک صاف کرتا ہے، اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے، اور حکمت ودانائی سکھاتا ہے اور وہ (اسرارِ معرفت وحقیقت) سکھاتا ہے، جو تم نہ جانتے تھے۔

۱۲۔ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيراً مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ (۱۱۵)

ترجمہ: اے اہل کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے (یہ) رسول ﷺ تشریف لائے ہیں جو تمہارے لئے بہت سی ایسی باتیں (واضح طور پر) ظاہر فرماتے ہیں، جو تم کتاب میں چھپائے رکھتے تھے اور (تمہاری) بہت سی باتوں سے درگزر (بھی) فرماتے ہیں۔

۲۔ احادیث مبارکہ:

احادیث مبارکہ قرآن کا بیان ہیں، اس بارے میں احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱۔ انی لااحل مااحل اللہ فی کتابہ ولااحرم الاماحرم اللہ فی کتابہ۔(۱۱۶)

۱۱۴۔ ایضاً: ۱۵۱ ۱۱۵۔ المآئدۃ ۵:۱۵

۱۱۶۔ قواعد التحدیث، ص ۵۹

Marfat.com

ترجمہ: بے شک میں اسی (چیز) کو حلال کروں گا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور میں اسی (چیز) کو حرام کروں گا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے۔

۲۔ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ :لَمَّا نَزَلَتْ: (حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ) (البقرة:۲:۱۸۷) مِنَ الْفَجْرِ قَالَ لَهُ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ :يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَجْعَلُ تَحْتَ وِسَادَتِي عِقَالَيْنِ :عِقَالًا أَبْيَضَ وَعِقَالًا أَسْوَدَ، أَعْرِفُ اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ وِسَادَتَكَ لَعَرِيضٌ، إِنَّمَا هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ، وَبَيَاضُ النَّهَارِ ۔(۱۱۷)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''یہاں تک کہ واضح ہو جائے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے، تو میں نے دو دھاگے (سیاہ وسفید) اپنے تکیے تلے رکھ لیے اور جب تک ان کے رنگ میں تمیز نہ ہوئی تب تک کھاتا پیتا رہا۔ صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا تکیہ بڑا لمبا چوڑا نکلا، اس سے مراد تو صبح کی سفیدی کا رات کی سیاہی سے ظاہر ہونا ہے۔

۳۔ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، قَالَ :كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ هَذِهِ الآيَةَ :(مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ) (النساء،:۴:۱۲۳) بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا أُقْرِئُكَ آيَةً أُنْزِلَتْ عَلَيَّ ؟ قُلْتُ :بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ :فَأَقْرَأَنِيهَا

۱۱۷۔ مسلم، کتاب الصیام، رقم ۲۵۳۳، ص ۴۲۵

Marfat.com

فَلَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنِّي وَجَدْتُ اقْتِصَامًا فِي ظَهْرِي، فَتَمَطَّأْتُ لَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا شَأْنُكَ يَا أَبَا بَكْرٍ ؟ قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، وَأَيُّنَا لَمْ يَعْمَلْ سُوءًا، وَإِنَّا لَمَجْزِيُّونَ بِمَا عَمِلْنَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَمَّا أَنْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ وَالْمُؤْمِنُونَ فَتُجْزَوْنَ بِذَلِكَ فِي الدُّنْيَا حَتَّى تَلْقَوْا اللَّهَ وَلَيْسَ لَكُمْ ذُنُوبٌ، وَأَمَّا الآخَرُونَ فَيُجْمَعُ ذَلِكَ لَهُمْ حَتَّى يُجْزَوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ .مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ، ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمَوْلَى ابْنِ سِبَاعٍ مَجْهُولٌ .وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَلَيْسَ لَهُ إِسْنَادٌ صَحِيحٌ أَيْضًا وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ (۱۱۸)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا تو یہ آیت اتری۔ جو برا عمل کرے گا اس برے عمل کی سزا دی جائے گی اور اس کے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پڑھ کر سنایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غم ناک ہو گئے، انہیں یہ معلوم ہونے لگا کہ گویا ہر ہر عمل کا بدلہ ہی ملنا جب ٹھہرا تو نجات مشکل ہو جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! تم اور تمہارے ساتھی یعنی مومن تو دنیا میں ہی بدلہ دے دیے جاؤ گے اور ان مصیبتوں کے باعث تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ قیامت کے دن پاک صاف اٹھو گے، ہاں اور لوگوں کی برائیاں جمع ہوتی جائیں گی اور قیامت کے دن انہیں سزا دی جائے گی۔

۱۱۸۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، رقم ۳۰۳۹، ص ۱۱۷۰

Marfat.com

۴۔عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ :لَمَّا نَزَلَتْ :(اَلَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا) (الأنعام:٦:٨٢) إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالُوا :أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّونَ، إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ :(يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ)(۱۱۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ سے مروی ہے: فرمایا کہ جب یہ آیت اتری ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم شامل نہیں کیا'' تو صحابہ کرام گھبرا اٹھے اور دربار رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں ایسا کون شخص ہے جس نے ایمان لانے کے بعد کوئی ظلم اور معصیت نہ کی ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بات ایسی نہیں جیسی تم سوچ رہے ہو، بلکہ وہ خاص بات جو لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمائی ''اے میرے بیٹو! تم اللہ کے ساتھ شریک نہ بنانا بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

۵۔عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ :أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ .فَقَالَ :يَا عَدِيُّ اطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الوَثَنَ ، وَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي سُورَةِ بَرَاءَةٌ :(اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ) (التوبة٩:٣١) قَالَ :أَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ، وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوهُ، وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ :هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ۔(۱۲۰)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں

۱۱۹۔ مسلم، کتاب الایمان، رقم ۳۲۷، ص ۷۲

۱۲۰۔ ترمذی، کتاب التفسیر، رقم ۳۰۹۵، ص ۲۷۸

Marfat.com

حاضر ہوا اور میرے گلے میں سونے کی صلیب لٹک رہی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عدی! اپنے گلے سے اسے اتار پھینک۔ اور میں نے آپ کو سورہ توبہ کی یہ آیت تلاوت کرتے سنا ''انہوں نے اللہ کے سوا اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا ہے'' فرمایا ایسا نہیں ہے کہ وہ ان کی عبادت کرتے تھے لیکن وہ (اپنی عقل سے) جس چیز کو چاہتے حلال کر لیتے اور جس چیز کو چاہتے حرام کر لیتے۔

٦۔ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔(۱۲۱)

ترجمہ: اوران تین شخصوں پر (بھی نظر رحمت فرمادی) جن (کے فیصلہ) کو مؤخر کیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہوگئی اور (خود) ان کی جانیں (بھی) ان پر دوبھر ہوگئیں، اورانہیں یقین ہوگیا کہ اللہ (کے عذاب) سے پناہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں، بجز اس کی طرف (رجوع کے)، تب اللہ ان پر لطف وکرم سے مائل ہوا تاکہ وہ (بھی) توبہ ورجوع پر قائم رہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان ہے۔

اس آیت مبارکہ میں تین آدمیوں سے مراد کون ہیں؟ اس کی تعیین آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی: کہ اس سے حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ (۱۲۲)

۱۲۱۔ التوبۃ ۹:۱۱۸

۱۲۲۔ مسلم، کتاب التوبہ، رقم ۷۰۱۶، ص ۱۱۳۵-۱۱۳۹

Marfat.com

۷۔ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ :بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى نَجْرَانَ، قَالَ :فَقَالُوا :أَرَأَيْتَ مَا تَقْرَءُونَ يَا أُخْتَ هَارُونَ وَمُوسَى قَبْلَ عِيسَى بِكَذَا وَكَذَا؟ قَالَ :فَرَجَعْتُ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :أَلَا أَخْبَرْتَهُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يُسَمُّونَ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ قَبْلَهُمْ (۱۲۳)

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں: کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے نجران کی طرف بھیجا، وہاں مجھ سے سوال ہوا کہ تم یا اخت ھارون پڑھتے ہو، حالانکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان لمبی مدت ہے، آپ فرماتے ہیں جب میں واپس آیا تو اس بات کا میں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے ان کو یہ نہ بتایا کہ بنی اسرائیل (اپنی اولاد کے نام) اپنے انبیاء وصالحین کے ناموں پر رکھتے تھے۔

۸۔ أَبُو سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ :مَرَّ بِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ :قُلْتُ لَهُ :كَيْفَ سَمِعْتَ أَبَاكَ يَذْكُرُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى؟ قَالَ :قَالَ أَبِي :دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَقُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ الْمَسْجِدَيْنِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى؟ قَالَ :فَأَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصْبَاءَ، فَضَرَبَ بِهِ الْأَرْضَ، ثُمَّ قَالَ :هُوَ مَسْجِدُكُمْ هَذَا لِمَسْجِدِ الْمَدِينَةِ، قَالَ: فَقُلْتُ :أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ أَبَاكَ هَكَذَا يَذْكُرُهُ۔ (۱۲۴)

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمان بن ابی سعید

۱۲۳۔ مسند احمد، الکوفیین، رقم ۱۸۲۲۸، ج ۴، ص ۳۰۸

۱۲۴۔ مسلم، کتاب الحج، رقم ۳۳۸۷، ص ۵۵۵

Marfat.com

خدری رضي الله عنه میرے پاس سے گزرے، تو میں نے ان سے پوچھا جس مسجد کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی آپ نے اپنے والد سے اس کے متعلق کیا سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میرے والد نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں سے کسی کے گھر گیا اور رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ! ان دو میں سے کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے؟ آپ نے کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر زمین پر ماری اور فرمایا وہ تمہاری یہی مسجد ہے، مدینۃ المنورہ کی مسجد! میں نے کہا میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے تمہارے والد سے اسی طرح سنا ہے۔

۹۔　عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُسَيْكٍ الْمُرَادِيِّ، قَالَ :أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا أُقَاتِلُ مَنْ أَدْبَرَ مِنْ قَوْمِي بِمَنْ أَقْبَلَ مِنْهُمْ؟ فَأَذِنَ لِي فِي قِتَالِهِمْ وَأَمَّرَنِي، فَلَمَّا خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهِ سَأَلَ عَنِّي، مَا فَعَلَ الْغُطَيْفِيُّ؟ فَأُخْبِرَ أَنِّي قَدْ سِرْتُ، قَالَ: فَأَرْسَلَ فِي أَثَرِي فَرَدَّنِي فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: ادْعُ الْقَوْمَ فَمَنْ أَسْلَمَ مِنْهُمْ فَاقْبَلْ مِنْهُ، وَمَنْ لَمْ يُسْلِمْ فَلَا تَعْجَلْ حَتَّى أُحْدِثَ إِلَيْكَ قَالَ :وَأُنْزِلَ فِي سَبَإٍ مَا أُنْزِلَ، فَقَالَ رَجُلٌ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا سَبَأٌ، أَرْضٌ أَوْ امْرَأَةٌ؟ قَالَ " :لَيْسَ بِأَرْضٍ وَلَا امْرَأَةٍ، وَلَكِنَّهُ رَجُلٌ وَلَدَ عَشْرَةً مِنَ الْعَرَبِ فَتَيَامَنَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ، وَتَشَاءَمَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ .فَأَمَّا الَّذِينَ تَشَاءَمُوا فَلَخْمٌ، وَجُذَامُ، وَغَسَّانُ، وَعَامِلَةُ، وَأَمَّا الَّذِينَ تَيَامَنُوا :فَالْأَزْدُ، وَالْأَشْعَرِيُّونَ، وَحِمْيَرٌ، وَمَذْحِجٌ، وَأَنْمَارٌ، وَكِنْدَةُ ."فَقَالَ رَجُلٌ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا أَنْمَارٌ؟ قَالَ :الَّذِينَ مِنْهُمْ خَثْعَمُ، وَبَجِيلَةُ .هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

Marfat.com

غَرِیبٌ۔(۱۲۵)

ترجمہ: حضرت فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ کیا میں اپنی قوم کے اسلام قبول کرنے والے ساتھیوں کیساتھ مل کران لوگوں سے جنگ نہ کروں جو اسلام سے منہ موڑیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی اجازت دے دی اور مجھے اپنی قوم کا امیر بنا دیا۔ پھر جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلا تو آپ نے پوچھا غطیفی نے کیا کہا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ وہ چلا گیا ہے۔

راوی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے واپس بلوالیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو کچھ صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دو، جو لوگ اسلام لے آئیں قبول کرلو، اور جو نہ لائیں ان کے متعلق جلدی نہ کرو۔ یہاں تک کہ میں دوسرا حکم دوں۔ راوی کہتے ہیں کہ سباء کی سورت اس وقت نازل ہو چکی تھی۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ سباء کیا ہے؟ کوئی عورت یا کوئی زمین؟ آپ نے فرمایا: نہ زمین اور نہ عورت بلکہ یہ عرب کا ایک آدمی ہے جس کے دس بیٹے تھے، جن میں سے چھ یمن میں آباد ہوئے اور چار عرب میں۔ جو شام میں آباد ہوئے وہ یہ ہیں: لخم، جذام، غسان اور عاملہ، اور جو یمن میں آباد ہوئے وہ یہ ہیں: ازد، اشعر، حمیم، کندہ، مذحج اور انمار۔ ایک شخص نے پوچھا انمار کون سا قبیلہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے خثعم اور بجیلہ ہیں۔

۳۔ اقوال آئمہ سلف وخلف:

حدیث قرآن کا بیان ہے، اس کے بارے میں آئمہ سلف وخلف کے ارشادات حسب

۱۲۵۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، رقم ۳۲۲۲، ص۱۲۴۲

Marfat.com

ذیل ہیں:

۱۔حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بعد کتاب الله عزوجل سنن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فھی المبنیة لمراد الله عزوجل من مجملات کتابه والدالة علی حدوده والمفسرة له۔(۱۲۶)

اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن ہیں، جو قرآن مجید کے مجملات سے اللہ تعالیٰ کی مراد بیان کرتی ہیں، اس کی حدود پر دلالت کرتی اور اس کی تفسیر وتوضیح کرتی ہیں۔

۲۔علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فکانت السنة بمنزلة التفسیر والشرح لمعانی احکام الکتاب۔(۱۲۷)

ترجمہ: سنت قرآن مجید کے احکام کے معانی کے لیے تفسیر وتشریح کا درجہ رکھتی ہے۔

۳۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جمیع ماتقوله الأئمة شرح للسنة وجمیع السنة شرح للقرآن۔(۱۲۸)

ترجمہ: آئمہ کرام جو تمام چیزیں بیان کرتے ہیں وہ سنت کی شرح ہیں اور تمام سنن قرآن کی شرح ہیں۔

۴۔علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لاخلاف فی وجوب افعاله التی هی لبیان مجمل الکتاب ۔(۱۲۹)

۱۲۶۔ خطبۃ الاستیعاب علی ہوامش الاصابۃ، ج۱،ص۲ ۱۲۷۔ الموافقات، ج۴،ص۱۰

۱۲۸۔ قواعد التحدیث،ص۵۹ ۱۲۹۔ فتح الباری، ج۲،ص۲۵۴

Marfat.com

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے افعال جو کہ مجملات قرآن کے بیان سے عبارت ہیں، ان کے وجوب کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۵۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

صحابہ و تابعین نے حکمت کی تفسیر سنت رسول اللہ ﷺ سے کی ہے، جس سے واضح ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کے ذمہ جس طرح معانی قرآن کا سمجھانا بتلانا فرض ہے، اسی طرح پیغمبرانہ تربیت کے اصول و آداب، جن کا نام سنت ہے ان کی تعلیم بھی آپ ﷺ کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔ اور اس لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''انما بعثت معلما'' میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (۱۳۰)

۶۔ علامہ حمید الدین فراہی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو شریعت کی تعلیم کے لیے مبعوث فرمایا تو حکمت اور اسرار شریعت کی تعلیم بھی آپ ﷺ کے فرائض منصبی میں داخل کر دی، تاکہ امت اجتہاد کے قابل ہو سکے، اپنی عقلوں کا استعمال کرنا سیکھے اور ظاہری و باطنی دلائل سے استدلال کر سکے۔ پس حضور ﷺ ہمارے لیے کتاب اللہ کی تبیین کرتے تھے، تاکہ ہم پر قرآن کے اشارات پر تفکر و تدبر کا منہاج واضح ہو۔ (۱۳۱)

آنحضرت ﷺ کتاب اللہ کے مبین و مفسر تھے۔ اس لیے شرائع ہوں یا عقائد، آپ ﷺ کی تاویلات ایک مفسر کے لیے علم کی مضبوط ترین بنیاد ہیں۔ پہلی چیز جو قرآن کی تفسیر میں مرجع کا کام دے سکتی ہے خود قرآن ہے۔ اس کے بعد نبی ﷺ

۱۳۰۔　معارف القرآن، ج ۱، ص ۲۷۷-۲۷۸

۱۳۱۔　احکام الاصول، رسالہ ''تدبر'' لاہور، عدد ۳۷، ص ۳۲، نومبر ۱۹۹۱ء

Marfat.com

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا فہم ہے۔ پس میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب وہی تفسیر ہے جو پیغمبر اور صحابہ سے مروی ہو۔ (۱۳۲)

۷۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

قرآن مجید اور شریعت کی اصطلاحات کا مفہوم بیان کرنے کا حق صرف صاحب وحی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح کتاب لانے والے تھے اسی طرح اس کے معلم اور مبین بھی تھے۔ اور یہ تعلیم و تبیین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فریضۂ رسالت ہی کا ایک حصہ تھی۔ (۱۳۳)

۸۔ علامہ جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ بات صاف الفاظ میں فرمائی گئی ہے کہ خالق کائنات نے اپنا یہ فرمان محض اس لیے پیغمبر کی وساطت سے نازل کیا ہے کہ وہ لوگوں کے لیے اس کی تبیین کرے، گویا تبیین یا بیان پیغمبر کی منصبی ذمہ داری بھی ہے اور اس کے لازمی نتیجے کے طور پر اس کا حق بھی، جو اسے خود پروردگار عالم نے دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر مامور من اللہ مبین کتاب ہے۔ (۱۳۴)

۹۔ مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں:

یہ آیت اس موضوع پر خود اپنی تفسیر ہے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی کتاب کی تشریح خود بیان کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کتاب اللہ کی جو بھی تفسیر کی گئی ہے وہ خود اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ تشریح پر مبنی ہے۔ لہٰذا کسی

۱۳۲۔ ایضاً ص ۲۷ ۱۳۳۔ مقدمہ تدبر قرآن، ص ۴، ج ۱

۱۳۴۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، ج ۱، ص ۸۳، المورد لاہور، با ۳، ۲۰۰۹ء

Marfat.com

آیت کے بارے میں آپ ﷺ کی بیان کردہ تفسیر تمام ممکنہ تفاسیر پر بالاتر ہے۔ پس آپ ﷺ کی ذات اقدس قرآن مجید کی تفسیر و تعبیر کے لیے معتبر ترین ٹھہری اور اس بارے میں آپ ﷺ کا بیان حرف آخر قرار پایا۔(۱۳۵)

۱۰۔علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

میرے خیال میں آیت کریمہ میں جس بیان کا ذکر ہے اس کے دو پہلو ہیں:

ا۔لفظ و نظم کا بیان ہو، یعنی نبی قرآن کریم کو جس طرح کہ وہ نازل ہوا، سے اسی طرح امت تک پہنچادیں اور کسی کو چھپا نہ رکھیں۔

۲۔ لفظ یا جملہ یا آیت کے اس مفہوم کا بیان جس کی امت کو ضرورت ہے، ایسا عام طور پر ان آیات میں ہوتا ہے جو مجمل یا عام یا مطلق ہوں اور پھر سنت کے ذریعہ سے ان کی توضیح یا تخصیص یا تقیید ہو، وہ سنت خواہ قولی ہو یا فعلی یا تقریری۔(۱۳۶)

۱۱۔ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

کتاب اللہ کی جامعیت اور اس کی صحیح مراد سمجھنے کے لیے ایک ایسے معلم کی بھی ضرورت ہے جو اپنی عقل سے نہیں بلکہ اللہ کی ہدایت کے مطابق حسب ضرورت اس کی تفصیل مہیا کرتا رہے۔ کتاب اللہ کے ساتھ اگر کوئی معلم نہ ہو تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے معلم کے ساتھ کتاب نہ ہو۔ اس لیے کتاب اللہ کا رشتہ رسول سے ہرگز قطع نہیں کیا جاسکتا۔ جو رشتہ خدا اور رسول کے مابین ہے، وہی کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کے درمیان سمجھنا چاہیے۔(۱۳۷)

۱۳۵۔ تقی عثمانی، محمد، حجیت حدیث، ص ۷۳، ادارہ اسلامیات، لاہور، ط ۱، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء

۱۳۶۔ حجیت حدیث، ص ۳۱-۳۲ ۱۳۷۔ حفاظت حدیث، ص ۶۱-۶۲

Marfat.com

۱۲۔مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

اس ذکر حکیم کے مشکلات کی شرح اور مجملات کی تفسیر آپ ﷺ کے ذمہ ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ اس کتاب کے مضامین کو واضح فرمائیں، اور آپ ﷺ کی توضیح وتشریح کے بعد بھی اس میں اتنے حقائق ودقائق باقی رہیں گے کہ ان تک پہنچنے کے لیے غور وفکر کی ضرورت ہوگی، جن کا عقدہ حضرات صحابہ وتابعین اور آئمہ مجتہدین کے ناخن فکر سے کھلے گا۔(۱۳۸)

۱۳۔مولانا مودودی لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے سپرد یہ خدمت کی گئی تھی کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ جو احکام وہدایات دے، ان کی آپ ﷺ توضیح وتشریح فرمائیں۔(۱۳۹)

۱۴۔پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قرآن مجید کی جو تفسیر اور تشریح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی، وہی قابل اعتماد ہے اور اس کے خلاف اگر کوئی اور قرآن کی تفسیر کرے، خواہ وہ کتنا ہی علامہ، کتنا ہی دانشمند اور کتنا ہی قرآن واسلام کی خدمت کا داعی ہو، وہ ناقابل التفات ہے۔(۱۴۰)

۱۵۔مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی رو سے زندگی کے نقشے میں رنگ بھرنے کا کام نبی ﷺ نے محض بطور احسان کے نہیں کیا ہے، بلکہ بطور فریضہ نبوت کے کیا ہے، یہ کام آپ ﷺ کی نبوت

۱۳۸۔ حجیت حدیث، ص ۵۰-۵۱

۱۳۹۔ سنت کی آئینی حیثیت، ص ۱۷

۱۴۰۔ سنت خیر الانام، ص ۹۳-۹۴

Marfat.com

کا جز ولاینفک ہے۔آپ ﷺ نے ایک معلم کی طرح پوری دل سوزی اور بے مثل شفقت کے ساتھ لوگوں کوقرآن کی تعلیم دی۔آپ ﷺ کا معلم ہونا،آپ ﷺ کے منصب رسالت کا ہی ایک پہلو ہے۔ اس وجہ سے اپنی اس حیثیت میں آپ نے جو کچھ لوگوں کو بتایا اور سکھایا،اس کو آپ ﷺ کے فرائض نبوت سے نہ تو خارج کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا درجہ اصل کتاب کے مقابلہ میں گرایا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ قرآن مجید کے صرف سنا دینے والے نہ تھے جیسا کہ منکرین سنت کا گمان ہے، بلکہ اس کے معلم اور مبین بھی تھے۔(۱۴۱)

واضح رہے کہ حدیث نبوی ہی قرآن کریم کے معانی ومفاہیم اس طور پر متعین کرتی ہے کہ اس سے قرآنی مجملات کی تفصیل ،مبہمات کی تبیین ، مشکلات کی تفسیر، کنایات کی تصریح اوراس کے اشارات کی توضیح ہوجاتی ہے۔(۱۴۲)

۳۔حدیث فی نفسہ شرع ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضوراکرم ﷺ کوشارع بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔امرونہی اور تحلیل وتحریم جس طرح قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں،اسی طرح نبی کریم ﷺ نے قرآن کے علاوہ بھی اوامر ونواہی اور تحلیل وتحریم کو بیان فرمایا ہے، جوکہ احادیث کی صورت میں محفوظ ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کوعطا کردہ تشریعی اختیارات کی بناء پر ہے۔ اس لیے یہ سب بھی قانون خداوندی کا ایک حصہ ہیں۔ اس بارے میں قرآن مجید،احادیث مبارکہ اوراقوال سلف وخلف کو بالترتیب بیان کیا جاتا ہے۔

۱۴۱۔ مبادی تدبر حدیث،ص۳۴

۱۴۲۔ حماد،عبدالستار،ابومحمد،حجیت حدیث،ص۱۴،دارالسلام،الریاض

Marfat.com

۱۔**قرآن مجید:** حدیث کے خود شرع ہونے کے حوالے سے قرآنی آیات اوران کا مفہوم درج ذیل ہے:

۱۔ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ(۱۴۳)

ترجمہ:وہ انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اوران کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اوران پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں، اوران سے بارگراں اورطوق ساقط فرماتے (اورانہیں نعمت آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔

۲۔ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ(۱۴۴)

ترجمہ:اور جو کچھ رسول ﷺ تمہیں عطا فرمائیں سو اسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو(اس سے)رک جایا کرو، اوراللہ سے ڈرتے رہو(یعنی رسول ﷺ کی تقسیم وعطا پر کبھی زبان طعن نہ کھولو)، بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

۳۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔(۱۴۵)

ترجمہ: (اے مسلمانو!)تم اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے ساتھ (بھی) جنگ کرو، جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ یوم آخرت پر، اور ان چیزوں کو حرام جانتے ہیں جنہیں اللہ اوراس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔

۱۴۳۔ الاعراف ۷:۱۵۷ ۱۴۴۔ الحشر ۵۹:۷ ۱۴۵۔ التوبۃ ۹:۲۹

Marfat.com

۴۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْراً أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً مُّبِيناً (۱۴۶)

ترجمہ: اور نہ کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرما دیں، تو ان کے لئے اپنے (اس) کام میں (کرنے یا نہ کرنے کا) کوئی اختیار ہو، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں بھٹک گیا۔

۵۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيماً۔ (۱۴۷)

ترجمہ: پس (اے حبیب!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے؟ یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنالیں، پھر اس فیصلہ سے جو آپ صادر فرمائیں، اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور (آپ کے حکم کو) بخوشی پوری فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں۔

۶۔ وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُوْلَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ٥ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ٥ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ٥ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ بَلْ أُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ٥ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ

۱۴۶۔ الاحزاب ۳۳:۳۶ ۱۴۷۔ النسآء ۴:۶۵

Marfat.com

الْمُؤْمِنِيْنَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ٥ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ٥ (۱۴۸)

ترجمہ: اور وہ (لوگ) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں، اطاعت کرتے ہیں، پھر اس (قول) کے بعد ان میں ایک گروہ (اپنے اقرار سے) روگردانی کرتا ہے اور یہ لوگ (حقیقت میں) مومن (ہی) نہیں ہیں۔ اور جب ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمادے، تو اس وقت ان میں سے ایک گروہ (دربارِ رسالت ﷺ میں آنے سے) گریزاں ہوتا ہے۔ اور اگر وہ حق والے ہوتے تو وہ اس (رسول ﷺ) کی طرف مطیع ہو کر تیزی سے چلے آتے۔ کیا ان کے دلوں میں (منافقت کی) بیماری ہے یا وہ (شانِ رسالت ﷺ میں) شک کرتے ہیں یا وہ اس بات کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان پر ظلم کریں گے، (نہیں) بلکہ وہی لوگ خود ظالم ہیں۔ ایمان والوں کی بات تو فقط یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو وہ یہی کچھ کہیں کہ ہم نے سن لیا، اور ہم (سراپا) اطاعت پیرا ہو گئے، اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا اور اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ پس ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

۷۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا۔ (۱۴۹)

۱۴۸۔ النور ۲۴: ۴۷-۵۱ ۱۴۹۔ الاحزاب ۳۳: ۲۱

Marfat.com

ترجمہ: فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔

۸۔ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔(۱۵۰)

ترجمہ: پس وہ لوگ ڈریں جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے امرِ (ادب) کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، کہ (دنیا میں ہی) انہیں کوئی آفت آ پہنچے گی یا (آخرت میں) ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا۔

۹۔ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔(۱۵۱)

ترجمہ: جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم مانا، بیشک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔

۱۰۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ۔(۱۵۲)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

۱۱۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔(۱۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو اور

۱۵۰۔ النور ۲۴:۶۳ ۱۵۱۔ النسآء ۴:۸۰

۱۵۲۔ النسآء ۴:۶۴ ۱۵۳۔ النسآء ۴:۵۹

Marfat.com

اپنے میں سے (اہل حق) صاحبانِ امر کی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لئے) اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، (تو) یہی (تمہارے حق میں) بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

۱۲۔قُلْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَالرَّسُولَ فإِن تَوَلَّوْاْ فَإِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (۱۵۴)۔

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

۱۳۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۔(۱۵۵)

ترجمہ:اے ایمان والو!تم اللہ کی اطاعت کیا کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیا کرو اور اپنے اعمال برباد مت کرو۔

۲۔احادیث مبارکہ:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن وشرع بیان کرنے کے ساتھ ساتھ واضع اور شارع کا منصب بھی عطا فرمایا ہے اس لیے احکام شرعیہ کو بیان کرنے کے ساتھ احکام شرعیہ کو مقرر کرنا، تحلیل وتحریم ،عمومات شرعیہ میں احکام اور افراد کی تخصیص کرنا اور مخصوصیات شرعیہ میں تعمیم کرنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت میں شامل ہے۔ اس بارے میں احادیث مبارکہ سے چند استشہاد درج ذیل ہیں:

۱۵۴۔ آل عمران۳:۳۲

۱۵۵۔ محمد۴۷:۳۳

Marfat.com

۱۔ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِی كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ۔(۱۵۶)

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سن لو! بیشک مجھے کتاب اور اس کی مثل دی گئی ہے۔عنقریب ایک شکم سیر شخص (یعنی آسودہ آدمی) اپنے بستر پر لیٹا ہوا کہے گا کہ تم لوگ اس قرآن کریم ہی کو اختیار کرو، اور تم قرآن کریم میں جو حلال پاؤ اس کو حلال سمجھو، اور قرآن کریم میں جو حرام پاؤ اس کو حرام سمجھو۔یاد رکھو! گھریلو گدھے کا گوشت تمہارے لیے حلال نہیں ہے اور نہ ہی درندوں میں سے دانت والا جانور حلال ہے(یعنی شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ)، اور نہ ذمی شخص کا پڑا ہوا مال، لیکن جب اس مال کا مالک مستغنی ہو۔اور جو آدمی کسی قوم کے پاس مہمان ہو تو اس قوم کے ذمہ اس شخص کی مہمانداری کرنا ضروری ہے۔ اور اگر کوئی قوم اس کی مہمانداری نہ کرے تو اس مہمان کو حق حاصل ہے کہ اس قوم سے اپنی مہمانداری کا حق وصول کرے۔

۱۵۶۔ ابوداؤد، کتاب السنۃ، رقم ۴۶۰۴، ص ۸۶۲

Marfat.com

۲۔ عَنْ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِی كَرِبَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَلَا هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيثُ عَنِّي وَهُوَ مُتَّكِءٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ، فَيَقُولُ :بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا اسْتَحْلَلْنَاهُ .وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ، وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ ":هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ۔(۱۵۷)

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جان لو!عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ کسی شخص کو میری حدیث پہنچے گی اور وہ تکیہ لگائے ہوئے اپنی مسند پر بیٹھا ہوا کہے گا کہ: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (کافی) ہے۔ پس ہم جو کچھ اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے، اور جو حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔ جبکہ (حقیقت یہ ہے کہ) جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا وہ بھی اسی چیز کی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

۳۔ عَنْ أَبِی سَعِيدٍ الْخُدْرِیِّ، قَالَ :خَطَبَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ، إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ۔(۱۵۸)

۱۵۷۔ ترمذی، کتاب العلم، رقم ۲۶۶۴، ص ۱۰۳۷

۱۵۸۔ i۔ بخاری، کتاب الصلاۃ، رقم ۴۶۶، ص ۱۰۸

ii۔ ایضاً، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم ۳۶۵۴، ص ۷۴۱

iii۔ ایضاً، کتاب مناقب الانصار، رقم ۳۹۰۴، ص ۷۸۸

iv۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، رقم ۶۱۷۰۔۶۱۷۱، ص ۹۹۸

v۔ ترمذی، کتاب المناقب، رقم ۳۶۶۰، ص ۱۳۹۷

Marfat.com

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: مسجد میں تمام دروازوں کو بند کر دیا جائے سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے۔

۴۔ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ :أَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوا رَجُلًا مِنْ بَنِی لَیْثٍ -عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ -بِقَتِیلٍ مِنْهُمْ قَتَلُوهُ، فَأُخْبِرَ بِذَلِكَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم، فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَخَطَبَ، فَقَالَ :إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ، أَوِ الْفِیلَ -قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَذَا، قَالَ أَبُو نُعَیْمٍ وَاجْعَلُوهُ عَلَى الشَّكِّ الْفِیلَ أَوِ الْقَتْلَ وَغَیْرُهُ یَقُولُ الْفِیلَ -وَسَلَّطَ عَلَیْهِمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِینَ، أَلَا وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِی، وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ بَعْدِی، أَلَا وَإِنَّهَا حَلَّتْ لِی سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، أَلَا وَإِنَّهَا سَاعَتِی هَذِهِ حَرَامٌ، لَا یُخْتَلَى شَوْكُهَا، وَلَا یُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، فَمَنْ قُتِلَ فَهُوَ بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ :إِمَّا أَنْ یُعْقَلَ، وَإِمَّا أَنْ یُقَادَ أَهْلُ الْقَتِیلِ ."فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْیَمَنِ فَقَالَ :اكْتُبْ لِی یَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ :اكْتُبُوا لِأَبِی فُلَانٍ .فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَیْشٍ :إِلَّا الْإِذْخِرَ یَا رَسُولَ اللَّهِ، فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِی بُیُوتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :إِلَّا الْإِذْخِرَ إِلَّا الْإِذْخِرَ۔(۱۵۹)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: خزاعہ والوں نے بنی لیث کے ایک آدمی کو فتح مکہ کے سال اپنے ایک مقتول کے بدلے قتل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر

۱۵۹۔ i-بخاری، کتاب العلم، رقم ۱۱۲، ص ۳۹

ii-ایضاً، کتاب فی اللقطۃ، رقم ۲۴۳۴، ص ۴۷۴-۴۷۵

iii-ایضاً، کتاب الدیات، رقم ۶۸۸۰، ص ۱۳۹۰ iv-مسلم، کتاب الحج، رقم ۳۳۰۵، ص ۵۴۳

Marfat.com

دی گئی تو آپ ﷺ سوار ہو کر تشریف لے گئے اور خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ سے قتل یا ہاتھی کو روک دیا ہے، محمد راوی کا بیان ہے کہ اسے شک میں رکھو۔ ابونعیم نے بھی قتل یا ہاتھی کہا ہے۔ جبکہ دوسرے ہاتھی کہتے ہیں۔ اور اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو ان پر مسلط کیا اور ایمان والوں کو۔ خبردار! یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا، اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہے۔ آگاہ رہو! کہ میرے لیے بھی دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا اور اس ساعت کے بعد حرام ہے۔ نہ اس کا کانٹا توڑا جائے، نہ اس کا درخت کاٹا جائے، اور نہ اس کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے۔ جس آدمی کا قتل ہوا نہیں دو میں سے ایک بات کا اختیار ہے، چاہے دیت لیں، اور چاہے قصاص۔ پس اہل یمن کا آدمی آ کر عرض گذار ہوا: یا رسول اللہ! یہ مجھے لکھ دیجیے۔ فرمایا: کہ ابوفلاں کو لکھ دو۔ قریش میں سے ایک شخص عرض گذار ہوا: یا رسول اللہ! اذخر کے سوا، کیونکہ اسے ہم اپنے گھروں اور قبروں کے لیے استعمال کرتے ہیں فرمایا: اذخر کے سوا۔

نوٹ: اس کے علاوہ یہ حدیث مبارکہ سنن ابوداؤد میں رقم ۲۰۱۷، ۳۶۴۹، ۳۶۵۰، ۴۵۰۵، جامع ترمذی میں رقم ۱۴۰۵، ۲۶۶۷، سنن نسائی میں ۴۷۹۹، ۴۸۰۱ اور سنن ابن ماجہ میں رقم ۲۶۲۴ پر منقول ہے۔

۵۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ، فَقَامَتْ قِيَامًا طَوِيلًا، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا إِيَّاهُ؟، فَقَالَ: مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي هَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

Marfat.com

إِنَّكَ إِنْ أَعْطَيْتَهَا إِزَارَكَ جَلَسْتَ وَلَا إِزَارَ لَكَ فَالْتَمِسْ شَيْئًا ، قَالَ: لَا أَجِدُ شَيْئًا، قَالَ :فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ ، فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَهَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟ ، قَالَ :نَعَمْ سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا لِسُوَرٍ سَمَّاهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ .(۱۶۰)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک عورت آئی تو اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے اپنی جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردی۔ وہ کافی دیر کھڑی رہی تو ایک آدمی کھڑا ہوکر عرض گزار ہوا: کہ یارسول اللہ! اس کا نکاح میرے ساتھ کردیجئے، اگر آپ کو اس کی کوئی حاجت نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے مہر میں دینے کے لیے کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ عرض کی: نہیں! سوائے اس چادر کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ چادر تم اسے دو گے تو خود چادر کے بغیر بیٹھ رہو گے۔ جاؤ کوئی اور چیز تلاش کرو۔ عرض کی میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ فرمایا: تلاش تو کرو خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے تلاش کیا مگر کچھ نہ ملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں کچھ قرآن مجید یاد ہے؟

۱۶۰۔ i- ابوداؤد، کتاب النکاح، رقم ۲۱۱۱-۲۱۱۲، ص ۳۹۱

ii ترمذی، کتاب النکاح، رقم ۱۱۱۴، ص ۴۶۸

iii- احمد بن شعیب، ابوعبدالرحمٰن، امام، سنن النسائی (المجتبیٰ)، کتاب النکاح، رقم ۳۳۵۶، ص ۵۰۷، دارالفکر، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۲۵ھ-۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

Marfat.com

عرض کی فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں اوران کے نام لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تمہیں جوقرآن کریم یاد ہے، میں نے اُس کے بدلے اس عورت کا نکاح تمہارے ساتھ کردیا۔

نوٹ: اس حدیث کوامام بخاری نے تیرہ مقامات پرصحیح بخاری میں نقل کیا ہے۔ان کے ارقام درج ذیل ہیں۔

۲۳۱۰، ۵۰۲۹، ۵۰۸۷، ۵۱۲۱، ۵۱۲۶، ۵۱۳۲، ۵۱۳۵، ۵۱۴۱، ۵۱۴۹، ۵۱۵۰، ۵۸۷۱، ۷۴۱۷

۶۔ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ :بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتُ .قَالَ :مَا لَكَ؟ قَالَ :وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟ قَالَ :لَا، قَالَ :فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ، قَالَ :لَا، فَقَالَ :فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا .قَالَ :لَا، قَالَ :فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهَا تَمْرٌ -وَالعَرَقُ المِكْتَلُ -قَالَ :أَيْنَ السَّائِلُ؟ فَقَالَ :أَنَا، قَالَ :خُذْهَا، فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ الرَّجُلُ :أَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَوَاللَّهِ مَا بَيْنَ لاَبَتَيْهَا -يُرِيدُ الحَرَّتَيْنِ - أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، ثُمَّ قَالَ :أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ۔(۱۶۱)

۱۶۱۔ بخاری، کتاب الصوم، رقم ۱۹۳۶، ص ۳۸۵

Marfat.com

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی حاضرِ بارگاہ ہوکرعرض گزار ہوا: یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا، فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا؟ عرض کی: کہ میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کیا تمہیں آزاد کرنے کے لیے ایک گردن میسر ہے؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: کہ کیا تم دو مہینوں کے متواتر روزے رکھ سکتے ہو؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا کہ کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ عرض کی: نہیں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے اور ہم وہیں تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عرق پیش کیا گیا، جس میں کھجوریں تھیں۔ عرق ایک پیمانہ ہے۔ فرمایا: کہ سائل کہاں ہے۔ عرض کی: کہ میں ہوں۔ فرمایا: کہ انہیں لے کر خیرات کردو۔ وہ آدمی عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! کیا اپنے سے زیادہ غریب پر؟ خدا کی قسم! ان دونوں سنگلاخ میدانوں کے درمیان کوئی گھر والے ایسے نہیں جو میرے گھر والوں سے زیادہ غریب ہوں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ پچھلے دانت نظر آنے لگے پھر فرمایا: کہ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

نوٹ: امام بخاری نے یہ حدیث دس مختلف مقامات پر نقل فرمائی ہے باقی احادیث و کتب متفرقہ کے ارقام درج ذیل ہیں:

۱۹۳۷، ۲۹۰۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۷۲۱

ii- مسلم: ۲۵۹۵، ۲۵۹۶، ۲۵۹۷، ۲۵۹۹، ۲۶۰۰

iii- ابوداؤد: ۳۳۹۰، ۲۳۹۱، ۲۳۹۲ iv- ترمذی: ۷۲۴ v- ابن ماجہ: ۱۶۷۱

۷۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ سَالِمًا، مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ كَانَ مَعَ أَبِي حُذَيْفَةَ وَأَهْلِهِ فِي بَيْتِهِمْ، فَأَتَتْ -تَعْنِي ابْنَةَ سُهَيْلٍ- النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنَّ سَالِمًا قَدْ بَلَغَ مَا يَبْلُغُ الرِّجَالُ. وَعَقَلَ مَا عَقَلُوا. وَإِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْنَا. وَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّ فِي

Marfat.com

نَفْسِ أَبِی حُذَیْفَةَ مِنْ ذَٰلِكَ شَیْئًا .فَقَالَ لَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَرْضِعِیهِ تَحْرُمِی عَلَیْهِ، وَیَذْهَبِ الَّذِی فِی نَفْسِ أَبِی حُذَیْفَةَ فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ :إِنِّی قَدْ أَرْضَعْتُهُ .فَذَهَبَ الَّذِی فِی نَفْسِ أَبِی حُذَیْفَةَ۔(۱۶۲)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سالم جو کہ ابوحذیفہ کے مولیٰ (آزادکردہ غلام) تھے، وہ ابوحذیفہ اوران کے گھروالوں کے ساتھ ان کے گھر میں رہتے تھے۔توبنت سہیل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضرہوکرعرض کیا: کہ سالم نوجوانوں کی طرح جوان ہوگیااورمردوں کی طرح ہر بات سمجھنے لگا ہے، وہ ہمارے پاس آتا جاتا رہتاہے اورمیرا گمان ہے کہ ابوحذیفہ کے دل میں اس کے بارے میں کوئی بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشادفرمایا: تواسے دودھ پلادے تو تواس پرحرام ہوجائے گی، اورابوحذیفہ کے دل میں جوبات ہے وہ چلی جائے گی۔ وہ پھرحاضرخدمت ہوئیں اورعرض کیا: میں نے (سالم کو) دودھ پلادیاہے اورابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے دل سے کراہت جاتی رہی۔

۸۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قدترکت فیکم شیئین لن تضلوابعدھما کتاب اللہ وسنتی ولن یتفرقا حتی یرداعلی الحوض۔(۱۶۳)

۱۶۲۔ i۔ مسلم، کتاب الرضاع، رقم ۳۶۰۱-۳۶۰۵، ص ۵۸۷-۵۸۸

ii۔ نسائی، کتاب النکاح، رقم ۳۳۱۶-۳۳۲۲، ص ۷۹۲-۷۹۷

iii۔ ابن ماجہ، کتاب النکاح، رقم ۱۹۴۳، ص ۶۱۹

۱۶۳۔ حاکم، محمد بن عبداللہ، ابوعبداللہ نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، العلم، رقم ۳۲۴، ج ۱، ص ۲۸۴، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ط ۲، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء

Marfat.com

ترجمہ: میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، تم ان دونوں کو جب تک مضبوطی سے تھامے رکھو گے، کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت ہے۔ یہ دونوں کسی صورت میں الگ الگ نہیں ہوں گی اور حوض کوثر پر یہ دونوں میرے پاس اکٹھی ہوں گی۔

۳۔ اقوال آئمہ سلف وخلف:

احادیث مبارکہ فی نفسہ شرع ہیں اور آپ ﷺ خود بھی شارع ہیں، اس بارے میں علماء کرام اور آئمہ اطہار کی آراء درج ذیل ہیں:

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان المرجع فی الاحکام انما ھو الی النبی ﷺ وانہ قد یخص بعض امتہ بحکم ویمنع غیرہ ولو کان بغیر عذر۔ (۱۶۴)

ترجمہ: احکام کا رجوع نبی کریم ﷺ کی طرف ہوتا ہے بعض اوقات آپ ﷺ امت کے بعض افراد کو کسی حکم کے ساتھ خاص کر لیتے اور دوسروں کو اس حکم سے منع فرما دیتے خواہ عذر نہ ہو۔

۲۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

کان الحق تعالیٰ جعل لہ ﷺ ان یشرع قبل نفسہ ماشاء کما فی حدیث تحریم شجر مکۃ فان عمہ العباس رضی اللہ عنہ لما قال لہ یارسول اللہ ﷺ الا الاذخر فقال ﷺ الا الاذخر حرمہ اللہ۔ (۱۶۵)

۱۶۴۔ فتح الباری، ج ۱۰، ص ۱۶

۱۶۵۔ شعرانی، عبدالوہاب، میزان الشریعۃ الکبریٰ، ج ۱، ص ۴۸، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ط ۱، ۱۳۵۹ھ

Marfat.com

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے کہ آپ شریعت میں جو چاہیں حکم مقرر کردیں، جس طرح کہ حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کا حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اذخر (گھاس) کو اس حکم سے نکال دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: چلو اذخر کے علاوہ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی طرف سے احکام جاری اور نافذ کرنے کا اختیار اور منصب نہ دیا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس بات کی ہرگز جرأت نہ کرتے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے، اس میں کسی کو مستثنیٰ کردیں۔

۳۔علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الشارع (صلی اللہ علیہ وسلم) ان یخص من العموم ماشاء۔(۱۶۶)

ترجمہ: شارع ﷺ کے لیے جائز ہے کہ عمومی احکام میں سے جس چیز کو چاہیں خاص فرمادیں۔

۴۔ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عندائمتامن خصائصه علیه الصلاة والسلام انه یخص من شاء بماشاء۔(۱۶۷)

ترجمہ: ہمارے آئمہ نے رسول اللہ ﷺ کے خصائص سے اس چیز کو شمار کیا ہے کہ آپ ﷺ جس شخص کو چاہیں، جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص فرمادیں۔

۵۔علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مفوض فی شرع الاحکام۔(۱۶۸)

۱۶۶۔ نووی، یحیٰ بن شرف، شافعی، شرح مسلم، ج۱، ص۳۰۴، نور محمد، کراچی، ط۲، ۱۳۷۵ھ

۱۶۷۔ علی قاری، ملا، حنفی، مرقات، شرح مشکوۃ، ج۲، ص۳۲۳، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ۱۳۹۲ھ

۱۶۸۔ شوکانی، محمد بن علی، شیخ، نیل الاوطار، ج۶، ص۴، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر، ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف احکام کی مشروعیت سپرد کردی گئی ہے۔

۶۔نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں:

ومذهب بعضے آنست که احکام مفوض بود هرچه خواهد وبرهر که خواهد حلال وحرام گرداند، وبعضے گویند بااجتهاد گفت واول اصح واظهر است۔(۱۶۹)

ترجمہ: بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہیں، جو چاہیں اور جس پر چاہیں حلال اور حرام فرمادیں، بعض کہتے ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد سے کہتے تھے اور پہلا مذہب زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر ہے۔

۷۔علامہ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں بیان کردہ قوانین کے علاوہ دیگر قوانین بنانے کا بھی اختیار تفویض کیا گیا تھا۔(۱۷۰)

۸۔مولانا مودودی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریعی اختیارات عطا کیے ہیں۔اللہ کی طرف سے امرونہی اور تحلیل وتحریم صرف وہی نہیں ہے، جو قرآن میں بیان ہوئی ہے، بلکہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام یا حلال قرار دیا ہے، اور جس چیز کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، یا جس سے منع کیا ہے، وہ بھی اللہ کے دیے ہوئے اختیارات سے ہے،اس لیے وہ بھی قانون خداوندی کا ایک حصہ ہے۔(۱۷۱)

۱۶۹۔ صدیق حسن، بھوپالی، مسک الختام، ص ۵۱۲-۵۱۳، مکتبہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن

۱۷۰۔ حجیت حدیث، ص ۶۴ ۱۷۱۔ سنت کی آئینی حیثیت، ص ۷۴

Marfat.com

۹۔علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

اہل اسلام کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب صرف پیغام رسانی اور صرف احکام شریعت کو بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ احکام شرعیہ کو مقرر کرنا، تحلیل وتحریم اور عمومات شرعیہ میں احکام اور افراد کی تخصیص کرنا بھی منصب نبوت میں داخل ہے۔(۱۷۲)

۴۔حدیث کے بغیر احکامِ قرآن پر عمل ناممکن ہے:

اللہ تعالیٰ نے جو دین نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے عطا کیا ہے۔اس کی نوعیت یہ ہے کہ اس نے قرآن میں اصولی احکام بیان کیے ہیں اور جزئیات وتفصیلات اس نے تمام تر معلم قرآن یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کی ہیں۔ اس طرح دین اسلام کا پورا اور مکمل ڈھانچہ حدیث وسنت سے کھڑا ہوتا ہے۔ حدیث وسنت کے بغیر قرآن مجید پر عمل ممکن ہی نہیں ہے۔اس کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔قرآن مجید میں ہے:

أَقِيمُوا الصَّلَاةَ(۱۷۳)

ترجمہ: نماز قائم کرو۔

یہ حکم قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ہے مگر نماز کے تفصیلی احکام اوقاتِ نماز، ارکان وفرائض، شرائط وواجبات، سنن ومستحبات اور ممنوعات ومکروہات کے بارے میں قرآن خاموش ہے۔ان سب امور کی تفصیل احادیث مبارکہ میں ہے۔

۲۔قرآن مجید میں ہے:

۱۷۲۔ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج۲، ص۷۸۷، فرید بک سٹال، لاہور، ط۱۰، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

۱۷۳۔ ایضاً ۲:۴۳

Marfat.com

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ ۔(۱۷۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔

روزہ رکھنے کا حکم تو قرآن مجید میں موجود ہے لیکن اس کی باقی تفاصیل کے بارے میں قرآن خاموش ہے۔ قرآن کریم میں اس امر کی کوئی صراحت نہیں کہ روزہ کن احوال ووجوہ کی وجہ سے فاسد ہو جاتا ہے اور کن صورتوں میں کفارہ لازم ہے، قضا کس صورت میں ہے فدیہ دینے کی اجازت کن لوگوں کو ہے، کن صورتوں میں روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔ ان تمام امور کی وضاحت حدیثِ رسول ﷺ سے ہوتی ہے۔

۳۔ اسی طرح قرآن کریم نے مختلف مقامات پر حج کے ارکان اور وظائف کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً وقت کا تعین کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ (۱۷۵)

ترجمہ: حج کے مہینے مقرر ہیں۔

عرفات کے حوالے سے حکم ہے۔

فَاِذَا اَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ (۱۷۶)

ترجمہ: جب تم عرفات سے واپس لوٹو۔

طواف کے حوالے سے فرمایا:

وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ (۱۷۷)

ترجمہ: اور قدیم گھر کا طواف کرو۔

حج کے بارے میں حکم دیا۔

۱۷۴۔ ایضاً ۲:۱۸۳ ۱۷۵۔ البقرہ ۲:۱۹۷ ۱۷۶۔ ایضاً ۲:۱۹۸

۱۷۶۔ ایضاً ۲:۱۹۸ ۱۷۷۔ الحج ۲۲:۲۹

Marfat.com

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً (۱۷۸)

ترجمہ: اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے، جسے اس کی طاقت ہو۔

ان مذکورہ آیات میں ایام حج کی تخصیص نہیں، میدان عرفات میں کس تاریخ کو جانا ہے ،وہاں کیا کرنا ہے ،کتنا ٹھہرنا ہے اور کب لوٹنا ہے، اس کی وضاحت نہیں۔طواف کے کتنے چکر ہوں گے، ابتداء کہاں سے ہوگی، اوراختتام کہاں ہوگا۔اس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔حج بشرط استطاعت ہر سال فرض ہوگا یا عمر میں ایک دفعہ، احرام کی جملہ تفصیلات کا ذکر بھی نہیں ہے۔ان تمام جزئیات وتفاصیل کا علم ہمیں بذریعہ حدیث ملتا ہے۔

۴۔زکوۃ کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

وَآتُوا الزَّكَاةَ۔ (۱۷۹)

ترجمہ: زکوۃ ادا کرو۔

لیکن زکوۃ کا نصاب،اس کی شرح،اس کی مدت،زرعی پیداوار کے احکام اورعشروخراج کے مسائل کیا ہیں، اس بارے میں قرآن ہماری رہنمائی نہیں کرتا، بلکہ یہ تمام چیزیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ملتی ہیں۔

۵۔قرآن مجید میں چوری کرنے کی سزا بیان ہوئی:

السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا۔(۱۸۰)

ترجمہ: چور مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔

۱۷۸۔ آل عمران ۳:۹۷ ۱۷۹۔ البقرۃ ۲:۴۳

۱۸۰۔ المآئدۃ ۵:۳۸

Marfat.com

اس آیت میں لفظ سارق اور ید دونوں مطلق ہیں اور اس سے وضاحت نہیں ہوتی، کہ کتنے مال کی چوری مراد ہے اور کون سا ہاتھ کاٹنا مراد ہے، اس کی تفصیل ہمیں احادیث مبارکہ سے ملتی ہیں۔

۶۔ نمازِ قصر کے حوالے سے قرآن کریم میں ہے:

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا (۱۸۱)

ترجمہ: جب تم زمین میں سفر کرنے کے لیے نکلو تو تمہیں نماز کا قصر کرنا جائز ہے، اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔

آیت کے ظاہری مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں نماز قصر کرنے کا حکم خوف کے ساتھ مشروط ہے، جبکہ حالت امن، سفر کی حد، مسافت کا تعین، قصر کی شرائط کا ذکر، ہمیں احادیث مبارکہ سے ملتا ہے، جس سے اس قرآنی حکم پر عمل کرنا ممکن ہوتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرآن اور سنت کا آپس میں تعلق روح اور قالب کا ہے یعنی قرآن مجید روح ہے اور سنت رسول اللہ اس کا قالب ہے۔ ان دونوں کی باہمی ترکیب ہی سے دین اسلام مکمل ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی الگ کرلیں تو سارا شیرازہ بکھر جائے گا۔

۱۸۱۔ النساء۴:۱۰۱

Marfat.com

باب دوم

معنیٰ ومفہوم اور ضرورت واہمیت

Marfat.com

Marfat.com

باب دوم:

معنٰی و مفہوم اور ضرورت واہمیت

الف: قصص الحدیث کا معنٰی و مفہوم:

ا۔حدیث کا لغوی مفہوم:

یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا مادہ ''ح۔د۔ث'' عین کلمہ فتح (زبر) کیساتھ ہے۔اس کا مضارع ''یَحْدُثُ'' عین کلمہ کے ضمہ (پیش) کے ساتھ ہے۔اس طرح یہ لفظ باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے ہے۔(۱) یہ لفظ مؤنث کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور لفظ قدیم کی ضد ہے۔ یہ واحد کا صیغہ ہے،اس کی جمع حداث، حدثاء، حدثان اور احادیث ہے۔البتہ اس کی جمع کے لیے معروف مستعمل لفظ احادیث ہے۔ یہ اس کی خلاف قیاس جمع ہے جیسے لفظ قطیع کی جمع اقاطیع آتی ہے ۔اس مادہ کے مختلف مشتقات میں جدید ہونے کا تصور شامل رہتا ہے۔ یہ لفظ درج ذیل معانی کلام کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جدید، نیا،نئی چیز،کلام خبر،بات ،بیان، ذکر،قصہ ،کہانی ،تاریخ داستان ، افسانہ۔(۲)

ا۔ابن منظور،لسان العرب، ح،ج ۳،ص ۷۵،داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ط۳،۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

۲۔ i۔لسان العرب، ح،ص ۷۵-۷۷

ii۔الطحان،محمود،الدکتور،تیسیر مصطلح الحدیث،ص ۱۴،دارالقرآن الکریم،بیروت، لبنان،۱۹۷۹ء

iii۔غربال محمد شفیق،الموسوعۃ العربیۃ المیسرۃ،ص ۶۹۳،قاہرہ،مصر،۱۹۶۵ء

Marfat.com

انگریزی میں اس لفظ کے معانی کے لیے درج ذیل الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

New,fresh,recent

modern,up-to-date,speech,talk(ing),report,conversation,account,

tale,narrative,novel,interview(3)

---

iv-انطون الیاس، قاموس الیاس، ص ۱۳۸، بیروت، لبنان، ۱۹۷۲ء

v-وحید الزمان، علامہ، لغات الحدیث، ح، ص ۳۱، نور محمد کتب خانہ، کراچی

vi-پرویز، غلام احمد، لغات القرآن، ح، ج ۲، ص ۴۷۸، ادارہ طلوع اسلام، لاہور

vii-زین العابدین، قاضی، قاموس القرآن، ح، ص ۲۰۵، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۷۸ء

viii-، سیوطی، جلال الدین، تدریب الراوی، ج ۱، ص ۲۳، تحقیق احمد عمر ہاشم، دارالکتب العربی، بیروت، لبنان

ix-اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۷، ص ۹۶۲، دانشگاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۷۱ء

x-احمد رضا، شیخ، معجم متن اللغۃ، ج ۲، ص ۴۰، دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۵ء

xi-اصفہانی، حسین بن محمد، ابوالقاسم راغب، المفردات فی غریب القرآن، ص ۱۱۰، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان،

xii-غیاث الدین، محمد، اللغات، ح، ص ۱۶۹ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

3.Baalabaki,Munir,Dr,Rohi,Al-mawarid Al-waseet(Dictionary),p287,Darel-ilm lilmalayin, Beruit, Lebnan,e7,2002A.D

Marfat.com

ا۔قرآن مجید سے استشہاد:

یہ لفظ قرآن وحدیث میں انہیں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے، قرآن مجید سے اس کے استعمال کی مثالیں درج ذیل ہیں:

ا۔ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثاً فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَن بَعْض فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ (۴)

ترجمہ: اور جب نبی (مکرم ﷺ) نے اپنی ایک زوجہ سے ایک رازدارانہ بات ارشاد فرمائی، جب وہ اس (بات) کا ذکر کر بیٹھیں۔اور اللہ نے نبی (ﷺ) پر اسے ظاہر فرمادیا، تو نبی (ﷺ) نے انہیں اس کا کچھ حصہ بتادیا اور کچھ حصہ (بتانے) سے چشم پوشی فرمائی، پھر جب نبی (ﷺ) نے انہیں اس کی خبر دے دی (کہ آپ راز افشاء کر بیٹھی ہیں) تو وہ بولیں: آپ کو یہ کس نے بتادیا ہے؟ نبی (ﷺ) نے فرمایا کہ مجھے میرے بڑے علم والے بڑی آگاہی والے (رب) نے بتادیا ہے۔

۲۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفاً۔(۵)

ترجمہ: (اے پیغمبر ﷺ!) اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید تم ان کے پیچھے رنج کر کے اپنے تئیں ہلاک کردو گے۔

۳ وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى۔(۶)

ترجمہ: اور کیا تمہیں موسیٰ (کے حال) کی خبر ملی۔

۴۔ التحریم ۶۶:۳ ۵۔ الکہف ۱۸:۶ ۶۔ طٰہٰ ۲۰:۹

Marfat.com

۴۔ هَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ o فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ o (۷)

ترجمہ: بھلاتم کولشکروں کا حال معلوم ہوا ہے، فرعون اور ثمود کا۔

۵۔ فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ۔ (۸)

ترجمہ: تم ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ (انکار اور تمسخر کو چھوڑ کر) کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔

۶۔ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ۔ (۹)

ترجمہ: توتم ان سے کنارہ کش ہوجایا کرو، یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔

۷۔ فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ o (۱۰)

ترجمہ: پھر اس کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔

۸۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ (۱۱)

ترجمہ: اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو بیہودہ کلام خریدتے ہیں، تا کہ بغیر سوجھ بوجھ کے لوگوں کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں۔

۹۔ فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ۔ (۱۲)

ترجمہ: پھر جب کھانا کھا چکو تو (وہاں سے اٹھ کر) فوراً منتشر ہو جایا کرو اور وہاں باتوں میں دل لگا کر بیٹھے رہنے والے نہ بنو۔

۷۔ البروج ۸۵:۱۷-۱۸ ۸۔ النساء ۴:۱۴۰

۹۔ الانعام ۶:۶۸-۱۰ ۱۰۔ الاعراف ۷:۱۸۵ ۱۱۔ المرسلات ۷۷:۵۰

۱۱۔ لقمان ۳۱:۶ ۱۲۔ الاحزاب ۳۳:۵۳

Marfat.com

۱۰۔ اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَاباً مُّتَشَابِهاً مَّثَانِيَ (۱۳)

ترجمہ: اللہ ہی نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے، جوایک کتاب ہے، جس کی باتیں (نظم اورمعانی میں) ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔

۱۱۔ هَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَo (۱۴)

ترجمہ: کیا آپ کے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے۔

۱۲۔ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِيْنَ o (۱۵)

ترجمہ: پس انہیں چاہیے کہ اس (قرآن) جیسا کوئی کلام لے آئیں، اگر وہ سچے ہیں۔

۱۳۔ أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَo (۱۶)

ترجمہ: پس تم کیا اس کلام سے تعجب کرتے ہو۔

۱۴۔ أَفَبِهَذَا الْحَدِيْثِ أَنتُم مُّدْهِنُوْنَo (۱۷)

ترجمہ: سو کیا تم اسی کلام کی تحقیر کرتے ہو۔

۱۵۔ فَذَرْنِيْ وَمَن يُكَذِّبُ بِهَذَا الْحَدِيْثِ۔ (۱۸)

ترجمہ: پس (اے حبیب مکرم ﷺ!) آپ مجھے اوراس شخص کو جواس کلام کو جھٹلاتا ہے (انتقام کے لئے) چھوڑ دیں۔

۱۶۔ هَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِo (۱۹)

ترجمہ: کیا آپ کو (ہر چیز پر) چھا جانے والی قیامت کی خبر پہنچی ہے۔

۱۳۔ الزمر ۳۹:۲۳ ۱۴۔ الذاریات ۵۱:۲۴

۱۵۔ الطور ۵۲:۳۴ ۱۶۔ النجم ۵۳:۵۹ ۱۷۔ الواقعہ ۵۶:۸۱

۱۸۔ القلم ۶۸:۴۴ ۱۹۔ الغاشیہ ۸۸:۱

Marfat.com

۱۷۔ يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًاo(۲۰)

ترجمہ: اس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیااور رسول (ﷺ) کی نافرمانی کی، آرزو کریں گے، کہ کاش! (انہیں مٹی میں دبا کر) ان پر زمین برابر کردی جاتی، اور وہ اللہ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے۔

۱۸۔ فَمَالِ هٰٓؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًاo(۲۱)

ترجمہ: پس اس قوم کو کیا ہوگیا ہے کہ یہ کوئی بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے۔

۱۹۔ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًاo(۲۲)

ترجمہ: اور اللہ سے زیادہ بات میں سچا کون ہے۔

۲۰۔ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِن تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ۔(۲۳)

ترجمہ: یہ (قرآن) ایسا کلام نہیں جو گھڑ لیا جائے، بلکہ (یہ تو) ان (آسمانی کتابوں) کی تصدیق ہے، جو اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں۔

۲۱۔ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيْلِ الْأَحَادِيْثِ۔(۲۴)

ترجمہ: اسی طرح تمہارا رب تمہیں (بزرگی کے لئے) منتخب فرمالے گا اور تمہیں باتوں کے انجام پہنچنا (یعنی خوابوں کی تعبیر کا علم) سکھائے گا۔

۲۲۔ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُم بَعْضاً وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيْثَ۔(۲۵)

۲۰۔ النسآء ۴:۴۲ ۲۱۔ ایضاً:۷۸

۲۲۔ ایضاً:۸۷ ۲۳۔ یوسف ۱۲:۱۱۱

۲۴۔ ایضاً ۱۲:۶ ۲۵۔ المؤمنون ۲۳:۴۴

Marfat.com

ترجمہ تو ہم (بھی) ان میں سے بعض کو بعض کے پیچھے (ہلاک در ہلاک) کرتے چلے گئے، اور ہم نے انہیں داستانیں بنا ڈالا۔

۲۔احادیث مبارکہ سے استشہاد:

احادیث مبارکہ میں اس لفظ کے استعمال کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ :كُنَّا نُسَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ وَنَأْمُرُ بِحَاجَتِنَا، فَقَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ، فَأَخَذَنِي مَا قَدُمَ وَمَا حَدُثَ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ :إِنَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ مِنْ أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ، وَإِنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَزَّ قَدْ أَحْدَثَ مِنْ أَمْرِهِ أَنْ لَا تَكَلَّمُوا فِي الصَّلَاةِ .(۲۶)

ترجمہ:حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

پہلے ہم نماز میں سلام کیا کرتے تھے اور اپنے کام کی باتیں کر لیتے تھے۔میں (حبشہ) سے واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا، مجھے پرانی اور نئی صورت حال کی فکر لاحق ہوئی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو نیا حکم دیتا ہے، اب اس نے نیا حکم دیا ہے کہ نماز میں باتیں نہ کرو۔

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ :قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۲۶۔ i-ابوداود، کتاب الصلوۃ، رقم ۹۲۴،ص ۱۷۷

ii-نسائی، کتاب السھو، رقم ۱۲۱۶-۱۲۱۷،ص ۳۰۷

Marfat.com

وَسَلَّمَ :لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلُنِي عَنْ هَذَا الحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الحَدِيثِ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ القِيَامَةِ، مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ، أَوْ نَفْسِهِ(۲۷)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: قیامت کے روز آپ کی شفاعت کے لحاظ سے کون سب انسانوں میں زیادہ خوش نصیب ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! میرا اندازہ تھا کہ اس بات کے بارے میں تم سے پہلے کوئی شخص مجھ سے سوال نہیں کریگا، کیونکہ میں حدیث میں تمہارا شوق دیکھتا ہوں، میری شفاعت کے لحاظ سے قیامت کے دن وہ شخص سب سے زیادہ خوش نصیب ہوگا، جس نے خلوص دل اور چاہت سے کہا ہوگا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ(۲۸)

ترجمہ: ہرنئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

۴۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :أَلَا وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدِثَاتِ الْأُمُور(۲۹)

ترجمہ: خبردار! تم بدعتوں سے اجتناب کرنا۔

۲۷۔ i-ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، رقم ۹۲۴، ص ۱۷۷

ii-نسائی، کتاب السھو، رقم ۱۲۱۶۔۱۲۱۷، ص ۳۰۷

۲۸۔ i-بخاری، کتاب العلم، رقم ۹۹، ص ۳۷

ii-ایضاً، کتاب الرقاق، رقم ۶۵۷۰، ص ۱۳۳۲

۲۹۔ ابن ماجہ، المقدمۃ، رقم ۴۶، ج ۱، ص ۴۰

Marfat.com

۵۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْکُفْرِ لَفَعَلْتُ (۳۰)

ترجمہ: اگر تمہاری قوم کو کفر سے نکلے ہوئے تھوڑا وقت نہ گزرا ہوتا تو میں ایسا کر دیتا۔

۶۔ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ :إِنَّہُ قَدْ کَانَ فِیمَا مَضَی قَبْلَکُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ، وَإِنَّہُ إِنْ کَانَ فِی أُمَّتِی هَذِہِ مِنْهُمْ فَإِنَّہُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (۳۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ ماضی کی تم سے پہلی امتوں میں محدث حضرات (صاحب کشف والہام) ہوا کرتے تھے، اگر میری امت کے اندر تم میں سے کوئی ایسا ہے تو وہ عمر بن خطاب ہے۔

۷۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا، قَالَتْ :سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَقال لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِیثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِیَّةِ۔(۳۲)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تماری قوم کو جاہلیت سے نکلے ہوئے تھوڑا وقت نہ ہوا ہوتا۔

۳۰۔ i-بخاری، کتاب الحج، رقم ۱۵۸۳، ص ۳۲۰ ii-ایضاً، کتاب احادیث الانبیاء، رقم ۳۳۶۸، ص ۶۸۵
iii-ایضاً، کتاب التفسیر، رقم ۴۴۸۴، ص ۹۰۳ iv- مسلم، کتاب الحج، رقم ۳۲۴۲، ص ۵۳۳
v-ایضاً، رقم ۳۲۴۸، ص ۵۳۴-۵۳۵ vi-نسائی، کتاب مناسک الحج، رقم ۲۷۹۷، ص ۶۹۵

۳۱۔ i-بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم ۳۴۶۹، ص ۷۰۹
ii-ایضاً، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم ۳۶۸۹، ص ۷۴۸

۳۲۔ i-بخاری، کتاب الحج، رقم ۱۵۸۴، ص ۳۲۰ ii-ایضاً، کتاب التمنی، رقم ۷۲۴۳، ص ۱۴۶۴
iii- مسلم، کتاب الحج، رقم ۳۲۴۴-۳۲۴۵، ۳۲۴۹-۳۲۵۰، ص ۵۳۳-۵۳۵
iv-نسائی، کتاب مناسک الحج، رقم ۲۹۰۷، ص ۲۹۷
v-ابن ماجہ، کتاب المناسک، رقم ۲۹۵۵، ص ۲۸۲-۲۸۳

Marfat.com

۸۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ :قَالَ لِی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَوْلَا حَدَاثَةُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ، ثُمَّ لَبَنَيْتُهُ عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔(۳۳)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:اگرتمہاری قوم کے کفرکوتھوڑا ہی عرصہ نہ گزراہوتا تو میں بیت اللہ کوگرا کرحضرت ابراہیم علیہ السلام والی بنیادوں پرتعمیر کرتا۔

۹۔ عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " :لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ (۳۴)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اگرتماری قوم کوجاہلیت سے نکلے ہوئے تھوڑا وقت نہ ہوا ہوتا۔

۱۰۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ :وَلَا أُلْفِيَنَّكَ تَأْتِي الْقَوْمَ وَهُمْ فِي حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِهِمْ، فَتَقُصُّ عَلَيْهِمْ، (۳۵)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے :اور میں تمہیں ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھوں کہ لوگ اپنی خوش طبعی کی باتوں میں مصروف ہوں،توتم ان کی بات کاٹ کراپنی تقریرجھاڑنا شروع کردو۔

۱۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ :أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ :عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ:يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى

۳۳۔ i-بخاری،کتاب الحج،رقم ۱۵۸۵،ص ۳۲۱　ii-مسلم،کتاب الحج،رقم ۳۲۴۰،ص ۵۳۳
iii-نسائی،کتاب مناسک الحج،رقم ۲۸۹۸،ص ۶۹۶

۳۴۔ مسلم،کتاب الحج،رقم ۳۲۴۳،ص ۵۳۳

۳۵۔ بخاری،کتاب الدعوات،رقم ۶۳۳۷،ص ۱۲۹۳

Marfat.com

عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الإِسْلَامِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الجَنَّةِ۔(۳۶)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فجر کی نماز کے وقت فرمایا: اے بلال! مجھے اپنا وہ امید فزا عمل بتاؤ جو تم نے اپنے دور اسلام میں کیا ہو۔ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تمہارے جوتوں کی آواز سنی ہے۔

۱۲۔ قال المسعود سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ، قَالَ :حَدَّثَنِي، فَصَدَقَنِي، وَوَعَدَنِي، فَوَفَى لِي۔(۳۷)

ترجمہ: حضرت مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد کا ذکر فرمایا، اس کی دامادی کی خوب تعریف کی اور آپ نے فرمایا: انہوں نے مجھ سے جو بات بیان کی، سچی بیان کی، انہوں نے جو مجھ سے وعدہ کیا، پورا کیا۔

۱۳۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ۔(۳۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کے واقعات بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۶۔ i- بخاری، کتاب التہجد، رقم ۱۱۴۹، ص ۲۳۳

ii- مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، رقم ۶۳۲۴، ص ۱۰۲۵

۳۷۔ i- بخاری، کتاب فرض الخمس، رقم ۳۱۱۰، ص ۶۳۱

ii- مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، ۶۳۰۹، ص ۱۰۲۲ iii- ابوداؤد، کتاب النکاح، رقم ۲۰۶۹، ص ۳۸۴

۳۸۔ i- بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم ۳۴۶۱، ص ۷۰۶

ii- ترمذی، کتاب العلم، رقم ۲۶۶۹، ص ۱۰۳۸

Marfat.com

۱۴۔ قال علی رضی اللہ عنہ بحدثوا الناس بمایعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ۔(۳۹)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں سے ان کے دائرہ معلومات کے مطابق بات کرو، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلایا جائے۔

۱۵۔ أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَدَّثَنِي جِبْرِيلُ أَنَّ لَا مِيرَاثَ لَهُمَا۔(۴۰)

ترجمہ: حضرت حارث بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبریل نے بتایا کہ: ان دونوں کے لیے میراث نہیں ہے۔

خلاصہ بحث:

لفظ حدیث کا مادہ ح۔د۔ث ۔ہے اس مادے کا خاصہ یہ ہے، کہ مختلف مشتقات میں جدید ہونے کا تصور شامل رہتا ہے۔اس امر کے قرآن و سنت اور عربی لغات میں استشہادات موجود ہیں۔

۲۔حدیث کا اصطلاحی مفہوم:

علماء محدثین نے حدیث کے اصطلاحی مفاہیم درج ذیل بیان کیے ہیں:

۱۔ وقیل الحدیث ماجاء عن النبی ﷺ (۴۱)

ترجمہ: حدیث: وہ ہے جس کی نسبت حضور اکرم ﷺ کی طرف ہو۔

۲۔ ما اضیف الی النبی ﷺ من قول او فعل او تقریر او وصف خلقی او خلقی۔(۴۲)

۳۹۔ بخاری، کتاب العلم، رقم الباب ۴۹، ص ۴۲

۴۰۔ مستدرک حاکم، کتاب الفرائض، رقم ۸۰۶۴، ص ۴۹۰

۴۱۔ i- عسقلانی، احمد بن علی، ابن حجر، نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، ص ۱۸، مکتبہ رحمانیہ، لاہور
ii- تدریب الراوی، ج ۱، ص ۲۳

۴۲۔ عتر، نور الدین، منہج النقد فی علوم الحدیث، ص ۲۶، دار الفکر، دمشق، شام، ۱۹۸۱ء

Marfat.com

ترجمہ: حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب قول، فعل، تقریر یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی واخلاقی اوصاف کا بیان ہے۔

۳۔ الحدیث: اصطلاحاً ما اضیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قول او فعل او تقریر او صفة (۴۳)

ترجمہ: حدیث: اصطلاحی معنیٰ میں وہ قول، فعل، تقریر یا وصف جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو۔

۴۔ وفی اصطلاحهم قول رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وفعله وتقریره وصفته حتی فی الحرکات والسکنات فی الیقظة والمنام (۴۴)

ترجمہ: اصطلاح محدثین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل، تقریر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ تمام کام جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری میں سرانجام دیئے یا حالت نوم میں، وہ سب حدیث ہیں۔

علمائے اصولیین لفظ حدیث کی بجائے لفظ سنت استعمال کرتے ہیں اور وہ سنت کو حدیث کا مترادف قرار دیتے ہیں۔(۴۵) علمائے اصولیین نے سنت کی تعریف درج ذیل بیان کی ہے:

۵۔ واما فی الشرع فقد تطلق علی ما کان من العبارات نافلة منقولة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد تطلق علی ما صدر عن الرسول من الادلة الشرعیة مما لیس بمتلو ولا هو معجز ولا داخل فی المعجز ویدخل فی ذلك اقوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافعاله وتقریره۔ (۴۶)

ترجمہ: شرعی طور پر سنت کا اطلاق ان تمام امور پر ہوگا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، اسی طرح ان دلائل پر بھی ہوگا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً یا عملاً ثابت ہوئے لیکن وہ

۴۳۔ تیسیر مصطلح الحدیث، ص۱۴

۴۴۔ ہروی، علی بن سلطان، القاری، شرح شرح نخبة الفکر، ص۱۶، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ۱۲۹۷ھ

۴۵۔ صدیقی، محمد سعد، ڈاکٹر، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، ص۵۸، شعبہ تحقیق قائداعظم لائبریری، لاہور، ط۱، ۱۹۸۸ء

۴۶۔ آمدی، سیف الدین، ابوالحسن، الاحکام فی اصول الاحکام، ج۱، ص۲۴۱، دار الکتب العربیہ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۰ء

Marfat.com

قرآنی نہیں ہیں، اور نہ ہی معجزات میں سے ہیں، اس طرح سنت میں آپ ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور تقاریر شامل ہیں۔

۶۔　يطلق اللفظ السنة على ماجاء منقولا عن رسول الله من قول اوفعل اوتقرير (۴۷)

ترجمہ: لفظ سنت کا اطلاق نبی کریم ﷺ سے منقول ہر قول، فعل اور تقریر پر ہوتا ہے۔

۷۔　وفى اصطلاح المحدثين تطلق السنة على ما اضيف الى النبى ﷺ خاصة عند بعضهم والاكثر انها تشتمل ما اضيف الى الصحابى او التابعى۔ (۴۸)

ترجمہ: محدثین کی اصطلاح میں سنت بعضوں کے نزدیک صرف اس چیز کو کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہو، اور اکثر کے نزدیک جو صحابی یا تابعی کی طرف منسوب ہو وہ بھی سنت ہے۔

۸۔　كل ما اشرع عن النبى ﷺ من قول اوفعل اوتقرير اوصفة خُلقية اوخلقية اوسيرة سواء كان ذلك قبل البعثة كتحنثه فى غار حراء ام بعدها والسنة بهذا المعنىٰ مرادفة للحديث النبوى ﷺ۔ (۴۹)

ترجمہ: سنت رسول اللہ ﷺ کے تمام اقوال وافعال وتقریرات اور صفات خُلقیہ وخِلقیہ، محاسن وشمائل اور سیرت، سب کے مجموعے کا نام ہے، خواہ یہ بعثت سے قبل ہو جیسے آپ ﷺ کا غار حراء میں عبادت کرنا یا اس کے بعد۔ اس تعریف کے لحاظ سے سنت حدیث کے مترادف ہے۔

۹۔　اماالسنة فتطلق فى الاكثر على ما اضيف الى النبى ﷺ من قول

۴۷۔ خضری بک، محمد، اصول الفقہ، ص ۲۱۴، مکتبہ التجاریہ الکبری، بیروت، لبنان، ۱۹۲۹ء

۴۸۔ منہج النقد، ص ۲۸

۴۹۔ عجاج، محمد الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص ۱۶، مکتبہ وھبہ، القاھرہ، مصر، ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء

Marfat.com

او فعل او تقریر فھی مرادفة للحدیث عند علماء الاصول۔(۵۰)

ترجمہ: سنت کا اطلاق اکثر طور پر اس چیز پر ہوتا ہے جس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف ہو، خواہ قول ہو یا فعل یا تقریر۔ یہ علماء اصول کے نزدیک حدیث کے مترادف ہے۔

۱۰۔ السنة تطلق علی قول الرسول وفعله وسکوته وعلی اقوال الصحابة وافعالھم۔(۵۱)

ترجمہ: سنت کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل اور خاموشی (تقریر) پر ہوتا ہے اور صحابہ کے اقوال وافعال پر ہوتا ہے۔

۱۱۔ اما السنة فھی لغة الطریقة واصطلاحا مرادفة للحدیث بالمعنی المتقدم الذی ھو کل ما اضیف الی النبی ﷺ(۵۲)

ترجمہ :لغت میں سنت سے مراد راستہ ہے اور اصطلاحی معنوں میں حدیث کے مترادف ہے، جس کی تعریف پہلے گذر چکی ہے یعنی وہ سب کچھ آنحضور ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا۔

خلاصہ بحث:

علماء محدثین اور علمائے اصولین کی بیان کردہ تعریفات پر غور وفکر کرنے سے جو چیزیں لفظ حدیث کے مشمولات سے واضح ہوتی ہیں۔ان کی تعداد چودہ ہے:

۱۔ آپ ﷺ کے اقوال مبارکہ

۲۔ آپ ﷺ کے افعال مبارکہ

۳۔ آپ ﷺ کی تقریرات یعنی آپ ﷺ کے سامنے کوئی کام ہوا، یا آپ ﷺ کے سامنے کوئی چیز بیان کی گئی تو آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی اور اس کو رد نہیں فرمایا۔

۵۰۔ الجزائری، طاہر بن صالح، توجیہ النظر الی اصول الاثر، ص ۳، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۲۸ھ

۵۱۔ ملاجیون، احمد، نورالانوار، ص ۱۷۹، محمد سعید اینڈ سنز، کراچی

۵۲۔ لقط الدرر، ص ۴

Marfat.com

۴۔ آپ ﷺ کی صفات کسبیہ

۵۔ آپ ﷺ کی صفات وہبیہ

۶۔ آپ ﷺ کی تمام عادات وکیفیات بیداری

۷۔ آپ ﷺ کی تمام عادات وکیفیات حالت نیند

۸۔ آپ ﷺ کے تمام رؤیا وخواب

۹۔ آپ ﷺ کے خصائل وکمالات

۱۰۔ آپ ﷺ کی سیرت قبل از نبوت وبعد از نبوت

۱۱۔ جو چیز صحابہ کی طرف منسوب ہو

۱۲۔ جو چیز تابعین کی طرف منسوب ہو

۱۳۔ اکثر کے نزدیک حدیث اور سنت مترادف ہیں

۱۴۔ بعض کے نزدیک حدیث اور سنت میں فرق ہے

ضروری وضاحت: تحقیق میں جو ابحاث آگے آئیں گی۔ان تمام میں حدیث اور سنت کو مترادف کے طور پر ذکر کیا جائے گا یعنی حدیث وسنت کا ایک ہی مفہوم ہوگا۔

۳۔لفظِ قِصص کا معنیٰ ومفہوم:

یہ لفظ قاف کے کسرہ (زیر) کیساتھ قِصص (۵۳)(۵۴)(Kisas) ہے یہ لفظ قصہ کی جمع کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔یہ اسی طرح ہے جیسے حصہ کی جمع حِصَصٌ اور ملة کی جمع مِلَلٌ ہے۔اس لفظ کے بارے میں اہل لغت کی آراء درج ذیل ہیں:

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

۵۳۔ ابن منظور، افریقی، لسان العرب، ق، ج ۱۱، ص ۱۹۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ط ۳، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء

۵۴۔ ھانز ویر، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ (A Dictionary of modern written in Arabic)، ق، ص ۷۶۵، مطبوعہ مکتبہ لبنان، بیروت، ۱۹۸۰ء

Marfat.com

والقِصَص بکسر القاف جمع القِصّة(۵۵)

لفظ قِصَص جوقاف کے کسرہ (زیر) کے ساتھ ہے یہ قِصہ کی جمع ہے۔

۲۔علامہ غیاث الدین لکھتے ہیں:

قِصَص بکسر القاف وفتح صادمہملہ اول جمع قِصہ وبفتحین مصدر است(۵۶)

لفظ قِصَص جوقاف کے کسرہ (زیر)اور پہلے صاد کے فتح (زبر)کے ساتھ ہے، یہ لفظ قصہ کی جمع ہے، اوراگرقاف اورصاد کے فتح (زبر) کیساتھ(قَصَص)ہوتو یہ مصدر ہوتا ہے۔

۳۔لوئیس معلوف یسوعی لکھتے ہیں:

القصة ج قِصَص والاقصوصة ج اَقَاصِيْصُ الحديث الامر الحادث الشأن(۵۷)

قصہ اسم نوع ہےاوراس کی جمع قِصَصٌ اوراَقَاصِیصُ آتی ہےاوراس سے مرادایساواقعہ ہے جوسبق آموز اورنصیحت والا ہو۔

۴۔قاضی زین العابدین لکھتے ہیں:

قِصہ قَص کااسم نوع ہےاس کی جمع قِصَصْ اورجمع الجمع اقاصِیْصَ آتی ہے،جن کے معانی کہانیاں اورواقعات ہیں۔(۵۸)

۵۔شیخ احمدرضا لکھتے ہیں:

۵۵۔ لسان العرب،ق،ج۱۱،ص۱۹۱

۵۶۔ غیاث الدین،محمد،غیاث اللغات،ق،ص۳۹۰،ایچ ایم سعید کمپنی،کراچی،معلوم ندارد

۵۷۔ یسوعی،لوئیس معلوف،المنجد،ق،ص۲۳۱،دارالمشرق،بیروت،ط۲۳،۱۹۸۶ء

۵۸۔ قاضی،زین العابدینؒ،قاموس القرآن،ق،ص۴۲۱،دارالاشاعت کراچی،۱۹۷۸ء

Marfat.com

اَلْقِصَّۃُ الحدیث والخبر والامر التی تکتب ج قِصَصٌ جج اقاصیص ویقال فی رأسہ قصۃ ای جعلتہ من الکلام۔(۵۹)

لفظ قصہ کے معانی بات، کہانی اور واقعہ کے ہیں، اس لفظ کی جمع قِصَص ہے، اور جمع الجمع اقاصیص ہے، اسی سے ہے کہ اس کے ذہن میں قصہ ہے یعنی کہانی ہے۔

۶۔ محمد یعقوب فیروز آبادی لکھتے ہیں:

اَلْقِصَّۃُ بالکسر الام والتی تکتب ج قِصَصٌ(۶۰)

قصہ کسر (زیر) کے ساتھ، اس کا معنی واقعہ ہے جو لکھا گیا ہو، اور اس کی جمع قِصَص ہے۔

۷۔ علامہ محمد ترقی امین لکھتے ہیں:

القصۃ التی تکتب والجملۃ من الکلام والحدیث والامر والخبر والشأن وحکایتہ نثریتہ طویلتہ تشھدمن الخیال اوالواقع اومنھما معا۔۔۔ج قِصَصٌ(۶۱)

قصہ جو لکھا جاتا ہے، یہ کلام کے جملوں میں سے ایک جملہ ہے، اس کے معانی بات، واقعہ، کہانی، عجیب وغریب کلام اور طویل نثری کہانی کے آتے ہیں، قصہ بعض اوقات صرف خیالی ہوتا ہے اور کبھی حقیقی، اور کبھی خیالی اور حقیقی دونوں واقعات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کی جمع قِصَص (ق کے کسرہ کے ساتھ) آتی ہے۔

۸۔ ڈاکٹر سید علی رضا نقوی لکھتے ہیں:

قصہ (gesas),n:Tales plural of قِصَص، قِصَص قصہ کی جمع ہے اور اسم ہے، جس کے معانی کہانیاں اور داستانیں ہیں۔(۶۲)

۵۹۔ احمد رضا، شیخ، معجم متن اللغۃ، ق، ج ۴، ص ۵۸۰، دار مکتبۃ الحیات، بیروت، ۱۳۷۹/۱۹۶۰ء

۶۰۔ فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، ق، ج ۲، ص ۳۱۳

۶۱۔ امین محمد ترقی، المعجم الوسیط، ق، ج ۲، ص ۷۴۶، اشرف علی طبعہ عبدالسلام ہارون، المکتبۃ العلمیۃ، تہران۔

۶۲۔ نقوی علی رضا، سید دکتر، فرہنگ جامع (فارسی بہ انگلیسی و اردو)، ق، ص ۷۴۶، رایزنی فرہنگی سفارت، جمہوری اسلامی ایران، اسلام آباد، ط ۲، ۱۳۸۲ھ

Marfat.com

۹۔سلیمان جسیم لکھتے ہیں:

قِصَص (ghesas)pluralofghessah,Tales,Stories. (۶۳)

قِصَص یہ لفظ قصہ کی جمع ہے جس کے معانی کہانیاں اور داستانیں ہیں۔

۱۰۔مولوی فیروز الدین لکھتے ہیں:

قِصَص (قِ،صَص) یہ عربی زبان کا لفظ ہے، اور مذکر اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اور لفظ قصہ کی جمع ہے، جس کے معانی کہانیاں ، داستانیں ہیں۔(۶۴)

۱۱۔ڈاکٹر ظہور احمد اظہر لکھتے ہیں:

اَلْقَصَصُ :لغوی معنیٰ بنائی گئی بات، بیان کرنا، سینے پر بال اگنے کی جگہ، اگر قصہ کی جمع ہو تو پھر قاف کی زیر کے ساتھ اَلْقِصَصُ آتا ہے۔(۶۵)

۱۲۔علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری لکھتے ہیں:

اَلْقِصَّةُ الامر والحدیث ۔۔۔وَالْقِصَصُ بکسر القاف جمع القصة التی تکتب۔(۶۶)

قصہ کے معانی واقعہ اور بات کے ہیں اور اَلْقِصَص (قاف کے کسرہ کے ساتھ) یہ قصہ کی جمع ہے، جو کہ لکھا جاتا ہے اور بیان کیا جاتا ہے۔

۱۳۔علامہ محمد مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں:

القصة بالکسر الامر والحدیث والخبر ۔۔۔والتی تکتب ج قِصَصُ کعنب یقال له قصة عجیبة وقد رفعت قصتی الی فلان والاقاصیص جمع

۶۳۔ سلیمان جسیم، فرہنگ بزرگ، ق، ص۷۷۳، فرہنگ معاصر، تہران، ط۵، ۱۳۷۹ھ

۶۴۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، ق، ص۹۸۷، فیروز سنز، لاہور

۶۵۔ اظہر، ظہور احمد، ڈاکٹر، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، القصص، ج۱۶/۲، ص۱۹۷-۱۹۸ دانش گاہ پنجاب، لاہور، ط۱، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

۶۶۔ الجوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج العروس وصحاح العربیہ، ص، ج۳، ص۱۰۵۱، دار العلم للملایین، بیروت، ط۲، ۱۳۹۹/۱۹۷۹ء

Marfat.com

الجمع۔(۶۷)

لفظ قصہ (زیر کے ساتھ) کے معانی واقعہ، بات، کہانی کے ہیں۔ اس کی جمع قِصَصٌ عِنَبٌ کے وزن پر آتی ہے، جیسے کہا جاتا ہے اس کے لیے عجیب وغریب واقعہ ہے اور میں نے اپنا واقعہ فلاں کو سنایا، اس کی جمع الجمع اَقَاصِیْصُ آتی ہے۔

۱۴۔خواجہ عبدالمجید لکھتے ہیں:

قِصَصُ قصہ کی جمع ہے اور مذکر کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔(۶۸)

۱۵۔علامہ پطرس بستانی لکھتے ہیں:

القصة الشأن والامر والحديث والقصة ايضاً الاحدوثة التی تکتب ج قِصَصٌ واقاصیص۔(۶۹)

قصہ کے معانی عجیب وغریب واقعہ، کہانی، بات، گذری ہوئی داستان کے آتے ہیں، اس کی جمع قِصَص اور جمع الجمع اقاصیص آتی ہے۔

۱۶۔وسیم ایڈورڈ لین لکھتے ہیں:

A story' a narrative and rohat is written.The plural of Qissa is Qisas and Aqasees is a plural of plural .(70)

۶۷۔ الزبیدی، محمد مرتضی، تاج العروس مع جواهر القاموس، ص، ج۴، ص۲۲۲، ط۱، منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، ۱۳۰۶ھ

۶۸۔ عبدالمجید، خواجہ، جامع اللغات، ق، ص۱۴۶۱، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ط۱، ۱۹۸۹ء

۶۹۔ البستانی، بطرس، المعلم، قطرالمحیط، ق، ج۲، ص۱۷۲۵، ساحۃ ریاض الصلح، بیروت، لبنان، ۱۸۶۹ء

Arabic-English Lexicon), (ق),Book1,part7,page2528,I slamic book

70.Lane,william,Edward, (مدالقاموس)center,lahore 1980 AD.

Marfat.com

قصہ کے معانی کہانی کے ہیں جوکہ بیان کی جاتی ہے اور لکھی جاتی ہے، قِصَّہ کی جمع قِصَصُ آتی ہے، اور اَقَاصِیْص جمع الجمع ہے۔

خلاصہ بحث: قِصَصُ لفظ قِصَّہ کی جمع ہے، یہ عربی زبان کا لفظ ہے، اور اسم مذکر کے طور پر استعمال ہوتا ہے، قصہ کی جمع قِصَص اور جمع الجمع اقاصیص ہے۔ قِصَص کے معانی کہانیاں، داستانیں، عجیب وغریب واقعات اور گذرے ہوئے حالات وواقعات کے ہیں۔

۴۔لفظ قَصَص کا معنی ومفہوم:

لفظ قَصَصُ قَصَّ یَقُصُّ (اصل قَصَصَ یَقْصُصُ) باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے مصدر ہے، اس کے معانی، قصہ بیان کرنے کے ہیں۔ اسی طرح یہ لفظ اکثر مفعول کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اس کے معانی بیان کرنا، سینے کے بال اگنے کی جگہ، نقش قدم پر چلنا، بتائی ہوئی بات کے مطابق چلنا، بتائی گئی بات، کے آئے ہیں۔ اس لفظ کے معنی ومفہوم کے بارے میں علماء لغت کی آراء درج ذیل ہیں:

۱۔علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

القَصَصُ الخبر المقصوص باالفتح وضع موضع المصدر حتی صار اغلب علیہ۔(۷۱)

قَصَصُ (قاف کے زبر کے ساتھ) اصل میں مصدر ہے اور مفعول کے معنی میں اس کثرت سے استعمال ہوا، کہ یہی معنٰی اس پر غالب آگیا، جس کے معانی کسی قصہ کے احوال بیان کرنا کے ہیں۔

۷۱۔ لسان العرب، ق، ج ۱۱، ص ۱۹۱

Marfat.com

۲۔قاضی زین العابدین لکھتے ہیں:

قَصَصْ کے معانی نقش قدم پر چلنا، حال بیان کرنا کے ہیں، یہ لفظ باب نصر سے مصدر ہے اور بمعنی مفعول ہے۔(۷۲)

۳۔شیخ احمد رضا لکھتے ہیں:

اَلْقَصَصُ المصدر،الاسم من القصة الخبر المقصوص بمنبت الشعر من الصدر،المصدر من كل شي اورأسه،الاخبار المتتابعة۔(۷۳)

ترجمہ :لفظ قَصَصْ مصدر ہے، اس کا اسم قصہ آتا ہے، اس کے معانی بیان کی گئی بات، سینے پر بال اگنے کی جگہ اور بات بیان کرنے کے ہیں، کسی چیز کے سینے اور سر کے لیے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

۴۔ڈاکٹر ظہور احمد اظہر لکھتے ہیں:

اَلْقَصَصُ کے معانی بتائی گئی بات، بیان کرنا اور سینے پر بال اگنے کی جگہ کے ہیں، اگر قصہ کی جمع ہو تو پھر قاف کی زیر کے ساتھ اَلْقِصَص آتا ہے۔قرآن مجید میں یہ لفظ مصدری صورت میں پانچ مرتبہ آیا ہے۔(۷۴)

۵۔علامہ اسماعیل بن حماد الجوھری لکھتے ہیں:

اَلْقَصَصُ الاسم زادالجوهری وضع موضع المصدر حتى صار اغلب عليه،(۷۵)

۷۲۔ قاموس القرآن، ق، ص ۴۲۱

۷۳۔ معجم متن اللغۃ، ج ۴، ص ۵۸۰

۷۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، القصص، ج ۶/۲، ص ۱۹۷-۱۹۹

۷۵۔ الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، ص، ج ۳، ص ۱۰۵۱

Marfat.com

اَلْقَصَصُ اسم زاد ہے اور مصدر کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

خلاصہ بحث: لفظ اَلْقَصَصُ (قاف اور صاد کے زبر کے ساتھ) قَصَّ یَقُصُّ (قَصَصَ یَقْصُصُ) بروزن نَصَرَ یَنْصُرُ باب سے مصدر ہے۔قرآن مجید میں یہ لفظ مصدری صورت میں زیادہ استعمال ہوا ہے، اور یہ لفظ مفعول کے معانی میں زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معانی بتائی گئی بات، بیان کرنا، سینے پر اگے ہوئے بال، نقش قدم پر چلنا اور کسی کے احوال بیان کرنے کے ہیں۔

نتیجہ بحث: لفظ قَصَصُ (قاف اور صاد اول کے زبر کے ساتھ) مصدر ہے اور مفعول کے معنی میں زیادہ مستعمل ہے۔اور لفظ قِصَصُ (قاف کے زیر اور صاد اول کے زبر کے ساتھ) اسم ہے، اور اس کا واحد قصہ اور جمع الجمع اقاصیص ہے۔اس کے معانی کہانیاں، داستانیں اور گذرے ہوئے واقعات کے ہیں ۔اس مقالہ کے عنوان ''قصص الحدیث (تعلیمی، معاشرتی، سیاسی اور معاشی پہلو) کا تجزیاتی مطالعہ اور عصر حاضر میں اس کا اطلاق'' میں یہی لفظ قِصَصُ (قاف کی زیر اور صاد اول کے زبر کے ساتھ) مراد ہے۔

ب: قصص الحدیث کی ضرورت واہمیت:

انسان کا طبعی رجحان ہے کہ وہ محسوس، مرئی اشیاء اور اپنی ہم جنس اقوام ورجال سے متعلق باتوں اور داستانوں کو دلچسپی اور دلجمعی سے سنتا ہے اور ان سے جلد اثر لیتا ہے۔۔

چنانچہ لوگوں کے اس طبعی رجحان کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے جب اپنی آخری کتاب قرآن مجید نازل فرمائی تو اس میں لوگوں کی توجہ کیلئے سابقہ اقوام وانبیاء کے سچے واقعات بیان کرکے بات سمجھانے کا اسلوب اپنایا۔ تاکہ لوگ انہیں شوق سے پڑھیں،

Marfat.com

غور سے سنیں اور شعوری و غیر شعوری طور پر ان سے درس مواعظت ونصیحت حاصل کریں۔قرآن مجید کے چند قصے درج ذیل ہیں:

ا۔حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَاناً فَتُقُبِّلَ مِن أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ٥لَئِن بَسَطتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَا أَنَاْ بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لَأَقْتُلَكَ إِنِّيْ أَخَافُ اللّهَ رَبَّ الْعَالَمِيْن٥إِنِّيْ أُرِيْدُ أَن تَبُوءَ بِإِثْمِيْ وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِكَ جَزَاء الظَّالِمِيْنَ٥فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ٥فَبَعَثَ اللّهُ غُرَاباً يَبْحَثُ فِيْ الأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءةَ أَخِيهِ قَالَ يَا وَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءةَ أَخِيْ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِيْنَ٥(۷۶)

ترجمہ: (اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ ان لوگوں کوحضرت آدم (علیہ السلام) کے دو بیٹوں (ہابیل وقابیل) کی خبرسنائیں، جو بالکل سچی ہے۔ جب دونوں نے (اللہ کے حضور ایک ایک) قربانی پیش کی، سوان میں سے ایک (ہابیل) کی قبول کرلی گئی اوردوسرے (قابیل) سے قبول نہ کی گئی،تواس (قابیل) نے (ہابیل سے حسداً وانتقاماً) کہا:میں تجھے ضرورقتل کردوں گا۔ اس (ہابیل) نے (جواباً) کہا:بیشک اللہ پرہیزگاروں سے ہی (نیاز) قبول فرماتا ہے۔اگرتو اپناہاتھ مجھےقتل کرنے کے لئے میری

۷۶۔ المائدہ۵: ۲۷۔۳۱

Marfat.com

طرف بڑھائے گا (تو پھر بھی) میں اپنا ہاتھ تجھے قتل کرنے کے لئے تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا، کیونکہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ میں چاہتا ہوں (کہ مجھ سے کوئی زیادتی نہ ہو اور) میرا گناہِ (قتل) اور تیرا اپنا (سابقہ) گناہ (جس کے باعث تیری قربانی نامنظور ہوئی سب) تو ہی حاصل کر لے، پھر تو اہل جہنم میں سے ہو جائیگا، اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔ پھر اس (قابیل) کے نفس نے اس کے لئے اپنے بھائی (ہابیل) کا قتل آسان (اور مرغوب) کر دکھایا۔ سو اس نے اس کو قتل کر دیا۔ پس وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کس طرح چھپائے، (یہ دیکھ کر) اس نے کہا: ہائے افسوس! کیا میں اس کوّے کی مانند بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا، سو وہ پشیمان ہونے والوں میں سے ہو گیا۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا قصہ:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ۝ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّيْ أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِيْ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ ۝ سَلَامٌ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ ۝ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (۷۷)

۷۷۔ الصافات ۳۷:۱۰۰-۱۱۱

Marfat.com

ترجمہ :(پھر ارض مقدس میں پہنچ کر دعا کی) اے میرے رب! صالحین میں سے مجھے ایک (فرزند) عطا فرما۔ پس ہم نے انہیں بڑے بردبار بیٹے (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کی بشارت دی۔ پھر جب وہ (اسماعیل علیہ السلام) ان کے ساتھ دوڑ کر چل سکنے (کی عمر) کو پہنچ گیا، تو (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا: اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، سو غور کرو کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ (اسماعیل علیہ السلام نے) کہا ابا جان! وہ کام (فوراً) کر ڈالیے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ پھر جب دونوں (رضائے الٰہی کے سامنے) جھک گئے (یعنی دونوں نے مولا کے حکم کو تسلیم کر لیا)، اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اسے پیشانی کے بل لٹا دیا (اگلا منظر بیان نہیں فرمایا)۔ اور ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیم! واقعی تم نے اپنا خواب (کیا خوب) سچا کر دکھایا۔ بے شک ہم محسنوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (سو تمہیں مقام خلت سے نواز دیا گیا ہے)۔ بے شک یہ بہت بڑی کھلی آزمائش تھی۔ اور ہم نے ایک بہت بڑی قربانی کے ساتھ اس کا فدیہ کر دیا۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں آپ کا ذکر خیر برقرار رکھا۔ سلام ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر۔ ہم اسی طرح محسنوں کو صلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے (کامل) ایمان والے بندوں میں سے تھے۔

۳۔ حضرت موسیٰ اور گائے ذبح کرنے کا قصہ:

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُواْ بَقَرَةً قَالُواْ أَتَتَّخِذُنَا هُزُواً قَالَ أَعُوذُ بِاللّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ٥ قَالُواْ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لاَّ فَارِضٌ وَلاَ بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَلِكَ فَافْعَلُواْ مَا تُؤْمَرونَ ٥ قَالُواْ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاء فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ٥

Marfat.com

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ البَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاء اللَّهُ لَمُهْتَدُونo قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لاَّ ذَلُولٌ تُثِيرُ الأَرْضَ وَلاَ تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لاَّ شِيَةَ فِيهَا قَالُوا الآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونo وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْساً فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا وَاللّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ o فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَلِكَ يُحْيِي اللّهُ الْمَوْتَى وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ o ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاء وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّهِ وَمَا اللّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَo (۷۸)

ترجمہ: اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا: کہ بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو، (تو) وہ بولے کیا آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں؟ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا: اللہ کی پناہ مانگتا ہوں (اس سے) کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ (تب) انہوں نے کہا: آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہم پر واضح کردے کہ (وہ) گائے کیسی ہو؟ (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) کہا: بیشک وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ تو بوڑھی ہو اور نہ بالکل کم عمر (اوسر)، بلکہ درمیانی عمر کی (راس) ہو، پس اب تعمیل کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ وہ (پھر) بولے: اپنے رب سے ہمارے حق میں دعا کریں وہ ہمارے لئے واضح کردے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) کہا: وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے زرد رنگ کی ہو، اس کی رنگت خوب گہری ہو (ایسی جاذبِ نظر ہو کہ) دیکھنے والوں کو بہت بھلی لگے۔

۷۸۔ البقرۃ ۲:۶۷-۷۴

Marfat.com

(اب) انہوں نے کہا: آپ ہمارے لئے اپنے رب سے درخواست کیجئے! کہ وہ ہم پر واضح فرمادے کہ وہ کونسی گائے ہے؟ (کیونکہ) ہم پر گائے مشتبہ ہوگئی ہے، اور یقیناً اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور ہدایت یافتہ ہوجائیں گے۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وہ کوئی گھٹیا گائے نہیں بلکہ) یقینی طور پر ایسی (اعلیٰ) گائے ہو، جس سے نہ زمین میں ہل چلانے کی محنت لی جاتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو، بالکل تندرست ہو۔ اس میں کوئی داغ دھبہ بھی نہ ہو، انہوں نے کہا: اب آپ ٹھیک بات لائے (ہیں)، پھر انہوں نے اس کو ذبح کیا، حالانکہ وہ ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا، پھر تم آپس میں اس (کے الزام) میں جھگڑنے لگے اور اللہ (وہ بات) ظاہر فرمانے والا تھا جسے تم چھپارہے تھے۔ پھر ہم نے حکم دیا کہ اس (مردہ) پر اس (گائے) کا ایک ٹکڑا مارو، اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ فرماتا ہے (یا قیامت کے دن مردوں کو زندہ کرے گا۔) اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، تاکہ تم عقل وشعور سے کام لو۔ پھر اس کے بعد (بھی) تمہارے دل سخت ہوگئے، چنانچہ وہ (سختی میں) پتھروں جیسے (ہوگئے) ہیں، یا ان سے بھی زیادہ سخت (ہوچکے ہیں۔ اس لئے کہ) بیشک پتھروں میں (تو) بعض ایسے بھی ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں، اور یقیناً ان میں بعض وہ (پتھر) بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی ابل پڑتا ہے، اور بیشک ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں، (افسوس! تمہارے دلوں میں اس قدر نرمی، خستگی اور شکستگی بھی نہیں رہی) اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔

قرآن کریم کی اتباع میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لوگوں کی رہنمائی کیلئے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام اور اقوام کے قصص بیان فرمائے، احادیث مبارکہ کے چند قصے درج ذیل ہیں:

Marfat.com

ا۔حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کا قصہ:

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ أَبِي ذُبَابٍ، عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ هُرْمُزَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، قَالَا: سَمِعْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ": احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عِنْدَ رَبِّهِمَا، فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى، قَالَ مُوسَى: أَنْتَ آدَمُ الَّذِي خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ، وَأَسْكَنَكَ فِي جَنَّتِهِ، ثُمَّ أَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِيئَتِكَ إِلَى الْأَرْضِ، فَقَالَ آدَمُ: أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ وَأَعْطَاكَ الْأَلْوَاحَ فِيهَا تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَقَرَّبَكَ نَجِيًّا، فَبِكَمْ وَجَدْتَ اللهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ، قَالَ مُوسَى: بِأَرْبَعِينَ عَامًا، قَالَ آدَمُ: فَهَلْ وَجَدْتَ فِيهَا وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَفَتَلُومُنِي عَلَى أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللهُ عَلَيَّ أَنْ أَعْمَلَهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً؟ "قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ": احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى، فَقَالَ لَهُ مُوسَى: أَنْتَ آدَمُ الَّذِي أَخْرَجَتْكَ خَطِيئَتُكَ مِنَ الْجَنَّةِ، فَقَالَ لَهُ آدَمُ: أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِرِسَالَاتِهِ وَبِكَلَامِهِ، ثُمَّ

Marfat.com

تَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قُدِّرَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ "فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى مَرَّتَيْنِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ :حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ :سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى، فَقَالَ لَهُ مُوسَى :يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُونَا خَيَّبْتَنَا وَأَخْرَجْتَنَا مِنَ الجَنَّةِ، قَالَ لَهُ آدَمُ :يَا مُوسَى اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِكَلاَمِهِ، وَخَطَّ لَكَ بِيَدِهِ، أَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قَدَّرَهُ اللَّهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً؟ فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى، فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى ثَلاَثاً۔(۷۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت آدم وموسیٰ علیہما السلام دونوں نے اپنے رب کے سامنے مباحثہ کیا، جس میں حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: آپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا، آپ کے اندر روح پھونکی، فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا، جنت میں آپ کو رہائش عطا کی (ان سب انعامات کے باوجود)، آپ نے لوگوں کو اپنی خطا کے سبب زمین کی طرف اتار دیا؟ (جواب میں) حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: ''آپ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں،

۷۹۔ i-بخاری، کتاب القدر، رقم ۶۶۱۴، ص ۱۳۴۰ ii-ایضاً، کتاب الانبیاء، رقم ۳۴۰۹، ص ۶۹۵

iii-مسلم، کتاب القدر، رقم ۶۷۴۲-۶۷۴۷، ص ۱۱۴۰

iv-ابوداؤد، کتاب السنۃ، رقم ۴۷۰۱-۴۷۰۲، ص ۸۸۰-۸۸۱

v-ترمذی، کتاب القدر، رقم ۲۱۳۴، ص ۸۴۹

vi-ابن ماجہ، کتاب السنۃ، رقم ۸۰، ص ۲۴۸۲

Marfat.com

جنہیں اللہ نے اپنی رسالت اور اپنی ذات سے ہم کلامی کا شرف عطا کیا، آپ کو تورات کی الواح (تختیاں) عطا فرمائیں، جن کے اندر ہر چیز کا واضح بیان تھا اور آپ کو اپنا قرب عطا فرما کر سرگوشی فرمائی۔ آپ نے میری تخلیق سے کتنا عرصہ قبل توراۃ کو لکھا ہوا پایا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ چالیس برس قبل۔

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: تو کیا آپ نے تورات میں یہ لکھا ہوا پایا کہ: ''اور حضرت آدم علیہ السلام نے نافرمانی کی سو وہ لغزش کھا گیا'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔ فرمایا کہ پھر کیا آپ مجھے ایک ایسے عمل پر ملامت کر رہے ہیں، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے میری تخلیق سے چالیس برس قبل ہی لکھ دیا کہ میں ایسا کروں گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس استدلال سے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین مباحثہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ: آپ ہی وہ آدم ہیں کہ آپ کو آپ کی خطا نے جنت سے نکالا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ: آپ ہی وہ حضرت موسیٰ ہیں جنہیں اللہ نے اپنی رسالت و ہم کلامی کیلیے منتخب فرمالیا پھر بھی آپ مجھے ایک ایسے معاملہ پر ملامت کر رہے ہیں جو میری تخلیق سے پہلے ہی مقدر کر دیا گیا تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''حضرت آدم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام غالب آ گئے'' (اور انہیں لاجواب کر دیا)۔

بخاری کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان حجت و بحث ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: کہ اے حضرت آدم! آپ ہمارے باپ ہیں ہمیں آپ نے بے آبرو کیا اور آپ نے ہمیں جنت سے نکلوا دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے

Marfat.com

فرمایا: اے موسیٰ! اللہ نے آپ کو اپنے کلام کے لیے منتخب فرمالیا اور اپنے دست قدرت (شایانِ شان) سے آپ کے لیے تورات تحریر فرمائی۔ آپ مجھے ایک ایسے معاملے پر ملامت کررہے ہیں، جسے اللہ نے میری تخلیق سے بھی چالیس برس قبل میرے لیے مقدر فرمادیا تھا (کہ میں پھل کھاؤں اور جنت سے نکالا جاؤں)۔غرض حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حجت قائم کردی اور انہیں قائل کرلیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی۔

۲۔ایک عورت کی بخشش کا قصہ:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِی، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ العَطَشُ، فَنَزَلَ بِئْرًا، فَشَرِبَ مِنْهَا، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ العَطَشِ، فَقَالَ :لَقَدْ بَلَغَ هَذَا مِثْلُ الَّذِی بَلَغَ بِی، فَمَلَأَ خُفَّهُ، ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ، ثُمَّ رَقِیَ، فَسَقَى الكَلْبَ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ "، قَالُوا :يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَإِنَّ لَنَا فِی البَهَائِمِ أَجْرًا؟ قَالَ :فِی كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَنَّ امْرَأَةً بَغِيًّا رَأَتْ كَلْبًا فِی يَوْمٍ حَارٍّ يُطِيفُ بِبِئْرٍ، قَدْ أَدْلَعَ لِسَانَهُ مِنَ الْعَطَشِ، فَنَزَعَتْ لَهُ بِمُوقِهَا فَغُفِرَ لَهَا عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُومِسَةٍ، مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَكِیٍّ يَلْهَثُ، قَالَ :كَادَ يَقْتُلُهُ العَطَشُ، فَنَزَعَتْ خُفَّهَا،

Marfat.com

فَأَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا، فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ، فَغُفِرَ لَهَا بِذٰلِكَ (۸۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک شخص چلا جا رہا تھا کہ دوران سفر اسے سخت پیاس لگی، وہ ایک کنویں میں اترا اور اس سے پانی پیا، پھر باہر نکلا تو دیکھا: کہ ایک کتا (پیاس کی شدت سے) ہانپ رہا ہے اور گیلی مٹی چاٹ رہا ہے، مارے پیاس کے۔اس نے کہا: کہ اس کا بھی وہی حال ہے جو بھی میرا تھا۔اس نے اپنا موزا پانی سے بھرا اور اسے اپنے منہ سے پکڑا، پھر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلادیا۔اس کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا (کہ اس نے ایک جانور کی پیاس بجھانے کی نیکی کی توفیق دی)۔اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہمارے لیے جانوروں کے کام آنے میں بھی اجر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جاندار میں اجر ہے (ہر وہ چیز جس کے اندر تر جگر ہو یعنی جاندار، خواہ انسان ہو یا جانور، اس کی خدمت کرنے اور اسے کھلانے پر اجر ہے)۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک فاحشہ عورت نے ایک سخت گرم دن میں ایک کتے کو دیکھا: کہ کنویں کے گرد منڈلا رہا ہے، اور اپنی زبان پیاس کی شدت سے باہر نکالے ہوئے ہے۔اس نے اپنا موزہ اتارا (اور اس میں پانی بھر کر اسے پلادیا)۔اس کے اسی عمل پر اس کی مغفرت کردی گئی۔

۸۰۔ i- بخاری، کتاب المساقاۃ، رقم ۲۳۶۳، ص ۱۸۵ ii- ایضاً، کتاب الوضوء، رقم ۱۷۳، ص ۱۷
iii- ایضاً، کتاب المظالم، رقم ۲۴۶۶، ص ۱۹۴ iv- ایضاً، کتاب بدء الخلق، رقم ۳۳۲۱، ص ۶۷۲
v- مسلم، کتاب السلام، رقم ۵۸۶۰-۵۸۶۱، ص ۱۰۷۶ vi- ابوداؤد، کتاب الجہاد، رقم ۲۵۵۰، ص ۴۷۷
vii- مسند احمد، ابو ھریرہ، رقم ۸۸۹۶، ج ۲، ص ۴۹۶

Marfat.com

بخاری کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ایک بدکار عورت کی مغفرت کردی گئی، جو ایک کتے پر گذری تھی، جو کنویں کے گرد پیاس سے ہانپ رہا تھا، قریب تھا کہ پیاس سے ہلاک ہوجاتا۔ اس عورت نے اپنا موزہ اتارا، اسے اپنی اوڑھنی سے باندھا، اور کتے کیلئے کنویں سے اس کے ذریعے پانی نکالا۔ اس کے اس عمل کی بناء پر اس کی مغفرت کردی گئی۔

۳۔ دو ایمان داروں کا قصہ:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " :أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِی إِسْرَائِیلَ، سَأَلَ بَعْضَ بَنِی إِسْرَائِیلَ أَنْ یُسْلِفَهُ أَلْفَ دِینَارٍ، فَقَالَ :ائْتِنِی بِالشُّهَدَاءِ أُشْهِدُهُمْ، فَقَالَ: كَفَی بِاللّٰهِ شَهِیدًا، قَالَ :فَأْتِنِی

بِالْكَفِیلِ، قَالَ :كَفَی بِاللّٰهِ كَفِیلًا، قَالَ :صَدَقْتَ، فَدَفَعَهَا إِلَیْهِ إِلَی أَجَلٍ مُسَمًّی، فَخَرَجَ فِی الْبَحْرِ فَقَضَی حَاجَتَهُ، ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا یَرْكَبُهَا یَقْدَمُ عَلَیْهِ لِلْأَجَلِ الَّذِی أَجَّلَهُ، فَلَمْ یَجِدْ مَرْكَبًا، فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا، فَأَدْخَلَ فِیهَا أَلْفَ دِینَارٍ وَصَحِیفَةً مِنْهُ إِلَی صَاحِبِهِ، ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا، ثُمَّ أَتَی بِهَا إِلَی الْبَحْرِ، فَقَالَ :اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّی كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا أَلْفَ دِینَارٍ، فَسَأَلَنِی كَفِیلًا، فَقُلْتُ :كَفَی بِاللّٰهِ كَفِیلًا، فَرَضِیَ بِكَ، وَسَأَلَنِی شَهِیدًا، فَقُلْتُ :كَفَی بِاللّٰهِ شَهِیدًا، فَرَضِیَ بِكَ، وَأَنِّی جَهَدْتُ أَنْ أَجِدَ مَرْكَبًا أَبْعَثُ إِلَیْهِ الَّذِی لَهُ فَلَمْ أَقْدِرْ، وَإِنِّی أَسْتَوْدِعُكَهَا، فَرَمَی بِهَا فِی الْبَحْرِ حَتَّی وَلَجَتْ

Marfat.com

فِيهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِي ذَلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلَدِهِ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ، يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِي فِيهَا الْمَالُ، فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ، ثُمَّ قَدِمَ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ، فَأَتَى بِالْأَلْفِ دِينَارٍ، فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرْكَبٍ لِآتِيَكَ بِمَالِكَ، فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي أَتَيْتُ فِيهِ، قَالَ: هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ؟ قَالَ: أُخْبِرُكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي جِئْتُ فِيهِ، قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَدَّى عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ، فَانْصَرِفْ بِالْأَلْفِ الدِّينَارِ رَاشِدًا ".(۸۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا:

اس نے بنی اسرائیل کے کسی شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے، اس نے کہا کہ: گواہ لاؤ، تاکہ میں انہیں قرض کے اس معاملہ پر گواہ بنالوں، قرض خواہ نے کہا کہ: اللہ کی گواہی کافی ہے۔ اس نے کہا: اچھا، کوئی کفیل (ضامن) لے آؤ، کہنے لگا: کہ اللہ ہی میرا ضامن اور کفیل ہے۔ اس نے کہا تم نے سچ کہا۔ اور ایک مقررہ مدت تک کے لئے اس نے ہزار دینار اسے قرض دے دیئے۔ قرض لینے والا اپنے کسی کام سے سمندر میں سفر پر گیا اور اپنا کام پورا کیا، فارغ ہونے کے بعد جب اس نے سمندر عبور کرنے کے لئے سواری (کشتی وغیرہ)

۸۱۔ i-بخاری، کتاب الکفالۃ، رقم ۲۲۹۱، ص ۳۵۲ ii-ایضاً، کتاب الزکوۃ، رقم ۱۴۹۸، ص ۱۱۸
iii-ایضاً، کتاب البیوع، رقم ۲۰۶۳، ص ۱۶۱ iv-ایضاً، کتاب الاستقراض والدیون، رقم ۲۴۰۴، ص ۱۸۸
v-ایضاً، کتاب اللقطۃ، رقم ۲۴۳۰، ص ۱۹۰ vi-ایضاً، کتاب الشروط، رقم ۲۷۳۴، ص ۲۱۹
vii-ایضاً، کتاب الاستیذان، رقم ۶۲۶۱، ص ۵۲۷

Marfat.com

تلاش کی، تا کہ اس پر سوار ہو کر اپنی مقررہ مدت پر، جو اس نے متعین کی تھی، ادائیگی قرض کے لئے پہنچ جائے، تو اسے کوئی سواری نہ ملی۔ اس نے ایک بڑی لکڑی لی، اسے اندر سے کھود کر کھوکھلا کیا، اور ہزار دینار اس میں رکھ دیئے اور ایک خط قرض دینے والے کے نام لکھ کر رکھ دیا۔ پھر اس نے کھوکھلی جگہ کو اچھی طرح سے بند کر دیا، اور اسے لیکر سمندر پر آ گیا اور دعا کی:

اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میں نے فلاں آدمی سے ہزار دینار قرض کے طور پر لیے تھے، اس نے مجھ سے ضامن مانگا، تو میں نے کہا: کہ میرا ضامن اللہ ہی ہے۔ وہ آپ کی ضمانت پر راضی ہو گیا۔ پھر اس نے گواہ کا مطالبہ کیا، تو میں نے کہا: میرے لیے اللہ ہی گواہ کے طور پر کافی ہے۔ وہ آپ کی گواہی پر راضی ہو گیا۔ اور میں نے اب بہت کوشش کی کہ کوئی ایسی سواری ڈھونڈوں جس کے ذریعے اس کا قرض اس تک بھیج سکوں، لیکن میں اس میں کامیاب نہ ہوا اور میں اس قرض کی حفاظت آپ کے ہی سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی، یہاں تک کہ وہ پانی میں داخل ہو گئی۔ پھر وہ واپس لوٹ آیا اور وہ پھر کشتی کی تلاش میں رہا کہ اپنے شہر کی طرف نکل جائے۔

ادھر وہ شخص جس نے قرض دیا تھا نکلا (سمندر کی طرف تا کہ دیکھے) شاید کوئی کشتی آئی ہو اس کا مال لے کر، اچانک اس نے وہی لکڑی جس میں مال تھا دیکھی، اس نے اسے لے لیا یہ سوچ کر کہ گھر والوں کو ایندھن میں کام آئے گی، گھر جا کر اس نے جو اسے چیرا تو اس میں اپنا مال اور خط پایا۔

پھر کچھ دنوں بعد قرض لینے والا شخص آ گیا اور ہزار دینار لے کر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: اللہ کی قسم! میں مسلسل کشتی کی تلاش میں رہا تا کہ تمہارا مال لے کر تمہارے پاس آؤں، مگر مجھے اب سے قبل کوئی کشتی نہ ملی۔ اس نے کہا کہ کیا تم نے مجھے کوئی خط بھیجا تھا؟ کہنے لگا کہ: میں تمہیں بتلا رہا ہوں کہ میں نے اس سے پہلے کوئی

Marfat.com

سواری نہ پائی کہ اس میں آتا۔اس نے کہا کہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے ادائیگی کردی ہے، جو تم نے لکڑی میں بھیجا تھا۔لہٰذا تم اپنے ہزار دینار لے کر کامیاب واپس لوٹ جاؤ۔

چنانچہ ان قصص میں ہمارے لیے بے شمار عبر ونصائح موجود ہیں۔ان قصص کی روشنی میں ہم اپنا حال بہتر بنا سکتے ہیں اور اپنے مستقبل کیلئے ایک روشن لائحہ عمل تیار کر سکتے ہیں۔اس لیے قصص القرآن کی طرح قصص الحدیث بھی ہمارے لیے نہایت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ قصص الحدیث کی ضرورت واہمیت کے حوالے سے دیگر پہلو مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔قصص الحدیث۔۔۔آسان اور مؤثر ذریعہ ابلاغ:

قرآن اور حدیث دو ایسے مجموعے ہیں جن سے مسلمانوں کو اپنی تعلیمی،معاشرتی ،سیاسی،معاشی اور مذہبی زندگی غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو کے متعلق ہر طرح کی معلومات ملتی ہیں۔قرآن اور حدیث کئی طریقوں سے ہمیں ہدایات اور راہنمائی فراہم کرتے ہیں،جن میں سے ایک طریقہ ہدایت کی بات بذریعہ قصص ہمارے ذہن نشین کرانا بھی ہے۔چنانچہ قرآن اور حدیث دونوں میں توحید،رسالت،عقائد، عبادات،معاملات،اخلاقیات اور دیگر موضوعات کے بارے میں سابقہ انبیاءِ کرام علیہم السلام اور گذشتہ اقوام کے قصص بیان ہوئے ہیں۔تاکہ یہ ہمارے لیے ہدایت کا باعث بنیں اور ہم ان سے عبرت ونصیحت حاصل کریں۔قصص کے ذریعے سے کوئی بات لوگوں کو سمجھانا،ایسا طریقہ ہے جسے ہر زمانے،ہر علاقے اور ہر زبان کے عقلاء اور فلاسفہ استعمال کرتے چلے آئے ہیں۔چنانچہ آپ کو کوئی زبان ایسی نہ ملے گی جس میں کوئی نہ کوئی قصہ مشہور نہ ہو،کوئی علاقہ اور کوئی زمانہ ایسا نہ ملے گا جس علاقے اور جس زمانے

Marfat.com

سے متعلق کوئی خاص قصہ نہ ہو۔

مختلف زبانوں کے چند قصص درج ذیل ہیں:

۱۔ اردو میں : سب رس، قصہ احوال روھیدہ، مراۃ العروس اور نانی میشو

۲۔ عربی میں :الف لیلة ولیلة ، کلیلة دمنة، حی بن یقظان

۳۔ فارسی میں : سند بادنامہ، بختیار نامہ، قصہ چہار درویش اور سمک عیار

۴۔ انگریزی میں: ROMIO AND JEULIOT

۵۔ پنجابی میں: ہیر رانجھا، سوہنی مہینوال، قصہ شاہ بہرام

۶۔ سندھی میں: لیلاں چنیسر اور مومل رانو

۷۔ بلوچی میں: حانی وشہ مرید، شاہداد وماہناز

۸۔ کشمیری میں: حیمال ناگرے، لولری بامبور

غرضیکہ قصص بیان کرنے کا رواج بہت پرانا ہے اور ہر دور میں رہا ہے۔ اسی رواج کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن وحدیث میں قصے بیان ہوئے ہیں، جن کا مقصد محض قصے سنانا نہیں بلکہ ان کے ذریعے درسِ عبرت دینا ہے اور لوگوں کو پند ونصائح کرنا ہے۔ قصوں کے ذریعہ بات سمجھانا آسان ترین اور مؤثر ترین ذریعہ ابلاغ ہے۔ اس لیے اسلام کے پیغام کو پہنچانے کے لیے قصص الحدیث ایک اہم ترین ذریعہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الأَلْبَاب (۸۲)

ترجمہ: بے شک ان قصوں میں عقل مندوں کے لیے نصیحت ہے۔

انسانی طبیعت ہمیشہ سے فلسفہ، منطق اور دقیق طرزِ تقریر وتحریر کے سلسلوں سے

۸۲۔ یوسف۱۲:۱۱۱

Marfat.com

دور رہی ہے۔ وہ کسی مسئلہ کو سمجھنے کے لیے قصہ، کہانی، واقعاتی اور داستان گوئی کے اسلوب کو پسند کرتی ہے، اسی لئے دنیا میں سب سے کامیاب وکارگر انداز تحریر وتقریر اسے ہی سمجھا جاتا ہے۔قرآن مجید نے انسان کے اس رویے کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے اور مختلف احکام وشرائع اور مسائل سمجھانے کے لیے یہی اسلوب اختیار کیا ہے۔قرآن مجید کی اتباع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرز فکر کو اپنایا اور امت کی راہنمائی کے لیے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اور امم وناس کے قصوں کو بیان فرمایا۔اسی بناء پر قرآن مجید کی طرح احادیث مبارکہ میں بھی جا بجا توحید، رسالت، عقائد، معاملات اور دیگر مسائل کو سمجھانے کے لیے مختلف قصے بیان ہوئے ہیں۔انسان جب ان کا مطالعہ کرتا ہے، تو وہ ان کے خوبصورت انداز بیان میں ڈوب کر اسے پڑھتا اور سنتا ہے، اور ان میں دیے گئے پیغام سے سبق حاصل کر کے اپنی زندگی کو مثبت انداز فکر کے مطابق سیدھی اور نجات والی راہوں پر استوار کر لیتا ہے، اور غلط خیالات ونظریات اور طرزِ عمل کو چھوڑ دیتا ہے۔

اس بات سے تقریباً ہر شخص واقف ہے کہ بزرگانِ دین اور اسلاف کے حالات وواقعات انسانی زندگی میں وہ انقلاب پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو بسا اوقات لمبے چوڑے مطالعے اور مسلسل وعظ ونصیحت سے بھی حاصل نہیں ہوتا، تاریخ کے جھروکوں میں نظر ڈالنے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اکابرین امت اور صلحائے دین کے بعض مختصر واقعات انسان کی کایا پلٹنے کے لیے اکسیر ثابت ہوئے۔ دراصل دل کے حالات وکیفیات وقت کے بدلنے اور مرور زمانہ کی بدولت تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔کبھی یہ قلب تسلسل سے کہی گئی بات کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور کبھی یہ اس قدر نرم ہو جاتا ہے کہ مختصر سی خاموش نصیحت کو بھی اپنی لوح پر نقش کر لیتا ہے۔دراصل دل کی یہی کیفیت ہے جس میں اخلاص وللہیت، عاجزی

Marfat.com

وانکساری، زہد وعبادت، تقویٰ وبزرگی، موت اور فکر آخرت وغیرہ پر مشتمل اسلاف کے واقعات دل کی دنیا تبدیل کرنے میں بڑا مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔یہی وجہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے انبیاء کرام علیہم السلام اور امم سابقہ کے حالات واقعات بیان فرمائے اور ان سے عبر ونصائح کی تلقین فرمائی۔

۲۔اسلامی اور طاغوتی کردار کی وضاحت:

احادیث میں جو قصص بیان ہوئے ہیں، ان میں بنیادی طور پر دو کردار بیان ہوئے ہیں اور ایک خاموش سوال کے ذریعے فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا گیا ہے۔دو بنیادی کردار درج ذیل ہیں:

۱۔ ایک کردار جو اسلام یعنی خدا کی بندگی اور حسابِ آخرت کے یقین سے پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا کردار جو کفر وجاہلیت، دنیا پرستی اور خدا وآخرت سے بے نیازی کے سانچے میں ڈھل کر تیار ہوتا ہے۔(۸۳)

قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا انسانی کی ہدایت کے لیے جو مختلف معجزانہ اسلوب بیان اختیار فرمائے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ گزشتہ قوموں کے واقعات وقصص کے ذریعہ ان کے نیک وبد اعمال اور ان اعمال کے ثمرات ونتائج کو یاد دلائیں اور عبرت وبصیرت کا سامان مہیا کریں۔ اسی لیے ان میں تاریخی اسلوب کو نہیں اپنایا گیا۔بلکہ ابلاغ حق اور دعوت الی اللہ کے اہم مقصد کے پیش نظر صرف انہی وقائع کو سامنے لایا گیا، جو اس غرض وغایت کو پورا کرتے ہوں۔تاکہ قارئین وسامعین کے فطری اور طبعی رجحانات کو ان حقائق کی جانب متوجہ کیا جاسکے جن سے سیدھی

۸۳۔ تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۳۷۸

Marfat.com

راہ واضح ہوتی ہے۔

قرآن وحدیث کے قصص وواقعات کا سلسلہ بیشتر گزشتہ اقوام اوران کی جانب بھیجے ہوئے انبیاء سے وابستہ ہے اور جستہ جستہ بعض اور واقعات بھی اس ضمن میں آگئے ہیں، اور یہ تمام تر حق وباطل کے مجادلوں، اولیاء اللہ اور حزب الشیطان کے معرکوں کا ایک عبرت آموز اور بصیرت خیز بے مثل ذخیرہ ہے۔

۳۔عملی زندگی کی راہنمائی:

تکمیلِ انسانیت کی منزلِ رفیع کی طرف جو راستہ جاتا ہے اس کے سارے پیچ وخم، نشیب وفراز، پیش آنے والی دشواریاں، منزل سے دل برداشتہ کردینے والے سنگین مرحلے، منزل سے غافل کر دینے والے حسین وجمیل مناظر اور دل موہ لینے والی دلچسپیوں کو قصص الحدیث میں اتنی وضاحت سے بیان کردیا گیا ہے کہ کسی ابہام والتباس کی گنجائش نہیں رہتی۔ پھر اس جانگداز، کٹھن اور طویل راہ کو طے کرنے کے لیے مسافر کو جس صبر، عزم، توکل، تقویٰ، عالی حوصلگی اور سیر چشمی کی ضرورت ہوتی ہے، اس کو بھی دلنشین اور مؤثر پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا قرآن وحدیث کا ہر قصہ سبق آموز، بصیرت افروز اور عبرت انگیز ہے۔(۸۴)

قرآن وحدیث کا اسلوب ہر اعتبار سے خاص، ممتاز اور منفرد ہے کسی ادیب، مؤرخ یا سیرت نگار نے کوئی واقعہ بیان کرنا ہوتو وہ مربوط انداز میں وقت، جگہ اور شخصیات کا تذکرہ کرتا ہے۔ لیکن قرآن وحدیث کا طرز بیان بالکل نرالا ہے۔ ان کا

۸۴۔ ضیاء القرآن، ج۲،ص۱۰۴

Marfat.com

مقصد بھی نہایت اعلیٰ وارفع ہے۔قرآن وحدیث میں جتنے بھی واقعات بیان ہوئے ہیں، ان میں اخلاقی،تعلیمی،معاشرتی،سیاسی ،معاشی،قانونی،کلامی،فقہی اوردوسرے اعلیٰ پہلوپیش نظرہوتے ہیں۔ بلکہ قصے کامقصدکوئی نہ کوئی خاص پہلوہی ہوتاہے،جس سے انسان کوصحیح راہنمائی مہیاکرناہوتاہے۔

۴۔مستقبل کی منصوبہ بندی:

اچھا قصہ پڑھنے والا اس کے اندر اپنے ایمان کے لیے غذااوراپنی روح کے لیے لذت وحلاوت محسوس کرتا ہے۔وہ ماضی کی ان سرگزشتوں سے حاضر اور مستقبل کے حالات سے عہدہ برآہونے کے لیے سبق حاصل کرتاہے۔ایک لطیف قصہ کے پردے میں لوگ جوکچھ ہضم کرجاتے ہیں،وہ کھلے ہوئے وعظ کی شکل میں کبھی قبول نہیں کرتے۔(۸۵)

۵۔اعلیٰ کردار کے لیے مشعل راہ:

عام طور پر لوگ ان قصوں سے بہت دلچسپی لیتے ہیں جن میں کچھ چاشنی حسن وعشق کی ہو۔لیکن ایسے قصے بالعموم اخلاق کو بگاڑتے ہیں لیکن قرآن وحدیث کے قصوں کی یہ خصوصیت ہے کہ ان میں حسن وعشق کی چاشنی بھی ہے تو اعلیٰ کردار وصفات کامرقع بھی ہیں،ان قصوں میں اعلیٰ فطرت کے جوجوہر نمایاں کیے گئے ہیں وہ ایسے شاندار ہیں کہ ہر پڑھنے والے کے اندران کی تقلید کاجذبہ ابھرتاہے اور خاص بات یہ ہے کہ یہ تقلید ناممکن نہیں بلکہ ممکن محسوس ہوتی ہے۔(۸۶)

عام ادیب ومؤرخ جب کوئی قصہ قلم بند کرتے ہیں توان کے پیش نظرزیادہ

۸۵۔ تدبرِقرآن،ج۴،ص۸۵،۱۸۴ ۸۶۔ ایضاً

Marfat.com

تروتقی حفاظت مہیا کرنا ہوتا ہے۔تا کہ قاری کہانی، افسانہ یا ناول پڑھ کر ذہنی طور پر لطف اندوز ہو۔لیکن قرآن وحدیث میں جو قصے بیان ہوئے ہیں ان میں عبرت اور نصیحت کا پہلو ہی مقصود وغالب ہے۔تا کہ اہل ایمان ان قصوں کو پڑھ کر اخلاقی اور روحانی آسودگی حاصل کریں۔ ان داستانوں کی روشنی میں شاہراہ زندگی پر گامزن ہوں اور معاشرے میں فساد برپا کرنے والے نافرمان لوگوں سے پہلوتہی اختیار کریں۔

یہ حقیقت تقریباً ہر شخص پر واضح ہے کہ جس طرح قرآن وحدیث کی بیشمار نصائح انسانی زندگی کی اصلاح میں نمایاں کردار ادا کرتی ہیں، اسی طرح قرآن وحدیث میں موجود انبیاء کرام علیہم السلام اور امم سابقہ کے قصے بھی نصیحت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں، بلاشبہ انبیاء کرام وصالحین کا ایمان وایقان ،عزم واستقلال ،صبر وشکر، حلم وعلم، شجاعت وبہادری، زہد وعبادت اور تعلیم وتبلیغ کے واقعات وہ عظیم سرمایہ ہیں جو دین کی تفہیم وتشریع کے لیے کلیدی کردار ادا کرتے ہیں، اسی طرح شیاطین انس وجن کے حالات وواقعات بھی انسان کو طاغوتی سوچ وفکر اور راہِ عمل سے نجات کا ذریعہ ہیں۔

٦۔سامان عبرت ونصیحت:

پچھلے انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کی سرگذشتوں میں اہلِ عقل کے لیے بڑا سامانِ عبرت موجود ہے بشرطیکہ یہ عقل سے کام لیں اور ان سرگذشتوں کو صرف دوسروں کی حکایت سمجھ کر نہ سنیں یا پڑھیں، بلکہ ان سے خود اپنی زندگی کو درست کرنے کے لیے سبق حاصل کریں۔

ان قصوں کو بیان کرنے سے قرآن وحدیث کا مقصود تاریخ نگاری نہیں ہے بلکہ وہ ان قصوں کو یاد دلا کر تذکیر وموعظت کا سامان مہیا کرتے ہیں ،اور مسلمانوں کو انبیاءِ کرام علیہم السلام کی دعوت وعزیمت سے سبق لینے پر مجبور کرتے ہیں۔پھر ان قصوں کے

Marfat.com

درمیان علم وحکمت کے بے شمار خزانے پوشیدہ ہیں اور یہ انسان کو زندگی کے ان گنت مسائل پر صحیح اور بہترین رہنمائی مہیا کرتے ہیں۔

قصص الحدیث عام قصے کہانیوں سے ہٹ کر، ناولوں ڈائجسٹوں سے یکسر مختلف، بامقصد، سبق آموز، عبرتناک، ایمان افروز اور نصیحت انگیز ہیں۔

۷۔تہذیبی وثقافتی ضرورت:

انسانی فطرت میں شروع ہی سے یہ جستجو رہی ہے کہ وہ تہہ زمین ہوجانے والی قدیم تہذیبوں اور مٹی میں مل کر خاک ہوجانے والی قوموں کے حالات سے آگاہی حاصل کرے۔وہ لوگ جو قدیم تہذیبوں کے امین اور مختلف انسانی اقدار اور روایات کے حامل تھے، ان کی روایات وحالات کیا تھے؟ یہی فطری جستجو تھی، جس نے علم آثار قدیمہ کو وجود دیا اور اس کی ترقی کا ذریعہ بنی۔ماہرین آثار قدیمہ طویل عرصہ سے خصوصاً موجودہ دور میں، مدفون تہذیبوں، گم گشتہ امتوں اور خاک فنا کی لپیٹ میں آجانے والی قوموں کے حالات جاننے، ان کی تہذیب وثقافت، زندگی کے طور طریقوں، رہن سہن اور رہائش وطرز معاش جاننے کے لئے ہمہ وقت تحقیق وریسرچ میں مصروف ہیں۔

اس حقیقت کے باوجود کہ ماہرین آثار قدیمہ نے کسی قدر معلومات ضرور دیں، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کی ساری تحقیقات، ریسرچ ورک اور مطالعے، اصل حقیقتوں کو بالکل واضح نہ کرپائے، وہ حقیقتیں جن کی وجہ سے ان اقوام کو بعض اوقات آسمانی آفات کا سامنا کرنا پڑا یا ارضی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا، کبھی ان کو صفحہ ہستی سے ہی مٹا دیا گیا، کبھی ان کی شکلیں مسخ کردی گئیں اور وہ سور اور بندر بنادیئے گئے، حتیٰ کہ دور جدید کے سائنسدان انسان کی اصل بندر قرار دینے اور نظریہ ارتقاء کو ثابت کرنے کی سنگین غلطی کر بیٹھے۔

Marfat.com

وہ کیا حقیقتیں تھیں؟ان حقائق کو آثارقدیمہ کے ماہرین اپنی کھدائیوں کے ذریعے بیان ہی نہیں کرسکتے، نہ انہیں ماہرین ارضیات(GIOLOGISTS) اپنے آلات کے ذریعہ بتلانے پرقادر ہیں،صرف وحی الٰہی ہی وہ علم ہے جوان حقائق پر سے پردہ اٹھاتا ہے،علم آثارقدیمہ کے اندراس بات کی استطاعت نہیں کہ وہ ماضی کی اتھاہ گہرائیوں میں مدفون قدیم اقوام کے، ان حالات کوکھول سکے، جوان کی تباہی کے اسباب بنے۔ماہرین کسی بھی گم گشتہ تہذیب کے رہن سہن ،بودوباش اورطرز معاشرت پرتوکسی قدرروشنی ڈال سکتے ہیں،لیکن یہ معلوم کرنا کہ ان اقوام کے اخلاق کیا تھے؟،ان کا دین کیا تھا؟،وہ کن معاشرتی ،اخلاقی اورتہذیبی جرائم اور برائیوں میں مبتلا تھے؟۔ان کے عروج وزوال کے اسباب کیا تھے؟یہ سب کچھ بتانا آثارقدیمہ کیلئے ممکن نہیں۔امم ماضیہ کے حقیقی حالات،ان کے عروج وزوال اورتباہی وبربادی کے اسباب کوصرف وحی الٰہی (قرآن وحدیث)کے ذریعہ ہی معلوم کیا جاسکتا ہے۔وہ وحی الٰہی جوایک خزانہ ہے جس کی کوئی قیمت ممکن نہیں،جوشفاف طریقوں سے حقائق کوکھولتی اوراسرار سے پردہ اٹھاتی ہے، کیونکہ وہ ایسی علیم وخبیرہستی کی جانب سے منزل علم ہے،جس پرزمین وآسمان کا کوئی گوشہ اورکائنات ارضی وسماوی کا کوئی کونہ مخفی نہیں،جوسینے میں چھپے رازوں اورزاویۂ نگاہ کی خیانتوں تک سے واقف ہے۔ یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور۔(۸۷)ترجمہ:اللہ تعالیٰ آنکھوں سے اوجھل اورسینوں میں پوشیدہ چیزوں کوجانتا ہے۔وحی الٰہی اوراس سے حاصل ہونے والے علوم ایسے ہی اٹل اوریقینی حقائق انسان کومہیا کرتے ہیں۔قصص الحدیث میں بھی انہیں حقائق وواقعات کوبیان کیا گیا ہے۔

۸۷۔ المؤمن۴۰:۱۹

Marfat.com

۸۔ سائنسی علوم کے لیے ضرورت:

دور حاضر کی جدید ترین سائنسی موشگافیاں جنہیں سائنسی تحقیق اور ریسرچ کے نام سے دنیا کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، وحی الٰہی ان سارے حقائق کو زبان نبوت کے ذریعہ قرآن وحدیث میں صدیاں پہلے بتلا چکی ہے اور آج کی سائنسی تحقیقات درحقیقت انہیں حقیقتوں کی تصدیق وتائید کر رہی ہیں۔ گویا جدید سائنس وحی الٰہی کے تابع ہے نہ کہ وحی الٰہی سائنسِ جدید کے مطابق یعنی اصل وحی الٰہی ہے جب کہ سائنس جدید محض اس کی مؤید ومصدق۔

بعض ارباب فکر وعمل قرآن وحدیث کے علوم کو سائنس کے تابع بنانے کی جو کوشش کرتے ہیں، وہ بالکل مہمل ہے، کیونکہ جدید سائنسی تحقیقات ان ابدی اور اٹل حقائق کو پوری طور پر ثابت کر رہی ہیں، جو قرآن وحدیث نے چودہ صدیاں بیشتر بیان کئے ہیں۔

۹۔ قصص القرآن کی قصص الحدیث سے وضاحت:

قرآن کریم اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی واقعات اور قصص کی کتاب نہیں ہے، نہ ہی اس کا مقصد دلچسپ قصے سنانا ہے، بلکہ یہ تو کتاب ہدایت ونصیحت ہے جو واقعات صحیحہ کو عبرت اور موعظت کیلئے بیان کرتی ہے۔ لہٰذا مذکورہ تمام واقعات کے صرف وہی حصے قرآن کریم میں بیان کئے گئے جو اہل عقل کے لئے باعث عبرت ہیں۔ واقعہ کی متعلقہ جزئیات وتفصیلات جو عبرت آموز نہیں تھیں، انہیں خارج از مقصد ہونے کی وجہ سے قرآن کریم نے بیان نہیں کیا۔ چنانچہ اس کی متعدد مثالیں حضرت موسیٰ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات میں ملتی ہیں۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ قرآن کریم کی تفسیر ہے، اسی لیے ان واقعات کی

Marfat.com

تفصیل وتفسیر رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی۔مزید برآں یہ کہ ایسے بہت سے دیگرواقعات عبرت بھی رسول اللہ ﷺ نے امت کی تربیت کے لئے بیان فرمائے، جنہیں قرآن کریم نے بیان نہیں کیا۔

قرآن کریم کی حیثیت ایک دستور کی ہے اوردستور میں ہمیشہ اختصار کے ساتھ شقیں بیان کی جاتی ہیں اورتفصیلات سے اجتناب کیا جاتا ہے۔حدیث مبارکہ کی حیثیت تشریح وبیان کی ہے،اس لیے احادیث مبارکہ میں اس دستور کی تفصیلی شرح وبیان ہے۔ اس طرح قصص القرآن میں جواختصار ہے اس کی وضاحت قصص الحدیث میں بیان ہوئی ہے،جیسا کہ قصہ حضرت داؤداور حضرت سلیمان علیہما السلام کے بارے میں قرآن مجید(۸۸) میں اختصاراورحدیث مبارکہ(۸۹) میں تفصیل ہے۔

۱۰۔خدااوررسول کا طریق:

انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ اورمختلف اقوام واناس کے احوال وواقعات کا بیان قرآن مجید اوراحادیث طیبات کا اہم ترین حصہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے خودان کا تذکرہ کیااوراپنے حبیب مکرم ﷺ کوان کے تذکرے کا حکم دیا،تاکہ یہ کام آپ ﷺ کی سنت ہوجائے،اورعامۃ الناس یہ ذکرسن کران کی پاک خصلتوں سے نیکیوں کا ذوق وشوق حاصل کریں،اورگزشتہ اقوام واناس میں جوبری عادتیں تھیں،ان سے بچنے کی کوشش کریں۔

۱۱۔احادیث مبارکہ میں قصے بیان کرنے کا امتیاز:

قرآن کریم میں جس قدربھی قصے بیان ہوئے ہیں،سیدنا یوسف علیہ السلام کی

۸۸۔ الانبیاء۲۱:۷۸-۷۹

۸۹۔ مستدرک حاکم،کتاب تواریخ المتقدمین،رقم ۴۱۹۴،ج۲،ص ۴۷۸

Marfat.com

داستان کے علاوہ تمام قصے نہایت اختصار کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔لیکن احادیث مبارکہ میں جتنے قصے بیان ہوئے وہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں،جن میں داستان کے ہر پہلو پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے۔قرآن کریم کے قصوں کا اعجاز اختصار ہے اور قصص الحدیث کا اعجاز تفصیل ہے۔

Marfat.com

باب سوم

قصص الحدیث کی حیثیت اور قصص القرآن سے تعلق

Marfat.com

Marfat.com

باب سوم:

قصص الحدیث کی حیثیت اور قصص القرآن سے تعلق

الف: قصص الحدیث کی نوعیت وحیثیت:

یہ بحث دو اجزاء پر مشتمل ہے:

۱۔ قصص الحدیث کی نوعیت ۲۔ قصص الحدیث کی حیثیت

۱۔ قصص الحدیث کی نوعیت:

حدیث میں جو قصے بیان ہوئے ہیں وہ تین طرح کے ہیں:

۱۔ وہ قصے جو اجمالاً قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں اوران کی تفصیل احادیث مبارکہ میں بیان ہوئی ہے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ ہے۔

قصہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

" وَدَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ o فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ (۱)

ترجمہ: اور حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ بھی یاد کریں، جب وہ دونوں کھیتی کے ایک مقدمہ میں فیصلہ کرنے لگے، جب ایک قوم کی بکریاں اس کھیتی میں رات کے وقت بغیر چرواہے کے گھس گئی تھیں، اور ہم ان کے فیصلے کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ چنانچہ ہم ہی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ فیصلہ کرنے کا طریقہ سکھلایا۔

اس واقعہ کی تفصیل ہمیں احادیث مبارکہ سے ملتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

۱۔ الانبیاء۲۱: ۷۸-۷۹

Marfat.com

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ :(وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ) قَالَ: "كَرْمٌ قَدْ أَنْبَتَتْ عَنَاقِيدُهُ فَأَفْسَدَتْهُ الْغَنَمُ، قَالَ :فَقَضَى دَاوُدُ بِالْغَنَمِ لِصَاحِبِ الْكَرْمِ فَقَالَ سُلَيْمَانُ :غَيْرَ هَذَا يَا نَبِيَّ اللَّهِ، قَالَ :وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ :تَدْفَعُ الْكَرْمَ إِلَى صَاحِبِ الْغَنَمِ فَيَقُومُ عَلَيْهِ حَتَّى يَعُودَ كَمَا كَانَ وَتَدْفَعُ الْغَنَمَ إِلَى صَاحِبِ الْكَرْمِ فَيُصِيبَ مِنْهَا حَتَّى إِذَا عَادَ الْكَرْمُ كَمَا كَانَ دَفَعْتَ الْكَرْمَ إِلَى صَاحِبِهِ، وَدَفَعْتَ الْغَنَمَ إِلَى صَاحِبِهَا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ :(فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا) (الأنبياء۲۱:۷۹)" '(۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اس باغ کو بکریوں نے بگاڑ دیا تھا، حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ باغ کے نقصان کے بدلے یہ بکریاں باغ والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ فیصلہ سن کر عرض کی: اے اللہ کے نبی! اس کے سوا بھی فیصلہ کی کوئی صورت ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ کیا؟ جواب دیا کہ بکریاں باغ والے کے حوالے کر دی جائیں، وہ ان سے فائدہ اٹھاتا رہے اور باغ بکری والے کو دے دیا جائے یہ اس کی دیکھ بھال کرے۔ یہاں تک کہ وہ باغ اسی حالت میں آجائے جس پر تھا، تو باغ والے کو اس کا باغ سونپ دیا جائے اور بکریوں والے کو اس کی بکریاں دے دی جائیں۔ یہی مطلب اس آیت مبارکہ کا ہے۔

''ہم نے اس جھگڑے کا صحیح فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا''

۲۔ مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین، رقم ۴۱۹۴، ج ۳، ص ۴۷۸

Marfat.com

۲۔ وہ قصے جن کی تفصیل قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے اور احادیث مبارکہ میں ان کی اجمالی وضاحت ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ وحضرت خضر علیہما السلام کا قصہ تفصیلاً تو قرآن مجید (سورۃ الکہف آیت نمبر ۶۰-۸۲) میں بیان ہوا، لیکن یہ وضاحت کہ یہ کون سے موسیٰ تھے؟ ان کے ساتھ نوجوان کون تھا؟ اور اس واقعہ کی اصل وجہ کیا تھی؟ انکی وضاحت حدیث مبارکہ میں بیان ہوئی ہے، حدیث مبارکہ میں درج ذیل وضاحت ہے۔

۳۔ أَخْبَرَنِی سَعِیدُ بْنُ جُبَیْرٍ، قَالَ :قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ :إِنَّ نَوْفًا البَكَالِیَّ یَزْعُمُ أَنَّ مُوسَى لَیْسَ بِمُوسَى بَنِی إِسْرَائِیلَ، إِنَّمَا هُوَ مُوسَى آخَرُ؟ فَقَالَ :كَذَبَ عَدُوُّ اللَّهِ حَدَّثَنَا أُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :قَامَ مُوسَى النَّبِیُّ خَطِیبًا فِی بَنِی إِسْرَائِیلَ فَسُئِلَ أَیُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ فَقَالَ :أَنَا أَعْلَمُ، فَعَتَبَ اللَّهُ عَلَیْهِ، إِذْ لَمْ یَرُدَّ العِلْمَ إِلَیْهِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَیْهِ :أَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِی بِمَجْمَعِ البَحْرَیْنِ، هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ .قَالَ :یَا رَبِّ، وَكَیْفَ بِهِ؟ فَقِیلَ لَهُ :احْمِلْ حُوتًا فِی مِكْتَلٍ، فَإِذَا فَقَدْتَهُ فَهُوَ ثَمَّ، فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ بِفَتَاهُ یُوشَعَ بْنِ نُونٍ، وَحَمَلاَ حُوتًا فِی مِكْتَلٍ، حَتَّى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ وَضَعَا رُءُوسَهُمَا وَنَامَا، فَانْسَلَّ الحُوتُ مِنَ المِكْتَلِ فَاتَّخَذَ سَبِیلَهُ فِی البَحْرِ سَرَبًا، وَكَانَ لِمُوسَى وَفَتَاهُ عَجَبًا، فَانْطَلَقَا بَقِیَّةَ لَیْلَتِهِمَا وَیَوْمَهُمَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ :آتِنَا غَدَاءَنَا، لَقَدْ لَقِینَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا، وَلَمْ یَجِدْ مُوسَى مَسًّا مِنَ النَّصَبِ حَتَّى جَاوَزَ المَكَانَ الَّذِی أُمِرَ بِهِ، فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ :(أَرَأَیْتَ إِذْ أَوَیْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّی نَسِیتُ الحُوتَ وَمَا أَنْسَانِیهِ إِلَّا الشَّیْطَانُ) قَالَ مُوسَى :(ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِی

Marfat.com

فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا) فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ، إِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ، أَوْ قَالَ تَسَجَّى بِثَوْبِهِ، فَسَلَّمَ مُوسَى، فَقَالَ الْخَضِرُ: وَأَنَّى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ؟ فَقَالَ :أَنَا مُوسَى، فَقَالَ :مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَ :نَعَمْ، قَالَ :هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا قَالَ :إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا، يَا مُوسَى إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلَّمَنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ، وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ عَلَّمَكَهُ لَا أَعْلَمُهُ، قَالَ :سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا، وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا، فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ، لَيْسَ لَهُمَا سَفِينَةٌ، فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ، فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمَا، فَعُرِفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، فَجَاءَ عُصْفُورٌ، فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ، فَنَقَرَ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ، فَقَالَ الْخَضِرُ :يَا مُوسَى مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ إِلَّا كَنَقْرَةِ هَذَا الْعُصْفُورِ فِي الْبَحْرِ، فَعَمَدَ الْخَضِرُ إِلَى لَوْحٍ مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِينَةِ، فَنَزَعَهُ، فَقَالَ مُوسَى :قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا؟ قَالَ :أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا؟ قَالَ :لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا -فَكَانَتِ الْأُولَى مِنْ مُوسَى نِسْيَانًا -، فَانْطَلَقَا، فَإِذَا غُلَامٌ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ، فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ مِنْ أَعْلَاهُ فَاقْتَلَعَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ، فَقَالَ مُوسَى :أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ؟ قَالَ :أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا؟ - قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ :وَهَذَا أَوْكَدُ -فَانْطَلَقَا، حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ

Marfat.com

اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا، فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا، فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ، قَالَ الخَضِرُ :بِيَدِهِ فَأَقَامَهُ، فَقَالَ لَهُ مُوسَى :لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا، قَالَ :هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ "قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَرْحَمُ اللَّهُ مُوسَى، لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتَّى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا...وَقَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ :أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا وَأَمَّا الغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ۔(۳)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: کہ نوف بکالی کا خیال ہے کہ (حضرت خضر والے) موسیٰ، بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں ہیں بلکہ وہ کوئی اور موسیٰ ہیں، ابن عباس بولے: دشمن خدا جھوٹ بولتا ہے، مجھ سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سامنے کھڑے تقریر کر رہے تھے، تقریر ختم ہونے کے بعد ایک شخص نے دریافت کیا: کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام

۳۔ i- بخاری، کتاب العلم، رقم ۱۲۲، ص ۴۱ ii- ایضاً، رقم ۷۴، ص ۳۱

iii- ایضاً، رقم ۷۸، ص ۳۲ iv- ایضاً، کتاب الشروط رقم ۲۷۲۸، ص ۵۵۱

v- ایضاً، کتاب بدء الخلق، رقم ۳۲۷۸، ص ۶۶۵

vi- ایضاً، کتاب الانبیاء، رقم ۳۴۰۰-۳۴۰۲، ص ۶۹۲-۶۹۴

vii- ایضاً، کتاب التفسیر، رقم ۴۷۲۵-۴۷۲۷، ص ۹۶۶-۹۷۰

viii- ایضاً، کتاب التوحید، رقم ۷۴۷۸، ص ۱۵۰۹

ix- مسلم، کتاب الفضائل، رقم ۶۱۶۳-۶۱۶۸، ص ۹۹۴-۹۹۷

x- ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، رقم ۳۱۴۹-۳۱۵۲، ص ۱۲۰۹-۱۲۱۲

xi- ابوداؤد، کتاب السنۃ، رقم ۴۷۰۵-۴۷۰۷، ص ۸۸۱

xii- مسند احمد، الانصار، رقم ۲۱۱۷۶-۲۱۱۷۹، ص ۱۴۴-۱۴۷

Marfat.com

بولے: میں سب سے بڑا عالم ہوں۔خدا تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علم کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا۔ لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی گئی کہ میرے بندوں میں ایک بندہ مجمع البحرین میں رہتا ہے، وہ تم سے زیادہ عالم ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: الٰہی! اس سے ملاقات کس طرح ہوسکتی ہے؟ حکم ہوا کہ اپنے ساتھ زنبیل میں ایک (بھنی ہوئی) مچھلی رکھ لو (اور سفر کو چل دو)، جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے وہ شخص وہیں ملے گا۔

حسب الامر حضرت موسیٰ علیہ السلام چل دیے اور اپنے ساتھ ایک خادم یوشع بن نون کو بھی لیتے گئے اور دونوں نے مچھلی ایک زنبیل میں رکھ لی، چلتے چلتے جب ایک پتھر کے پاس پہنچے تو دونوں (رک گئے اور) پتھر پر سر رکھ کر سو گئے، اتنے میں مچھلی زنبیل سے پھڑک کر نکلی اور دریا میں سرنگ بناتی ہوئی داخل ہوگئی۔اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم کو بڑا تعجب ہوا!! (لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ نہ سمجھے کہ یہ وہی مچھلی ہے جو زنبیل میں تھی) خیر! (صبح کو اٹھ کر) پھر چل دیئے اور ایک شبانہ روز مزید سفر کیا (تیسرے روز) جب صبح ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا: ہم تو اس سفر سے بہت تھک گئے اب کھانا لے آؤ، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت تک کوئی تھکاوٹ نہ ہوئی تھی جب تک مقام مقررہ سے آگے نہ بڑھے تھے، بلکہ اس وقت تھکان ہونے لگی جب وہ مقام مقررہ سے آگے بڑھ گئے۔خادم نے عرض کی: کیا بتاؤں! جب ہم اس پتھر کے پاس پہنچے تو میں مچھلی وہاں بھول گیا (اور آپ سے میں نے اس کا تذکرہ نہ کیا)۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اسی کی تو ہم کو تلاش تھی چنانچہ الٹے پاؤں قدم پر قدم ڈالتے واپس لوٹے۔ پتھر تک پہنچے ہی تھے کہ ایک آدمی کپڑا اوڑھے ہوئے نظر آیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علیک سلیک کی۔ حضرت خضر علیہ السلام بولے تمہارے ملک میں سلام علیک کا رواج کہاں ہے (یہ تم نے سلام کیسے کیا؟) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں موسیٰ ہوں! خضر علیہ السلام بولے

Marfat.com

کیا بنی اسرائیل والے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہاہاں !اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیا میں آپ کے ہمراہ اس شرط پر چل سکتاہوں کہ خداوند تعالیٰ نے جوعلم آپ کوعطا کیا ہے اس میں سے کچھ حصہ کی مجھے بھی تعلیم دیجئے؟ حضرت خضر علیہ السلام بولے: آپ میرے ساتھ رہ کرصبر نہیں کرسکیں گے (درمیان میں بول اٹھیں گے)۔کیونکہ خداتعالیٰ نے اپنے علم خاص کا مجھے وہ حصہ عطا کیا ہے جوآپ کونہیں دیا۔اور آپ کووہ علم دیا جس سے میں ناواقف ہوں،حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا انشاء اللہ آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے میں آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔

آخرکار دونوں دریا کے کنارے چل دیئے کہ کشتی موجود نہ تھی،اتنے میں ادھر سے ایک کشتی کا گزرہوا،انہوں نے کشتی والوں سے سوار ہونے کے متعلق کچھ بات چیت کی،حضرت خضر علیہ السلام کولوگوں نے پہچان لیا،اس لئے کشتی والوں نے دونوں کوبغیر کرائے کے سوار کرلیا۔ (جب سوار ہوگئے توانہوں نے دیکھا کہ) ایک چڑیا آکرکشتی کے کنارے پربیٹھی اوراس نے ایک یادوچونچیں مارکر پانی پیا،حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ: ہمارے اورتمہارے علم نے خدا کے علم میں کوئی کمی نہ کی،جس طرح اس چڑیا کے پانی پینے سے سمندر میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے بسولا نکال کرکشتی کاایک تختہ نکال دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دیکھنے بھی نہ پائے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام تختہ اکھاڑ چکے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہاتم نے یہ کیا کیا؟ان لوگوں نے توبغیر کرایہ کے ہم کوسوار کرلیا تھااورتم نے ان کی کشتی توڑکرسب کوڈبونا چاہا۔تم نے یہ عجیب بات کی؟ حضرت خضر علیہ السلام بولے میں نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کرصبر نہیں کرسکوگے،حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ بھول پرمیری گرفت نہ کیجئے اور مجھ پر میرے کام میں دشواری نہ ڈالئے۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سب سے پہلی یہ حرکت بھول کی وجہ سے ہوئی۔ دونوں حضرات کشتی سے نکل کر چل دیئے، راستہ میں ایک لڑکا بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، حضرت خضر علیہ السلام نے اس کا سر پکڑ کر اس کی گردن علیحدہ کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بولے: تم نے ایک معصوم جان کو بلا قصور مار ڈالا، یہ تم نے بہت برا کام کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام بولے: کیا میں نے نہیں کہہ دیا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کرسکو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اچھا اب اس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ دریافت کروں، تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھنا۔ آپ نے میرا عذر بہت مان لیا۔ آخر کار پھر دونوں چل دیئے، راستہ میں ایک گاؤں میں پہنچے، گاؤں والوں سے کھانا مانگا، انہوں نے میزبانی کرنے سے انکار کر دیا، ان کو وہاں ایک دیوار نظر آئی جو گرنے کے قریب تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ہاتھ سے اس کو سیدھا کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ہم ان لوگوں کے پاس آئے اور انہوں نے ہم کو نہ کھانا دیا اور نہ ہماری مہمان نوازی کی، لیکن آپ نے ان کی دیوار ٹھیک کر دی، اگر آپ چاہتے تو اس کی اجرت لے لیتے۔ حضرت خضر علیہ السلام بولے: بس اسی جگہ پر میرے اور تمہارے درمیان جدائی ہے۔ میں ان تمام باتوں کی تم کو اطلاع دے دیتا ہوں جن پر تم صبر نہ کرسکے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہمارا دل چاہتا ہے کہ خداتعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ ہمارے لیئے اور بیان فرماتے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہوسکا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے! اگر وہ ضبط کر لیتے تو خداتعالیٰ ہمارے سامنے ان کا قصہ اور بیان کرتا۔ ابن عباس (تینوں باتوں کی تفصیل کے لیے یہ آیت) تلاوت فرماتے تھے: کشتی والوں سے آگے ایک ظالم

Marfat.com

بادشاہ تھا جو ثابت اور عمدہ کشتیاں چھین لیا کرتا تھا، (اس لیے حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی کو عیب دار کردیا)، وہ لڑکا کافر تھا اس کے والدین نیک آدمی تھے (خوف ہوا کہ کہیں والدین اسکی وجہ سے تباہ نہ ہوجائیں اس لئے حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو بحکم خدا قتل کردیا)

۳۔ وہ قصے جو صرف احادیث مبارکہ میں بیان ہوئے ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

i- أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ": بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً لَهُ، قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا، الْتَفَتَتْ إِلَيْهِ الْبَقَرَةُ فَقَالَتْ :إِنِّي لَمْ أُخْلَقْ لِهَذَا، وَلَكِنِّي إِنَّمَا خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ "فَقَالَ النَّاسُ :سُبْحَانَ اللهِ تَعَجُّبًا وَفَزَعًا، أَبَقَرَةٌ تَكَلَّمُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أُومِنُ بِهِ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" :بَيْنَا رَاعٍ فِي غَنَمِهِ، عَدَا عَلَيْهِ الذِّئْبُ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً، فَطَلَبَهُ الرَّاعِي حَتَّى اسْتَنْقَذَهَا مِنْهُ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ الذِّئْبُ فَقَالَ لَهُ :مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ، يَوْمَ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي؟

قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح۔(۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک آدمی ایک بیل پر بوجھ ڈالے ہوئے اسے ہانک رہا تھا کہ اس بیل نے اس آدمی کی طرف دیکھ کر کہا: کہ میں اس کام کیلئے پیدا نہیں کیا گیا ہوں، بلکہ مجھے تو کھیتی

۴۔ i- بخاری، کتاب فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم ۳۶۹۰، ص ۷۴۸

ii- مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، رقم ۶۱۸۳، ص ۱۰۰۰

iii- ترمذی، کتاب المناقب، رقم ۳۶۹۵، ص ۱۴۰۹

iv- مسند احمد، ابوهریرہ، رقم ۷۳۴۵، ص ۵۲۸

Marfat.com

باڑی کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔لوگوں نے حیرانگی اور گھبراہٹ میں سبحان اللہ کہا،اور کہا: کیا بیل بھی بولتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تو اس بات پر یقین کرتا ہوں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یقین رکھتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایک چرواہا اپنی بکریوں میں تھا کہ ایک بھیڑیا آیا اور ایک بکری پکڑ کر لے گیا،تو اس چرواہے نے اس بھیڑیے کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ اس بھیڑیے سے بکری چھڑا لی، تو بھیڑیے نے اس چرواہے کی طرف دیکھ کر کہا: کہ اس دن بکری کو کون بچائے گا کہ جس دن میرے علاوہ کوئی چرواہا نہیں ہوگا۔

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کا بچے کے بارے میں فیصلہ کرنے کا قصہ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

ii- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :بَيْنَمَا امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا، جَاءَ الذِّئْبُ، فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا، فَقَالَتْ هَذِهِ لِصَاحِبَتِهَا :إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ أَنْتِ، وَقَالَتِ الْأُخْرَى: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، فَتَحَاكَمَتَا إِلَى دَاوُدَ، فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى، فَخَرَجَتَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، فَأَخْبَرَتَاهُ، فَقَالَ: ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ بَيْنَكُمَا، فَقَالَتِ الصُّغْرَى :لَا يَرْحَمُكَ اللهُ، هُوَ ابْنُهَا، فَقَضَى بِهِ لِلصُّغْرَى ۔(۵)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دو عورتیں اپنے اپنے بچوں کے ساتھ جا رہی تھیں،ان میں سے ایک کے بچے

۵۔ مسلم، کتاب الاقضیۃ، رقم ۴۴۹۵، ص ۷۳۱

Marfat.com

کو بھیڑیا اٹھا کے لے گیا،ایک نے اپنی ساتھی سے کہا: تیرے بچے کو بھیڑیا اٹھا کے لیے گیا ہے۔دوسری نے کہا: نہیں! تیرے بچے کو لے گیا ہے۔ دونوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ پیش کیا۔حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کردیا۔پھر وہ دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گئیں، انہوں نے فرمایا: چھری لاؤ، میں اس کے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں کو دے دوں۔چھوٹی نے کہا: نہیں! اللہ تم پر رحم کرے! وہ اسی کا بیٹا ہے، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

۲۔قصص الحدیث کی حیثیت

کتب احادیث میں جو قصے بیان ہوئے ہیں، ان کے طرق روایات دو طرح کے ہیں:

۱۔ وہ قصے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی بیان فرمائے۔

۲۔ وہ قصے جو اسرائیلی علماء یا کتب کے ذریعے سے بیان ہوئے ہیں۔

۱۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ قصص:

ایسے قصے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی بیان فرمائے ہیں، وہ خواہ قولی ہوں یا تقریری ،ان کی حیثیت ومقام وہی ہے جو احادیث طیبات کا ہے یعنی یہ وحی الٰہی غیر متلو ہیں اور شریعت اسلامیہ کا دوسرا بڑا ماخذ ہیں۔(اس تمام کی تفصیل فصل اول میں گذر چکی ہے)

۲۔اسرائیلی علماء وکتب کے بیان کردہ قصص:

ایسے قصے جو اسرائیلی روایات کا حصہ ہیں، ان کا مقام وحیثیت متعین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اسرائیلی روایات کی تعریف ،حیثیت اور حکم کو جانا جائے۔اس لیے پہلے اسرائیلیات کی تعریف ،حیثیت اور حکم کو بیان کیا جاتا ہے، اس کے بعد قصص

Marfat.com

اسرائیلیات کی حیثیت اور حکم کو بیان کیا جائے گا۔

i. اسرائیلیات کی تعریف:

اسرائیلی روایات یا اسرائیلیات سے مراد وہ روایات ہیں جو یہودیوں یا عیسائیوں کے ذریعے سے مسلمانوں تک پہنچی ہیں، ان میں سے بعض براہ راست عہدناموں سے لی گئی ہیں، بعض مثناً اوران کی شروح سے، اور بعض وہ ہیں جو زبانی روایات سینہ بہ سینہ یہود و نصاریٰ سے نقل ہوتی چلی آئی ہیں، اور علاقہ عرب کے یہود و نصاریٰ میں مشہور و معروف تھیں۔ کتب احادیث و تفاسیر میں ان روایات کی ایک بڑی تعداد موجود ہے، ان روایات کا مسلمانوں میں رواج پانے کا ایک بڑا سبب یہودی اور عیسائی لوگوں کا اسلام لانا اور ان روایات کو بیان کرنا ہے۔

علامہ ذہبی اسرائیلیات کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فتلك الاخبار التی تحدث بها اهل الكتاب الذین دخلوا فی الاسلام هی التی یطلق علیها لفظ الاسرائیلیات"۔(۶)

ترجمہ: وہ روایات جو اہل کتاب سے مسلمان ہونے والے لوگوں سے مروی ہیں، انہیں اسرائیلیات کہا جاتا ہے۔

ii. اسرائیلیات کی اقسام:

اسرائیلی روایات کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ پہلی قسم: وہ روایات جن کی تصدیق قرآن مجید یا حدیث مبارکہ سے ثابت ہو یعنی وہ ہماری شریعت کے موافق ہیں۔(۷)

۶۔ ذہبی، محمد حسین، ڈاکٹر، التفسیر والمفسرون، ج۱، ص۱۶۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۲، ۱۹۹۶ء

۷۔ ابن تیمیہ، احمد، عبدالحلیم، مقدمۃ فی اصول التفسیر، ص۱۰، دار القرآن الکریم، ط۱، ۱۹۷۱ء

Marfat.com

اس کی مثال یہ حدیث مبارکہ ہے:

۱۔ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَكُونُ الأَرْضُ يَوْمَ القِيَامَةِ خُبْزَةً وَاحِدَةً، يَتَكَفَّؤُهَا الجَبَّارُ بِيَدِهِ كَمَا يَكْفَأُ أَحَدُكُمْ خُبْزَتَهُ فِي السَّفَرِ، نُزُلًا لِأَهْلِ الجَنَّةِ فَأَتَى رَجُلٌ مِنَ اليَهُودِ فَقَالَ: بَارَكَ الرَّحْمَنُ عَلَيْكَ يَا أَبَا القَاسِمِ، أَلَا أُخْبِرُكَ بِنُزُلِ أَهْلِ الجَنَّةِ يَوْمَ القِيَامَةِ؟ قَالَ: بَلَى قَالَ: تَكُونُ الأَرْضُ خُبْزَةً وَاحِدَةً، كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْنَا ثُمَّ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِإِدَامِهِمْ؟ قَالَ: إِدَامُهُمْ بَالَامٌ وَنُونٌ، قَالُوا: وَمَا هَذَا؟ قَالَ: ثَوْرٌ وَنُونٌ، يَأْكُلُ مِنْ زَائِدَةِ كَبِدِهِمَا سَبْعُونَ أَلْفًا۔(۸)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز زمین ایک روٹی کی مانند ہوگی، جس کو اللہ تعالیٰ اپنے دست قدرت سے لپیٹ دے گا، جیسے تم دسترخوان پر روٹی کو اکٹھا کر لیتے ہو اور ایسا اہل جنت کی مہمان نوازی کے لیے کرے گا۔ چنانچہ ایک یہودی آیا اور کہنے لگا: اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے! کیا میں آپ کو اہل جنت کی مہمانی کے بارے میں کچھ نہ بتاؤں؟ فرمایا کہ: کیوں نہیں۔ اس نے کہا کہ زمین ایک روٹی کی طرح ہوگی، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف توجہ فرمائی اور ہنسے، یہاں تک کہ دندانِ مبارک نظر آنے لگے، پھر فرمایا کہ: کیا میں تمہیں ان کے سالن کے متعلق نہ بتاؤں؟ فرمایا کہ: اس کا سالن لام نون کے ساتھ ہوگا اور اس کی کلیجی کے زائد حصے کو ستر ہزار آدمی کھائیں گے۔

۸۔i۔ بخاری، الرقاق، رقم ۶۵۲۰، ص ۱۳۲۵ ii۔ مسلم، صفات المنافقین، رقم ۷۰۵۷، ص ۱۱۵۰

Marfat.com

۲۔ دوسری قسم: وہ روایات جن کا جھوٹا ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے، یا جو قرآن وحدیث کے مخالف مفہوم رکھتی ہیں، جن کو قرآن وحدیث نے بطور مذمت بیان کیا ہے۔(۹)

ان کی مثال مندرجہ ذیل اسرائیلی قصے ہیں، جن سے عصمت انبیاء پر حرف آتا ہے:

۱۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے سونے کا بچھڑا بنی اسرائیل کے لیے بنایا اور انہیں اس کی عبادت کے لیے آمادہ کیا۔

۲۔ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔

۳۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت اور ملک پر شیطان جن کا مسلط ہونا اور بیویوں سے مباشرت کرنا۔(۱۰)

۳۔ تیسری قسم: وہ روایات جن کی نہ ہم تصدیق کر سکتے ہیں اور نہ ہی تکذیب، کیونکہ ہمارے پاس نہ تو کوئی ایسی روایت ہے جس کی تصدیق سے ہم انہیں صحیح کہہ سکیں، اور نہ کوئی ایسی روایت ہے جو ان کے مخالف ہو اور ہم انہیں غلط کہہ سکیں۔ (۱۱) اس کی مثال درج ذیل روایت ہے، جسے علامہ ابن کثیر نے روایت کیا ہے:

قوله تعالىٰ (وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً (۱۲) ونصه عن السدى قال كان رجل من بنى اسرائيل مكثر من المال فكانت له ابنة و كان له ابن اخ محتاج، فخطب اليه ابن اخيه ابنته ،فابى ان يزوجه، فغضب الفتى وقال والله لأقتلن عمي ولاخذن ماله ولانكحن ابنته ولآكلن ديته، فأتاه الفتى، وقدقدم تجارفى بعض اسباط بنى اسرائيل،

۹۔ ابن کثیر، عماد الدین، ابوالفداء، تفسیر القرآن العظیم، ج ۱، ص ۴، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۹۸۵ء

۱۰۔ ابو شہبۃ، محمد بن محمد، اسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر، ص ۱۰۷، مکتبۃ السنۃ، بیروت

۱۱۔ مقدمۃ فی اصول التفسیر، ص ۱۰ ۱۲۔ البقرۃ ۲:۶۷

Marfat.com

فقال یاعم انطلق معی فخذلی من تجارة ھؤلاء القوم ،لعلی ان اصیب منھافانھم اذارأوك معی اعطونی ،فخرج العم من الفتی لیلا، فلمابلغ الشیخ ذلك السبط، قتله الفتی ،ثم رجع الی اھله ،فلمااصبح جاء کانه یطلب عمه کانه لایدری این ھو؟فلم یجده فانطلق نحوہ، فاذاھم بذلك السبط مجتمعین علیه فاخذھم، وقال قتلھم عمی فادوالی دیته، فجعل یبکی ویحثوالتراب علی رأسه وینادی واعماہ، فرفعھم الی موسیٰ فقضی علیھم بالدیة ،فقالوا له یارسول الله:ادع لنا ربك حتی یبین لنامن صاحبه فیؤخذصاحب القضیة، فوالله ان دیته علینالھینة ولکن نستحی ان نعیربه، فذلك حین یقول تعالیٰ (وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْساً فَادّٰرَأْتُمْ فِیْھَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا کُنْتُمْ تَکْتُمُونَ (۱۳)(۱۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ارشاد:''اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: کہ اللہ تعالیٰ تمہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے'' کے بارے میں حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: کہ بنی اسرائیل میں ایک بہت مالدار شخص تھا،اس کی صرف ایک بیٹی تھی اورایک بھتیجاتھا جوغریب آدمی تھا۔اس آدمی کے بھتیجے نے اس سے بیٹی کارشتہ مانگااوراس نے رشتہ دینے سے انکارکردیا،اس پرنوجوان بھتیجا کوبہت غصہ آیااورکہا:اللہ کی قسم !میں چچاکوضرورقتل کروں گا،اس کے مال پرقبضہ کروں گا،اس کی بیٹی سے شادی کروں گااوراس کی دیت بھی دوسرے لوگوں سے لوں گا۔انہیں دنوں بنی اسرائیل کے دوسرے قبائل کے لوگ تجارت کے لیے آئے ہوئے تھے،نوجوان اپنے چچاکے پاس آیااورکہا: کہ اے چچا!ان لوگوں نے مجھ سے تجارت کا سامان لیاہے اورجھگڑاکررہے

۱۳۔ ایضاً:۲:۷۲ ۱۴۔ تفسیرابن کثیر،ج۱،ص۱۰۹

Marfat.com

ہیں، آپ میرے ساتھ چلیں وہ لوگ آپ کو دیکھ کر میرا مال واپس کردیں گے۔ چچارات کو نوجوان کیساتھ نکلا، جب ان کے قریب پہنچا تو نوجوان نے بوڑھے کو قتل کردیا، پھر اپنے گھر لوٹ آیا، صبح دوبارہ اس طرف گیا یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ وہ اپنے چچا کو تلاش کررہا ہے، پھر جب اس قبیلہ والوں کے پاس پہنچا، تو لوگوں کو وہاں اکٹھے پایا تو شور مچانا شروع کردیا: کہ تم نے میرے چچا کو قتل کیا ہے اور ان سے دیت (خون بہا) کا مطالبہ کیا۔ نوجوان نے رونا دھونا شروع کردیا، قبیلہ کے دوسرے افراد نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر دیت کا فیصلہ دیا، تو وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! اپنے رب سے دعا کیجئے! کہ وہ ہمارے لیے واضح کردے کہ قاتل کون ہے؟ کیونکہ دیت ادا کرنا ہمارے لیے باعث شرم وعار ہے۔ اسی بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جب تم نے ایک جان کو قتل کیا تو تم اس کو چھپا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ جو تم چھپاتے ہو اسے ظاہر کرنے والا ہے''۔

۴۔ چوتھی قسم: وہ روایات جن کو قرآن وحدیث نے بغیر انکار کے بیان کیا ہے اور انکا منسوخ ہونا ظاہر نہیں، ایسی روایات سابقہ شرائع کی طرح شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حصہ ہیں۔ اس کی مثال درج ذیل قصہ ہے:

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِنَّ مُوسَى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سِتِّيرًا، لاَ يُرَى مِنْ جِلْدِهِ شَيْءٌ اسْتِحْيَاءً مِنْهُ، فَآذَاهُ مَنْ آذَاهُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَقَالُوا :مَا يَسْتَتِرُ هَذَا التَّسَتُّرَ، إِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهِ :إِمَّا بَرَصٌ وَإِمَّا أُدْرَةٌ :وَإِمَّا آفَةٌ، وَإِنَّ اللَّهَ أَرَادَ أَنْ يُبَرِّئَهُ مِمَّا قَالُوا لِمُوسَى، فَخَلاَ يَوْمًا وَحْدَهُ، فَوَضَعَ ثِيَابَهُ عَلَى الحَجَرِ، ثُمَّ اغْتَسَلَ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ

Marfat.com

إِلَى ثِيَابِهِ لِيَأْخُذَهَا، وَإِنَّ الحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهِ، فَأَخَذَ مُوسَى عَصَاهُ وَطَلَبَ الحَجَرَ، فَجَعَلَ يَقُولُ :ثَوْبِي حَجَرُ، ثَوْبِي حَجَرُ، حَتَّى انتَهَى إِلَى مَلَإٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَرَأَوْهُ عُرْيَانًا أَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ، وَأَبْرَأَهُ مِمَّا يَقُولُونَ، وَقَامَ الحَجَرُ، فَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَلَبِسَهُ، وَطَفِقَ بِالحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ، فَوَاللَّهِ إِنَّ بِالحَجَرِ لَنَدَبًا مِنْ أَثَرِ ضَرْبِهِ، ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا أَوْ خَمْسًا، فَذَلِكَ قَوْلُهُ :يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا "

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ يَغْتَسِلُونَ عُرَاةً، يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، وَكَانَ مُوسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ، فَقَالُوا :وَاللَّهِ مَا يَمْنَعُ مُوسَى أَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهُ آدَرُ، فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ، فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى حَجَرٍ، فَفَرَّ الحَجَرُ بِثَوْبِهِ، فَخَرَجَ مُوسَى فِي إِثْرِهِ، يَقُولُ :ثَوْبِي يَا حَجَرُ، حَتَّى نَظَرَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ إِلَى مُوسَى، فَقَالُوا :وَاللَّهِ مَا بِمُوسَى مِنْ بَأْسٍ، وَأَخَذَ ثَوْبَهُ، فَطَفِقَ بِالحَجَرِ ضَرْبًا "فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ :وَاللَّهِ إِنَّهُ لَنَدَبٌ بِالحَجَرِ، سِتَّةٌ أَوْ سَبْعَةٌ، ضَرْبًا بِالحَجَرِ (۱۵)

ترجمہ: امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱۵۔ i- بخاری، کتاب الانبیاء، رقم ۳۴۰۴، ص ۲۷۷ ii- ایضاً، کتاب الغسل، رقم ۲۷۸، ص ۲۴
iii- ایضاً، کتاب التفسیر، رقم ۴۷۹۹، ص ۹۹۵
iv- مسلم، کتاب الفضائل، رقم ۶۱۴۶-۶۱۴۷، ص ۱۰۹۴
v- مسلم، کتاب الحیض، رقم ۷۷۰، ص ۱۵۰

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت باحیا اور ستر فرمانے والے تھے، ان کے جسم کا کوئی حصہ انتہائی حیا کی وجہ سے دیکھا نہ جاسکتا تھا۔ بنواسرائیل کے موذی قسم کے لوگوں نے انہیں اذیت پہنچانے کے لیے، یہ کہنا شروع کردیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قدر ستر کرنے کی کوئی وجہ بجز اس کے نہیں کہ: ان کے جسم میں کوئی عیب ہے یا تو برص ہے یا ''ادر'' (خصیوں کا مرض) ہے یا کوئی اور بیماری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ وہ عیب زنی کرتے تھے اس سے ان کی برأت ظاہر فرمائیں، چنانچہ (اس کی صورت یہ فرمائی کہ) ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں قضائے حاجت کے لیے صحرا میں نکلے اور اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیے، پھر غسل فرمانے لگے، غسل سے فارغ ہوکر انہوں نے اپنے کپڑے اٹھانے کے لیے پتھر کی طرف رخ کیا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ: پتھر ان کے کپڑے لیے تیزی سے دوڑا چلا جارہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا اٹھایا (اور پتھر کی طرف دوڑے) تو لوگوں نے انہیں برہنہ دیکھ لیا اور دیکھا کہ: اللہ تعالیٰ نے انہیں بہترین اور خوبصورت جسم عطا کیا (اور وہ ہر عیب و مرض سے پاک ہیں) اور اللہ نے ان کی برأت ظاہر فرمادی، اس بات سے جو بنی اسرائیل ان کے متعلق کہتے تھے اور پتھر رک گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کپڑے لئے اور انہیں پہن لیا پھر (غصہ اور شرم کے مارے) اپنے عصا سے پتھر پر مارنا شروع کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کی قسم! پتھر پر ان کی اس ضرب کے نشانات ہیں: تین یا چار یا پانچ، اور اسی واقعہ کی جانب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جنہوں نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو ایذاء پہنچائی، پھر اللہ نے ان کی برأت ظاہر فرمائی اس بات سے جو انہوں نے (بنی اسرائیل نے) کہی اور وہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کے نزدیک بہت صاحبِ وجاہت وحسن تھے''۔

بخاری کی ایک دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بنواسرائیل کی عادت تھی کہ وہ برہنہ ہو کر (سب کے سامنے) غسل کیا کرتے تھے اور (بے شرمی سے) آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا کرتے تھے، جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں غسل فرماتے تھے (سب سے چھپ کر جو حیا کا فطری تقاضا تھا) بنی اسرائیل نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ: اللہ کی قسم! حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہمارے ساتھ غسل کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ ''آدر'' ہیں (وہ شخص جس کے خصیے میں مرض ہو)۔ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کے لیے تشریف ..لے گئے ،اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھے (اور غسل فرمانے لگے)،اُدھر وہ پتھر (اللہ کے حکم سے) ان کے کپڑے سمیت بھاگنے لگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑے :اے پتھر میرے کپڑے! یہاں تک کہ بنواسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (عریاناً) دیکھ لیا اور کہنے لگے کہ: اللہ کی قسم! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اندر تو کوئی عیب نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لیے اور پتھر کو مارنا شروع کر دیا''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اللہ کی قسم! پتھر میں اس مار کے نشانات ہیں تقریباً چھ یا سات۔

iii. اسرائیلیات کا حکم: چاروں قسم کی اسرائیلی روایات کو قبول ورد کرنے کے حوالے سے احکام درج ذیل ہیں:

۱۔ پہلی قسم کا حکم: وہ اسرائیلی روایات جن کی تصدیق قرآن وحدیث سے ہوتی ہے، یا جن کو قرآن وحدیث میں بطور مدحت بیان کیا گیا ہے۔ ان کے صحیح ہونے اور دین اسلام میں حجت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ ہمارے لیے قابل استدلال وحجت

Marfat.com

ہیں۔(۱۶)

۲۔دوسری قسم کا حکم: وہ اسرائیلی روایات جو قرآن وحدیث کے مخالف ہیں ان کے غلط ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ روایات قابل روایت واستدلال نہیں ہیں۔(۱۷)

۳۔تیسری قسم کا حکم: وہ اسرائیلی روایات جن کی تصدیق یا تکذیب، قرآن وحدیث سے نہیں ہوئی یعنی نہ یہ ثابت ہے کہ وہ سچی ہیں اور نہ یہ ثابت ہے کہ وہ جھوٹی ہیں۔ اس قسم کی روایات کو بیان کرنا تو جائز ہے۔(۱۸) البتہ ان سے کسی شرعی مسئلہ کا استدلال درست نہیں ہے۔(۱۹) اس کے بارے میں اکثر آئمہ وعلماء نے خاموشی اختیار کی ہے۔(۲۰) البتہ دینی وشرعی مسائل کے علاوہ دوسرے معاملات ومسائل میں ان روایات سے راہنمائی لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

چوتھی قسم کا حکم: ایسی روایات وقصے جن کو قرآن وحدیث نے بغیر انکار کے بیان کیا ہے، اور ان کا منسوخ ہونا ظاہر نہیں ہے۔ یہ روایات وقصے شریعت محمدیہ ﷺ میں حجت ہیں، ان پر عمل لازم ہے اور ان سے استدلال واستنباط بھی درست وجائز ہے۔

اس کے بارے میں علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

اصول فقہ میں یہ مقرر ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ بغیر مذمت وانکار کے کوئی قصہ سابقہ یا کوئی سابقہ حکم بیان کریں اور اس کا نسخ ظاہر نہ ہو، تو وہ بھی ہماری شریعت ہے۔(۲۱)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

۱۶۔ الاسرائیلیات لابی شھبہ، ص ۱۰۶ ۱۷۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۴

۱۸۔ مقدمہ فی اصول التفسیر، ص ۱۰۰

۱۹۔ تقی عثمانی، محمد، علوم القرآن، ص ۳۴۶، مکتبہ دار العلوم، کراچی، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء

۲۰۔ مقدمہ فی اصول التفسیر، ص ۱۰

۲۱۔ حصکفی، محمد بن علی، علامہ حنفی، الدر المختار، ج ۱، ص ۶۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۷ھ

Marfat.com

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں برہنہ ہو کر غسل کرتے تھے، لیکن یہ ہم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ شریعت سابقہ کی اتباع ہم پر بھی لازم ہے یا نہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اگر شریعت سابقہ کا قصہ مذمت کیساتھ نہیں بیان کیا گیا تو وہ ہم پر بھی لازم ہے۔(۲۲)

iv. **قصص اسرائیلیات کا حکم:** قصص اسرائیلیات کا حکم بھی مذکورہ بالا چاروں اقسام کی طرح ہی ہے۔ کیونکہ یہ اسرائیلی روایات کا ہی حصہ ہیں۔

۱۔ **پہلی قسم:** جن کی تصدیق قرآن وحدیث سے ہوتی ہے ان قصص اسرائیلیات کا حکم اور حیثیت قرآن وحدیث کی طرح ہے یعنی یہ قابل استدلال وحجت ہیں۔

۲۔ **دوسری قسم:** جن کی تکذیب قرآن وحدیث سے واضح ہے، یہ قطعاً غلط ہیں اور ناقابل حجت واستدلال ہیں۔

۳۔ **تیسری قسم:** جن کی تصدیق وتکذیب واضح نہیں ہے، یہ دینی وشرعی امور میں قابل حجت نہیں ہیں، البتہ زندگی کے دوسرے مسائل ومعاملات میں ان سے رہنمائی درست ہے۔

۴۔ **چوتھی قسم:** جن کو بطور مذمت بیان نہیں کیا گیا اور ان کا نسخ واضح نہیں ہے، یہ قصے ہماری شریعت میں حجت ہیں اور قابل استدلال واستنباط ہیں۔

v. **قصص مقالہ:** اس مقالہ میں پہلی، تیسری اور چوتھی قسم کے قصص سے تحقیق کی گئی ہے۔

ب: قصص القرآن اور قصص الحدیث کا باہمی ربط وتعلق:

قصص القرآن اور قصص الحدیث کا کئی لحاظ سے آپس میں ربط وتعلق ہے،

۲۲۔ نعمۃ الباری، ج۱، ص۷۵۷

Marfat.com

ذیل میں ہم باہمی ربط وتعلق کے چند نکات کے حوالے سے جائزہ لیتے ہیں:

ا۔ دونوں بذریعہ وحی:

قصص القرآن اور قصص الحدیث دونوں کا ہم تک پہنچنے کا ذریعہ ایک ہی ہے اور وہ ذریعہ وحی ہے۔ قرآن کے قصے بھی وحی کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں اور حدیث کے قصے بھی بذریعہ وحی ہم تک پہنچے ہیں، صرف فرق اتنا ہے کہ قرآن کے قصے وحی متلو ہین اور حدیث کے قصے وحی غیر متلو ہیں (۲۳)۔ ورنہ قصص القرآن کی وحی بھیجنے والا بھی وہی خالق و مالک ہے اور قصص الحدیث کی وحی بھیجنے والا بھی وہی اللہ تعالیٰ ہے۔

حدیث کے وحی الٰہی ہونے اور محفوظ ہونے کے دلائل:

جس طرح قرآن مجید وحی الٰہی ہے اسی طرح حدیث مبارکہ بھی وحی الٰہی ہے، قرآن مجید میں ہے:

وَمَايَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى ۝ (۲۴)

ترجمہ: وہ یعنی نبی کریم ﷺ اپنی مرضی سے نہیں بولتے بلکہ جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے (وہ وہی کلام فرماتے ہیں)۔

اس آیت مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کو وحی کہا گیا ہے اور اس سے قرآن کی طرح حدیث مبارکہ بھی مراد ہے۔ (۲۵)

علامہ ابن حزم ظاہری قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کو ذکر کرتے ہیں:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ۝ (۲۶)

۲۳۔ علوم القرآن، ص ۴۰   ۲۴۔ النجم ۵۳: ۳-۴

۲۵۔ ضیاء القرآن، ج ۵، ص ۱۱   ۲۶۔ الحجر ۱۵: ۹

Marfat.com

اس آیت مبارکہ سے آپ ثابت کرتے ہیں کہ حدیث رسول بھی وحی ہے اور ذکر سے مراد حدیث بھی ہے اور حدیث بھی محفوظ ہے۔

علامہ ابن حزم لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے متنبہ کیا اور فرمایا کہ:

اس کے نبی کا کلام سب کا سب وحی ہے اور وحی بالاتفاق ذکر ہے اور ذکر محفوظ ہے۔ اس لیے یہ بات درست ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا کلام تمام کا تمام محفوظ ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ اور اس نے ضمانت دی ہے کہ اس کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوگا۔ اس لیے جس چیز کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، وہ یقیناً محفوظ رہے گی۔ پس کلام نبوی ﷺ ہم تک سب کا سب منقول ہو چکا ہے اور اس بناء پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہم پر ہمیشہ کیلئے قائم ہو چکی ہے۔ (۲۷)

۲۔ دونوں ایک ہی شخصیت کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں:

جس طرح قصص القرآن کی وحی اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ پر کی اور حضور ﷺ کے ذریعے یہ قصے ہمارے کانوں تک پہنچے، بالکل اسی طرح قصص الحدیث کی وحی بھی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر کی۔ اور حضور اکرم ﷺ کے ذریعے یہ قصے ہماری راہنمائی کا باعث بنے۔ چنانچہ اس سے بڑھ کر اور کیا ربط اور تعلق ہوگا کہ دونوں طرح کے قصص کی وحی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر نازل کی اور آپ ﷺ کے ذریعے ہم آج ان سے عبرت اور راہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔ قرآن اور حدیث دونوں ایک ہی شخصیت کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں، اس کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے:

۲۷۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ج ۱، ص ۹۹

Marfat.com

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " : لَا تَكْتُبُوا عَنِّي، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ، وَحَدِّثُوا عَنِّي، وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ -قَالَ هَمَّامٌ :أَحْسِبُهُ قَالَ- مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ -(۲۸)

مفہوم:

اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ مجھ پر تو قرآن بھی نازل ہوتا ہے اور حدیث بھی۔ میں تو تمہیں قرآن بھی بیان کرتا ہوں اور حدیث بھی۔ مگر اے میرے صحابہ! اس وقت جبکہ قرآن نازل ہو رہا ہے مجھ سے سوائے قرآن کے کوئی چیز نہ لکھو، تا کہ قرآن اور حدیث کا آپس میں التباس نہ ہو۔ جس کسی نے قرآن کے علاوہ مجھ سے کوئی چیز لکھی وہ اسے مٹا دے۔ اس فرمان کے ساتھ ہی ارشاد فرماتے ہیں: کہ ہاں مجھ سے زبانی روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مجھ سے زبانی روایت کرو اور جس کسی نے میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی، اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لیا۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت صرف قرآن کریم لکھنے کا اہتمام کرو۔ ۔۔اس وقت فقط قرآن کریم کی کتابت کا اہتمام ضروری ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے خاص اہتمام تو کتابت قرآن کا فرمایا، کاتبین وحی مقرر فرمائے، البتہ جن لوگوں نے از خود حدیث نبوی ﷺ کی کتابت کی اجازت چاہی، ان کو اجازت دے دی اور بوقت ضرورت خود بھی خاص خاص احکام اور خاص خاص خطبوں کے لکھنے کا حکم دیا، تا کہ معلوم ہو جائے کہ

۲۸۔ مسلم، کتاب الزھد، رقم ۷۵۱۰، ص ۱۱۹۷

Marfat.com

کتابت حدیث میں ذرہ برابر کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ امر مستحسن ہے۔(۲۹)

مولانا کاندھلوی کی اس عبارت میں دو مقامات پر" اس وقت کے" الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ ممانعت کتابت بھی ایک خاص وقت کیلئے تھی، اور پھر حدیث کی روایت کی ممانعت تو اس وقت بھی نہ تھی۔ مولانا کاندھلوی کا یہ فقرہ کہ" اس وقت فقط قرآن کریم کی کتابت کا اہتمام ضروری ہے" بتا رہا ہے کہ اس خاص وقت میں بھی صرف اور صرف قرآن اور حدیث کے آپس میں خلط ملط ہونے کی وجہ سے ممانعت تھی، اس کے علاوہ کوئی اور وجہ نہ تھی۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ پورے کا پورا قرآن جس میں قصص القرآن بھی شامل ہیں حضور ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچا اور پوری کی پوری حدیث جس میں قصص الحدیث بھی شامل ہیں، حضور ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں اور ان دونوں کو ہم تک پہنچانے والی شخصیت صرف اور صرف ایک حضور ﷺ ہی ہیں۔

۳۔ قصص القرآن کی قصص الحدیث سے وضاحت:

قرآن مجید ایک جامع کتاب ہے۔ اس میں ہمارے لئے پوری زندگی کیلئے رہنما اصول موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں بعض مضامین تفصیل سے بیان کیے ہیں اور اکثر اختصار کے ساتھ۔ پھر ان مضامین کی جملہ تفاصیل حضور اکرم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں بیان فرمائیں۔ اسی طرح قرآن مجید نے اکثر قصص کو اختصار کے ساتھ بیان کیا اور ان قصص کی تفصیل آپ ﷺ نے بیان فرمائیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

۲۹۔ حجیت حدیث، ص ۱۱۳

Marfat.com

قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ ○النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ○إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ○وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ○وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ○(۳۰)

ترجمہ: خندقوں والے (لوگ) ہلاک کر دیے گئے۔ (یعنی) اس بھڑکتی آگ (والے دن) جو بڑے ایندھن سے (جلائی گئی) تھی۔ جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے۔ وہ خود گواہ ہیں جو کچھ وہ اہل ایمان کے ساتھ کر رہے تھے (یعنی انہیں آگ میں پھینک پھینک کر جلا رہے تھے)۔ انہیں ان (مومنوں) کی طرف سے اور کچھ (بھی) ناگوار نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے تھے، جو غالب (اور) لائقِ حمد وثنا ہے۔

اس قصہ کی مزید تفصیل آقا کریم ﷺ نے بیان فرمائی، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

۳۔ عَنْ صُهَيْبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :كَانَ مَلِكٌ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ، فَلَمَّا كَبِرَ، قَالَ لِلْمَلِكِ :إِنِّي قَدْ كَبِرْتُ، فَابْعَثْ إِلَيَّ غُلَامًا أُعَلِّمْهُ السِّحْرَ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهُ، فَكَانَ فِي طَرِيقِهِ، إِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ فَقَعَدَ إِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهُ، فَأَعْجَبَهُ فَكَانَ إِذَا أَتَى السَّاحِرَ مَرَّ بِالرَّاهِبِ وَقَعَدَ إِلَيْهِ، فَإِذَا أَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهُ، فَشَكَا ذَلِكَ إِلَى الرَّاهِبِ، فَقَالَ :إِذَا خَشِيتَ السَّاحِرَ، فَقُلْ :حَبَسَنِي أَهْلِي، وَإِذَا خَشِيتَ أَهْلَكَ فَقُلْ :حَبَسَنِي السَّاحِرُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَتَى عَلَى دَابَّةٍ عَظِيمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ، فَقَالَ :الْيَوْمَ أَعْلَمُ آلسَّاحِرُ أَفْضَلُ أَمِ

۳۰۔ البروج ۸۵:۴۔۸

Marfat.com

الرَّاهِبُ أَفْضَلُ؟ فَأَخَذَ حَجَرًا، فَقَالَ :اللهُمَّ إِنْ كَانَ أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ أَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هَذِهِ الدَّابَّةَ، حَتَّى يَمْضِيَ النَّاسُ، فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا، وَمَضَى النَّاسُ، فَأَتَى الرَّاهِبَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ :أَيْ بُنَيَّ أَنْتَ الْيَوْمَ أَفْضَلُ مِنِّي، قَدْ بَلَغَ مِنْ أَمْرِكَ مَا أَرَى، وَإِنَّكَ سَتُبْتَلَى، فَإِنِ ابْتُلِيتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ، وَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِءُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ، وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْأَدْوَاءِ، فَسَمِعَ جَلِيسٌ لِلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عَمِيَ، فَأَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيرَةٍ، فَقَالَ :مَا هَاهُنَا لَكَ أَجْمَعُ، إِنْ أَنْتَ شَفَيْتَنِي، فَقَالَ :إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا إِنَّمَا يَشْفِي اللهُ، فَإِنْ أَنْتَ آمَنْتَ بِاللهِ دَعَوْتُ اللهَ فَشَفَاكَ، فَآمَنَ بِاللهِ فَشَفَاهُ اللهُ، فَأَتَى الْمَلِكَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ كَمَا كَانَ يَجْلِسُ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَنْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ؟ قَالَ :رَبِّي، قَالَ :وَلَكَ رَبٌّ غَيْرِي؟ قَالَ: رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ، فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتَّى دَلَّ عَلَى الْغُلَامِ، فَجِيءَ بِالْغُلَامِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ :أَيْ بُنَيَّ قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ مَا تُبْرِءُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ، وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ، فَقَالَ :إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا، إِنَّمَا يَشْفِي اللهُ، فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتَّى دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ، فَجِيءَ بِالرَّاهِبِ، فَقِيلَ لَهُ :ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ، فَأَبَى، فَدَعَا بِالْمِنْشَارِ، فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ، فَشَقَّهُ حَتَّى وَقَعَ شِقَّاهُ، ثُمَّ جِيءَ بِجَلِيسِ الْمَلِكِ فَقِيلَ لَهُ :ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ، فَأَبَى فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ، فَشَقَّهُ بِهِ حَتَّى وَقَعَ شِقَّاهُ، ثُمَّ جِيءَ بِالْغُلَامِ فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ، فَأَبَى فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ،

Marfat.com

فَقَالَ :اذْهَبُوا بِهِ إِلَى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا، فَاصْعَدُوا بِهِ الْجَبَلَ، فَإِذَا بَلَغْتُمْ ذُرْوَتَهُ، فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ، وَإِلَّا فَاطْرَحُوهُ، فَذَهَبُوا بِهِ فَصَعِدُوا بِهِ الْجَبَلَ، فَقَالَ :اللهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَرَجَفَ بِهِمِ الْجَبَلُ فَسَقَطُوا، وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ :مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ؟ قَالَ :كَفَانِيهِمُ اللهُ، فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ :اذْهَبُوا بِهِ فَاحْمِلُوهُ فِي قُرْقُورٍ، فَتَوَسَّطُوا بِهِ الْبَحْرَ، فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاقْذِفُوهُ، فَذَهَبُوا بِهِ، فَقَالَ :اللهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَانْكَفَأَتْ بِهِمِ السَّفِينَةُ فَغَرِقُوا، وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ :مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ؟ قَالَ :كَفَانِيهِمُ اللهُ، فَقَالَ لِلْمَلِكِ :إِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِي حَتَّى تَفْعَلَ مَا آمُرُكَ بِهِ، قَالَ :وَمَا هُوَ؟ قَالَ :تَجْمَعُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ، وَتَصْلُبُنِي عَلَى جِذْعٍ، ثُمَّ خُذْ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِي، ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ، ثُمَّ قُلْ :بِاسْمِ اللهِ رَبِّ الْغُلَامِ، ثُمَّ ارْمِنِي، فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ قَتَلْتَنِي، فَجَمَعَ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ، وَصَلَبَهُ عَلَى جِذْعٍ، ثُمَّ أَخَذَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ، ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِي كَبْدِ الْقَوْسِ، ثُمَّ قَالَ :بِاسْمِ اللهِ، رَبِّ الْغُلَامِ، ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ السَّهْمُ فِي صُدْغِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ فِي صُدْغِهِ فِي مَوْضِعِ السَّهْمِ فَمَاتَ، فَقَالَ النَّاسُ :آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ، آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ، آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ، فَأُتِيَ الْمَلِكُ فَقِيلَ لَهُ :أَرَأَيْتَ مَا كُنْتَ تَحْذَرُ؟ قَدْ وَاللهِ نَزَلَ بِكَ حَذَرُكَ، قَدْ آمَنَ النَّاسُ، فَأَمَرَ بِالْأُخْدُودِ فِي أَفْوَاهِ السِّكَكِ، فَخُدَّتْ وَأَضْرَمَ النِّيرَانَ، وَقَالَ :مَنْ لَمْ يَرْجِعْ

Marfat.com

عَنْ دِينِهِ فَأَحْمُوهُ فِيهَا، أَوْ قِيلَ لَهُ :اقْتَحِمْ، فَفَعَلُوا حَتَّى جَاءَتِ امْرَأَةٌ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا فَتَقَاعَسَتْ أَنْ تَقَعَ فِيهَا، فَقَالَ لَهَا الْغُلَامُ يَا أُمَّهْ اصْبِرِي فَإِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ ".(۳۱)

نقد حدیث: امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔

ترجمہ: حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم سے پچھلی امتوں میں ایک بادشاہ تھا، اس کے یہاں ایک جادوگر تھا، جب وہ بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ: میں بوڑھا ہوگیا ہوں، میرے پاس کسی لڑکے کو بھیج دو تا کہ میں اسے جادو سکھاؤں (اور وہ میرے بعد اس کام کو جاری رکھے گا)۔ بادشاہ نے ایک کم عمر لڑکے کو جادو سیکھنے کے لیے جادوگر کے پاس بھیج دیا، وہ لڑکا جب جادوگر کے پاس جاتا تو راستہ میں ایک راہب (بنی اسرائیل کا عبادت گذار بندہ جس نے دنیا ترک کردی ہو اسے راہب کہا جاتا ہے) پڑتا تھا۔ وہ ایک بار اس راہب کے پاس بیٹھ گیا، اور اس کی باتیں سنیں، تو اسے بہت اچھی لگیں۔ چنانچہ اس نے یہ معمول بنالیا: کہ جب بھی جادوگر کے پاس آتا تو راہب کے پاس سے ہوکر آتا اور اس کے پاس کچھ دیر بیٹھا کرتا۔

پھر جب وہ جادوگر کے پاس آتا تو وہ اسے (دیر سے آنے کی وجہ سے) مارتا، اس لڑکے نے جادوگر کے ظلم کی شکایت راہب سے کی، تو اس نے کہا: کہ جب تمہیں جادوگر کا ڈر ہوتو اس سے کہہ دیا کرنا کہ مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا (جس کی وجہ سے تاخیر ہوئی)، اور اپنے گھر والوں سے خطرہ ہوتو کہہ دیا کرنا: کہ مجھے جادوگر نے

۳۱۔ i۔ مسلم، کتاب الزھد، رقم ۷۵۱۱، ص ۱۱۹۷

ii ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، رقم ۳۳۴۰، ص ۱۹۹۵

Marfat.com

روک لیا تھا۔ یہی معاملہ چلتا رہا: کہ ایک روز اس لڑکے کا سامنا ایک دیو ہیکل جانور سے ہوا، جس نے راستہ میں آ کر لوگوں کا راستہ روک لیا تھا۔ اس لڑکے نے دل میں کہا: کہ آج مجھے پتہ چل جائے گا کہ جادوگر زیادہ افضل ہے یا راہب؟۔

چنانچہ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور دعا کی کہ: اے اللہ! اگر راہب کا معاملہ آپ کے نزدیک پسندیدہ ہے، جادوگر کے معاملہ سے، تو اس جانور کو قتل فرما دے، تاکہ لوگ گذر جائیں۔ یہ کہہ کر اس نے وہ پتھر پھینکا، پتھر کا لگنا تھا کہ جانور مر گیا، اور لوگوں کا راستہ صاف ہو گیا اور وہ گذرنے لگے۔

بعد ازاں وہ لڑکا راہب کے پاس آیا اور اسے ساری بات بتلائی تو راہب نے اس سے کہا کہ:

اے میرے بیٹے! آج سے تم مجھ سے زیادہ صاحب فضیلت ہو گئے ہو، جہاں تک میرا خیال ہے تمہیں کمال حاصل ہو گیا ہے اور بلاشبہ تم عنقریب آزمائش میں مبتلا کئے جاؤ گے۔ لہٰذا اگر تم آزمائش میں مبتلا ہوئے، تو میرا سراغ نہ لگنے دینا۔ اس لڑکے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ صلاحیت عطا ہوئی تھی کہ وہ مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو ٹھیک کر دیتا تھا اور لوگوں کا ہر مرض میں علاج کرتا تھا۔ بادشاہ کا درباری تھا، جو اندھا ہو گیا تھا، اس نے بھی لڑکے کی اس صلاحیت کے متعلق سنا، تو وہ بھی اس کے پاس خوب ہدایا اور تحفے لے کر آیا اور اس سے کہا کہ:

اگر تم مجھے شفایاب کر دو تو میں سب کچھ تمہیں دے دوں گا۔ لڑکے نے کہا: کہ میں تو کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا دینے والا تو اللہ ہے، اگر تم اس پر ایمان لے آؤ، تو میں اللہ سے تمہارے لیے دعا کر دوں گا، وہ تمہیں شفایاب کر دے گا، وہ درباری یہ سن کر ایمان لے آیا، اللہ نے اسے شفا عطا فرما دی۔

پھر وہ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا، اور اس کے قریب بیٹھ گیا، جیسا کہ ہمیشہ

Marfat.com

بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے اس سے کہا کہ: تمہاری بینائی کس نے لوٹا دی؟ اس نے کہا: کہ میرے رب نے، بادشاہ نے کہا: کہ کیا میرے سوا بھی تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے جواب دیا کہ: میرا اور تمہارا رب اللہ ہے بادشاہ نے اسے گرفتار کرلیا اور اسے مسلسل تشدد کا نشانہ بنائے رکھا، یہاں تک کہ اس نے لڑکے کا پتہ بتلا دیا، چنانچہ اس لڑکے کو گرفتار کر کے لایا گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا کہ: بیٹا! مجھے تمہارے جادو کے متعلق اطلاع ہو چکی ہے، کہ جس کے ذریعہ مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو ٹھیک کر دیتے ہو اور یہ کرتے ہو اور وہ کرتے ہو؟۔ وہ کہنے لگا کہ: میں تو کسی شفا نہیں دیتا، شفا دینے والا تو فقط اللہ ہی ہے۔ بادشاہ نے اسے بھی گرفتار کرلیا اور اسے بھی مسلسل تشدد کا نشانہ بناتا رہا، یہاں تک کہ اس نے راہب کی نشاندہی کردی۔ چنانچہ راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جائے، اس نے انکار کیا تو بادشاہ نے ایک آرا منگوایا اور اس آرے کو راہب کے سر کے بیچوں بیچ رکھا اور درمیان سے اس طرح چیر ڈالا کہ (اس کا دھڑ دائیں بائیں دو حصوں میں تقسیم ہو گیا) اور دونوں ٹکڑے گر پڑے۔ بعد ازاں بادشاہ کے درباری کو لایا گیا، اور اس سے بھی کہا گیا کہ: اپنے دین سے پھر جائے، اس نے بھی انکار کیا تو اس کی بھی سر کی مانگ پر رکھ کر آرے سے چیر ڈالا اور اس کے بھی دونوں دھڑ گر گئے۔

پھر اس لڑکے کو لایا گیا، اور اس سے کہا گیا کہ: اپنے دین سے پھر جا، اس نے انکار کیا، تو اسے بادشاہ نے اپنے آدمیوں کی ایک جماعت کے حوالے کیا اور کہا کہ: اس کو فلاں فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور پہاڑ پر چڑھاؤ، جب تم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاؤ، تو اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو ٹھیک، ورنہ اسے وہاں سے نیچے پھینک دو۔ چنانچہ وہ اسے لے کر چلے اور پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اس لڑکے نے دعا کی کہ: اے اللہ! میری طرف سے ان کے لئے کافی ہو جائیے، جیسے تو چاہے۔ پہاڑ پر زلزلہ آیا اور وہ سب کے سب نیچے

Marfat.com

لڑھک کر گر گئے، جب کہ لڑکا چلتا ہوا پھر بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔

بادشاہ نے اسے کہا کہ: تیرے ساتھ جانے والوں کے ساتھ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ: اللہ ان سب کے لئے کافی ہوگیا۔ بادشاہ نے اسے اپنے آدمیوں کی ایک دوسری جماعت کے سپرد کیا اور کہا کہ: اسے لے جاؤ اور اسے ایک کشتی میں سوار کردو، جب سمندر کے بیچ پہنچ جاؤ، تو اگر یہ اپنے دین سے باز آجائے تو ٹھیک، ورنہ اسے سمندر میں پھینک دینا۔ چنانچہ وہ اسے لے کر چلے، اس نے دعا کی: اے اللہ! تو جس طرح چاہے ان کے لئے کافی ہوجا۔ چنانچہ کشتی ان سب کے ساتھ الٹ گئی اور وہ سب غرق ہوگئے، جبکہ یہ چلتا ہوا واپس بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔

بادشاہ نے اس سے کہا کہ: تیرے ساتھیوں کا کیا بنا؟ کہنے لگا کہ: اللہ ان کے لئے کافی ہوگیا۔ پھر اس نے بادشاہ سے کہا: کہ تو مجھے قتل نہیں کرسکتا، یہاں تک کہ جیسا میں کہوں ویسا کر، بادشاہ نے کہا کہ: وہ کیا ہے؟ کہنے لگا کہ: سب لوگوں کو ایک بڑے میدان میں جمع کرو اور مجھے سولی چڑھادے، پھر میرے ترکش سے ایک تیر لے، اسے کمان کی تانت پر چڑھا، پھر "بسم اللہ رب الغلام" (اس اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے) کہہ کر مجھے تیر مار، اگر ایسا کریگا تو مجھے قتل کرنے میں کامیاب ہوجائے گا (اس کے علاوہ تو مجھے قتل نہیں کرسکتا)۔

بادشاہ نے سب لوگوں کو ایک وسیع وعریض میدان میں جمع کیا، لڑکے کو سولی پر چڑھادیا، بعد ازاں اسی کے ترکش سے (جیسا کہ اس نے کہا تھا) تیر لیا اور تیر کو کمان کی تانت پر رکھا، پھر کہا: "بسم اللہ رب الغلام" اور یہ کہہ کر تیر اسے مارا، وہ جاکر سیدھا لڑکے کی کنپٹی پر لگا، لڑکے نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر جہاں تیر لگا تھا، رکھ دیا اور جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ لوگوں نے یہ ناقابل یقین اندوہناک منظر دیکھا، تو بے ساختہ پکار

Marfat.com

اٹھے: ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے، ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے، ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے۔ کسی نے بادشاہ سے کہا کہ: جس بات کا ڈر اور خدشہ تھا وہ پورا ہو کر رہا، سب لوگ ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے چوراہوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا، چنانچہ خندقیں کھودی گئیں اور ان میں خوب آگ دہکائی گئی، بادشاہ نے حکم دیا کہ: جو شخص اپنے دین سے نہ پھرے، اسے اس میں جلا دیا جائے، یا اس سے کہو کہ ان خندقوں میں کود جائے۔ چنانچہ سب اس میں کود گئے اور کسی نے ایمان سے پھرنا گوارہ نہ کیا۔ یہاں تک کہ ایک عورت اپنے (کم سن) بچے کیساتھ آئی، وہ (بھڑکتی آگ دیکھ کر) اس میں کودنے سے ذرا ہچکچائی، تو اس کے نومولود بچہ نے فوراً کہا: ماں! صبر کر! بلاشبہ تو حق پر ہے (ماں بچہ کی زبان سے غیر معمولی طور پر یہ جملہ سنا تو فورا کود گئی)۔

لہٰذا ہمیں قرآن مجید کے سمجھنے کیلئے بھی قصص الحدیث کی ضرورت ہے۔

۴۔ مقصدیت کے لحاظ سے آپس میں ربط و تعلق:

کسی چیز کی اچھائی یا برائی کا تعلق اس کے مقصد تخلیق سے ہے، اچھا مقصد اچھائی اور برا مقصد برائی پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ۔(۳۲) وفی حديث اخر فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ (۳۳)

۳۲۔ بخاری، کتاب بدء الوحی، رقم ۱، ص ۱ ۳۳۔ ایضاً، کتاب الایمان، رقم ۵۴، ص ۷

Marfat.com

ترجمہ: بے شک عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر کسی کیلئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ جس نے دنیا کی نیت کی اسے وہی ملے گی یا جس نے عورت کیلئے ہجرت کی وہ اس سے نکاح کرے گا۔ پس ہر کسی کیلئے وہی ہے جس کیلئے اس نے ہجرت کی۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کیلئے ہجرت کی تو اس سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہوگا۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہے کہ جس مقصد کیلئے کوئی کام کیا جائے اس کا صلہ ویسے ہی ہوگا۔ ایک اور حدیث مبارک میں ہے۔

مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا لِلّٰہِ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ (۳۴)

ترجمہ: جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مسجد بنائی تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنائے گا۔

لیکن اگر ہم تاریخ کی ورق گردانی کریں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ایک مسجد ایسی بھی ہے کہ جو کچھ لوگوں نے بنائی، وہ بظاہر اس میں نمازیں بھی پڑھتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے جنت میں گھر بنانا تو کجا، الٹا اس مسجد کو ہی گرانے کا حکم دیا اور خود حضور ﷺ نے اس کے گرانے کیلئے آدمی روانہ کیے۔ (۳۵)

اس مسجد کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ کُفْرًا وَتَفْرِیْقًا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ مِنْ قَبْلُ وَلَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰی وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ (۳۶)

۳۴۔ مسلم، کتاب الزہد، رقم ۷۴۷۰، ص ۱۱۹۴

۳۵۔ تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۲۳۴ ۳۶۔ التوبۃ ۹:۱۰۷

Marfat.com

ترجمہ۔ اور وہ جنہوں نے مسجد نقصان پہنچانے، کفر کیلئے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کیلئے بنائی اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے، اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں

قصص القرآن اور قصص الحدیث کا مقصد ایک ہے، مقصدیت کے لحاظ سے ان میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے، جو مقصد قصص القرآن بیان کرنے کا ہے بالکل وہی مقصد قصص الحدیث کے ذکر کرنے کا ہے۔ ان دونوں کا مقصد لوگوں کو غور وفکر کی دعوت دینا اور عبرت و نصیحت دلانا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (۳۷)

ترجمہ: بے شک ان قصوں کے بیان کرنے میں سمجھداروں کے لیے عبرت ونصیحت ہے۔

لہٰذا یہ واضح ہوا کہ قصص القرآن اور قصص الحدیث دونوں کا مقصد لوگوں کو درس عبرت و نصیحت دینا ہے۔ چنانچہ یہ مقصد واحد اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ قصص القرآن اور قصص الحدیث کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے اور اس سے گہرا تعلق کیا ہو سکتا ہے کہ دونوں ایک ہی مقصد کے تحت بیان کیے گئے ہیں، دونوں لوگوں کی اصلاح اور پاکیزگی چاہتے ہیں اور انہیں خدا کے احکام کی پیروی کا پابند بنانا چاہتے ہیں۔ دونوں کا مقصد برائی کا خاتمہ اور نیکی کی ترویج ہے۔ دونوں میں عبرت اور نصیحت کے بے بہا خزانے موجود ہیں۔ اب یہ لوگوں پر ہے کہ وہ کس حد تک عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

۳۷۔ یوسف ۱۲:۱۱۱

Marfat.com

خلاصہ تحقیق

☆ اس باب میں لغوی وفنی ابحاث کی گئی ہے، اس باب کی تین فصلیں ہیں، ہر فصل کی الگ الگ تلخیص حسب ذیل ہے:

ا۔ پہلی فصل میں حدیث کے مقام وحیثیت پر بحث کی گئی ہے، جس میں قرآن مجید، احادیث طیبات اور علماء سلف وخلف کی آرا کی روشنی میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ حدیث وحی باری تعالیٰ، بیان قرآن، فی نفسہ شرع اور احکام قرآن پر عمل کے لیے جزولاینفک ہے۔

۲۔ دوسری فصل کے دواجزا ہیں:

(الف): اس حصہ میں لفظ حدیث، قِصَص اور قَصَص کے لغوی واصطلاحی مفاہیم کو واضح کیا گیا ہے، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

ا۔حدیث کا اصطلاحی مفہوم: علماء محدثین اور علمائے اصولین کی بیان کردہ تعریفات پر غور وفکر کرنے سے جو چیزیں لفظ حدیث کے مشمولات سے واضح ہوتی ہیں، ان کی تعداد چودہ ہے:

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال مبارکہ ☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال مبارکہ ☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریرات ☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کسبیہ ☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات وہبیہ ☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عادات وکیفیات بیداری ☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عادات وکیفیات حالت نیند ☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام رؤیا وخواب ☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل وکمالات ☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت قبل وبعد از نبوت ☆ جو چیز صحابہ کی طرف منسوب ہو ☆ جو چیز تابعین کی طرف منسوب ہو ☆ اکثر کے نزدیک حدیث اور سنت مترادف ہیں ☆ بعض کے نزدیک حدیث اور سنت میں فرق ہے۔

۲۔قِصَص کا مفہوم: قِصَصْ لفظ قِصَّہ کی جمع ہے، یہ عربی زبان کا لفظ ہے، اور اسم

Marfat.com

مذکر کے طور پر استعمال ہوتا ہے، قصہ کی جمع قِصَص اور جمع الجمع اقاصیص ہے، قصص کے معانی کہانیاں، داستانیں، عجیب وغریب واقعات اور گذرے ہوئے حالات وواقعات کے ہیں۔

۳۔ قَصَص کا مفہوم: لفظ قَصَصٌ (قاف اور صاد اول کے زبر کے ساتھ) مصدر ہے اور مفعول کے معنی میں زیادہ مستعمل ہے۔

☆ اس مقالہ کے عنوان "قصص الحدیث (تعلیمی، معاشرتی، سیاسی اور معاشی پہلو) کا تجزیاتی مطالعہ اور عصر حاضر میں اس کا اطلاق" میں لفظ قِصَصٌ (قاف کی زیر اور صاد اول کے زبر کے ساتھ) مراد ہے۔

(ب) اس فصل میں قصص الحدیث کی ضرورت واہمیت پر بحث کی گئی ہے اور قرآن وحدیث کے دلائل سے یہ وضاحت کی گئی ہے کہ قصص الحدیث بھی قصص القرآن کی طرح انتہائی اہمیت کے حامل ہیں اور یہ آسان اور موثر ذریعہ ابلاغ، اسلامی اور طاغوتی کردار کی وضاحت، عملی زندگی کی رہنمائی، مستقبل کی منصوبہ بندی، اعلیٰ کردار کے لیے مشعل راہ، سامان عبرت ونصائح، تہذیبی وثقافتی ضرورت، سائنسی علوم کے لیے ضرورت اور قصص القرآن کی وضاحت کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔

۳۔ تیسری فصل کے مزید دو حصے ہیں:

الف: اس حصہ میں قصص الحدیث کی نوعیت وحیثیت پر بحث کی گئی ہے، اس میں قصص الحدیث کو تین طرح کی اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ وہ قصے جو اجمالاً قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں اور ان کی تفصیل احادیث مبارکہ میں بیان ہوئی ہے۔

۲۔ وہ قصے جن کی تفصیل قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے اور احادیث مبارکہ میں ان کی اجمالی وضاحت ہے۔

۳۔ وہ قصے جو صرف احادیث مبارکہ میں بیان ہوئے ہیں۔

Marfat.com

☆ اس حصہ میں مزید بحث قصص الحدیث کے طرق روایات پر ہے جو قصے احادیث میں بیان ہوئے ہیں، وہ دو طرح کے ہیں:

ا۔ وہ قصے جو رسول اللہ ﷺ نے بذریعہ وحی بیان فرمائے۔ ۲۔ وہ قصے جو اسرائیلی علماء یا کتب کے ذریعے سے بیان ہوئے ہیں۔

(ب) اس حصہ میں قصص القرآن اور قصص الحدیث کے باہمی ربط و تعلق پر گفتگو کی گئی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ دونوں وحی اور ایک ہی شخصیت حضور اکرم ﷺ کے ذریعے سے ہم تک پہنچے ہیں۔ قصص القرآن اور قصص الحدیث دونوں کا ایک ہی مقصد ہے، اور وہ ہر برائی کا خاتمہ اور نیکی کی ترویج ہے۔

Marfat.com

باب چہارم

معاشرت اور قصص الحدیث

Marfat.com

Marfat.com

باب چہارم:

انفرادی زندگی کے بارے میں قصص

بنی اسرائیل کے تین لوگوں کی دعا کا قبول ہونا:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ " :بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَشَّوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ، فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ، فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ :انْظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلَّهِ، فَادْعُوا اللهَ تَعَالَى بِهَا، لَعَلَّ اللهَ يَفْرُجُهَا عَنْكُمْ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ: اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَامْرَأَتِي، وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ أَرْعَى عَلَيْهِمْ، فَإِذَا أَرَحْتُ عَلَيْهِمْ، حَلَبْتُ، فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ، فَسَقَيْتُهُمَا قَبْلَ بَنِيَّ، وَأَنَّهُ نَأَى بِي ذَاتَ يَوْمٍ الشَّجَرُ، فَلَمْ آتِ حَتَّى أَمْسَيْتُ، فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا، فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ، فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ، فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا، وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصِّبْيَةَ قَبْلَهُمَا، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ، فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمْ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً، نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ، فَفَرَجَ اللهُ مِنْهَا فُرْجَةً، فَرَأَوْا مِنْهَا السَّمَاءَ، وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِيَ ابْنَةُ عَمٍّ أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاء

Marfat.com

وَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا، فَأَبَتْ حَتَّى آتِيَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ، فَتَعِبْتُ حَتَّى جَمَعْتُ مِائَةَ دِينَارٍ، فَجِئْتُهَا بِهَا، فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، قَالَتْ :يَا عَبْدَ اللهِ اتَّقِ اللهَ، وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ عَنْهَا، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً، فَفَرَجَ لَهُمْ، وَقَالَ الْآخَرُ :اللَّهُمَّ إِنِّي كُنْتُ اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ، فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ :أَعْطِنِي حَقِّي، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَرَقَهُ فَرَغِبَ عَنْهُ، فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرِعَاءَهَا، فَجَاءَنِي فَقَالَ :اتَّقِ اللهَ وَلَا تَظْلِمْنِي حَقِّي، قُلْتُ :اذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرِعَائِهَا، فَخُذْهَا فَقَالَ :اتَّقِ اللهَ وَلَا تَسْتَهْزِءْ بِي فَقُلْتُ :إِنِّي لَا أَسْتَهْزِءُ بِكَ، خُذْ ذَلِكَ الْبَقَرَ وَرِعَاءَهَا، فَأَخَذَهُ فَذَهَبَ بِهِ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ لَنَا مَا بَقِيَ، فَفَرَجَ اللهُ مَا بَقِيَ،(۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(بنی اسرائیل کے) تین افراد کسی سفر میں جارہے تھے کہ اچانک انہیں بارش نے آگھیرا، انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لے لی۔ غار کے منہ پر پہاڑ کی

۱۔i۔ بخاری، کتاب الانبیاء، رقم ۳۴۲۵، ص ۲۸۳

ii۔ ایضاً، کتاب البیوع، رقم ۲۲۱۵، ص ۱۷۱ iii۔ ایضاً، کتاب الاجارۃ ۲۲۷۲، ص ۱۷۶

iv۔ ایضاً، کتاب المزارعۃ، رقم ۲۳۳۳، ص ۱۸۲ v۔ ایضاً، کتاب الادب، رقم ۵۹۷۴، ص ۵۰۶

vi۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم ۶۹۴۹۔۶۹۵۱، ص ۱۱۵۳

Marfat.com

ایک چٹان گر پڑی اور اس کا منہ (دہانہ) بند ہوگیا۔ان میں سے کسی ایک نے کہا: اپنے اپنے نیک اعمال کو دیکھو، وہ اعمال صالحہ جو تم نے خالص اللہ کی رضا کیلئے کئے ہوں اور ان کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمہارے لیے اس غار کا دہانہ کھول دے۔

چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! بلا شبہ میرے ساتھ میرے ضعیف العمر والدین تھے، میری بیوی تھی اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، جن کیلئے میں بکریاں چراتا تھا۔ جب شام ہوتی تو میں دودھ دوہتا اور اپنے والدین سے ابتدا کرتے ہوئے انہیں اپنے بچوں سے پہلے پلاتا تھا۔

ایک روز میں درخت کے پتوں کی طلب میں دور نکل گیا اور شام گئے واپس آیا تو میں نے اپنے والدین کو سوتا ہوا پایا، میں نے حسب معمول دودھ دوہا، پھر دودھ کا برتن لایا اور والدین کے سرہانے کھڑا ہوگیا، کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ والدین کو نیند سے جگاؤں اور یہ بھی مجھ کو گوارا نہ تھا کہ والدین سے پہلے اپنے بچوں کو پلاؤں۔ حالانکہ بچے بھوک سے میرے قدموں میں بلک رہے تھے۔لیکن میں اسی حال میں رہا اور بچے بھی اسی حال میں (بھوک سے بلکتے رہے)، یہاں تک کہ فجر کا وقت ہوگیا۔اگر تو جانتا ہے کہ میرا یہ عمل آپ کی رضا کیلئے تھا تو (اس کی برکت سے) ہمارے واسطے اس غار کو کھول دے کہ ہم آسمان دیکھ سکیں۔اللہ تعالیٰ نے اتنی کشادگی پیدا کردی کہ وہ آسمان کو دیکھنے لگے۔دوسرے نے کہا: اے اللہ! میری ایک چچازاد تھی، میں اس سے شدید محبت کرتا تھا جتنی کہ مرد عورتوں سے کرسکتے ہیں۔ میں نے اسے طلب کیا (اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے) تو اس نے انکار کردیا، یہاں تک کہ میں سو دینار اسے دوں۔ میں نے سو دینار جمع کرنے میں بڑی مشقت اٹھائی۔پھر وہ لے کر اس کے پاس گیا۔جب میں

Marfat.com

اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا، تو وہ کہنے لگی: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور مہر کو ناحق طریقہ سے نہ کھول۔ میں یہ سن کر کھڑا ہو گیا۔ اگر میں نے آپ کے علم کے مطابق یہ عمل آپ کی رضا کیلئے کیا تھا تو ہمارے لیے (اس کی برکت سے) کشادگی فرما۔ اللہ نے مزید کشادگی فرما دی۔

تیسرے نے کہا: اے اللہ! میں نے ایک مزدور کو تین صاع (ایک مقدار) چاول پر ملازم رکھا۔ جب اس کا کام ختم ہو گیا تو اس نے کہا کہ میرا حق دو۔ میں نے اس کی مقررہ مقدار اسے پیش کر دیئے، اس نے اس سے منہ موڑ لیا (اور وہیں چھوڑ کر چلا گیا)۔ میں نے اس کے چاولوں کے ذریعہ زراعت شروع کر دی (اور اس میں برکت ہوئی)۔ یہاں تک کہ میں نے اس سے گائیں اور مویشی جمع کر لیے، پھر وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: کہ اللہ سے ڈر اور میرے حق کے معاملہ میں مجھ پر ظلم نہ کر۔ میں نے کہا جاؤ وہ ساری گائیں اور مویشی لے لو۔ وہ کہنے لگا: اللہ سے ڈر اور مجھ سے مذاق مت کر۔ میں نے کہا: میں تم سے مذاق نہیں کر رہا۔ جاؤ وہ ساری گائیں اور مویشی تم لے لو۔ اس نے وہ سب لے لیں اور چلا گیا۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ میں نے یہ کام آپ کی رضا کیلئے کیا ہے، تو ہمارے لیے جو کچھ باقی رہ گئی ہے وہ بھی کشادہ فرما، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے باقی رکاوٹ کو بھی کھول دیا۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ اگر کوئی شخص دوسرے شخص کے لیے چیز خریدے گا تو سودا اس وقت تک نافذ العمل نہیں ہوگا، جب تک مذکورہ مالک کو اس کا علم نہ ہو اور وہ اس پر راضی نہ ہو۔ (۲)

۲۔ شرح ابن بطال، ج۶، ص۲۸۶

Marfat.com

☆ اگر فضولی کسی دوسرے کے لیے خرید وفروخت کرے اور وہ دوسرا شخص اس خرید وفروخت پر مطلع ہونے کے بعد اس سے راضی ہوجائے تو اس کی بیع صحیح ہے۔(۳)

☆ اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کے ایک واقعہ کی خبر دی ہے، اور ان کے نیک اعمال کی اس لیے خبر دی تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی ایسے نیک اعمال کرنے میں رغبت کرے۔(۴)

☆ جب شارع پہلی شریعت پر انکار نہ فرمائیں تو وہ ہم پر لازم ہوتی ہے۔(۵)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے مزدور کی اجرت میں تصرف کو بطور مدح اور تحسین کے ذکر فرمایا ہے، اور اس کو برقرار رکھا ہے۔ اور اگر فضولی بیع نا جائز ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا عدم جواز بیان فرماتے۔(۶)

☆ اس حدیث میں اولیاء اللہ اور صالحین کی کرامات کا ثبوت ہے۔(۷)

☆ اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک شخص ساری رات دودھ کا پیالہ لیے اپنے سوئے ہوئے ماں باپ کے پاس کھڑا رہا اور اس کے بچے اس کے پیروں کے پاس بھوک سے بلکتے رہے، علامہ کرمانی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بچوں کے کھانے کا خرچ ماں باپ کو کھلانے پر مقدم ہے، پھر اس نے اپنے بچوں کو کیوں بھوکا چھوڑا؟ میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے اس کے دین میں ماں باپ کو کھلانا بچوں کو کھلانے پر مقدم ہو یا بچے اس مقدار سے زیادہ کھانا طلب کر رہے ہوں، جس مقدار سے رمق حیات برقرار

۳۔ نعمۃ الباری، ج۴، ص۷۶۹ ۴۔ عمدۃ القاری، ج۸، ص۵۲۸

۵۔ ایضاً ۶۔ فیوض الباری، ج۸، ص۲۲۵

۷۔ فتح الباری، ج۲، ص۳۵۰

Marfat.com

رہتی ہے اور وہ زیادہ کھانے کی حرص میں چلا رہے ہوں۔(۸)

☆ جس طرح نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز ہے اسی طرح نیک لوگوں کے وسیلہ سے بھی دعا کرنا جائز ہے۔(۹)

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی طلب کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمادی۔(۱۰)

☆ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے دو سال بعد، اہل سمرقند نے بارش کی طلب کے لیے متعدد بار دعا کی، بارش نہیں ہوئی، تب بعض صالحین نے قاضی سے کہا: ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس لے جائیں، وہاں ہم بارش کی دعا کریں، تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر بارش نازل فرمائے گا، سو ایسا ہی کیا گیا لوگوں نے امام بخاری کی قبر کے پاس رورو کر دعا کی اور امام بخاری کا وسیلہ پیش کیا، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر موسلا دھار بارش نازل فرمائی اور سات دن تک لگاتار بارش کی کثرت کی وجہ سے لوگوں کا سمرقند تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔(۱۱)

☆ علامہ محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

معروف کرخی بن فیروز بہت بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ یہ مستجاب الدعوات

۸۔ عمدۃ القاری، ج۸، ص۵۲۹ ۹۔ نعمۃ الباری، ج۴، ص۷۷۰

۱۰۔ i- بخاری، کتاب الاستسقاء رقم ۱۰۱۰، ص ۲۰۶

ii- ایضاً، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم ۳۷۱۰، ص ۷۵۴

۱۱۔ علی قاری، بن سلطان محمد، ملا، مرقاۃ المفاتیح، ج۱، ص۵۷، مکتبہ حقانیہ، پشاور

Marfat.com

تھے ،ان کی قبر سے بارش طلب کی جاتی ہے۔یہ سری سقطی کے استاد تھے اور دو سو ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔(۱۲)

☆ اس حدیث میں ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر ہے اور اس کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ کہ ماں باپ کو اپنی اولاد اور بیوی پر ترجیح دینی چاہیے۔(۱۳)

☆ انسان کو حتی الوسع حرام کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے،دل میں گناہ کی خواہش ہو ،گناہ پر قدرت بھی ہو ،اس کے باوجود محض اللہ کے خوف سے حرام کو ترک کردے ،تو قرآن مجید کے مطابق وہ جنت کا مستحق ہے۔(۱۴)

☆ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے جو تین واقعات بیان فرمائے ہیں وہ مقام مدح وثنا میں بیان فرمائے ہیں، جو اس امر کی دلیل ہے کہ حدیث ہذا کے مندرجات شریعت محمدیہ میں جائز ہیں، ورنہ حضور اس کی تردید فرمادیتے۔(۱۵)

☆ والدین کی عزت کرنا ،ان کی خدمت کرنا اور ان کے آرام وآسائش کا خیال رکھنا لازم ہے۔والدین کی پرخلوص خدمت کرنے سے مصائب وآلام سے نجات ملتی ہے۔(۱۶)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

اس حدیث مبارکہ کے دوسرے واقعہ میں تین باتیں اہم ہیں:

۱۲۔ شامی ،محمد امین ،ابن عابدین ،ردالمحتار علی درالمختار ،ج ا،ص ۱۴۳،دارالاحیاء التراث العربی ،بیروت ،ط ا،۱۴۱۹ھ

۱۳ نعمۃ الباری ،ج ۴،ص ۱۷۷ ۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ فیوض الباری ،ج ۸،ص ۲۲۵ ۱۶۔ ایضاً

Marfat.com

☆ اس شخص نے زنا پر قادر ہونے کے باوجود محض اللہ کی رضا کے لیے گناہ نہ کیا۔

☆ یہ عورت اس شخص کی چچازاد تھی یعنی قریبی رشتہ دار تھی، رشتہ دار سے برائی کا گناہ بھی زیادہ ہے اور اس سے نیکی وصلہ رحمی کا اجر بھی عام لوگوں سے زیادہ ہے۔

☆ اس شخص نے زنا سے بچنے کی نیکی کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا، تو وہ چٹان راستہ سے کچھ اور ہٹ گئی۔ اس سے یہ واضح ہے کہ انفرادی نیکی اور اس کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ میں ہمارے لیے انفرادی زندگی میں رہنمائی کی تین باتیں ہیں:

۱۔ دور حاضر میں دو برائیاں عام ہوتی جا رہی ہیں:

i- زنا ii- رشتہ داروں سے بدسلوکی

اس واقعہ میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ زنا سے بچنے اور رشتہ داروں سے حسن سلوک میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور اس سے اہل دنیا پر خیر و برکت نازل ہوتی ہے۔

۲۔ آج اگر ہم نے دکھ اور پریشانیوں سے بچنا ہے تو ہمیں زنا بھی چھوڑنا چاہیے اور اپنے اعزا و اقربا کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا چاہیے۔ اس سے خیر و برکت ہوگی اور ہماری زندگیاں بھی پرسکون ہوں گی۔

۳۔ یہ کام ہم میں سے ہر کسی کو انفرادی طور پر کرنے چاہیے۔

Marfat.com

تین بچوں کا گہوارے میں کلام کرنا:

۲۔ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :لَمْ یَتَکَلَّمْ فِی المَهْدِ إِلَّا ثَلاَثَةٌ :عِیسَی، وَکَانَ فِی بَنِی إِسْرَائِیلَ رَجُلٌ یُقَالُ لَهُ جُرَیْجٌ، کَانَ یُصَلِّی، جَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ، فَقَالَ :أُجِیبُهَا أَوْ أُصَلِّی، فَقَالَتْ :اللَّهُمَّ لاَ تُمِتْهُ حَتَّی تُرِیَهُ وُجُوهَ المُومِسَاتِ، وَکَانَ جُرَیْجٌ فِی صَوْمَعَتِهِ، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ امْرَأَةٌ وَکَلَّمَتْهُ فَأَبَی، فَأَتَتْ رَاعِیًا فَأَمْکَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا، فَوَلَدَتْ غُلاَمًا، فَقَالَتْ :مِنْ جُرَیْجٍ فَأَتَوْهُ فَکَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ وَأَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَلَّی ثُمَّ أَتَی الغُلاَمَ، فَقَالَ :مَنْ أَبُوكَ یَا غُلاَمُ؟ قَالَ الرَّاعِی، قَالُوا :نَبْنِی صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ؟ قَالَ :لاَ، إِلَّا مِنْ طِینٍ.

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ :کَانَ جُرَیْجٌ یَتَعَبَّدُ فِی صَوْمَعَةٍ، فَجَاءَتْ أُمُّهُ .قَالَ حُمَیْدٌ :فَوَصَفَ لَنَا أَبُو رَافِعٍ صِفَةَ أَبِی هُرَیْرَةَ لِصِفَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أُمَّهُ حِینَ دَعَتْهُ، کَیْفَ جَعَلَتْ کَفَّهَا فَوْقَ حَاجِبِهَا، ثُمَّ رَفَعَتْ رَأْسَهَا إِلَیْهِ تَدْعُوهُ، فَقَالَتْ :یَا جُرَیْجُ أَنَا أُمُّكَ کَلِّمْنِی فَصَادَفَتْهُ یُصَلِّی، فَقَالَ :اللهُمَّ أُمِّی وَصَلَاتِی، فَاخْتَارَ صَلَاتَهُ، فَرَجَعَتْ، ثُمَّ عَادَتْ فِی الثَّانِیَةِ، فَقَالَتْ :یَا جُرَیْجُ أَنَا أُمُّكَ فَکَلِّمْنِی، قَالَ :اللهُمَّ أُمِّی وَصَلَاتِی، فَاخْتَارَ صَلَاتَهُ، فَقَالَتْ: اللهُمَّ إِنَّ هَذَا جُرَیْجٌ وَهُوَ ابْنِی وَإِنِّی کَلَّمْتُهُ، فَأَبَی أَنْ یُکَلِّمَنِی، اللهُمَّ فَلَا تُمِتْهُ حَتَّی تُرِیَهُ الْمُومِسَاتِ .قَالَ :وَلَوْ دَعَتْ عَلَیْهِ أَنْ یُفْتَنَ لَفُتِنَ .قَالَ :وَکَانَ رَاعِی ضَأْنٍ یَأْوِی إِلَی دَیْرِهِ، قَالَ :فَخَرَجَتِ

Marfat.com

امْرَأَةٌ مِنَ الْقَرْيَةِ فَوَقَعَ عَلَيْهَا الرَّاعِي، فَحَمَلَتْ فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقِيلَ لَهَا :مَا هَذَا؟ قَالَتْ :مِنْ صَاحِبِ هَذَا الدَّيْرِ، قَالَ فَجَاءُوا بِفُئُوسِهِمْ وَمَسَاحِيهِمْ، فَنَادَوْهُ فَصَادَفُوهُ يُصَلِّي، فَلَمْ يُكَلِّمْهُمْ، قَالَ :فَأَخَذُوا يَهْدِمُونَ دَيْرَهُ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ نَزَلَ إِلَيْهِمْ، فَقَالُوا لَهُ: سَلْ هَذِهِ، قَالَ فَتَبَسَّمَ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَ الصَّبِيِّ فَقَالَ :مَنْ أَبُوكَ؟ قَالَ :أَبِي رَاعِي الضَّأْنِ، فَلَمَّا سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْهُ قَالُوا :نَبْنِي مَا هَدَمْنَا مِنْ دَيْرِكَ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، قَالَ :لَا، وَلَكِنْ أَعِيدُوهُ تُرَابًا كَمَا كَانَ، ثُمَّ عَلَاهُ(۱۷)

ترجمہ:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

گہوارہ میں سوائے تین افراد کے کسی نے گفتگونہیں کی :حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ،اور بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جسے ''جریج'' کہا جاتا تھا۔ وہ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اسی دوران اس کی ماں آگئی اور جریج کو بلایا۔اس نے دل میں کہا: کہ میں ماں کو جواب دوں یا نماز جاری رکھوں ۔ (اور جواب نہ دیا) ماں نے کہا: اے اللہ!اسے اس وقت تک موت نہ دینا، جب تک یہ فاحشہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے۔ایک بار جریج اپنے صومعہ(عبادت کے لئے ایک مخصوص بلند چبوترہ جس پر حجرہ بنا ہوا تھا) میں تھا،اس کے

۱۷۔ i-بخاری، کتاب العمل فی الصلاۃ،رقم ۱۲۰۶،ص۹۴

ii-ایضاً، کتاب المظالم،رقم ۲۴۸۲،ص۱۹۵ iii ایضاً، کتاب الانبیاء،رقم ۳۴۳۶،ص۲۸۱

iv-مسلم، کتاب البر والصلۃ،رقم ۶۵۰۸-۶۵۰۹،ص۱۱۲۵

v- ابن حبان، کتاب التاریخ،رقم ۶۴۸۹،ص۱۷۲۲

vi-۔مسند احمد،ابو ہریرہ،رقم ۸۰۷۱،ج ۲،ص ۳۰۸

Marfat.com

پاس ایک عورت آئی اور اس سے (بدکاری کی) خواہش کی، اس نے انکار کر دیا (اس کے دل میں گرہ پڑ گئی)، وہ پھر ایک چرواہے کے پاس گئی اور اس کو اپنے آپ پر قدرت دے دی (اور اس سے بدکاری کی)، جس کے نتیجہ میں اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ اس عورت نے الزام لگایا کہ یہ جریج کا ہے۔ لوگ (غصہ میں بھرے) جریج کے پاس آئے اور اس کا صومعہ توڑ دیا، اسے نیچے اتارا اور بہت برا بھلا کہا۔ اس نے وضو کر کے نماز پڑھی، پھر اس نومولود لڑکے کے پاس آیا، اور (اس بچہ کو مخاطب کر کے) کہا: اے لڑکے تیرا باپ کون ہے؟ بچہ نے (جو ابھی گہوارہ میں تھا) جواب دیا: چرواہا۔ (لوگوں کو اپنی غلطی پر پشیمانی ہوئی اور) انہوں نے کہا کہ: ہم تمہارا صومعہ سونے کا بنا دیتے ہیں، جریج نے کہا کہ نہیں، بس گارے کا ہی بنا دو۔

دوسری روایت میں ہے جریج عابد اس صومعہ میں ہر وقت عبادت و بندگی میں مشغول رہتا تھا۔ ایک روز اس کی والدہ اس کے پاس آئیں، تو دیکھا کہ وہ نماز میں مشغول ہے۔ رسول کریم ﷺ نے جریج کی ماں کی ہیئت عملاً بیان کی: اس نے اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھوں پر سایہ کر لیا (کیونکہ جب کسی اونچی چیز کی طرف دیکھنا ہو تو عموماً لوگ سورج کی شعاعوں سے بچنے کے لئے آنکھوں پر ہاتھوں کو چھجا بنا لیتے ہیں تو اس کی والدہ نے بھی آنکھوں پر ہاتھ کا چھجا بنا کر)، اسے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ نماز میں مشغول تھا۔ ماں نے کہا جریج! میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کر! جریج کے سامنے اس کی نماز تھی (غالباً اسے نماز میں وہ حلاوت مل رہی ہو گی کہ کسی دوسری طرف متوجہ ہونا اسے گراں گزر رہا ہو گا)، اس نے دل میں کہا: اے اللہ! ایک طرف میری ماں ہے، دوسری طرف نماز (کسے اختیار کروں؟)۔ آخر اس نے نماز کو ہی اختیا کیا، ماں واپس چلی گئی۔

دوسرے دن پھر ماں آئی اور (حسب معمول اسے نماز میں مشغول دیکھا)

Marfat.com

اور کہا: اے جریج ! میں تیری ماں ہوں : مجھ سے بات کر! اس نے پھر دل میں کہا: اے اللہ! ایک جانب میری ماں ہے، دوسری جانب نماز ہے (کیا کروں؟) آخر نماز کو ہی اختیار کیا، ماں (ناکام) واپس لوٹ گئی۔ تیسرے روز پھر آئی، جریج پھر نماز میں مشغول تھا، اس نے کہا : اے جریج !(میں تیری ماں ہوں)، اس نے دل میں کہا کہ : اے اللہ! ایک طرف میری ماں ہے تو دوسری طرف میری نماز، کسے اختیار کروں؟ آخر نماز کو ہی اختیار کیا۔ متواتر تین روز تک ماں بیٹے کی ملاقات اور اس کی گفتگو میں ناکامی سے جھنجھلا گئی اور مارے غصہ کے جریج کو بددعا دی اور کہا: اے اللہ ! یہ جریج میرا بیٹا ہے اور میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں، مگر اس نے (عملاً) مجھ سے بات کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اے اللہ !اسے اس وقت تک موت نہ دیجئے ،جب تک کہ یہ بدکار، بازاری عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ (ماں نے صرف عورتوں کا منہ دیکھنے کی بددعا دی تھی) اگر ان کے فتنہ میں پڑ جانے کی بددعا بھی دیتی، تو وہ اس میں بھی پڑ جاتا (کہ ماں کی بددعا ایسی ہی تیر بہدف ہوتی ہے)۔ اب ماں کی بددعا پوری ہونے کی صورت یوں ہوئی: کہ بنواسرائیل کے لوگوں میں جریج کی عبادت کے تذکرے اور چرچے ہونے لگے۔ وہاں ایک فاحشہ اور بازاری عورت رہا کرتی تھی، جو اپنے حسن کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی تھی اور اس کے حسن کی مثالیں دی جاتی تھی ۔اس نے لوگوں سے کہا: کہ جریج کی عبادت کے تم بہت تذکرے کرتے ہو۔ حالانکہ اس کا حال یہ ہے کہ اگر تم چاہو، تو میں اسے اپنے فتنہ میں مبتلا کر کے دکھاؤں؟

چنانچہ وہ بازاری عورت اس کے پاس گئی اور اس کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا، مگر اس نے نظر اٹھا کر نہ دیکھا، اور قطعاً اس کی طرف التفات نہ کیا، جس سے اس کے دل پر چوٹ لگی۔ جریج کی عبادت گاہ کے قریب ایک چرواہا بھی رہا کرتا تھا، جو بھیڑ

Marfat.com

بکریاں چراتا تھا۔وہ عورت جریج کے پاس سے نکل کر اس چرواہے کے پاس گئی، اور اسے اپنے آپ پر قدرت دے دی، اس نے اس سے بدکاری کی، جس سے وہ حاملہ ہوگئی، جب بچہ پیدا ہوا، تو اس نے جریج سے انتقام لینے کے لئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ: یہ بچہ جریج کا ہے، جو اس خانقاہ میں رہتا ہے۔

یہ سننا تھا کہ لوگ کلہاڑیاں اور گینتیاں لے کر اس کی خانقاہ پر ٹوٹ پڑے، اور اسے آواز دی، تو اسے نماز میں مشغول پایا، لوگوں نے ان سے کوئی بات نہ کی، لوگوں نے اس کی خانقاہ کو گرانا اور منہدم کرنا شروع کر دیا، اور اسے نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔ جریج نے جب یہ صورتحال دیکھی تو نیچے اتر آیا، لوگوں نے اسے مارا پیٹا، اس نے کہا کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: تو نے اس بازاری عورت سے بدکاری کی ہے، اس سے کہا کہ: اس عورت سے پوچھ یہ کیا کہتی ہے؟ اس نے کہا: کہ مجھے نماز پڑھنے کی مہلت دو۔غرض اس نے نماز پڑھی، نماز پڑھ کر واپس لوٹا، تو لوگ اس بچہ کو لے آئے، جس کے متعلق کہا جا رہا تھا: کہ یہ جریج کا ہے۔

جریج نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بچہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے پیٹ میں انگلی سے ذرا سی چبھن کی اور اس سے پوچھا کہ: اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا باپ فلاں چرواہا ہے، جو بھیڑیں چراتا ہے۔نومولود کو اتنا واضح کلام کرتے دیکھ کر، اس کی زبان سے جریج کی برأت کی گواہی سن کر، لوگوں کو عقل آئی۔ (بے عقل عوام کا یہی حال ہوتا ہے کہ جہاں کسی کی کوئی بات سن لی، بغیر تحقیق اسے قبول کر لیا، خواہ وہ غلط ہو یا صحیح۔پھر اس کے مقابلہ میں دوسری بات سنی تو اسے قبول کر لیا وہ جھوٹ سچ کی تحقیق میں نہیں پڑتے، جو جہالت اور کم علمی کی بات ہے۔)

غرض لوگوں کو احساس ہوا: کہ انہوں نے جریج کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے،

Marfat.com

چنانچہ وہ فرط عقیدت سے اسے لپٹنے اور اس کا بوسہ لینے لگے۔ اور کہنے لگے کہ: ہم تیرا صومعہ (خانقاہ) سونے چاندی سے دوبارہ تعمیر کریں گے۔ اس نے کہا: کہ نہیں! اس کی ضرورت نہیں، بس تم اسے اس کی سابقہ حالت پر لوٹا دو اور مٹی گارے ہی سے اسے کھڑا کردو، چنانچہ لوگوں نے اسے دوبارہ بلند کر دیا۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ عادتاً جس عمر میں بچے کلام نہیں کرتے اس عمر میں کلام کرنے والے تین حضرات درج ذیل ہیں:

ا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۲۔ حضرت جریج کی گواہی دینے والا بچہ

۳۔ اس عورت کا بچہ جس نے ایک شخص کو سج دھج کے ساتھ گھوڑے پر دیکھا تو کہا: اے اللہ! میرے بچے کو اس کی مثل کر دے، تو بچے نے اس کی چھاتی چھوڑ کر کہا: اے اللہ! اس جیسا مجھے مت کرنا۔ (۱۸)

☆ درج ذیل لوگوں نے بھی بچپن میں کلام کیا:

ا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ۲۔ ابن ماشطہ بنت فرعون

۳۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام

۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی گواہی دینے والا بچہ

۵۔ اصحاب اخدود نے جب عورت کو آگ کی خندق میں ڈالنا چاہا اور وہ کچھ دیر رکی، تو اس کی گود کے بچے نے کہا: اے ماں! صبر کر تو حق پر ہے۔ (۱۹)

۱۸۔ نزھۃ القاری، ج۲، ص ۷۲۵ ۱۹۔ فتح الباری، ج۲، ص ۳۳۷

Marfat.com

☆ اس حدیث مبارکہ میں تین کو ذکر کرنے کی دو وجہ ہیں:

۱۔ یہ تینوں متفق علیہ ہیں باقی میں اختلاف ہے۔

۲۔ آپ ﷺ کو ابتداً تینوں کا علم دیا گیا اور بعد میں باقی کا علم دیا گیا۔(۲۰)

☆ حضرت حوشب سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لو کان جریج الزاهب فقیها عالمالعلم ان اجابة امه خیر من عبادة ربه۔(۲۱)

ترجمہ: اگر جریج عالم فقیہہ ہوتا، تو جانتا کہ ماں کا جواب دینا، اللہ تعالیٰ کی عبادت سے افضل ہے۔

☆ حضرت علامہ شمس الائمہ حلوائی کا واقعہ ہے:

ایک دفعہ آپ بیمار ہو گئے، سب شاگرد عیادت کے لیے آئے بجز ایک کے۔ آپ نے بعد میں اس سے وجہ پوچھی اس نے کہا: کہ میری والدہ بیمار تھیں اور کوئی دوسرا ان کی دیکھ بھال کے لیے نہ تھا، اس لیے حاضری نہ ہو سکی، آپ نے فرمایا جاؤ خدا تمھاری عمر میں برکت دے گا مگر علم میں برکت نہ دے گا۔ یہ حدیث کا مضمون ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے عمر بڑھتی ہے اور استاد کی خدمت سے علم بڑھتا ہے، چونکہ شاگرد نے ایک کو اختیار اور دوسرے کو ترک کر دیا تھا، اس لیے استاد نے یہ بات فرما دی، اگرچہ حقیقت میں شاگرد مذکور کا عذر بالکل صحیح تھا اور ایسی صورت میں دعا مذکور برمحل نہ تھی مگر زبان سے نکل گئی اور قبول ہو گئی۔(۲۲)

۲۰۔ عمدۃ القاری، ج۵، ص۶۰۸ ۲۱۔ ایضاً ص۶۰۷

۲۲۔ انوار الباری، ج۱۸، ص۲۹۳

Marfat.com

☆ جریج بنی اسرائیل کے عابد تھے، جو اپنے عبادت خانہ میں مصروف عبادت رہتے تھے۔ ان کی شریعت میں بھی بحالت نماز کلام مباح تھا، جیسے ابتداءِ اسلام میں بھی مباح تھا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جب ان کی والدہ نے آواز دی اور جریج نے جواب نہ دیا، تو ان کو بددعا دے دی۔ لیکن اسلام میں اب بحالت نماز کلام ممنوع ہے، کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ قرآن مجید میں فرمایا:

وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ (البقرہ ۲:۲۳۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے حضور خاموش کھڑے رہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق (۲۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کا حق بہرحال والدین سے زیادہ ہے۔ البتہ ہمارے علماء نے فرمایا ہے: کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ نماز میں تخفیف کرے اور والدین کا جواب دے۔ (۲۴)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ دلیل ہے: کہ جس شخص میں قوت ہو اور وہ عبادت میں شدت کو اختیار کر سکتا ہو تو ایسا ہی کرنا افضل ہے، کیونکہ جریج نے اللہ تعالیٰ کے حق کی رعایت کی اور عبادت میں خشوع کو لازم رکھا، اور ماں کو جواب دینے پر نماز کو ترجیح دی۔ ماں کو جواب نہ دینے پر اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دی اور اس کی بددعا کا اسے سامنا کرنا پڑا، پھر اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے اور خشوع و خضوع کا یہ صلہ ملا کہ رب تعالیٰ نے بچے سے کلام کروا کر اس کی کرامت ظاہر فرمائی۔ (۲۵)

۲۳۔ ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۵۴۶

۲۴۔ فیوض الباری، ج ۵، ص ۵۳ ۲۵۔ شرح ابن بطال، ج ۳، ص ۱۹۶

Marfat.com

☆ صاحب توضیح فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے خصائص میں سے یہ بات بھی ہے کہ اگر آپ ﷺ کسی کو بلائیں اور وہ نماز پڑھ رہا ہو، تو اس کے لیے حضور ﷺ کی آواز پر لبیک کہنا واجب ہے، اور حضور ﷺ کے بلانے پر آجانے سے، اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔(۲۶)

☆ اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ جب کسی شخص کو نماز میں بھی بلائیں تو اس پر حاضر ہونا واجب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ یہ بھی اللہ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔(۲۷)

☆ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی بہت اہمیت ہے، اور ماں کی دعا اور بددعا دونوں قبول ہوتی ہیں۔(۲۸)

☆ اگر ماں نفل نماز میں بلائے تو اس کے بلانے پر جانا واجب ہے، کیونکہ نفل نماز میں استمرار، واجب نہیں ہے، جب کے ماں کے بلانے پر جانا واجب ہے اور اس کی نافرمانی حرام ہے۔ حضرت جریج کے لیے بھی یہ ممکن تھا کہ وہ نماز کو ختم کر کے ماں کی بات سنتے اور بعد میں نماز پڑھتے، لیکن ان کو یہ خدشہ تھا کہ شاید وہ ان سے یہ کہیں گی کہ وہ معبد کو چھوڑ کر گھر آجائیں اور دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جائیں۔ اس لیے انہوں نے عبادت کا جو ارادہ کیا تھا، وہ کمزور پڑ جاتا۔(۲۹)

☆ حضرت مجاہد فرماتے ہیں: کہ ماں باپ دونوں کے بلاوے پر جاؤ۔ امام مالک

ری، ج۵، ص۶۰۶

۲۷۔ آلوسی، محمود احمد، ابوالفضل، روح المعانی، ج۹، ص۱۹۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

۲۸۔ نعمۃ الباری، ج۳، ص۳۵۴ ۲۹۔ شرح مسلم نووی، ص۱۵۳۱

Marfat.com

فرماتے ہیں: اگر ماں عشاء کی نماز پڑھنے سے روکے تو اس کی اطاعت نہ کرو اور اگر جہاد پر جانے سے روکے تو اس کی اطاعت کرو، ان دونوں میں فرق واضح ہے۔(۳۰)

☆ نماز اگر فرض یا واجب ہو تو رسول ﷺ کے سوا کسی کے بلانے پر جانا جائز نہیں ہے، اگر نماز نفل ہو تو ماں کے بلانے پر جانا واجب ہے اور باپ کے بلانے پر جائز نہیں ہے۔(۳۱)

☆ واضح رہے کہ ماں باپ، دادا، دادی وغیرہ کے محض بلانے سے نماز قطع کرنا جائز نہیں، ہاں اگر ان کا پکارنا کسی بڑی مصیبت کی وجہ سے ہو تو توڑ دے، یہ حکم فرض نماز کا ہے۔ اگر ان کو معلوم ہے کہ نماز پڑھتا ہے تو ان کے معمولی پکارنے سے نماز نہ توڑے، اور اگر اس کا نماز پڑھنا انہیں معلوم نہ ہو اور وہ پکاریں، اگرچہ معمولی طور سے بلائیں، تو نفل نماز کو توڑ دے اور جواب دے۔(۳۲)

☆ اس حدیث میں والدین کی عزت و عظمت کا بیان اور ان کے حق کی اہمیت کا بیان ہے کہ: یہ وہ ہیں جن کی آواز پر نفل نماز توڑی جاسکتی ہے۔ اور ان کو ناراض رکھنے والے اور ان کی بددعا لینے والے کبھی نہیں پھلتے، کسی نہ کسی بلاء و مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اگرچہ انہیں اس کا احساس نہیں ہوتا۔(۳۳)

☆ جب اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کسی مشکل میں مبتلا ہوں، تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے مشکل سے نکلنے کی راہ پیدا کر دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجاً۔ (الطلاق ۶۵:۲)

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے نجات کی راہ بنا دیتا ہے(۳۴)

۳۰۔ عمدۃ القاری، ج۵، ۶۰۶ ۳۱۔ شرح صحیح مسلم، ج۷، ص۵۳

۳۲۔ فیوض الباری، ج۵، ص۵۳ ۳۳۔ ایضاً

۳۴۔ شرح مسلم نووی، ص۱۵۳۲

Marfat.com

☆ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر جو شدت اور سختی طاری ہوتی ہے، اس سے ان کا اجر زیادہ ہوتا ہے۔(۳۵)

☆ جب کسی مسلمان کو کوئی مشکل پیش آئے تو اسے چاہیے کہ وضو کر کے نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔(۳۶)

☆ وضو کرنا پہلی امتوں میں بھی مشروع اور معمول تھا۔(۳۷)

☆ اس میں اولیاء کی کرامات کا ثبوت ہے اور معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔بعض اوقات اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہیں۔یہی صحیح مذہب ہے۔(۳۸)

☆ کرامات ہر قسم کے خوارق کو شامل ہے،بعض لوگوں نے کہا ہے: کہ اس کا تعلق صرف دعا کے قبول ہونے کے ساتھ خاص ہے۔یہ غلط اور مشاہدہ کے خلاف ہے۔بلکہ کرامات سے حقائق بدل جاتے ہیں اور چیز عدم سے وجود میں آتی ہے ۔(۳۹)

☆ اس میں یہ بھی ہے کہ جب اس گود کے بچے نے خدا کی مشیت وقدرت کے تحت بول کر یہ بتا دیا کہ: میرا باپ تو چرواہا ہے (یعنی جریج نہیں)، تو لوگوں نے حضرت جریج کی نہایت عزت وتکریم کی اور کہا: ہم آپ کے لیے سونے کا عبادت خانہ تعمیر کروا دیتے ہیں، تو حضرت جریج نے کہا: کہ مجھے تو وہ پہلے جیسا ہی مٹی کا بنا دو، جو تم نے مجھ سے منحرف ہو کر تہمت زنا کی وجہ سے مسمار کر دیا تھا۔(۴۰)

۳۵۔ شرح صحیح مسلم، ج۳، ص۳۵۴ ۳۶۔ ایضاً

۳۷۔ فتح الباری، ج۲، ص۳۲۸ ۳۸۔ ایضاً

۳۹۔ شرح صحیح مسلم نووی، ص۱۵۳۲ ۴۰۔ انوار الباری، ج۱۸، ص۲۹۳

Marfat.com

تجزیاتی مطالعہ:

☆ اس قصہ میں دو کردار انفرادی طور پر اہم ہیں:

(الف): حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ (ب): فاحشہ عورت

☆ حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ ایک زاہد، عابد اور متقی انسان تھے۔ آپ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا خوف مقدم رکھتے تھے، اسی لیے فاحشہ عورت نے زنا کی دعوت دی، تو آپ باری تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گئے، اور اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ کی براءت ایک نو مولود بچے سے ظاہر فرمائی۔

☆ دوسرا کردار اس فاحشہ عورت کا ہے کہ جب حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ نے زنا سے انکار کیا، تو اس نے انتقاماً آپ کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اس سے بدکار عورتوں کی فطرت کا پتہ چلتا ہے کہ جب کوئی شریف النفس ان کے بہکاوے میں نہیں آتا، تو وہ ان کو بدنام کرنے لیے ہر حربہ استعمال کرتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ عزیز مصر کی بیوی نے کیا تھا (یوسف ۱۲: ۲۳۔۲۸)

☆ حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ عابد و زاہد تھے لیکن عالم فقیہ نہ تھے۔ علم کی وجہ سے خطاؤں کا امکان کم ہو جاتا ہے۔

۳۔ عصرِ حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے انفرادی زندگی کے لیے تین باتیں مترشح ہوتی ہیں:

۱۔ ہر مسلمان کو کردار میں حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہونا چاہیے۔ آج مسلم معاشرے میں ایسے لوگوں کی کمی واقع ہو گئی ہے، کہ جو کردار کے ساتھ پہچانے

Marfat.com

جائیں۔ بعض واقعات تو ایسے سامنے آرہے ہیں کہ اچھے بھلے دینی ماحول والے لوگ بھی بدکرداریوں میں ملوث ہیں۔

۲۔ آج مسلمان عبادت گاہوں سے دور بھاگتا ہے۔ آج ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر وفکر سے اپنے ضمیر کو روشن کیا جائے۔

۳۔ فاحشہ اور بدنام عورتوں سے دور رہنا چاہیے۔ کیونکہ یہ باکردار اور صالح لوگوں کو بدنام کرنے کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔ موجودہ دور میں مسلم معاشرے کے ہر فرد کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان، نوجوان ہو یا بچہ، ہر برائی سے بالعموم اور زنا سے بالخصوص بچنا چاہیے، زنا تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

بلی کو بھوکا رکھنے پر عذاب ہونا:

۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ، فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ، لَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَلَا سَقَتْهَا، إِذْ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ :حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا :أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا، فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ قَالَ :فَقَالَ :وَاللّٰهُ أَعْلَمُ :لَا أَنْتِ أَطْعَمْتِهَا وَلَا سَقَيْتِهَا حِينَ

Marfat.com

حَبَسْتِيهَا، وَلَا أَنْتِ أَرْسَلْتِهَا، فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ (۴۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک عورت کو بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل کیا گیا، جسے اس نے باندھ رکھا تھا، نہ تو اسے خود کھانا دیتی تھی نہ اسے چھوڑتی تھی کہ از خود زمین کے کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض کا شکار کر کے پیٹ بھر لے۔ دوسری روایت میں ہے کہ "بلی کو قید کر دیا یہاں تک کہ وہ بھوکی پیاسی مرگئی" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو جہنم میں عذاب میں مبتلا دیکھا، جب نماز کسوف کی ادائیگی کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت و دوزخ دکھلائی گئی تھیں۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف کے دوران جہنم کے آگے بڑھنے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: اور جہنم کی آگ میرے بہت قریب ہوگئی حتیٰ کہ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میں ان (لوگوں) میں موجود ہوں (میری موجودگی کے باوجود آپ کا عذاب آرہا ہے)۔ میں نے اس آگ میں ایک عورت کو دیکھا (راوی فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا) کہ اسے ایک بلی کھونچے مار رہی ہے، میں نے پوچھا: کہ اس کا کیا معاملہ ہے؟ فرشتوں نے کہا: کہ اس نے اس بلی کو قید کر رکھا تھا، یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی، نہ اسے خود کھلاتی تھی، نہ اسے چھوڑتی تھی کہ از خود زمین میں پھرنے والے حشرات الارض کیڑے مکوڑے کھالے۔

۴۱۔ i- بخاری، کتاب المساقاۃ، رقم ۲۳۶۴۔۲۳۶۵، ص ۴۶۹

ii- ایضاً، کتاب بدء الخلق، رقم ۳۳۱۸، ص ۶۷۱ iii- ایضاً، کتاب الانبیاء، رقم ۳۴۸۲، ص ۷۱۱

iv- مسلم، کتاب الطب رقم ۵۸۵۲ - ۵۸۵۸، ص ۹۴۹

v- ایضاً، کتاب البر والصلۃ، رقم ۶۶۷۵-۶۶۷۹، ص ۱۱۳۵

vi- ایضاً، کتاب التوبۃ، رقم ۶۹۸۲، ص ۱۱۵۵

Marfat.com

ا۔ مسائل ونصائح:

☆　یہ عورت بنی اسرائیل کے قبیلہ حمیری سے تعلق رکھتی تھی۔(۴۲)

☆　صحیح بات یہی ہے کہ عورت مسلمان تھی اور بلی کو عذاب دینے کی وجہ سے اس کو آگ میں داخل کیا گیا تھا، اور یہ محض گناہ صغیرہ نہیں ہے بلکہ اس پر اصرار کی وجہ سے یہ گناہ کبیرہ ہوگیا تھا۔ اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ یہ عورت ہمیشہ آگ میں رہے گی۔(۴۳)

☆　قاضی عیاض نے کہا ہے: ہوسکتا ہے کہ یہ عورت کافرہ ہو اور اس کو اصل عذاب کفر کی وجہ سے دیا گیا ہو اور بلی کی وجہ سے عذاب میں زیادتی کی گئی ہو۔ کیونکہ وہ مومنہ نہ تھی، جس کے صغیرہ گناہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے معاف کردیے جاتے۔(۴۴)

☆　اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مالک پر اپنے پالتو جانوروں کو کھلانا پلانا واجب ہے۔(۴۵)

☆　بلی کو پکڑنا اور باندھنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے کھانے پلانے کا خیال رکھا جائے۔(۴۶)

☆　بلی کو مارنا اور کھلانے پلانے کے بغیر اسے باندھنا، اس حدیث کے مطابق

۴۲۔　ارشاد الساری، ج۵،ص ۳۵۷　　۴۳۔　شرح مسلم نووی،ص ۱۳۹۷

۴۴۔　شرح صحیح مسلم، ج۶،ص ۶۲۱

۴۵۔　عثمانی، محمد تقی، تکملۃ فتح الملہم بشرح صحیح الامام مسلم، ج۴،ص ۲۳۹، مکتبہ دارالعلوم کراچی، کراچی، ط۱، ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء

۴۶۔　ایضاً

Marfat.com

حرام ہے۔(۴۷)

☆ اگر یہ عورت اس بلی کو پلاتی تو عذاب نہ دی جاتی ،اس سے پانی پلانے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔(۴۸)

☆ حدیث کے معانی سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بلی کی ملکیت ہوتی ہے اور للمراۃ میں لام اضافت ملک کا ہے۔(۴۹)

☆ جہنم پیدا کردی گئی ہے اور بعض لوگوں کو آج بھی اس میں عذاب دیا جارہا ہے۔(۵۰)

☆ ابونعیم نے تاریخ اصبہان میں لکھا ہے کہ بلی میں ملک ثابت نہیں ہوتی۔(۵۱)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ یہ عورت نسباً حمیریہ اور مذھباً یہودیہ بنی اسرائیل سے تھی۔

☆ علامہ نووی کی رائے کے مطابق یہ عورت مسلمان تھی اور اسے عذاب بلی کو بھوکا پیاسا رکھنے کی وجہ سے ہوا ہے۔(۵۲)

☆ قاضی عیاض کی رائے کے مطابق: یہ کافرہ تھی اور اس بلی کی وجہ سے اس کے عذاب میں اضافہ ہوا ہے۔(۵۳)

☆ اس پر اتفاق ہے کہ اس عورت کو عذاب بلی کی وجہ سے ہوا، خواہ مسلمان ہونے کی وجہ سے عارضی عذاب یا کافرہ ہونے کی وجہ سے عذاب میں زیادتی ہوئی۔

۴۷۔ ایضاً
۴۸۔ فتح الباری، ج۱، ص۱۱۸۴
۴۹۔ عمدۃ القاری، ج۹، ص۷۷
۵۰۔ ایضاً
۵۱۔ فتح الباری، ج۲، ص۲۸۶
۵۲۔ شرح مسلم نووی، ص۱۳۹۷
۵۳۔ فتح الباری، ج۲، ص۲۸۶

Marfat.com

☆ یہ عورت اگر ٹھیک طرح سے بلی کی دیکھ بھال کرتی ،تو اس کو عذاب نہ دیا جاتا۔

☆ اگر اس کو نہ باندھتی اور کھلا چھوڑ دیتی پھر بھی عذاب نہ دیا جاتا۔

۳۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے تین باتیں مترشح ہوتی ہیں:

۱۔ گھروں، ڈیروں ،زمینوں اور حویلیوں میں جو پالتو جانور رکھے جاتے ہیں،ان کو کھلانا پلانا چاہیے، کیونکہ ان کا خیال رکھنا مالکان پر واجب ہے۔

۲۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے پالتو جانوروں کے حقوق کا خیال رکھیں،ورنہ ان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دینا پڑے گا۔

۳۔ آج معاشرے میں جانوروں کے حقوق کے تحفظ کے حوالے سے آگاہی کی ضرورت ہے،اس کے لیے ہر کسی کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس امر کی کوشش کرنی چاہیے۔

متکبرانہ لباس پہننے پر عذاب ہونا:

۴۔ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهُ مِنَ الخُيَلَاءِ، خُسِفَ بِهِ، فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الأَرْضِ إِلَى يَوْمِ القِيَامَةِ تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ(۵۴)

ترجمہ:حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

۵۴ i- بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم ۳۴۸۵،ص ۲۱۷

ii- ایضاً، کتاب اللباس، رقم ۵۷۹۰-۵۷۹۱،ص ۱۲۰۰

iii- مسلم، کتاب اللباس، رقم ۵۴۶۵-۵۴۶۹،ص ۸۹۰-۸۹۱

iv- نسائی، کتاب الزینۃ، رقم ۵۳۳۶،ص ۱۲۰۰

Marfat.com

ایک شخص نے تکبر کی وجہ سے اپنی ازار (تہبند) لٹکائی ہوئی تھی، وہ زمین میں دھنسا دیا گیا، وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔

ا۔مسائل ونصائح:

☆ امام طبری کے مطابق اس شخص کا نام ہیزن تھا اور فارسی النسل تھا۔(۵۵)

☆ یہ شخص بنی اسرائیل میں سے تھا، یہ اور قارون ہر روز زمین میں دھنسائے جارہے ہیں اور ان کے ساتھ قیامت تک یہی معاملہ رہے گا۔(۵۶)

☆ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس شخص کے جسم کو زمین نے کھایا نہیں، بلکہ پورے جسم کو ہی دھنسایا جارہا ہے۔(۵۷)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا سامنے سے چادر لٹکاتا ہوا اور تکبر کرتا ہوا شخص آیا، تو اس کو زمین نے نگل لیا۔(۵۸)

☆ جو شخص اپنا پہناوا ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہے، اللہ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔(۵۹)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ جہنم میں ہوگا۔(۶۰)

☆ حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے تہبند کو آدھی پنڈلیوں تک اونچا رکھو، اور اگر ایسا نہ کرو، تو ٹخنوں تک اونچا رکھو، اور تہبند

۵۵۔ فتح الباری، ج۳، ص۱۰۹ ۵۶۔ ارشاد الساری، ج۲، ص۵۱۰

۵۷۔ فتح الباری، ج۳، ص۱۰۹ ۵۸۔ ارشاد الساری، ج۱۲، ص۵۱۰

۵۹۔ عمدۃ القاری، ج۱۵، ص۴ ۶۰۔ بخاری، ج۲، ص۸۶۱

Marfat.com

لٹکانے سے اجتناب کرو، کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالی تکبر کو پسند نہیں کرتا۔(۶۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: جا کر وضو کرو، اس نے جا کر وضو کیا، اور پھر آیا، آپ نے فرمایا: جاؤ وضو کرو، ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اس کو وضو کرنے کا حکم کیوں دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص تہبند لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالی تہبند لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں کرتا۔(۶۲)

☆ مجاہد کہتے ہیں: جس شخص کا تہبند ٹخنوں کو چھوئے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔(۶۳)

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی یا اپنی پنڈلی کے پٹھوں کو پکڑ کر فرمایا: یہ تہبند کی جگہ ہے، اگر تم ایسا نہ کرو تو اس سے ذرا نیچے، اگر ایسا نہ کرو تو ذرا اس سے نیچے اور اگر تم ایسا نہ کرو تو ٹخنوں پر تہبند کا کوئی حق نہیں ہے۔(۶۴)

☆ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کے تہبند کی حد پنڈلیوں کے نصف تک ہے، اگر ٹخنوں تک ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو، وہ جہنم میں ہے۔(۶۵)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلے گا، قیامت کے دن اللہ تعالی اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں

۶۱۔ ابوداؤد، ج ۲، ص ۲۰۸ ۶۲۔ ابوداؤد، ج ۲، ص ۲۰۹

۶۳۔ المنصف، ج ۲، ص ۲۰۱ ۶۴۔ ایضاً، ج ۸، ص ۲۰۳۔۲۰۲

۶۵۔ ایضاً، ج ۸، ص ۲۰۳

Marfat.com

فرمائے گا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں خیال نہ رکھوں تو میرے تہبند کی ایک جانب ڈھلک جاتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔(۶۶)

☆ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ سورج کو گرہن لگ گیا، آپ جلدی سے اٹھے درآں حالیکہ آپ کا تہبند زمین پر گھسیٹ رہا تھا، آپ مسجد میں آئے اور لوگ بھی پلٹ کر آ گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی۔(۶۷)

☆ امام ابن شیبہ روایت کرتے ہیں کہ ابو وائل کہتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تہبند لٹکتا رہتا تھا، ان سے اس کے متعلق استفسار کیا گیا، انھوں نے کہا میں ایسا شخص ہوں جس کی پنڈلیاں پتلی ہیں۔(۶۸)

☆ عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس طرح تہبند باندھتے دیکھا کہ وہ اپنے آگے سے تہبند کو لٹکا دیتے حتیٰ کہ تہبند کے کنارے قدموں کی پشت سے لگتے اور پشت کی جانب سے تہبند کو اونچا رکھتے۔(۶۹)

☆ امام بخاری روایت کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تکبر اور اسراف کے بغیر کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جو چاہے کھاؤ اور جو چاہے پہنو، بہ شرطیکہ اسراف اور تکبر نہ ہو۔(۷۰)

☆ علامہ شرف یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

۶۶۔ بخاری، ج۲، ص۸۶
۶۷۔ بخاری، ج۲، ص۸۶۱
۶۸۔ المصنف، ج۸، ص۲۰۲
۶۹۔ المصنف، ج۸، ص۲۰۶
۷۰۔ بخاری، ج۲، ص۸۶۰

Marfat.com

تہبند، قمیض اور عمامہ ان میں سے ہر ایک کو ٹخنوں کے نیچے تکبر سے لٹکانا منع ہے، اور بغیر تکبر کے لٹکانا مکروہ ہے، چونکہ احادیث میں کپڑا لٹکانے کی ممانعت کو تکبر کے ساتھ مقید کیا ہے، اس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ تحریم تکبر کے ساتھ مخصوص ہے، امام شافعی نے اس فرق کی تصریح کی ہے، اور عورتوں کے لیے کپڑا لٹکانے کی اجازت ہے، اس کے جواز کی احادیث میں تصریح ہے اور اس کے جواز پر علماء کا اجماع ہے، جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو، وہ جہنم میں ہے، لہٰذا پنڈلیوں کے نصف تک تہبند لٹکانا مستحب ہے، اور ٹخنوں تک نیچے کرنا بلا کراہت جائز ہے اور تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو مکروہ تحریمی ہے اور بغیر تکبر کے مکروہ تنزیہی ہے، جن احادیث میں مطلقاً آیا ہے کہ جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے، اس سے مراد وہ کپڑا ہے جو تکبر کی وجہ سے لٹکایا گیا ہو، کیونکہ ان احادیث کے مطابق مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے۔ (۷۱)

☆ علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ممانعت تکبر کی وجہ سے ہے، سو جو شخص جلدی کی وجہ سے کپڑا گھسیٹ کر چلا، یا اس کا تہبند قائم نہیں رہتا اور پھسل کر نیچے آجاتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح میدان جنگ میں کفار کے ساتھ تکبر کے ساتھ تہبند لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں اسلام کی عزت اور دشمن اسلام کی تحقیر ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہر حال میں کراہت منقول ہے۔ (۷۲)

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

جس شخص نے بغیر قصد کے تہبند ٹخنوں کے نیچے رکھا، اس میں کراہت ہے نہ کوئی حرج ہے، اس طرح کسی ضرر کو دور کرنے کے لیے بھی لباس لٹکانا جائز ہے،

۷۱۔ شرح مسلم، ج ۲، ص ۱۹۵ ۷۲۔ اکمال اکمال المعلم، ج ۵، ص ۳۸۵۔۳۸۴

Marfat.com

مثلاً اس کے ٹخنوں کے نیچے کوئی زخم ہو یا خارش ہو، یا اگر وہ ٹخنوں کو نہ ڈھانپے تو اس پر مکھیاں اور دیگر حشرات الارض کے بیٹھنے کا خطرہ ہو، اور لمبی قمیص یا تہبند کے علاوہ کوئی چیز ڈھانپنے کے لیے میسر نہ ہو، تو ایسا ہی ہے جیسا کہ علاج کے لیے شرمگاہ کو کھولنا جائز ہے، ہمارے شیخ زین الدین نے کہا ہے: اگر کوئی عذر نہ ہو اور نہ ہی تکبر کا قصد تو پھر علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ: یہ مکروہ ہے، حرام نہیں ہے۔ (۷۳)

☆ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ بلا قصد تہبند لٹکانا مضر نہیں ہے، خاص طور پر جس شخص کی خصلت میں تکبر نہ ہو، البتہ نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنا افضل ہے، اس لیے یہ واضح ہو گیا کہ چادر گھسیٹ کر چلنے کی حرمت کا سبب تکبر ہے، جیسا کہ احادیث میں اس حکم کو تکبر کی شرط سے مقید کیا گیا ہے۔ (۷۴)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ حدیث مبارکہ میں مذکور شخص کا نام ھیزن تھا اور یہ اہل فارس میں سے تھا۔

☆ تین لوگوں کو زمین میں زندہ دھنسایا گیا ہے:

۱۔ قارون ۲۔ ھیزن

۳۔ آپ ﷺ کے سامنے دھنسایا گیا شخص

☆ یہ تینوں قیامت تک ایسے ہی زمین میں دھنستے رہیں گے۔

☆ ان کو زمین میں دھنسائے جانے کا سبب ان کا تکبر، کپڑوں کا زمین پر لٹکا کر چلنا اور پہناوے پر اترانا ہے۔

۷۳۔ عمدۃ القاری، ج ۲۱، ص ۲۹۵ ۷۴۔ مرقات، ج ۸، ص ۲۶۴

Marfat.com

☆ تکبر اور غرور کے ساتھ جسم پر موجود کسی بھی کپڑے کا زمین پر لٹکانا اور کپڑے پہننے پر فخر ومباہات کرنا حرام ہے۔

☆ ٹخنوں سے نیچے شلوار، قمیض، عبا، تہبند، پینٹ یا دیگر پہناوے اگر غرور وتکبر یا اترانے، فخر ومباح کی وجہ سے نہ ہوں تو مکروہ تنزیہی ہیں۔

☆ اگر مجبوری، بیماری یا عدم توجہگی کی وجہ سے ہوں تو جائز ہیں۔

☆ تہبند، شلوار، عبا، قمیض یا دیگر پہناوؤں کا نصف پنڈلی تک یا ٹخنوں سے اوپر تک لٹکے ہونا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

☆ نصف پنڈلی یا ٹخنوں سے پہناوے کے اوپر ہونے کی صورت میں کپڑے راستوں کی گندگی سے محفوظ رہتے ہیں۔

☆ یہ حکم یعنی کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے نہ ہونا مردوں کے لیے ہے اور عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ ان کے کپڑے ٹخنوں سے نیچے ہوں۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس حدیث مبارکہ سے تین اصول مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ آج اکثر مرد حضرات شلوار، تہبند، پینٹ اور پاجامے ٹخنوں سے نیچے رکھتے ہیں، بلکہ زمین پر گھسیٹ کر بھی چل رہے ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالی کے غضب کو دعوت دینے والی بات ہے۔

۲۔ مردوں کو چاہیے شلوار، تہبند، پینٹ اور پاجامے کی لمبائی نصف پنڈلی یا کم از کم ٹخنوں سے اوپر رکھیں، تاکہ ایک تو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کر سکیں اور دوسرے کپڑے بھی گرد وغبار اور راستوں کی دوسری گندگی سے بچ سکیں۔

۳۔ عورتوں کو چاہیے کہ وہ شلوار یا دیگر کپڑے ٹخنوں سے نیچے رکھیں، کیونکہ یہ ان

Marfat.com

کے لیے پردے کے حکم میں شامل ہے۔

کتے کو پانی پلانے پر بخشش ہونا:

۵۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُومِسَةٍ، مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ، قَالَ: كَادَ يَقْتُلُهُ العَطَشُ، فَنَزَعَتْ خُفَّهَا، فَأَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا، فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ المَاءِ، فَغُفِرَ لَهَا بِذَلِكَ "(۷۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک فاحشہ عورت کی صرف اس لیے مغفرت فرمادی گئی، کہ اس کا گزر ایک ایسے کتے کے پاس سے ہوا، جو ایک کنویں کی منڈیر کے پاس مارے پیاس کے لب دم پڑا ہانپ رہا تھا، قریب تھا کہ پیاس سے مرجاتا۔ اس نے اپنا موزہ اتار کر دوپٹے سے باندھا اور پانی نکال کر اسے پلایا، تو یہی اس کی بخشش کا سبب ہوگیا۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ اس حدیث مبارکہ میں عورت کا ذکر ہے جبکہ ایک اور حدیث میں ایک مرد کا واقعہ مذکور ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک شخص جا رہا تھا، اس کو راستے میں شدید پیاس لگی، اس نے ایک کنواں دیکھا، اس نے اس کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ جب وہ کنویں سے نکلا، اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے اور ہانپ رہا ہے، اس شخص نے سوچا: کہ اس

۷۵۔ i۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، رقم ۳۳۲۱، ص ۶۷۲

ii۔ ایضاً، کتاب احادیث الانبیاء، رقم ۳۴۶۷، ص ۷۰۹

iii۔ مسلم، کتاب الطب، رقم ۵۸۶۰۔۵۸۶۱، ص ۹۵۰

Marfat.com

کتے کی بھی پیاس کی وجہ سے وہی حالت ہے، جو میری ہو رہی تھی، پس وہ کنویں میں اترا اور اپنے موزے میں پانی بھرا، پھر اس موزے کو منہ سے پکڑ کر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ نیکی قبول کی اور اس کو بخش دیا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ان جانوروں میں بھی ہمارے لیے اجر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر تر جگر والے میں اجر ہے۔(۷۶)

☆ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے چھوٹی سی نیکی سے بھی کبائر گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔(۷۷)

☆ یہاں پر بغاوت سے مراد زنا ہے اور یہ عورت فاحشہ زانیہ تھی۔(۷۸)

☆ جو جانور محترم ہیں ان کو کھانا کھلانے، پانی پلانے اور ان کے ساتھ دیگر انواع کے احسان کرنے سے ثواب حاصل ہوگا، عام ازیں کہ وہ جانور اس کا یا کسی اور کا مملوک ہو۔(۷۹)

☆ احادیث مبارکہ میں کتے کو پانی پلانے کے تین واقعات بیان ہوئے ہیں اور یہ تینوں علیحدہ علیحدہ واقعات ہیں۔(۸۰)

☆ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ کبائر گناہ کے مرتکب مسلمان کا نیک عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے۔(۸۱)

☆ یہ حدیث جانوروں سے نیکی کرنے پر ابھارتی ہے۔(۸۲)

☆ جن جانداروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرنے کا حکم دیا ہے، ان کو قتل کرنے میں

۷۶۔ شرح صحیح مسلم، ج۶، ص۶۲۲ ۷۷۔ ارشاد الساری، ج۷، ص۲۲۷

۷۸۔ شرح مسلم نووی، ص۱۳۹۸ ۷۹۔ شرح صحیح مسلم، ج۶، ص۶۲۳

۸۰۔ عمدۃ القاری، ج۱۰، ص۶۶۹

۸۱۔ ایضاً ۸۲۔ شرح مسلم نووی، ص۱۳۹۸

Marfat.com

ہی نیکی ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حربی، مرتد، کاٹنے والا کتا اور پانچ فاسق جانوروں اور جوان کے حکم میں ہیں، کو مارنے کا حکم دیا ہے اور یہ غیر محترم ہیں۔(۸۳)

☆ اس بخشش سے مراد یا تو مخصوص گناہ کبائر کا بخشنا ہے، اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (ھود ۱۱:۱۱۴)

ترجمہ: بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں

یا اس سے مراد کامل بخشش ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے، وہ جسے چاہتا ہے، اپنے فضل و کرم سے عطا کرتا ہے۔(۸۴)

☆ اس حدیث سے گناہ کرنے کی دلیل پکڑنا جائز نہیں ہے۔(۸۵)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ یہ عورت زانیہ تھی، بنی اسرائیل سے اس کا تعلق تھا۔

☆ احادیث مبارکہ میں کتے کو پانی پلانے پر بخشش کے تین واقعات بیان ہوئے ہیں، اور یہ تینوں علیحدہ علیحدہ واقعات ہیں۔

البتہ ان کا نفس مضمون ملتا جلتا ہے۔

☆ ان واقعات میں کبیرہ گناہوں کے مرتکب افراد کی بخشش محض کتے کو پانی پلانے کی بناء پر کر دی گئی۔

☆ جانوروں کے ساتھ نیکی کا اجر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی قبولیت حاصل کر سکتا ہے۔

☆ کبیرہ گناہوں میں مبتلا مسلمان کی نیکی بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب رکھتی ہے۔

۸۳۔ ایضاً ۸۴۔ تکملہ فتح الملہم، ج ۴، ص ۲۴۱ ۸۵۔ ایضاً

Marfat.com

☆ پیاسے کو پانی پلانا، بہت بڑی نیکی ہے۔

☆ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کا ہمیشہ طلبگار اور امید وار رہنا چاہیے۔

☆ چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ بظاہر چھوٹی نیکی بہت بڑے اجر کا سبب ہو سکتی ہے۔

۴۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے دو طرح سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے:

ا۔ ہمارے ہاں جانور تو بہت دور کی بات ہے، ہم انسانوں کا خیال بھی نہیں کرتے۔ ہمیں چاہیے کہ جیسے گرمیوں کے دنوں میں انسانوں اور حیوانوں کو پانی کی پیاس بڑی شدت سے ہوتی ہے، پانی پلانے کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں۔ اس حوالے سے دو طریقوں سے کام کیا جاسکتا ہے:

ا۔ انسانوں کے لیے عام شاہراہوں، راستوں، گلیوں، محلوں، پبلک پارکوں، مساجد، مدارس، سکولوں، کالجوں، ہسپتالوں اور اپنے گھروں میں پانی کی سبیلوں، پانی کے ٹھنڈے کولروں اور سادہ پانی پلانے کا انتظام وانصرام کریں۔

۲۔ جانوروں، پرندوں اور دوسرے حیوانات کے لیے پانی کے تالابوں، حوضوں، نلکوں اور دوسرے ذرائع کے ذریعے پانی پلانے کا اہتمام کریں۔

۳۔ ہم میں سے ہر کسی کو انفرادی طور پر بھی ہر وقت کوشاں رہنا چاہیے کہ: خود محسوس کریں کہ کسی انسان یا حیوان کو پانی پینے کی حاجت ہے تو خود ہی پانی پلانے کا اہتمام کریں۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ کا قصہ:

۶۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :أَوَّلَ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ أُمِّ إِسْمَاعِيلَ، اتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لِتُعَفِّيَ أَثَرَهَا عَلَى سَارَةَ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ، حَتَّى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ، فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ، وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ، فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ، وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيهِ تَمْرٌ، وَسِقَاءً فِيهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفَّى إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقًا، فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَتْ :يَا إِبْرَاهِيمُ، أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا الْوَادِي، الَّذِي لَيْسَ فِيهِ إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا، فَقَالَتْ لَهُ :آللَّهُ الَّذِي أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَتْ: إِذَنْ لَا يُضَيِّعُنَا، ثُمَّ رَجَعَتْ، فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ، اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ :رَبِّ (إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ) (ابراھیم ۱۴:۳۷) -حَتَّى بَلَغَ - (يَشْكُرُونَ) (إبراهيم ۱۴:۳۴) " وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تُرْضِعُ إِسْمَاعِيلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ، حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا، وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوَّى، أَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ، فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْأَرْضِ يَلِيهَا، فَقَامَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرَى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا، فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ

Marfat.com

رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا، ثُمَّ سَعَتْ سَعْىَ الإِنْسَانِ المَجْهُودِ حَتَّى جَاوَزَتِ الوَادِىَ، ثُمَّ أَتَتِ المَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا وَنَظَرَتْ هَلْ تَرَى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَذٰلِكَ سَعْىُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى المَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا، فَقَالَتْ صَهٍ -تُرِيدُ نَفْسَهَا -، ثُمَّ تَسَمَّعَتْ، فَسَمِعَتْ أَيْضًا، فَقَالَتْ :قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غِوَاثٌ، فَإِذَا هِىَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ، فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ، أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ، حَتَّى ظَهَرَ المَاءُ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُولُ بِيَدِهَا هٰكَذَا، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ المَاءِ فِى سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُورُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ .قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :يَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ -أَوْ قَالَ :لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ المَاءِ -، لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا "قَالَ :فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا، فَقَالَ لَهَا المَلَكُ :لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ، فَإِنَّ هَا هُنَا بَيْتَ اللّٰهِ، يَبْنِى هٰذَا الغُلَامُ وَأَبُوهُ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَهْلَهُ، وَكَانَ البَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ، تَأْتِيهِ السُّيُولُ، فَتَأْخُذُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ، فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتَّى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمَ، أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمَ، مُقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءٍ، فَنَزَلُوا فِى أَسْفَلِ مَكَّةَ فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا، فَقَالُوا :إِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلَى مَاءٍ، لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الوَادِى وَمَا فِيهِ مَاءٌ، فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ، فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ بِالْمَاءِ فَأَقْبَلُوا، قَالَ :وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ المَاءِ، فَقَالُوا :أَتَأْذَنِينَ لَنَا

Marfat.com

أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ فَقَالَتْ :نَعَمْ، وَلَكِنْ لَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ، قَالُوا:
نَعَمْ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَأَلْفَى ذَلِكَ
أُمَّ إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُحِبُّ الْإِنْسَ فَنَزَلُوا وَأَرْسَلُوا إِلَى أَهْلِيهِمْ فَنَزَلُوا
مَعَهُمْ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِهَا أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْهُمْ، وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ
الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ، وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ، فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوهُ
امْرَأَةً مِنْهُمْ، وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَمَا تَزَوَّجَ
إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ، فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ
فَقَالَتْ :خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا، ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ
نَحْنُ بِشَرٍّ، نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَشِدَّةٍ، فَشَكَتْ إِلَيْهِ، قَالَ :فَإِذَا جَاءَ
زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقُولِي لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ، فَلَمَّا جَاءَ
إِسْمَاعِيلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا، فَقَالَ :هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ:
نَعَمْ، جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا، فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، وَسَأَلَنِي كَيْفَ
عَيْشُنَا، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ وَشِدَّةٍ، قَالَ :فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟
قَالَتْ :نَعَمْ، أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَيَقُولُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ،
قَالَ :ذَاكِ أَبِي، وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ، الْحَقِي بِأَهْلِكِ، فَطَلَّقَهَا،
وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرَى، فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ أَتَاهُمْ
بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُ، فَقَالَتْ :خَرَجَ
يَبْتَغِي لَنَا، قَالَ :كَيْفَ أَنْتُمْ؟ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ:
نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ، وَأَثْنَتْ عَلَى اللَّهِ، فَقَالَ :مَا طَعَامُكُمْ؟ قَالَتِ
اللَّحْمُ، قَالَ فَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتِ الْمَاءُ .قَالَ :اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي

Marfat.com

اللَّحْمِ وَالمَاءِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ، وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ .قَالَ :فَهُمَا لَا يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ، قَالَ :فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَمُرِيهِ يُثْبِتُ عَتَبَةَ بَابِهِ، فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ قَالَ :هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ :نَعَمْ، أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الهَيْئَةِ، وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ، فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ، قَالَ :فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ، قَالَتْ :نَعَمْ، هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ، قَالَ :ذَاكِ أَبِي وَأَنْتِ العَتَبَةُ، أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ، ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِكَ، وَإِسْمَاعِيلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ، فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ، فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الوَالِدُ بِالوَلَدِ وَالوَلَدُ بِالوَالِدِ، ثُمَّ قَالَ يَا إِسْمَاعِيلُ، إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ، قَالَ :فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ، قَالَ :وَتُعِينُنِي؟ قَالَ :وَأُعِينُكَ، قَالَ :فَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ هَا هُنَا بَيْتًا، وَأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا، قَالَ :فَعِنْدَ ذَلِكَ رَفَعَا القَوَاعِدَ مِنَ البَيْتِ، فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَأْتِي بِالحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِي، حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَ البِنَاءُ، جَاءَ بِهَذَا الحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ، وَهُوَ يَبْنِي وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الحِجَارَةَ، وَهُمَا يَقُولَانِ: (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ العَلِيمُ) (البقرة۲:۱۲۷) ، قَالَ: فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتَّى يَدُورَا حَوْلَ البَيْتِ وَهُمَا يَقُولَانِ :(رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ العَلِيمُ)

Marfat.com

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ :لَمَّا كَانَ بَيْنَ إِبْرَاهِيمَ وَبَيْنَ أَهْلِهِ مَا كَانَ، خَرَجَ بِإِسْمَاعِيلَ وَأُمِّ إِسْمَاعِيلَ، وَمَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ، فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِبْرَاهِيمُ إِلَى أَهْلِهِ، فَاتَّبَعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، حَتَّى لَمَّا بَلَغُوا كَدَاءً نَادَتْهُ مِنْ وَرَائِهِ: يَا إِبْرَاهِيمُ إِلَى مَنْ تَتْرُكُنَا؟ قَالَ :إِلَى اللَّهِ، قَالَتْ :رَضِيتُ بِاللَّهِ، قَالَ :فَرَجَعَتْ فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، حَتَّى لَمَّا فَنِيَ الْمَاءُ، قَالَتْ :لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا، قَالَ فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ، وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ (ص ۳۸:۱۴۵) أَحَدًا، فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا، فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيَ سَعَتْ وَأَتَتِ الْمَرْوَةَ، فَفَعَلَتْ ذَلِكَ أَشْوَاطًا، ثُمَّ قَالَتْ :لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ، تَعْنِي الصَّبِيَّ، فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَإِذَا هُوَ عَلَى حَالِهِ كَأَنَّهُ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ، فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا، فَقَالَتْ :لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ، لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا، فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا، حَتَّى أَتَمَّتْ سَبْعًا، ثُمَّ قَالَتْ :لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ، فَإِذَا هِيَ بِصَوْتٍ، فَقَالَتْ :أَغِثْ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ، فَإِذَا جِبْرِيلُ، قَالَ :فَقَالَ بِعَقِبِهِ هَكَذَا، وَغَمَزَ عَقِبَهُ عَلَى الْأَرْضِ، قَالَ: فَانْبَثَقَ الْمَاءُ، فَدَهَشَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَعَلَتْ تَحْفِزُ، قَالَ :فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَوْ تَرَكَتْهُ كَانَ الْمَاءُ ظَاهِرًا قَالَ فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الْمَاءِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، قَالَ :فَمَر

Marfat.com

نَاسٌ مِنْ جُرْهُمَ بِبَطْنِ الوَادِی، فَإِذَا هُمْ بِطَيْرٍ، كَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوا ذَاكَ. وَقَالُوا :مَا يَكُونُ الطَّيْرُ إِلَّا عَلَى مَاءٍ، فَبَعَثُوا رَسُولَهُمْ فَنَظَرَ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ، فَأَتَاهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ، فَأَتَوْا إِلَيْهَا فَقَالُوا :يَا أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَكُونَ مَعَكِ، أَوْ نَسْكُنَ مَعَكِ، فَبَلَغَ ابْنُهَا فَنَكَحَ فِيهِمُ امْرَأَةً، قَالَ :ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ :إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي، قَالَ :فَجَاءَ فَسَلَّمَ، فَقَالَ :أَيْنَ إِسْمَاعِيلُ؟ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ :ذَهَبَ يَصِيدُ، قَالَ :قُولِي لَهُ إِذَا جَاءَ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ، فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ، قَالَ :أَنْتِ ذَاكِ، فَاذْهَبِي إِلَى أَهْلِكِ، قَالَ :ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ :إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي، قَالَ :فَجَاءَ، فَقَالَ :أَيْنَ إِسْمَاعِيلُ؟ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ :ذَهَبَ يَصِيدُ، فَقَالَتْ :أَلَا تَنْزِلُ فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ، فَقَالَ :وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ :طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَاءُ، قَالَ :اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ، قَالَ :فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :بَرَكَةٌ بِدَعْوَةِ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ قَالَ :ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ :إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي، فَجَاءَ فَوَافَقَ إِسْمَاعِيلَ مِنْ وَرَاءِ زَمْزَمَ يُصْلِحُ نَبْلًا لَهُ، فَقَالَ :يَا إِسْمَاعِيلُ، إِنَّ رَبَّكَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ لَهُ بَيْتًا، قَالَ :أَطِعْ رَبَّكَ، قَالَ :إِنَّهُ قَدْ أَمَرَنِي أَنْ تُعِينَنِي عَلَيْهِ، قَالَ :إِذَنْ أَفْعَلَ. أَوْ كَمَا قَالَ :قَالَ فَقَامَا فَجَعَلَ إِبْرَاهِيمُ يَبْنِي، وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَيَقُولَانِ :(رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) (البقرة ۲:۱۲۷) قَالَ :حَتَّى ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ، وَضَعُفَ الشَّيْخُ عَنْ نَقْلِ الْحِجَارَةِ، فَقَامَ

Marfat.com

عَلَى حَجَرِ الْمَقَامِ، فَجَعَلَ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَيَقُولَانِ :(رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) (البقرة ۲:۱۲۷)(۸۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سب سے پہلے جس عورت نے کمر کا پٹکا بنایا، وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (ہاجرہ) تھیں، انہوں نے یہ پٹکا اس لیے بنایا تا کہ وہ اپنے قدموں کے نشانات کو حضرت سارہ علیہا السلام کے لیے مٹا دے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو، جب کہ وہ ابھی حالت رضاعت میں تھے، لے کر بیت اللہ کے جوار میں آ گئے (اس وقت بیت اللہ تعمیری شکل میں نہیں تھا)، ان دونوں کو مسجد حرام میں موجود زمزم کے کنویں کے اوپر ایک سائبان میں چھوڑ دیا۔ مکہ میں اس وقت نہ کوئی ذی نفس تھا، نہ پانی کا وجود۔ دونوں کو وہاں چھوڑا، ان کے قریب ایک مٹکا، جس میں چند کھجوریں تھیں، رکھ دیا، پانی کا ایک مشکیزہ بھی رکھ دیا اور خود الٹے قدموں واپس چلے گئے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام ان کے پیچھے پیچھے گئیں اور کہا: اے ابراہیم! ہمیں اس (بے آب وگیاہ) وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں، جہاں نہ کوئی انسان ہے، نہ ہی کوئی دوسری چیز؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ بار بار یہی کہتی رہیں، اُدھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی جانب ذرا بھی توجہ نہ فرمائی۔ آخر انہوں نے عرض کی: کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: ہاں! تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے (ایمان ویقین سے سرشار لہجے میں) کہا تب تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا، اور واپس لوٹ گئیں۔

۸۶۔ i- بخاری، کتاب الانبیاء، رقم ۳۳۶۴-۳۳۶۵، ص ۶۸۲-۶۸۵

ii- ایضاً، رقم ۳۳۶۲-۳۳۶۳، ص ۶۸۲

iii- ایضاً، کتاب المساقاۃ، رقم ۲۳۶۸، ص ۴۷۰

Marfat.com

اُدھر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے، یہاں تک جب اس گھاٹی پر پہنچے، جہاں سے انہیں دیکھا نہ جا سکے اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کیا اور ہاتھ اٹھا کر ان کلمات سے دعا فرمائی:

﴿ رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُواْ الصَّلاَةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴾ (ابراہیم ۱۴: ۳۷)

ترجمہ: اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد کو، اس بے آب و گیاہ وادی میں تیرے محترم گھر کے قریب، آباد کیا ہے۔ اے ہمارے رب! تاکہ یہ نماز قائم کریں۔ پس تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں میووں سے رزق دے، تاکہ وہ شکر ادا کریں۔

اُدھر حضرت اسماعیل کی والدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں اور مشکیزہ میں سے پانی پی کر گذارہ کرتی تھیں، یہاں تک کہ مشکیزہ کا پانی ختم ہو گیا، تو خود بھی پیاسی رہ گئیں اور بیٹا بھی پیاسا رہ گیا۔ بے چین و مضطرب ہو کر معصوم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف دیکھتیں (جو پیاس سے بلک رہا تھا) حتی کہ یہ منظر ان سے دیکھا نہ گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف دیکھنے کی ناگواری سے بچنے کے لیے، وہاں سے چل پڑیں۔ اس وادی سے قریب ترین پہاڑ صفا کا تھا، حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس پر جا کھڑی ہوئیں۔ پھر وادی کی دوسری طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ شاید کسی کو دیکھ لیں، لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ پھر صفا سے نیچے اتر آئیں، جب وادی میں پہنچیں، تو اپنی چادر کا کونہ اونچا کیا، ایک انسان کی جتنی بساط ہو سکتی ہے، کوشش کی، اور وادیٔ مکہ کو عبور کر کے مروہ پہاڑ پر آ گئیں اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر آ جائے، وہاں بھی کوئی دکھائی نہ دیا، سات مرتبہ اسی طرح کیا۔

Marfat.com

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اسی وجہ سے صفا و مروہ کے مابین لوگوں کے لیے سعی شروع کی گئی''

پھر جب وہ مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز انہوں نے سنی تو کہا: خاموش، مراد اپنے آپ کو کہنا تھا۔ پھر دوبارہ کان لگا کر سننے کی کوشش کی۔ تو کہنے لگیں: اگر تمہارے پاس کوئی مدد ہے تو تم نے سنا دیا ہے، دیکھا تو ایک فرشتہ زمزم کی جگہ پر موجود ہے اور اس نے اپنے قدموں یا اپنے پیروں سے کھودنا شروع کیا، یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس پانی کو حوض کی شکل میں محفوظ کرنے لگیں۔ اور اپنے ہاتھ کے اشارے سے کہنے لگیں: کہ اس طرح۔ پھر اس پانی کو مشکیزہ میں ڈالنے لگیں اور جب مشکیزہ بھر جاتا تو وہ ابلنے لگتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اُم اسماعیل پر رحم فرمائے، اگر وہ زمزم کو یونہی چھوڑ دیتیں یا فرمایا: اسے محفوظ نہ کرتیں، تو زمزم کا چشمہ جاری پانی کی شکل میں بہتا رہتا۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے زمزم کا پانی پیا اور اپنے بچہ کو دودھ پلاتی رہیں، فرشتہ نے ان سے کہا کہ: اپنے ضائع ہونے (ہلاک ہونے) کا خوف مت کرو، اس لیے کہ یہاں پر اللہ کا گھر ہے، جسے لڑکا اور اس کے والد مل کر تعمیر کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس کے رہنے والوں کو ضائع نہیں فرماتا۔ اس زمانہ میں بیت اللہ زمین سے اونچائی پر ٹیلے کی مانند واقع تھا، کیونکہ سیلاب آیا کرتے تھے اور بیت اللہ کے دائیں بائیں حصہ کی عمارت کو نقصان پہنچاتے تھے۔

اسی طرح دن گزرتے رہے، حتیٰ کہ ایک بار وہاں سے قبیلہ جرہم کے چند لوگ یا جرہم کے گھر والوں میں سے کچھ لوگ گذرے، جو کداء کے رستے سے آ رہے تھے، وہ مکہ کے نشیب میں فروکش ہوئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا: کہ ایک پرندہ منڈلا رہا ہے،

Marfat.com

وہ کہنے لگے: یہ پرندہ تو پانی کے اوپر منڈلاتا ہے، جب کہ یہاں اس وادی میں تو کہیں پانی نہیں ہے۔ انہوں ایک دو آدمیوں کو مٹکے دے کر بھیجا (کہ پانی تلاش کریں)، وہ گئے تو دیکھا کہ پانی (زمزم) ہے، وہ واپس لوٹے، اور انہیں بتلایا کہ پانی ہے، وہ سب کے سب پانی کے پاس آگئے۔ اس وقت اُم اسماعیل پانی کے پاس ہی تھیں، تو ان لوگوں نے پوچھا: کیا آپ ہمیں اپنے قریب فروکش ہونے کی اجازت دیتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں (ٹھیک ہے)! لیکن پانی پر تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا، وہ کہنے لگے ٹھیک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ام اسماعیل کو ان کی وجہ سے انس ہوا اور وہ انس چاہتی تھیں (اس لیے ان لوگوں کو اجازت دے دی)۔ جرہم کے لوگ وہیں فروکش ہوگئے اور انہوں نے اپنے گھر والوں کو بھی بلا بھیجا، وہ بھی وہاں فروکش ہوگئے۔ یہاں تک کہ وہاں ان کے کئی گھرانے ہوگئے حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی جوانی کی عمر کو پہنچ گئے، انہوں نے بنو جرہم سے عربی بھی سیکھ لی اور جب جوان ہوئے تو تمام قبیلہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ نفیس اور باوقعت تھے۔ چنانچہ وہ بالغ ہوگئے اور شعور کی عمر کو پہنچ گئے تو بنو جرہم نے اپنی ایک عورت سے ان کی شادی کردی۔

اسی دوران ام اسماعیل (حضرت ہاجرہ علیہا السلام) بھی انتقال فرما گئیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی وہاں آئے، تاکہ دیکھیں کہ بیوی اور بچہ (جسے وہ بے یارومددگار چھوڑ گئے تھے) کا کیا حال ہے؟ جب وہ آئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا۔ آپ نے ان کی زوجہ سے سوال کیا؟ تو کہنے لگیں: ہمارے لیے کچھ رزق کی تلاش میں گئے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی اہلیہ سے ان کی زندگی اور حالات کے متعلق دریافت کیا، تو وہ عرض کرنے لگیں: ہم بہت بری حالت میں ہیں، بڑی تنگی اور سختی میں ہیں اور ان سے خوب حالات کا شکوہ کیا۔ حضرت ابرہیم علیہ السلام

Marfat.com

نے فرمایا جب تمہارے شوہر آجائیں تو ان سے میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل کرلیں۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو انہیں ماحول کچھ مانوس مانوس سالگا۔انہوں نے پوچھا: کہ کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ وہ کہنے لگیں ہاں !اس اس طرح کے ایک شیخ آئے تھے۔انہوں نے تمہارے متعلق پوچھا تو میں نے انہیں بتلادیا، پھرانہوں نے مجھ سے پوچھا: کہ ہماری زندگی کیسی گذر رہی ہے؟ تو میں نے انہیں بتلادیا کہ ہم مشقت اور شدت میں ہیں۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا وہ کچھ کہہ کر گئے ہیں؟ کہنے لگیں ہاں !انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کو سلام کہوں اور وہ کہہ کر گئے ہیں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل کرلیں۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا: وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے تم سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔تم اپنے گھر والوں سے جاملو،اسے طلاق دے کر اسی قبیلہ کی ایک دوسری خاتون سے شادی کرلی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم سے ،جب تک اس نے چاہا،رکے رہے، پھر کچھ عرصہ بعد دوبارہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر آئے تو انہیں پھر موجود نہ پایا،وہ ان کی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق سوال کیا؟انہوں نے عرض کی: کہ وہ ہمارے لیے رزق کی تلاش میں گئے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا: تم لوگوں کا کیا حال ہے؟اوران کی زندگی اور حالات کے متعلق دریافت کیا، وہ عرض کرنے لگیں: ہم بہت اچھے حال میں ہیں ،خوب فراوانی ہے اوراللہ کی تعریف کی ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہارا کھانا کیا ہے؟ کہنے لگیں کہ گوشت ۔پوچھا کہ تمہارا مشروب کیا ہے؟عرض کیا: پانی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی: اے اللہ! انکے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔

Marfat.com

نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر والوں کے پاس اس وقت ذرا بھی گندم اور غلہ وغیرہ نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے لیے بھی دعا فرماتے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا: جب تمہارے شوہر آ جائیں تو ان سے سلام کہنا اور انہیں حکم دینا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو برقرار رکھیں۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس تشریف لائے تو پوچھا: کیا کوئی آیا تھا؟ کہنے لگیں: ہاں! ہمارے پاس ایک بہت اچھی حالت وصورت والے شیخ آئے تھے اور ان کی خوب تعریف کی۔ انہوں نے مجھ سے آپ کے متعلق دریافت کیا، تو میں نے انہیں بتلا دیا۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہماری زندگی کیسی گزر رہی ہے؟ تو میں نے انہیں بتلایا کہ بہت اچھی، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان سے پوچھا: کہ کیا وہ کچھ کہہ کر گئے ہیں؟ اس نے عرض کی ہاں! وہ آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ برقرار رکھیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: وہ میرے والد تھے اور چوکھٹ سے مراد تم ہو، انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں اپنے پاس روک رکھوں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ عرصہ مزید ٹھہرے رہے، اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا، پھر اس کے بعد تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک سائبان میں تیر کمان ٹھیک کر رہے ہیں۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے، اور دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ وہی سلوک کیا، جو ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ اور بیٹا اپنے باپ کے ساتھ کرتا ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ سعادت مند بیٹے نے جواب دیا: آپ کے رب نے جو حکم دیا ہے، اسے کر گزریئے۔ پوچھا: کیا تم میری اعانت کرو گے؟ کہا: میں آپ کی بھرپور اعانت کروں گا۔ فرمایا کہ: مجھے اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے کہ وہاں پر ایک گھر تعمیر کروں اور حضرت

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام نے ہاتھ سے زمزم کے اردگرد ایک بلند ٹیلہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر اس ٹیلہ کے مقام پر ہی ان دونوں حضرات نے بیت اللہ کی بنیادیں اٹھائیں ،حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لے کر آتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر فرماتے، یہاں تک کہ جب عمارت بلند ہوگئی تو یہ پتھر (جسے مقام ابراہیم کہا جاتا ہے اور جسے قرآن کریم میں اللہ رب العالمین نے اپنی نشانی قرار دیا ہے) لائے اور اسے رکھ دیا،حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر تعمیر فرماتے رہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اُٹھا اُٹھا کر انہیں دیتے رہے ،اور دونوں حضرات یہ دعا کرتے رہے کہ:''اے ہمارے پروردگار! ہماری اس خدمت کو ہماری طرف سے قبول فرما، بلاشبہ تو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے'' (البقرہ ۲:۱۲۷)

دونوں اس کی تعمیر میں لگے رہے، یہاں تک کہ دونوں بیت اللہ کے گرد گھومتے رہے (تعمیر کے ساتھ ساتھ) اور (تعمیر سے فراغت پر یہ دعا مانگی):اے ہمارے پروردگار! ہماری طرف سے (اس خدمت کو) قبول فرمائیے ،بلاشبہ آپ بہت سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ (البقرہ ۲:۱۲۷)

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ جب شام میں قحط پڑ گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ان کے ساتھ حضرت سارہ علیہا السلام اور حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے۔اس وقت مصر میں فرعون اول کی حکومت تھی ،اس کا نام سلوان بن علوان تھا،وہ سام بن نوح کی اولاد سے تھا۔(۸۷)

☆ حضرت مقاتل کے مطابق حضرت ہاجرہ علیہا السلام حضرت ہود علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔(۸۸)

۸۷۔ عمدۃ القاری، ج۹، ص۸۱ ۸۸۔ ایضاً

Marfat.com

☆ حضرت ضحاک فرماتے ہیں: کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام مصر کے بادشاہ کی بیٹی تھیں، یہ بادشاہ منف میں رہتا تھا، اس کے اوپر دوسرا بادشاہ غالب آگیا، اس نے اس کو قتل کر دیا تھا اور اس کی بیٹی کو قید کر کے باندی بنا لیا۔ پھر اس نے حضرت سارہ علیہا السلام کو یہ باندی ہبہ کردی، حضرت سارہ علیہا السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کردی، انہیں کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (۸۹)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو مکہ لے گئے، اس وقت مکہ میں خود رو جھاڑیاں، کیکر اور ببول کے درخت تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو اسی جگہ ٹھہرایا، جہاں اسوقت کعبہ بنا ہوا ہے۔ (۹۰)

☆ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کو مکہ چھوڑ کر گئے تو حضرت ہاجرہ کے پاس کچھ کھجوریں اور پانی کا مشکیزہ تھا، اس میں پانی ختم ہوگیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ہاجرہ علیہا السلام کو سخت پیاس لگی تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آئے اور دونوں کو زمزم کی جگہ لے گئے، حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی ایڑی ماری تو وہاں سے پانی کا چشمہ ابل پڑا، اس لیے زمزم کو حضرت جبریل علیہ السلام کی ایڑی کی ضرب کہا جاتا ہے۔ (۹۱)

☆ چشمہ زمزم سے حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے پانی بھرا، خود بھی پیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی پلایا۔ (۹۲)

☆ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے فرمایا: آپ اس شہر پر لوگوں کی پیاس کا خطرہ محسوس نہ کریں، عنقریب اللہ تعالیٰ کے مہمان اس چشمے سے پانی پیئیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس بچے سے اور اس کے والد سے اپنا گھر تعمیر کروائے گا۔ (۹۳)

☆ کچھ عرصہ بعد وہاں سے قبیلہ جرہم کے لوگوں کا گزر ہوا، وہ اس راستے سے

۸۹۔ نعمۃ الباری، ج۵، ص۸۵ ۹۰۔ عمدۃ القاری، ج۹، ص۹۱
۹۱۔ ارشاد الساری، ج۷، ص۲۸۷
۹۲۔ عمدۃ القاری، ج۹، ص۸۱ ۹۳۔ ایضاً

Marfat.com

ملک شام جا رہے تھے، وہ مکہ کے نچلے حصے میں اترے تو انہوں نے ایک پہاڑ پر پرندہ دیکھا، انہوں نے سوچا یہ پرندہ پانی کے گرد چکر لگا رہا ہے، اور ہم اس وادی میں ہیں جہاں پانی نہیں ہے۔ ان لوگوں نے پہاڑ سے دیکھا تو ان کو پانی نظر آیا، تب انہوں نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے کہا: اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہاں قیام کرلیں، ہم آپ سے حسن سلوک کریں گے اور پانی پر آپ کا قبضہ ہوگا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے ان کو اجازت دے دی، یہ مکہ کے سب سے پہلے باشندے تھے۔ (۹۴)

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام فوت ہوگئیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم کی ایک لڑکی سے شادی کرلی۔ آپ کی زوجہ کا نام الجداء بنت سعد العملاقی تھا، قبیلہ جرہم کی زبان عربی تھی، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بھی عربی سیکھی اور بولنا شروع کردی۔ (۹۵)

☆ حوض، کنویں اور چشمے پر اس کے مالک کا ہی حق ہے وہ جسے چاہے دے اور جسے چاہے نہ دے، مالک کو یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ چشمہ، حوض یا کنویں کے پانی کے استعمال کے لیے کچھ شرائط رکھ دے۔ جیسا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے اجازت دی اور حق ملکیت اپنا رکھا۔ (۹۶)

☆ اگر حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس چشمے کو حوض کی شکل نہ دیتیں تو یہ جاری رہنے والا چشمہ بن جاتا، کیونکہ یہ اللہ تعالی کی نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہی اسے بغیر کسی اور کے عمل کے جاری فرمایا، جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے حوض کی شکل دے دی تو انسانی عمل دخل ہوگیا اور یہ چشمہ محدود کردیا گیا۔ (۹۷)

۹۴۔ ایضاً — ۹۵۔ نعمۃ الباری، ج۵، ص۸۶

۹۶۔ شرح ابن بطال، ج۶، ص۴۱۶ — ۹۷۔ ارشاد الساری، ج۵، ص۳۶۰

Marfat.com

قبیلہ جرہم کے بانی کا نسب درج ذیل ہے:

☆ جرہم بن قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح۔(۹۸)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جس فرعون مصر سے ملاقات ہوئی، اس کا نسب یہ ہے: سنوان بن علوان بن عبید بن عویج بن عملاق بن لاوی بن سام بن نوح۔(۹۹)

☆ لفظ'' نعم '' تصدیق، وعدہ اور اعلان کے لیے استعمال ہوتا ہے۔لفظ '' نعم'' اثبات اور نفی دونوں کے بعد مستعمل ہے، جبکہ لفظ'' بلی '' نفی کے بعد اور''لا'' اثبات کے بعد استعمال ہوتا ہے۔(۱۰۰)

☆ جس کی زمین میں پانی کا چشمہ جاری ہو، وہی اس کا مالک ہوگا۔(۱۰۱)

☆ حضرت سارہ علیہا السلام نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دیا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام حاملہ ہوگئیں، اس پر حضرت سارہ علیہا السلام کو غیرت آئی تو انہوں نے قسم کھائی کے ان کے تین عضو کاٹیں گی۔حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس بات پر گھبرا کر گھر سے باہر نکلیں اور اپنے پٹکے کو جسم کے درمیانے حصے میں باندھ کر، اس کے پچھلے حصے کو زمین پر لٹکا دیا، تاکہ قدموں کے نشانات مٹتے جائیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب یہ بات معلوم ہوئی، تو آپ نے حضرت سارہ علیہا السلام سے سفارش کی اور کہا: تو اس کے دو کانوں میں سوراخ کردے اور ختنہ کردے، چنانچہ حضرت سارہ علیہا السلام نے ان پر عمل کیا۔پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو مکہ معظمہ لے آئے۔(۱۰۲)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیوی اور بیٹے کو چھوڑ کر شام کی طرف واپس چلے

۹۸۔ ایضاً ۹۹۔ عمدۃ القاری، ج۹، ص۸۱

۱۰۰۔ i۔ارشاد الساری، ج۵، ص۳۶۰ ii۔عمدۃ القاری، ج۹، ص۸۱

۱۰۱۔ فتح الباری، ج۱، ص۱۱۸۵

۱۰۲۔ نزہۃ القاری، ج۴، ص۴۰۴

Marfat.com

تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے آپ کو تین دفعہ آواز دی۔ جب آپ نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور نہ ہی جواب دیا: تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے پوچھا: آپ کو ایسا کرنے کا حکم کس نے دیا ہے؟ تو آپ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے۔ اس پر حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا میں اللہ کی رضا پر راضی ہوں۔ (۱۰۳)

☆ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیوی بیٹے کو مکہ میں چھوڑ کر گئے، اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر دو سال تھی اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا دودھ سوکھ گیا تھا۔ (۱۰۴)

☆ جب حضرت سارہ علیہا السلام کا انتقال ہوا تو آپ کی عمر نوے سال تھی، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان کو حطیم میں دفن کیا۔ (۱۰۵)

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے والد کے کہنے پر اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے دی اور دوسری شادی بھی بنو جرہم کے قبیلہ میں کی۔ دوسری بیوی کا نام شامہ بنت مھلھل بن سعد بن عوف یا عاتقہ بنت ہشام تھا۔ انہی سے آپ کے بارہ بچے پیدا ہوئے۔ (۱۰۶)

☆ جب باپ بیٹا ایک دوسرے کو ملے تو ایک دوسرے کو سینہ سے لگایا، مصافحہ کیا، دست بوسی کی یا پیشانی کو چوما، اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی۔ (۱۰۷)

☆ بیت اللہ کی تعمیر سب سے پہلے فرشتوں نے کی تھی۔ طوفان نوح میں اس کی عمارت اٹھالی گئی تھی، طوفان کے بعد بیت اللہ شریف کی جگہ ایک ٹیلہ کی طرح موجود تھی، وہیں پر بیت اللہ کی بنیادیں کھودی گئی اور عمارت بنالی گئی۔ (۱۰۸)

☆ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک بادل بھیجا، وہ بیت اللہ کی جگہ سایہ فگن ہوگیا، اسی سے بیت اللہ شریف کی حد بندی کی گئی۔ بیت اللہ شریف کی عمارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ سے نو ہاتھ اونچی تھی، اور اس کا در تیس ہاتھ کا تھا۔ (۱۰۹)

۱۰۳۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۳۰۲ ۔ ۱۰۴۔ نزہۃ القاری، ج ۴، ص ۴۰۴

۱۰۵۔ ایضاً ۔ ۱۰۶۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۳۰۴

۱۰۷۔ ایضاً ۔ ۱۰۸۔ نزہۃ القاری، ج ۴، ص ۴۰۵

۱۰۹۔ ایضاً

Marfat.com

☆ بیت اللہ کی چھت نہیں تھی ،اس کا ایک دروازہ رکھا گیا اور دروازے کے اندر ایک گڑھا کھودا گیا ،جس میں بیت اللہ شریف کا نذرانہ رکھا جاتا تھا ،یہ پانچ پہاڑوں: حرا ،بشیر ،لبنان ،جبل طور اور جبل بیت المقدس کے پتھروں سے بنایا گیا تھا۔(۱۱۰)

☆ کعبہ شریف کی دیواریں بدل گئی ہیں مگر بنیادیں وہی ہیں ،جو اس وقت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قائم کی تھیں ۔(۱۱۱)

☆ قبل بعثت قریش نے جو تعمیر کی ،اس میں بیت اللہ شریف کا کچھ حصہ حطیم میں شامل کر کے باہر کر دیا ،آج تک اسی پر عمارت باقی ہے۔(۱۱۲)

☆ مقام ابراہیم میں جو پتھر موجود ہے ،یہ وہی ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف کی تعمیر کی ،مسجد حرام میں کعبہ شریف کے پورب ،اتر جانب کچھ فاصلے پر رکھا ہوا ہے۔دیواریں جتنی اونچی ہوتی تھیں ،یہ پتھر بھی اتنا اونچا ہوتا جاتا تھا۔(۱۱۳)

☆ تعمیر کرتے وقت دیواریں جب اتنی اونچی ہو گئیں ،جہاں حجر اسود لگا ہوا ہے ،تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا: اے بیٹے !ایک اچھا پتھر تلاش کر کے لاؤ ،میں اسے لگا دوں ،جہاں سے لوگ طواف کو شروع اور ختم کریں ۔انہوں نے معذرت کی کہ میں تھکا ہوا ہوں ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: پھر بھی جاؤ ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب واپس آئے تو دیکھا کہ ایک خوبصورت پتھر وہاں لگا ہوا ہے پوچھا: ابا جان یہ کون لایا ہے؟ فرمایا: اسے وہ لایا ہے جو تیرے اوپر بھروسہ نہیں کرتا۔(۱۱۴)

☆ یہ پتھر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ہندوستان سے لائے تھے۔یہ وہی پتھر ہے جس پر بیٹھے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام جنت سے تشریف لائے تھے ۔یہ دودھ کی طرح سفید تھا ،بوسہ دینے والوں کے گناہوں کو جذب کرتے کرتے سیاہ ہو گیا ۔(۱۱۵)

۱۱۰۔ ایضاً ۱۱۱۔ ایضاً ،ص ۴۰۶

۱۱۲۔ ایضاً ۱۱۳۔ ایضاً

۱۱۴۔ ایضاً ۱۱۵۔ فتح الباری ،ج ۲ ،ص ۳۰۴

Marfat.com

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت سارہ علیہا السلام کو جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے حاملہ ہونے کا علم ہوا ،تو حسرت کی وجہ سے غصہ آیا اور قسم اٹھائی: کہ میں اس کے تین عضو کاٹوں گی۔

☆ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو جب اس بات کا علم ہوا تو گھر سے پٹکا لٹکاتے ہوئے نکلیں تا کہ فساد جھگڑا نہ ہو۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے درمیانی راستہ نکالنے کی سفارش کی کہ: تم دونوں کانوں میں سوراخ کرلو اور ختنے کرلو۔اس مشورہ کو حضرت سارہ علیہا السلام نے قبول کرلیا۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ چھوڑ کر لوٹنے لگے ،تو خاموشی پر حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے پوچھا: کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ہاں! اس پر حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا: میں اللہ کی رضا پر راضی ہوں۔

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیغام پر ”کہ چوکھٹ تبدیل کرلو“ پہلی بیوی کو طلاق دی۔

☆ کعبۃ اللہ کی تعمیر کے دوران جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تھک گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کہنے کے باوجود پتھر ڈھونڈنے کے لیے چلے گئے۔

۳۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے انفرادی زندگی کے لیے تین عملی پہلو واضح ہوتے ہیں:

۱۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے غصہ میں قسم اٹھائی ،قسم میں تخصیص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشورہ پر کی۔اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ہم میں سے کوئی غصہ یا جوش وجذبہ کی حالت میں کسی سخت قسم کے ردعمل کا اظہار کرتا ہے،تو بڑوں کے کہنے یا دوست احباب کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے نرمی کا پہلو اختیار کرنا چاہیے۔

Marfat.com

۲۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو جب حضرت سارہ علیہا السلام کی قسم کا علم ہوا تو آپ نے سامنا کر کے جھگڑے کو طول دینے کی بجائے، گھر سے نکل پڑیں اور قدموں کے نشان بھی مٹا دیے، تاکہ پیچھا کرنے کے باوجود حضرت سارہ علیہا السلام نہ ڈھونڈ سکیں۔ اس سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ ہمارے گھروں میں جو عورتوں کے درمیان لڑائی جھگڑے ہو جاتے ہیں، اس میں عورتوں کو چاہیے کہ جھگڑے سے بچنے کے لیے وقتی طور پر خاموشی اختیار کریں اور اس ماحول سے علیحدہ ہو جائیں۔ عورتوں کو حتیٰ الامکان جھگڑے سے بچاؤ کی تدبیر اختیار کرنی چاہیے۔ اس سے ہمارے گھر، خاندان، شہر اور ملک کو سکون کا سامنا میسر آئے گا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا یہ عمل بہت اعلیٰ اقدار و کردار کا نمونہ ہے، ہماری، ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں کو یہ کردار اپنانا چاہیے۔

۳۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صرف پیغام پر بیوی کو طلاق دے دی اور تھکاوٹ کے باوجود والد گرامی کے حکم پر پتھر ڈھونڈنے چل نکلے۔ یہ ایک بیٹے کا بہت اعلیٰ انفرادی کردار ہے۔ ہمارے زمانے میں بیٹے بیوی کے کہنے پر ماں باپ کو چھوڑ دیتے ہیں، یہ بہت بڑی مصیبت ہے۔ اسی لیے زندگیاں اجیرن ہیں اور سکون و اطمینان سے خالی ہیں۔ والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ہی خیر و برکت ہے۔ آج کے نوجوان کو اس طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا کردار اسلامی تہذیب و تمدن اور معاشرت کا آئینہ دار ہے۔ اگر معاشرے میں سکون لانا ہے تو اسلامی اقدار و خیالات کو پروان چڑھانا ہوگا۔ آج مغربی تہذیب نے ہماری خاندانی و معاشرتی روایات کو بری طرح متاثر کیا ہے، جو کہ بربادی ہی بربادی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی روایات و اقدار کو پروان چڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

بدکاری سے توبہ پر حضرت کفل کی بخشش:

۷۔ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ :سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحَدِّثُ حَدِیثًا لَوْ لَمْ أَسْمَعْہُ إِلَّا مَرَّۃً أَوْ مَرَّتَیْنِ حَتَّی عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ، وَلَکِنِّی سَمِعْتُہُ أَکْثَرَ مِنْ ذَلِکَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ " :کَانَ الْکِفْلُ مِنْ بنی إسرائیل لَا یَتَوَرَّعُ مِنْ ذَنْبٍ عَمِلَہُ، فَأَتَتْہُ امْرَأَۃٌ فَأَعْطَاہَا سِتِّینَ دِینَارًا٥عَلَی أَنْ یَطَأَہَا، فَلَمَّا قَعَدَ مِنْہَا مَقْعَدَ الرَّجُلِ مِنْ امْرَأَتِہِ أَرْعَدَتْ وَبَکَتْ، فَقَالَ :مَا یُبْکِیکِ أَأَکْرَہْتُکِ؟ قَالَتْ :لَا وَلَکِنَّہُ عَمَلٌ مَا عَمِلْتُہُ قَطُّ، وَمَا حَمَلَنِی عَلَیْہِ إِلَّا الْحَاجَۃُ، فَقَالَ :تَفْعَلِینَ أَنْتِ ہَذَا وَمَا فَعَلْتِہِ؟ اذْہَبِی فَہِیَ لَکِ، وَقَالَ :لَا وَاللّٰہِ لَا أَعْصِی اللّٰہَ بَعْدَہَا أَبَدًا، فَمَاتَ مِنْ لَیْلَتِہِ فَأَصْبَحَ مَکْتُوبًا عَلَی بَابِہِ، إِنَّ اللّٰہَ قَدْ غَفَرَ لِلْکِفْلِ :"ہَذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رَوَاہُ شَیْبَانُ وَغَیْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، نَحْوَ ہَذَا وَرَفَعُوہُ، وَرَوَی بَعْضُہُمْ عَنِ الأعْمَشِ فَلَمْ یَرْفَعْہُ وَرَوَی أَبُو بَکْرِ بْنُ عَیَّاشٍ، ہَذَا الْحَدِیثَ عَنِ الْأَعْمَشِ، "فَأَخْطَأَ فِیہِ، وَقَالَ: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ، عَنْ سَعِیدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَہُوَ غَیْرُ مَحْفُوظٍ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الرَّازِیُّ، ہُوَ کُوفِیٌّ وَکَانَتْ جَدَّتُہُ سُرِّیَّۃً لِعَلِیِّ بْنِ أَبِی طَالِبٍ .وَرَوَی عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الرَّازِیِّ، عُبَیْدَۃُ الضَّبِّیُّ، وَالْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاۃَ، وَغَیْرُ وَاحِدٍ مِنْ کِبَارِ أَہْلِ الْعِلْمِ(۱۱۶)

۱۱۶۔i۔ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، رقم ۲۴۹۶، ص ۹۷۷ ii۔مسند احمد، عبداللہ بن عمر، رقم ۴۷۴۷، ص ۳۶۶
iii۔ابن حبان، کتاب البر والاحسان، رقم ۳۸۷، ص ۲۲۲

Marfat.com

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، اور اگر میں نے ایک مرتبہ یا دو یا تین یا چار یا پانچ یا چھ یا سات مرتبہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا (تو یہ حدیث بیان نہ کرتا)، لیکن میں نے اس سے بھی زیادہ دفعہ یہ حدیث سنی ہے (اس لئے اس کے بالکل یقینی ہونے کی بنا پر یہ حدیث بیان کر رہا ہوں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بنی اسرائیل میں کفل نامی ایک شخص تھا، جو کسی گناہ کے کرنے سے اجتناب نہ کرتا تھا، اس کے پاس ایک عورت آئی (اپنے کسی کام سے)، اس نے اس عورت کو ساٹھ دینار دیئے اور اسے اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اس سے بدکاری کرے گا۔ چنانچہ جب وہ اس عورت سے بدکاری کرنے کے لئے عورت کے پاس بیٹھا تو وہ کانپنے اور رونے لگی۔ اس نے پوچھا روتی کیوں ہے؟ کیا میں تجھ کو ناپسند کرتا ہوں؟ وہ کہنے لگی نہیں (یہ بات نہیں)، لیکن یہ ایک ایسا کام ہے، جو میں نے کبھی نہیں کیا اور میری محتاجی نے مجھے اس پر مجبور کر دیا (ورنہ ہرگز نہ کرتی)۔

اس نے کہا کہ: ایک طرف تو یہ کہتی ہے اور دوسری طرف وہ جو کر چکی ہے (یعنی پیسے لے چکی)، جا چلی جا، وہ پیسے بھی تیرے ہی ہیں۔ اور کہنے لگا: نہیں اللہ کی قسم! آج کے بعد میں اللہ کی کبھی بھی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اسی رات اس کا انتقال ہو گیا، جب صبح ہوئی تو اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا "بے شک اللہ تعالیٰ نے کفل کی مغفرت فرما دی ہے"۔

نقد سند: امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اور کئی دیگر طرق سے بھی مروی ہے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث مبارکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت سے

Marfat.com

سماعت فرمائی۔(۱۱۷)

☆ کفل نامی شخص بنی اسرائیل کے افراد سے ایک فرد تھا۔(۱۱۸)

☆ بنی اسرائیل میں سے جو نبی ہیں، ان کا نام ذوالکفل ہے، نبی گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔(۱۱۹)

☆ اس شخص کی توبہ گناہ کے ارادے کے بعد، قدرت گناہ ہونے کے باوجود، گناہ نہ کرنے کی وجہ سے قبول ہوئی۔(۱۲۰)

☆ کفل نامی شخص گناہوں میں مبتلا رہتا تھا، وہ گناہوں سے بچنے اور رکنے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔(۱۲۱)

☆ یہ عورت اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے کانپنا شروع ہوگئی تھی۔(۱۲۲)

☆ اس شخص نے بدکاری کے لیے اس ضرورت مند عورت کو ہزار دینار دیے اور اسے زنا کرنے پر راضی کیا۔(۱۲۳)

☆ یہ عورت اس صورتحال پر اللہ تعالیٰ سے ڈری اور روتے ہوئے کھڑی ہوگئی۔(۱۲۴)

☆ کفل کے ناپسند ہونے کے جواب میں اس عورت نے کہا: کہ میں تجھ سے ناپسندیدگی کی وجہ سے نہیں رو رہی، بلکہ میں اللہ کے خوف کی وجہ سے رو رہی ہوں اور اس وجہ سے بھی رو رہی ہوں کہ میری مجبوری نے مجھے اس کام پر مجبور کر دیا ہے، ورنہ یہ کام میں نے زندگی میں کبھی نہیں کیا۔(۱۲۵)

۱۱۷۔ تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۱۹۳۸ ۱۱۸۔ عارضۃ الاحوذی، ج ۵، ص ۲۳۵

۱۱۹۔ ایضاً ۱۲۰۔ ایضاً

۱۲۱۔ تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۱۹۳۸ ۱۲۲۔ ایضاً

۱۲۳۔ عارضۃ الاحوذی، ج ۵، ص ۲۳۰ ۱۲۴۔ ایضاً

۱۲۵۔ تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۱۹۳۸

Marfat.com

☆ کفل نے یہ بات سن کر اسے دینار بطور ہبہ دے دیے۔اور اس گناہ سے اور دیگر گناہوں سے ہمیشہ کے لیے توبہ کرلی۔(۱۲۶)

☆ اسی رات کفل فوت ہوگیا اور صبح اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش کا اعلان فرمادیا۔(۱۲۷)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ جس کفل کا اس واقعہ میں ذکر ہے یہ نبی نہیں ہے بلکہ عام امتی ہے۔

☆ اس قصہ میں تین باتیں اہم ہیں:

ا۔کفل کا کردار ۲۔عورت کا کردار ۳۔اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم

ا۔کفل کا کردار: اس واقعہ میں کفل کا کردار ایک مالدار، زانی اور ہر گناہ میں مبتلا شخص کا ہے۔

۲۔عورت کا کردار: واقعہ میں عورت کا کردار ایک پارسا، صالح، نیک، خوف خدا اور مجبوری کی حالت میں گناہ کی طرف جانے والی اور پھر نیکی پر استقامت دکھانے والی عورت کا کردار ہے۔

۳۔اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم: کفل نامی شخص جو پوری زندگی گناہ میں ملوث رہا تھا، اس عورت کے ساتھ نیکی کرنے اور آخری وقت میں توبہ کرنے کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ نے اس کے زندگی بھر کے گناہ معاف کردیے اور اسے بخش دیا۔

☆ کفل کی مغفرت اس عورت کی استقامت اور خشیت الٰہی کی وجہ سے آنسو بہانے سے ہوئی، بلکہ اس کو جو توبہ نصیب ہوئی، وہ اسی عورت کی مرہون منت ہے۔

۱۲۶۔ ایضاً ۱۲۷۔ ایضاً

Marfat.com

☆ مجبوری کی حالت میں حرام کی طرف مائل ہونے کی معافی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی مجبوری کی حالت کو بطور مدح بیان کیا ہے اور اسکی مذمت بیان نہیں کی۔

☆ ایک لمحے کی صدق دل سے توبہ زندگی بھر کے گناہوں کا کفارہ بن سکتی ہے۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس واقعہ میں تین باتیں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں:

۱۔ کفل کا کردار بطور مذمت بیان کیا گیا ہے، اس لیے ہمیں ہر قسم کے گناہ سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ خاص طور پر زنا کی لعنت
آج عام ہوتی جارہی ہے، اہل اسلام کے لیے اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

۲۔ اس عورت کے کردار کو حدیث مبارکہ میں بطور مدح بیان کیا گیا ہے، اسی نیک پارسا عورت کی استقامت اور خشیت کی وجہ سے کفل کو بھی توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ اس لیے ہماری ہر عورت کو اسی کردار کو اپنانا چاہیے کہ خواہ مجبوری کی حالت ہو، لیکن پھر بھی گناہ سے نفرت اور اپنی پاکدامنی کے لیے بھرپور استقامت دکھلانی چاہیے اور گناہ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

۳۔ ایک مجبور عورت کی مدد کرنے کی وجہ سے، کفل کو توبہ کی توفیق عطا ہوئی۔ اس طرح اس فعل سے دو باتیں ہمارے عمل کے لیے مشعل راہ بنیں:

(الف): ہمیں اپنی توفیق کے مطابق مجبور لوگوں کی مدد کرنی چاہیے۔

(ب): اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے، کسی بھی حالت میں اس سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ کفل نے زندگی کی آخری رات میں توبہ کی، تو اللہ تعالیٰ نے سارے گناہ معاف فرمادیے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم نے کتنے بھی گناہ کیے ہوں، اللہ تعالیٰ سے معافی

Marfat.com

مانگی چاہیے اور اس کے فضل وکرم سے حصہ حاصل کرنا چاہیے۔ وہ ایک دفعہ کی توبہ سے زندگی بھر کے گناہ معاف فرمادے گا۔

پیشاب کے قطروں سے نہ بچنے پر عذاب:

۸۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ، قَالَ :انْطَلَقْتُ أَنَا وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ وَمَعَهُ دَرَقَةٌ ثُمَّ اسْتَتَرَ بِهَا، ثُمَّ بَالَ، فَقُلْنَا :انْظُرُوا إِلَيْهِ يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ، فَسَمِعَ ذَلِكَ، فَقَالَ :أَلَمْ تَعْلَمُوا مَا لَقِيَ صَاحِبُ بَنِي إِسْرَائِيلَ، كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَطَعُوا مَا أَصَابَهُ الْبَوْلُ مِنْهُمْ، فَنَهَاهُمْ فَعُذِّبَ فِي قَبْرِهِ ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ :قَالَ مَنْصُورٌ :عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ :جِلْدِ أَحَدِهِمْ، وَقَالَ عَاصِمٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَسَدِ أَحَدِهِمْ (۱۲۸)

ا۔اسناد:

ا۔سندابو داؤد: حدثنا مسدد حدثنا عبدالواحد بن زیاد حدثنا الاعمش عن زید بن وهب عن عبدالرحمن بن حسنة عن النبی ﷺ:

۲۔سندنسائی: خبرنا هناد بن السری عن ابی معاویة عن الاعمش عن زید بن وهب عن عبدالرحمن بن حسنة، عن النبی ﷺ:

۱۲۸۔ i۔ابوداؤد، کتاب الطهارۃ، رقم ۲۲، ص ۱۹ ii۔نسائی، ایضاً، رقم ۳۰، ص ۱۶-۱۷

iii۔ابن ماجه، ایضاً، رقم ۳۴۶، ص ۱۳۵-۱۳۶

Marfat.com

۳۔سندابن ماجہ: حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة ثنا ابو معاویة عن الاعمش عن زیدبن وهب عن عبدالرحمن بن حسنة عن النبی ﷺ:

۲۔نقدرجال

سندنمبرا:

حضرت مسدد رحمۃ اللہ علیہ:

پورانام ابوالحسن مسدد بن مسرهد بن مسربل بن مستورالاسدی البصری (م:۲۲۸ھ) ہے۔آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ہیں اور ثقہ حافظ راوی ہیں۔آپ کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز ہے اور مسدد لقب ہے۔اخ دت س

(الف) تہذیب الکمال، ج ۲۷، ص ۴۴۶ (ب) الثقات، ج۹، ص ۲۰۰

۲۔حضرت عبدالواحد بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ:

پورانام ابوالبشر عبدالواحد بن زیاد عبدی بصری (م:۱۷۶ھ) ہے۔آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ مامون راوی ہیں۔/ع

(الف) طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۸۹ (ب) تہذیب الکمال، ج ۶، ص ۴۸۶

(ج) میزان الاعتدال، ج ۲، رقم ۵۲۸۷ (د) تاریخ کبیر بخاری، ج ۶، رقم ۱۷۰۶

۳۔حضرت الاعمش رحمۃ اللہ علیہ:

پورانام ابومحمد سلیمان بن مهران الاعمش الاسدی الکاهلی (م:۱۴۸ھ) الکوفی ہے۔آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ہیں اور ثقہ حافظ راوی ہیں۔

(الف) تہذیب الکمال، ج ۱۲، ص ۷۷ (ب) الثقات، ج ۴، ص ۳۰۲

(ج) تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۳۱۹

Marfat.com

۴۔حضرت زید بن وھب رحمۃ اللہ علیہ:

پورانام ابوسلیمان بن وھب جہنی کوفی مخضرمی (م:۹۶ھ) ہے۔ آپ کبار تابعین میں سے ہیں۔آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، جلیل، کثیر الحدیث راوی ہیں۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے عازم سفر ہوئے تو راستے میں ہی اطلاع ملی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔/ع

(الف) تہذیب الکمال، ج ۳، ص ۷۰۷ (ب) طبقات خلیفہ، ص ۱۵۸

(ج) الکنی دولابی، ج ۱، ص ۷۱ (د) اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۲۴۲

۵۔حضرت عبدالرحمٰن بن حسنۃ رضی اللہ عنہ :

پورانام عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مطاع بن قطن ہے اور عبدالرحمٰن بن حسنۃ کے نام سے مشہور ہیں۔ حسنۃ ان کی والدہ کا نام ہے ۔آپ شرحبیل بن حسنہ کے بھائی ہیں۔آپ صحابی رسول ہیں۔آپ سے صحاح ستہ میں یہی ایک حدیث مروی ہے۔/دس ق

(الف) تہذیب الکمال، ج ۶، ص ۱۱۶-۱۱۷ (ب) ایضاً، ج ۴، ص ۵۶۰

(ج) الاستیعاب، ج ۶، ص ۸۲۸ (د) اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۲۸۶

(ر) الاصابۃ، ج ۲، رقم ۵۲۰۲

سند نمبر ۲:

۱۔حضرت ھناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ:

پورانام ابوسری ھناد بن سری بن مصعب تمیمی کوفی (م:۲۴۳) ہے۔آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں۔آپ نے اکیانویں سال کی طویل عمر پائی۔/م ۴

(الف) تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۳۲۷ (ب) المعجم المشتمل، ص ۱۱۲۲

(ج) الجرح والتعدیل، ج ۹، ص ۱۱۹ (د) الثقات، ج ۹، ص ۲۴۶

Marfat.com

۲۔حضرت ابومعاویہ رحمۃ اللہ علیہ:

پورانام ابومعاویہ محمد بن خازم ضریر تمیمی سعدی کوفی (م:۱۹۵ھ) ہے۔آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ان کے بارے میں مرجۂ عقائد رکھنے اور تدلیس کاقول کیا گیاہے۔ ابن خراش کہتے ہیں:اگر یہ حضرت اعمش سے روایت کریں تو ثقہ ہیں۔ حضرت یحيٰ بن معین کہتے ہیں کہ:سفیان اورشعبہ کے بعد حضرت اعمش کے راویوں میں سے سب سے ثقہ ہیں۔ آپ ایک سوتیرہ ہجری (۱۱۳ھ) میں پیدا ہوئے اور بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔/ع

(الف) تہذیب الکمال، ج ۸،ص ۶۶۰۔۶۶۳　　　(ب) التاریخ الکبیر، ج ۱،ص ۱۹۱

(د) سیر اعلام النبلاء، ج ۹،ص ۷۳

۳۔الاعمش　　　۴۔زید بن وھب　　　۵۔عبدالرحمٰن بن حسنہ

تینوں کے حالات اوپر والی سند نمبر ۱ میں گذر چکے ہیں۔

سند نمبر ۳:۱۔ابوبکر بن ابی شیبۃ رحمۃ اللہ علیہ:

پورا نام ابوبکر عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی شیبۃ الواسطی الکوفی (م:۲۳۵ھ) ہے۔ آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ہیں۔ بہت ساری کتب کے مصنف ہیں اورثقہ راوی ہیں۔/۲دس ق

(الف) تقریب التہذیب، ج ۱،ص ۴۱۸　　　(ب) الثقات، ج ۸،ص ۳۵۸

۲۔ابومعاویہ: اوپر والی سند نمبر ۲، حالات میں گذر چکے ہیں۔

۳۴۔الاعمش　　　۴۔زید بن وھب　　　۵۔عبدالرحمٰن بن حسنہ

تینوں کے حالات سند نمبر ۱ میں گذر چکے ہیں۔

Marfat.com

ترجمہ: حضرت عبدالرحمان بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

میں اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ڈھال لے کر باہر نکلے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ پردہ کر کے پیشاب کیا۔ ہم نے کہا: کہ ان کی طرف دیکھیے، جو عورتوں کی طرح چھپ کر پیشاب کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن کر فرمایا: تم جانتے ہو کہ بنی اسرائیل کے شخص کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ جب ان میں سے کسی کو پیشاب لگ جاتا تو اس جگہ کو کاٹ دیتے، جہاں پیشاب لگا ہوا ہوتا۔ جس نے ایسا کرنے سے روکا، اسے قبر میں عذاب دیا گیا۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ صاحب بنی اسرائیل سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام اس لیے ذکر نہیں کیا، کیونکہ عرب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اس لقب سے مشہور تھے۔ (۱۲۹)

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو پیشاب کے قطروں سے بچنے کا حکم دیا تھا، لیکن وہ نہ رکے اور اس میں مبتلا رہے اور بچنے کی کوشش نہ کرتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو قبروں میں عذاب دیا۔ (۱۳۰)

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ڈھال تعلیم امت کے لیے استعمال کی اور اپنے لوگوں کے درمیان ستر کے طور پر رکھی۔ (۱۳۱)

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ بطور مذاق یا بطور شان میں گستاخی کی وجہ سے نہ تھا، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قسم کی غلطی سے مبرا ہیں۔ (۱۳۲)

۱۲۹۔ شرح سنن ابی داؤد، ج۱، ص۲۵ ۱۳۰۔ ایضاً

۱۳۱۔ بذل المجہود، ج۱، ص۴۷

۱۳۲۔ شرح سنن ابی داؤد، ج۱، ص۲۵

Marfat.com

☆ دونوں حضرات کا یہ قول یا تو غیر ارادی طور پر تھا، یا تعجب کے طور پر تھا، یا پھر اس فعل کے استفسار کے طور پر تھا۔(۱۳۳)

☆ اس لیے آپ ﷺ نے بہت اچھے انداز اور دلائل سے مسئلہ سمجھایا۔(۱۳۴)

☆ درقتہ سے مراد چمڑے کی وہ ڈھال ہے جس میں نہ لکڑی ہو اور نہ ہی پشتہ ہو۔(۱۳۵)

☆ بنی اسرائیل کے لیے ان کی شریعت کا یہ حکم تھا کہ اگر پیشاب کے قطرے جسم پر لگ جائیں تو جسم کا وہ حصہ کاٹ دیا جاتا تھا۔(۱۳۶)

☆ بنی اسرائیل کا وہ شخص جس نے پیشاب کی وجہ سے اپنا جسم کاٹنے سے انکار کر دیا تھا، اس کو اللہ تعالیٰ نے قبر میں عذاب میں مبتلا کیا۔(۱۳۷)

☆ آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب بھی یہی ہے کہ جو پیشاب کے قطروں سے نہیں بچے گا، ہوسکتا ہے اسے بھی بنی اسرائیل کے اس شخص کی طرح عذاب دیا جائے گا، اس لیے آپ نے اس پر سخت تنبیہ فرمائی۔(۱۳۸)

☆ عربوں میں کھڑے ہو کر اور بغیر ستر کا اہتمام کیے پیشاب کرنے کا رواج تھا، اس لیے عربوں کی عادت معروضہ کے برعکس دیکھ کر دونوں صحابہ سے کلمات تعجب نکلے۔(۱۳۹)

☆ کاٹنے سے مراد کپڑے کا کاٹنا بھی ہوسکتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ ان کی شریعت میں کپڑے کے پاک ہونے کے لیے اس کا کاٹنا ہی شرط ہو اور جسم کے کاٹنے کا معنی مراد لینا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ ایک انسانی انتہائی تکلیف دہ امر ہے اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ رحم کرنیوالا ہے، جسم کو کاٹنے کی تکلیف تو قتل سے بھی زیادہ ہوتی ہے، اس لیے یہاں پر کاٹنے سے مراد کپڑے کا کاٹا جانا مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔(۱۴۰)

۱۳۳۔ ایضاً ۱۳۴۔ ایضاً
۱۳۵۔ القاموس الوحید، د، ۵۱۷ ۱۳۶۔ عون المعبود، ج ۱، ص ۲۷
۱۳۷۔ ایضاً ۱۳۸۔ ایضاً
۱۳۹۔ بذل المجهود، ج ۱، ص ۷۵ ۱۴۰۔ ایضاً

Marfat.com

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا ہے۔
☆ عربوں میں مرد کھڑے ہو کر اور پردے کا اہتمام کیے بغیر پیشاب کرتے تھے۔
☆ حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کا کلام استہزاء یا استخفاف کے لیے نہیں تھا، کیونکہ یہ دونوں صحابی ہیں، اور صحابی ایسے کلام سے مبرا ہیں۔
☆ دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کلام بطور تعجب، غیر ارادی یا پھر استفسار کے طور پر تھا۔
☆ بنی اسرائیل کی شریعت میں طہارت کے لیے پیشاب لگنے کی جگہ سے کپڑے کا کاٹنا لازم تھا۔
☆ پیشاب کے قطروں سے بچنا ہر مسلمان کے لیے لازم ہے۔
☆ آپ نے پیشاب سے نہ بچنے والوں کے لیے سخت تنبیہ فرمائی۔

۳۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے انفرادی زندگی کے لیے دو راہنما اصول ملتے ہیں، جن پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لیے از حد ضروری ہے:

۱۔ کھڑے کھڑے پیشاب کرنا انتہائی معیوب فعل ہے۔ہمارے زمانے میں بھی اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے، بلکہ پینٹ کوٹ، یا اسی طرح کے دیگر تنگ کپڑے پہننے والے تو اس کا اکثر اوقات خیال نہیں کرتے۔اسی طرح اکثر پبلک مقامات پر کھڑے کھڑے پیشاب کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس حدیث مبارکہ کی رو سے ان کے لیے سخت وعید ہے۔اس قبیح امر سے ہم سب کو بچنا چاہیے۔

۲۔ پیشاب کرنے کے لیے خواہ مرد ہوں یا عورتیں، تمام کو پردے کا خاص اہتمام

Marfat.com

کرنا چاہیے، یہ اسلام کی روح ہے اور ہر مسلمان کو اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہر کسی کو انفرادی طور پر اس کا خیال کرنا چاہیے۔

بالوں کا سفید ہونا عزت اور وقار ہے:

۹۔ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ أَنَّهُ قَالَ " :كَانَ إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ النَّاسِ ضَيَّفَ الضَّيْفَ، وَأَوَّلَ النَّاسِ اخْتَتَنَ، وَأَوَّلَ النَّاسِ قَصَّ الشَّارِبَ، وَأَوَّلَ النَّاسِ رَأَى الشَّيْبَ، فَقَالَ :يَا رَبِّ مَا هَذَا؟ فَقَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى :وَقَارٌ يَا إِبْرَاهِيمُ، فَقَالَ :يَا رَبِّ زِدْنِي وَقَارًا "قَالَ يَحْيَى :وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ :يُؤْخَذُ مِنَ الشَّارِبِ حَتَّى

يَبْدُوَ طَرَفُ الشَّفَةِ، وَهُوَ الْإِطَارُ، وَلَا يَجُزُّهُ فَيُمَثِّلُ بِنَفْسِهِ(۱۴۱)

ترجمہ: حضرت سعید بن میبّب نے کہا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے مہمان کی ضیافت کی، سب سے پہلے ختنے کیے، سب سے پہلے مونچھیں کتریں اور سب سے پہلے سفید بال کو دیکھ کر کہا: اے پروردگار! یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ عزت اور وقار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: پھر تو اے پروردگار! مجھے زیادہ عزّت دے۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ مونچھوں کو اتنا کترنا چاہیے کہ ہونٹ کے کنارے کھل جائیں، یہ نہیں کہ مونچھیں بالکل صاف کر دے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ قص الشارب: سے مراد ہونٹ کے کنارے سے جو بال بڑھے ہوئے ہوں،

Marfat.com

ان کا کاٹنا۔(۱۴۲)

☆ جن آسائشوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا تھا، ان میں سے ایک ختنہ کروانا بھی ہے۔(۱۴۳)

☆ سفید بالوں کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا، اس کے دو احتمال ہیں:

ا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کسی کے سفید بال نہ ہوئے ہوں اور آپ علیہ السلام نے ہی دیکھ کر سوال کیا اور آپ علیہ السلام پہلے سفید بال دیکھنے والے ہوں۔

۲۔ پہلے ہی سفید بال ہوتے ہوں گے، لیکن اس طرح رب تعالیٰ سے سوال صرف آپ علیہ السلام نے کیا۔ البتہ میرے نزدیک پہلا قول راجح ہے۔(۱۴۴)

☆ ختنوں کے واجب یا سنت ہونے میں علماء کا اختلاف ہے:

ا۔ اکثر کے نزدیک ختنے کرنا واجب ہے۔

۲۔ بعض کے نزدیک سنت ہے۔

۳۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں: ختنے مردوں کے لیے سنت ہیں اور عورت کے لیے پاکیزگی ہیں۔(۱۴۵)

☆ جب رب تعالیٰ نے سفید بالوں کے بارے میں فرمایا: اے ابراہیم! یہ عزت، وقار اور بردباری ہے، تو آپ علیہ السلام نے عرض کی! اے میرے رب! میرا وقار زیادہ فرما۔(۱۴۶)

۱۴۱۔ i- مؤطا، کتاب صفۃ النبیؐ، رقم ۴، ص ۶۱۰
ii- بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم ۳۳۵۶، ص ۶۸۱
iii- ایضاً، کتاب الاستئذان، رقم ۶۲۹۸، ص ۱۲۸۵
iv- مسلم، کتاب الفضائل، رقم ۶۱۴۱، ص ۹۹۰-۹۹۱

۱۴۲۔ ابن صلاح، عثمان بن عبدالرحمان، حافظ، رسالۃ فی وصل البلاغات الاربع فی الموطاء، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۱۸ھ/۱۳۳۲ھ

۱۴۳۔ الباجی، سلیمان بن خلف، ابوالید قاضی اندلسی، کتاب المنتقی شرح موطاء، ج ۷، ص ۲۳۲ دار الکتب العربی، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۳۳۲ھ

۱۴۴۔ ایضاً ۱۴۵۔ مسوی مصفی، ج ۲، ص ۱۹۸ ۱۴۶۔ ایضاً ص ۱۹۹

Marfat.com

☆ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ سب سے پہلے ختنے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیے، ختنے انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت مؤکدہ میں سے ہے۔ یہ فطرت اسلام میں سے ہے، جس میں مردوں کے لیے ترک کی گنجائش نہیں ہے۔ (۱۴۷)

☆ ملت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع فرائض اور سنن دونوں طریق پر ہے، اس لیے اتباع ملت ابراہیمی سے مراد فرض واجب بھی ہوسکتا ہے اور سنت بھی۔ (۱۴۸)

☆ بال کٹوانے، ناخن تراشنے، مونچھیں کٹوانے اور زیر ناف بال کاٹنے کے لیے زیادہ سے زیادہ چالیس دن کا وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے۔ البتہ عام حکم یہ ہے کہ جب بڑھ جائیں کاٹ لیے جائیں۔ (۱۴۹)

☆ اکثر علماء کے نزدیک ختنے فرض ہیں، کیونکہ یہ شعار اسلام میں سے ہیں اور شعار فرض ہوتا ہے۔ ختنے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بطور صفت توریت اور انجیل میں بیان ہوئی ہے۔ (۱۵۰)

☆ مہمان کی ضیافت شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرض کفایہ ہے۔ بعض نے ایک دن کی مہمان نوازی کو فرض قرار دیا ہے اور اس کے علاوہ مستحب قرار دیا ہے اور بعض نے مطلقاً مستحب قرار دیا ہے۔ البتہ ایک اخلاقی فریضہ ہے۔ (۱۵۱)

☆ سفید بالوں کو مہندی، رنگ یا کالے رنگ کے علاوہ خضاب سے رنگنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا کیا ہے۔ (۱۵۲)

☆ صالحین اور نیکوکاروں کے لیے سفید بال عزت و وقار ہیں۔ (۱۵۳)

۱۴۷۔ ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، ابوعمر قرطبی، التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید، ج ۲۱، ص ۵۹، المکتبۃ التجاریۃ مصطفیٰ احمد الباز، مکۃ المکرمۃ السعودیۃ العربیۃ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

۱۴۸۔ ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، ابوعمر قرطبی، الاستذکار، دار الوعی، القاہرہ، مصر، ط۱، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳

۱۴۹۔ ایضاً ۱۵۰۔ القبس، ج ۴، ص ۲۷۸ ۱۵۱۔ ایضاً، ص ۲۷۹

۱۵۲۔ ایضاً ۱۵۳۔ المنتقیٰ، ج ۷، ص ۳۳۲

Marfat.com

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ اس قصہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پانچ عادات حسنہ کا بیان ہے:

۱۔مہمان نوازی ۲۔ختنے کی ابتداء ۳۔مونچھیں کترانا ۴۔سفید بالوں کا آنا

۵۔اللہ تعالیٰ سے عزت ووقار میں اضافے کا سوال

☆ یہ خصائل بطور تحسین بیان ہوئے ہیں۔

☆ مونچھوں کو بالکل صاف نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اتنی چھوٹی کرنی چاہیے کہ ہونٹ صاف ہوجائیں۔

☆ اسلام ہر مسلمان سے ان پانچ خصلتوں کو اپنانے کی توقع کرتا ہے۔

☆ یہ پانچوں امور انسان کا حسن ہیں۔

☆ اسلام ظاہری حسن وجمال کا خیال کرتا ہے۔

☆ داڑھی اور سر کے سفید بال اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہیں۔

☆ سفید بالوں کو خضاب کرنا، اگرچہ بعض شرائط قیود کے ساتھ اسلام نے جائز قرار دیا ہے لیکن افضل واعلیٰ یہی ہے کہ بال سفید ہوں۔

۳۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس حدیث مبارکہ سے انفرادی زندگی کے لیے پانچ امور مترشح ہوتے ہیں۔

۱۔ مہمان نوازی اسلام کا اہم اخلاقی فریضہ ہے۔اس لیے اسے بوجھ نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے کرم کا ذریعہ سمجھنا چاہیے اور اس کے قرب والوں کی سنت ہے۔

۲۔ ختنے مسلمان کے لیے لازم ہیں، اس حدیث مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام

Marfat.com

کی صفت ،جبکہ دوسری کتب سماویہ میں یہ آقا کریم ﷺ کی سنت بیان ہوئی ہے ،اور یہ جسمانی صفائی ونفاست کا حصہ ہے۔

۳۔ ہر مسلمان کو چہرے کی خوبصورتی کا بھی خیال رکھنا چاہیے ،یہاں پر مونچھوں کے کترنے کا ذکر ہے اور اس سے مراد چہرے کی ظاہری حسن کا خیال رکھنا ہے۔

۴۔ سفید بال اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور عزت ووقار کی علامت ہے ۔آج اکثر لوگ خضاب لگاتے ہیں جو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں ناپسندیدہ ہے ۔اس لیے بال سفید ہی رکھنے چاہیے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا سوال کرتے رہنا چاہیے،اس سے عزت ووقار کا بھی سوال کرتے رہنا چاہیے ۔اس حدیث مبارکہ کی رو سے سفید بال عزت وقار کی علامت ہیں اور اصل عزت ووقار وہی ہے جسے رب تعالیٰ عزت وقار کہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خنزیر کو اچھے کلمات کہنا:

۱۰۔ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، "أَنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ لَقِيَ خِنْزِيرًا بِالطَّرِيقِ فَقَالَ لَهُ :انْفُذْ بِسَلَامٍ، فَقِيلَ لَهُ :تَقُولُ هَذَا لِخِنْزِيرٍ؟ فَقَالَ عِيسَى إِنِّي أَخَافُ أَنْ أُعَوِّدَ لِسَانِي الْمَنْطِقَ بِالسُّوءِ "(۱۵۴)

ترجمہ: یحییٰ بن سعید سے روایت ہے:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے راستہ میں ایک سور آیا،آپ علیہ السلام نے فرمایا: چلا جا سلامتی سے،لوگوں نے کہا: آپ علیہ السلام سور سے اس طرح فرماتے ہیں (یعنی اس کو دھتکارتے نہیں)۔آپ نے فرمایا: میں ڈرتا ہوں !کہ کہیں میری زبان کو بری بات چیت کی عادت نہ ہو جائے۔

۱۵۴۔ مؤطا،کتاب الکلام،رقم ۴،ص ۶۴۸

Marfat.com

ا۔مسائل ونصائح:

☆ خنزیر چونکہ بنو آدم کے لیے بہت اذیت کا باعث ہے ،کبھی وہ اس کے مال کو تباہ کرتا ہے اور کبھی اس کی جان پر حملہ کرتا ہے ،حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کلمہ خیر اس لیے کہا: کہ کہیں زبان سے برا کلمہ ادا نہ ہو اور بری عادت نہ پڑ جائے ۔(۱۵۵)

☆ اچھا کلام کرنے سے اچھی عادت کا ظہور ہوتا ہے اور اچھی عادت سے خوش بختی کے دروازے کھلتے ہیں ۔(۱۵۶)

☆ حضرت منصور فقیہ فرماتے ہیں:

اگر اچھا قول انسان نہ کہہ سکے تو زبان کو خاموش رکھنا چاہیے ۔کیونکہ اکثر جدائیوں کی وجہ انسان کی زبان ہے ۔(۱۵۷)

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود خیر تھے اس لیے زبان سے کلمہ خیر بھی خیر کا ادا کیا، کیونکہ ہر زبان دل اور دماغ کی آئینہ دار ہوتی ہے ۔(۱۵۸)

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہر وقت خدا کا ذکر کرتے رہتے تھے ،انہوں نے ذکر خدا والی زبان سے خنزیر کا نام ہی لینا گوارا نہ کیا ۔کہ دوسرے کو برا بھلا کہنے کی بجائے ،خود اپنی طرف دیکھنا چاہیے ۔(۱۵۹)

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خنزیر کے لیے کلمہ سلامتی ،دراصل اپنے لیے تھا ۔(۱۶۰)

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کلام اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سہو اور غفلت سے بچنے کی بناء پر کیا ۔(۱۶۱)

۱۵۵۔ الاستذکار ،ج ۷،ص ۳۱۱ ۱۵۶۔ ایضاً ۱۵۷۔ ایضاً
۱۵۸۔ مسوی مصفی ،ج ۲،ص ۲۴۳ ۱۵۹۔ ایضاً ،ص ۲۲۴
۱۶۰۔ المنتقیٰ ،ج ۷،ص ۳۰۹ ۱۶۱۔ ایضاً

Marfat.com

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام اعلیٰ ادب کا آئینہ دار ہے اور میرے کلمات سے زبان کو بچانے کے لیے اعلیٰ نمونہ ہے۔(۱۶۲)

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کا مطلب ہے کہ مجھے سلامتی دے اور اذیت نہ دے، اور یہ کلام حسن ادب سے ہے۔(۱۶۳)

☆ اس سے ثابت ہوا کہ انسان کو کلام میں اچھے الفاظ استعمال کرنے چاہیے اور برے الفاظ سے پرہیز کرنا چاہیے۔(۱۶۴)

☆ حکایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور خلافت میں طاعون کی بیماری پھیلی، ایک عورت کو طاعون کی بیماری شرمگاہ پر لاحق ہوئی تھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اس عورت کی عیادت کو گئے، آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے پوچھا! طاعون نے جسم کے کون سے حصے کو متاثر کیا ہے؟ اس عورت نے جواب دیا: ہاتھ کے نچلے حصے کو۔ اس عورت نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے سامنے شرمگاہ کا لفظ بولنا سوء ادب سمجھا اور برے کلام سے اجتناب کیا اور اچھے الفاظ سے مدعا بیان کیا۔(۱۶۵)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ادب کا شاہکار ہے۔

☆ آپ علیہ السلام نے کلمات خیر کہہ کر اپنی زبان کو برے کلام والفاظ سے محفوظ فرمایا۔

☆ آپ علیہ السلام کے اس فعل سے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کا تحفظ عیاں ہوتا ہے۔

۱۶۲۔ القبس، ج ۴، ص ۳۷۸

۱۶۳۔ زرمانی، محمد بن عبدالباقی، ابو عبداللہ، شرح موطا الامام مالک، ج ۵، ص ۴۹۵، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ط ۱، ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء

۱۶۴۔ المنتقیٰ، ج ۴، ص ۳۰۹

۱۶۵۔ ایضاً

Marfat.com

☆ آپ علیہ السلام نے ایک بدترین جانور کے ساتھ بھی بھلائی اور خیر کا مظاہرہ کیا۔

☆ لوگوں کے پوچھنے پر اس کی وضاحت بھی فرمادی۔

☆ آپ علیہ السلام نے اس طرح قبیح فعل کو ترک کرنے اور عادت حسنہ کو اپنانے کی اعلیٰ مثال قائم کی۔

۳۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے انفرادی زندگی میں ہمارے لیے دو اصول مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ ہمیں اپنی زندگیوں میں اچھے کلمات وافعال کو ترویج دینا چاہیے۔آج ہمارے معاشرے میں اس امر کا بہت فقدان ہے، ہر طبقہ کے لوگ علماء کرام، صوفیاء کرام، اساتذہ کرام، دانشور حضرات، والدین تقریباً ہر فرد اپنے افعال والفاظ سے ایک تعفن و بیزاری پھیلا رہا ہے۔اچھے بھلے لوگ بہت ہی قبیح الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔اس لیے ایک مسلم معاشرے کی بہتری وتشکیل کے لیے ضروری ہے کہ برے آدمی کے لیے بھی برے الفاظ استعمال نہ کیے جائیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے خنزیر جو بدترین اور دشمن آدم جانور ہے، اس کو بھی برے کلمات نہیں کہے۔اس لیے انسان تو بہت اعلیٰ مخلوق ہے اس کے بارے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۲۔ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے، اس جانور کو اگرچہ شرعاً مارنا بھی جائز ہے، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مارنا تو کجا اس کے بارے میں برے الفاظ بھی استعمال نہیں کیے۔اس لیے وہ لوگ جو جانوروں کو مارتے ہیں یا ان پر سختیاں کرتے ہیں، ان کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے، اور ہم تمام کو ہی جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔

Marfat.com

حضرت مریم علیہا السلام کو جنتی پھل اور حضرت زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے میں اولاد ملنا:

۱۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ "(إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا) (آل عمران ۳:۳۵) تَلَا إِلَى قَوْلِهِ (وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا) (آل عمران ۳:۳۵) قَالَ :كَفَلَهَا زَكَرِيَّا فَدَخَلَ عَلَيْهَا الْمِحْرَابَ، فَوَجَدَ عِنْدَهَا عِنَبًا فِي مِكْتَلٍ فِي غَيْرِ حِينِهِ، قَالَ زَكَرِيَّا :(أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ) (آل عمران ۳:۳۷) قَالَ :إِنَّ الَّذِي يَرْزُقُكِ الْعِنَبَ فِي غَيْرِ حِينِهِ لَقَادِرٌ أَنْ يَرْزُقَنِي مِنَ الْعَاقِرِ الْكَبِيرِ الْعَقِيمِ وَلَدًا، (هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ) (آل عمران ۳:۳۸) فَلَمَّا بُشِّرَ بِيَحْيَى قَالَ :(رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً قَالَ :آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا) (مریم۱۹:۱۰) ، قَالَ :يُعْتَقَلُ لِسَانُكَ مِنْ غَيْرِ مَرَضٍ وَأَنْتَ سَوِيٌّ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ (۱۶۶)

(التعلیق -من تلخیص الذهبی) - صحیح

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے قول: ''میرے پیٹ میں جو ہے، میں اسے آزاد کرکے تیری نذر کرتی ہوں'' کو، اور ''اس کے پاس رزق کو موجود پایا'' پڑھا اور فرمایا: حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کرتے تھے۔ پس آپ ان کے حجرے میں

۱۶۶۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، رقم ۳۲۰۴ ج ۳، ص ۸

Marfat.com

داخل ہوئے تو وہاں پر انگور کو برتن میں موجود پایا۔ حالانکہ اس کا موسم نہ تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے پوچھا: یہ کہاں سے آیا ہے؟ تو حضرت مریم علیہا السلام نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے، بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے عطا کرتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے کہا: بے شک جو ذات بے موسم انگور دے سکتی ہے، وہ اس پر بھی قدرت رکھتی ہے کہ وہ مجھ جیسے بانجھ، ناتواں بوڑھے کو اولاد عطا کرے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے وہیں اپنے پروردگار سے دعا کی۔ پس حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری ملی، تو عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی بتلا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرے لیے نشانی یہ ہے! کہ تو تین رات مسلسل لوگوں سے بات نہیں کر سکے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس آپ کی زبان بغیر کسی بیماری کے مسلسل خاموش رہی۔

نقد حدیث: یہ حدیث صحیح ہے لیکن شیخین نے روایت نہیں کیا۔

مسائل ونصائح:

☆ اس حدیثِ مبارکہ میں تین واقعات کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے، وہ تین واقعات درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کا ذکر۔

۲۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا اولاد کے لیے دعا کرنا۔

۳۔ فرشتوں کا حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دینا اور اس کی علامات۔

☆ ان واقعات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کا ذکر:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں تو ان کی ماں نے ان کو ایک کپڑے میں لپیٹا اور ان کو کاہن بن عمران کے بیٹے کے پاس لے گئیں۔ جو اس

Marfat.com

زمانے میں بیت المقدس کے دربان تھے۔ اور ان سے کہا: اس نذر مانی ہوئی لڑکی کو سنبھالو۔ یہ میری بیٹی ہے۔ میں نے اس کو اپنی ذمہ داری اور اپنی ولایت سے آزاد کردیا۔ عبادت گاہ میں حائض داخل نہیں ہوسکتی تھی اور میں اس کو اپنے گھر نہیں لے جاؤں گی۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے امام کی بیٹی ہے اور عمران ان کو نمازیں پڑھاتے تھے۔ اور ان کی قربانیوں کے منتظم تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا: یہ لڑکی مجھے دے دو۔ کیونکہ اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ باقی لوگوں نے کہا: کہ ہم اس فیصلے پر خوش نہیں ہیں۔ یہ ہمارے امام کی بیٹی ہے۔ پھر انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش کے لیے قلموں کے ساتھ قرعہ اندازی کی۔ یہ وہ قلم تھے جن کے ساتھ وہ لوگ تورات لکھتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکل آیا۔ اور انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کی۔ سدی کی روایت میں ہے کہ وہ لوگ دریا اردن میں گئے اور جن قلموں سے تورات لکھتے تھے، وہ دریا میں ڈال دیئے: کہ جس کا قلم پانی میں سیدھا کھڑا رہے گا وہ حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش کرے گا۔ باقی تمام لوگوں کے قلم پانی میں بہہ گئے اور حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم پانی میں اس طرح کھڑا رہا، جس طرح زمین میں نیزہ گاڑ دیتے ہیں۔ تب انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو لے لیا اور ان کی کفالت کی۔ (۱۶۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب بھی زکریا علیہ السلام اس کے پاس اس کی عبادت کے حجرے میں داخل ہوتے تو اس کے پس تازہ رزق (موجود) پاتے، انہوں نے کہا: اے مریم علیہا السلام! یہ رزق کہاں سے آیا؟ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا یہ (رزق) اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ بے شک اللہ جسے چاہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ (آل عمران ۳: ۳۷)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

۱۶۷۔ جامع البیان، ج ۳، ص ۱۶۴۔۱۶۳

Marfat.com

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس سردیوں میں گرمیوں کے، اور گرمیوں میں سردیوں کے پھل دیکھتے تھے۔ مجاہد نے بیان کیا ہے کہ وہ ان کے پاس بے موسمی انگور دیکھتے تھے۔ (۱۶۸)

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کی ماں کے فوت ہونے کے بعد حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو ان کی خالہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ماں کی تحویل میں دے دیا۔ حتیٰ کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ گئیں تو ان کی ماں کی نذر کے مطابق ان کو عبادت گاہ میں پہنچا دیا۔ وہ وہاں پلتی بڑھتی رہیں۔ پھر بنواسرائیل تنگی اور قحط سالی کا شکار ہو گئے اور حضرت زکریا علیہ السلام کو ان کی پرورش کرنے میں ضعف لاحق ہوا۔ انہوں نے بنواسرائیل سے کہا: تم کو معلوم ہے کہ اب میں اس کی پرورش سے عاجز ہو رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: آپ جن مصائب کا شکار ہیں، وہ ہمیں بھی درپیش ہیں، وہ ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالنے لگے۔ اور ان کے لیے پرورش کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا۔ انہوں نے پھر قرعہ اندازی کی۔ اس دفعہ جریج نام کے ایک شخص کا قرعہ نکلا۔ حضرت مریم علیہا السلام نے جب جریج کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھے تو فرمایا: اے جریج! اللہ سے حسنِ ظن رکھو، وہ ہم دونوں کو رزق عطا فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت مریم علیہا السلام کی برکت سے جریج کو غیر معمولی رزق عطا فرمانے لگا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب رزق کی یہ فراوانی دیکھی تو پوچھا: اے مریم! یہ رزق کہاں سے آیا ہے؟ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ (۱۶۹)

۲۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا اولاد کی دعا کرنے کا سبب:

سدی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حجرہ حضرت مریم علیہا السلام کا

۱۶۸۔ جامع البیان، ج ۳، ص ۱۶۵ ۱۶۹۔ ایضاً، ص ۱۶۶

Marfat.com

حال دیکھا کہ ان کے پاس گرمیوں میں سردیوں کے اور سردیوں میں گرمیوں کے پھل آتے ہیں، ان کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا، کہ میرا رب جو بے موسم کے پھل دینے پر قادر ہے، وہ ضرور اس بات پر قادر ہے، کہ مجھے بے موسم کی یعنی بڑھاپے میں اولاد عطا فرمائے۔ تب وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے پر راغب ہوئے، انہوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، پھر چپکے چپکے اپنے رب سے دعا کی: اے رب میری ہڈی کمزور ہو چکی ہے، میرا سر سفید ہو گیا ہے، میں کبھی تجھ سے دعا کر کے نامراد نہیں ہوا، مجھے اپنے بعد اپنے وارثوں سے (دین میں فتنہ ڈالنے کا) خوف ہے، میری بیوی بانجھ ہے: تو مجھے اپنی طرف سے ایک وارث عطا فرما، جو میرا وارث بنے، آل یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب اس کو اپنا پسندیدہ بنا۔ (۱۷۰)

۳۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری اور اس کی علامات:

فرشتے حضرت زکریا علیہ السلام کو دوسری بشارت دے جاتے ہیں کہ تمہارا لڑکا نبی ہوگا۔ یہ بشارت پہلی خوشخبری سے بھی بڑھ کر ہے۔ جب بشارت آچکی تب حضرت زکریا علیہ السلام کو خیال پیدا ہوا کہ بظاہر اسباب سے تو اس کا ہونا محال ہے تو کہنے لگے: اے اللہ! میرے ہاں بچہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں بوڑھا ہوں، میری بیوی بالکل بانجھ، فرشتے نے اسی وقت جواب دیا: کہ اللہ کا امر سب سے بڑا ہے۔ اس کے پاس کوئی چیز انہونی نہیں، نہ اسے کوئی کام کرنا مشکل۔ نہ وہ کسی کام سے عاجز ہے، اس کا ارادہ ہو چکا، وہ اسی طرح کرے گا۔ اب حضرت زکریا علیہ السلام اللہ سے اس کی علامت طلب کرنے لگے، ذات باری سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اشارہ کیا گیا کہ تو تین دن تک لوگوں سے بات نہ کر سکے گا، رہے گا تندرست، صحیح سالم لیکن زبان سے لوگوں سے بات چیت نہ کی جائے گی،

۱۷۰۔ تفسیر طبری، ج ۳، ص ۱۶۴

Marfat.com

صرف اشاروں سے کام لینا پڑے گا، جیسے اور جگہ ہے "ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا" یعنی تین راتیں تندرستی کی حالت۔ پھر حکم دیا کہ اس حال میں تمہیں چاہیے کہ ذکر اور تکبیر اور تسبیح میں زیادہ مشغول رہو، صبح شام اسی میں لگے رہو۔ (۱۷۱)

☆ اولاد کے لئے دعا کرنا انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین کی سنت ہے۔(۱۷۲)

☆ "انی یکون لی غلام" سے سوال اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک نہیں تھا، بلکہ مقصود سوال سے کیفیت کا معلوم کرنا تھا کہ آیا ہم دونوں میاں بیوی کی جو حالت موجودہ ہے، کہ دونوں خوب بوڑھے ہیں، یہی حالت رہے گی یا اس میں تبدیلی کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: کہ نہیں، تم بوڑھے ہی رہو گے اور اس حالت میں تمہارے اولاد ہوگی، اب اس میں کوئی اشکال نہ رہا(۱۷۳)

☆ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مبارک مکان میں، مبارک وقت میں، کسی اللہ کے محبوب کے پاس کھڑے ہو کر جو دعا کی جاتی ہے، اس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے منظور فرمایا کرتا ہے۔(۱۷۴)

☆ حضرت حنہ کی دعا کی قبولیت کا ذکر ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کے مقبول ہونے کی ظاہری علامت یہ مقرر فرمادی: کہ ان کی تربیت وقت کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد فرمادی۔ اگر مرشد کامل اور مربی مل جائے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔
اگر کوئی شعیب آئے میسر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے (۱۷۵)

۱۷۱۔ تبیان القرآن، ج۲، ص۱۵۰ ۱۷۲۔ معارف القرآن، ج۲، ص۶۰
۱۷۳۔ ایضاً ۱۷۴۔ ضیاء القرآن، ج۱، ص۲۲۶
۱۷۵۔ ایضاً

Marfat.com

☆ اس سے علمائے اہل سنت نے اولیائے کرام ؒ کی کرامتوں کا برحق ہونا ثابت کیا ہے۔ کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام نبی نہ تھیں۔ بے موسم پھلوں کا پایا جانا آپ کی کرامت تھی۔ صرف معتزلیوں نے کراماتِ اولیاء کا انکار کیا ہے۔(۱۷۶)

☆ عمران کی بیوی حنہ نے اپنے پیٹ کے بچے کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کرنے کی جو نذر مانی تھی، اس طرح کی نذر ماننا ہماری شریعت میں بھی صحیح ہے۔ مثلاً انسان یہ نذر مانے کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے کی پرورش اور تربیت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں کرائے گا اور اس کے سوا اس کو اور کسی کام میں مشغول نہیں رکھے گا۔ اور اس کو قرآن مجید، احادیث، فقہ اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم دے گا۔ یہ نذر صحیح ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی عبادت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نذر سے کوئی چیز واجب ہو جاتی ہے اور جس عبادت کی نذر مانی جائے، اس کا پورا کرنا واجب ہے، اور یہ کہ نذر پورا کرنے کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ کہ کسی مجہول چیز کی نذر ماننا جائز ہے۔ کیونکہ حنہ نے اپنے پیٹ کے بچے کی نذر مانی تھی اور ان کو معلوم نہیں تھا کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں کو بھی اپنی اولاد پر ایک قسم کی ولایت حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ اس کی تادیب، تعلیم اور تربیت کا حق رکھتی ہے۔ اگر وہ اس کی مالک نہ ہوتی تو اپنی اولاد میں اس کی نذر نہ مانتی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں کو بھی بچے کا نام رکھنے کا حق ہے۔ اور اس کا رکھا ہوا نام صحیح ہے۔(۱۷۷)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت مریم علیہا السلام کے والد کا نام عمران بن یاشھم تھا اور والدہ کا نام حنہ بنت

۱۷۶۔ ایضاً ۱۷۷۔ احکام القرآن، ج ۲، ص ۱۱

Marfat.com

یا قوذ بنت قتیل تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام آپ کے خالو تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام آپ کے خالو زاد تھے۔ آپ علیہا السلام کے والد حضرت عمران رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلیمان بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔

☆ حضرت حنہ نے اپنے پیٹ کے حمل کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں نذر مانی۔

☆ حضرت حنہ کا خیال بیٹے کا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے بیٹی عطا فرمائی۔

☆ حضرت عمران بیٹی کی پیدائش سے پہلے وفات پا گئے تھے، اس لئے حضرت مریم علیہا السلام کی تعلیم و تربیت حضرت زکریا علیہ السلام نے کی۔

☆ حضرت زکریا علیہ السلام کی عاجزی کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی کفالت کی اور اپنے خاص رزق سے پھلوں اور کھانے کی صورت میں فضل عطا کیا۔

☆ حضرت زکریا علیہ السلام نے بے موسم کے پھل دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے بڑھاپے میں اولاد کی دعا کی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام عطا فرمائے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام عطا فرمائے۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس واقعہ سے ہر مسلمان کے لئے چار باتیں عمل کے لئے مترشح ہوتے ہیں۔

۱۔ اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو اللہ تعالیٰ کے دین کیلئے بھی تیار کرنا چاہیے، بلکہ وقف کرنا چاہیے۔ آج مسلمانوں میں اس امر کی شدید قلت واقع ہوگئی ہے کہ باقی تمام شعبہ جات کے لئے اولاد کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے باقاعدہ اولاد کی ذہن سازی بہت کم کرتے ہیں۔

۲۔ بہت ساری عورتیں عزت، عصمت، دین داری اور صلاحیتوں کے اعتبار سے

Marfat.com

بہت سارے مردوں سے فائق ہوتی ہیں۔ اس لئے بیٹی کو کسی طرح بھی کم تر خیال نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ بیٹوں سے بڑھ کر ان کی تعلیم و تربیت پر توجہ دینی چاہیے۔ آج ہمارے معاشرے میں بیٹیوں کو واقعی بیٹوں جیسی اہمیت نہیں دی جاتی۔ یہ امر تشویش ناک ہے۔ ہر مسلمان کو اس پر توجہ دینی چاہیے۔

۳۔ نیک اولاد کی تمنا اور اس کے لئے دعا رب تعالیٰ سے کرتے رہنا چاہیے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں پر خاص فضل و کرم فرماتا ہے۔ انہیں اسباب سے ہٹ کر مال و اولاد عطا فرماتا ہے۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کو پھل اور حضرت زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے میں اولاد۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ جہد مسلسل اور اس سے طلب ہمیشہ رہنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے خاص فضل و کرم مانگنا بھی چاہیے اور اس کے ملنے کی امید بھی رکھنی چاہیے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا منت ماننا:

۱۲۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ إِسْرَائِيلَ، أَخَذَهُ عِرْقُ النَّسَا فَكَانَ يَبِيتُ وَلَهُ زُقَاءٌ، قَالَ :فَجَعَلَ إِنْ شَفَاهُ اللَّهُ أَنْ لَا يَأْكُلَ لَحْمًا فِيهِ عُرُوقٌ، قَالَ فَحَرَّمَتْهُ الْيَهُودُ "فَنَزَلَتْ (كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَى نَفْسِهِ، مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ، قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ) (آل عمران ۳:۹۳) إِنَّ هَذَا كَانَ قَبْلَ التَّوْرَاةِ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ (۱۷۸)

۱۷۸۔ i۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، رقم ۳۲۰۶، ص ۹

ii۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، رقم ۳۱۱۷، ص ۱۱۹۹

iii۔ سنن الکبریٰ بیہقی، کتاب الضحایا، ج ۱۰، ص ۸

Marfat.com

وقال ابو عیسٰی هذا هذا حدیث حسن

(التعلیق -من تلخیص الذهبی) علی الشرط البخاری و مسلم

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

بے شک حضرت اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کو شدید درد ہوئی (رگ کی درد)، تو آپ علیہ السلام تکلیف کے باعث گھر سے نہ نکل سکتے تھے۔ تب آپ نے دعا کی: اگر اللہ تعالیٰ اسے شفاء دے دے، تو وہ رگیں ملا گوشت نہیں کھائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پس اسی وجہ سے وہ یہودیوں پر حرام ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہر کھانا بنی اسرائیل کے لیے حلال تھا سوائے اس کے جو توریت نازل ہونے سے پہلے اسرائیل علیہ السلام نے خود اپنے اوپر حرام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے: توریت لاؤ اگر تم سچے ہو۔

نقد حدیث: یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے، لیکن انہوں نے روایت نہیں کیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ امام ذھبی فرماتے ہیں: یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرائط پر ہے۔

ا۔مسائل و نصائح:

☆ ابن السائب نے بیان کیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ملت ابراہیم علیہ السلام پر ہوں تو یہود نے کہا: اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ملت ابراہیم علیہ السلام پر ہیں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اونٹ کا گوشت کیوں کھاتے ہیں؟ اور اونٹنیوں کا دودھ کیوں پیتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میرے باپ ابراہیم علیہ السلام پر حلال تھیں اور ہم بھی اس کو حلال قرار دیتے ہیں۔ یہود نے کہا: ہم جن چیزوں کو حرام کہتے ہیں، وہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت سے حرام چلی آرہی ہیں۔ حتٰی کہ ہماری شریعت میں بھی حرام

Marfat.com

ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کے رد اور ان کی تکذیب میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (۱۷۹)

اس سے پہلی آیت میں سیدنا حضرت محمد ﷺ کی نبوت کو مقرر فرمایا تھا اور اس آیت میں بھی آپ ﷺ کی نبوت پر دلیل ہے۔ اول تو اس لئے کہ یہود نسخ کے منکر تھے اور اپنی شریعت کو قیامت تک کے لئے نافذ مانتے تھے۔ اس آیت میں ان پر یہ ثابت کیا گیا کہ پہلے اونٹ کا گوشت حرام نہیں تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کو حرام کیا ہے۔ اس سے نسخ ثابت ہو گیا اور جب نسخ جائز ہو گیا، یہودی شریعت کا منسوخ ہونا اور سیدنا حضرت محمد ﷺ کی شریعت کا نافذ ہونا جائز ہو گیا۔ ثانیاً اس لئے کہ سیدنا محمد ﷺ امی تھے۔ آپ ﷺ نے کسی مکتب میں پڑھا نہیں تھا، نہ کسی عالم کی صحبت میں بیٹھے تھے۔ اس کے باوجود آپ نے بتا دیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت اور اونٹنیوں کا دودھ حرام کیا تھا۔ (۱۸۰)

☆ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت حرام کر لیا تھا۔ حالانکہ کسی چیز کا حلال کرنا یا حرام کرنا صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ بندوں کے اختیار میں نہیں ہے۔ امام رازی نے اس کے حسب ذیل جواب دیئے ہیں:

(الف) یہ ہو سکتا ہے کہ انسان کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ بھی اس کو حرام کر دے۔ مثلاً انسان اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے کر اپنے اوپر حرام کر لے، پھر اللہ تعالیٰ بھی اس عورت کو اس پر حرام کر دے۔

(ب) انبیائے کرام علیہم السلام بھی اجتہاد کے ذریعے کسی چیز کا حلال یا حرام ہونا معلوم کرتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے ہی معلوم کیا تھا کہ اونٹ کا گوشت حرام ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نبیذ کو حرام قرار دیتے

۱۷۹۔ البحر المحیط، ج ۳، ص ۲۶۲ ۱۸۰۔ تبیان القرآن، ج ۲، ص ۲۵۲۔۲۵۳

Marfat.com

ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو حلال قرار دیتے ہیں، اسی طرح جو مچھلی دریا میں مر کر سطح آب پر آجائے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو حرام کہتے ہیں، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کو حلال قرار دیتے ہیں اور یہ حلت اور حرمت اجتہادی ہے۔ اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کے گوشت کو اپنے اجتہاد سے حرام قرار دیا تھا۔

(ج) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا اونٹ کے گوشت کو حرام قرار دینا ایسا ہو، جیسے ہماری شریعت میں نذر ماننا، اور جس طرح ہماری شریعت میں نذر کو پورا کرنا واجب ہے، اسی طرح ان کی شریعت میں کسی چیز کی تحریم کو پورا کرنا واجب ہے۔(۱۸۱)

☆ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو طبعی مرغوبات سے روک لیا تھا۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہد ملا ہوا پانی بہت پسند تھا۔ مگر وہ خوف خدا اور حساب کی سختی کے ڈر سے اس کو نہیں پیتے تھے، جس طرح بہت سے زہاد ریاضت اور مجاہدہ کے لیے اپنے آپ کو طبعی مرغوبات سے روک لیتے ہیں اور ان کو شرعاً حرام نہیں کہتے۔ اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ بہت پسند تھا، لیکن انہوں نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے اپنے نفس کے تقاضوں کی مخالفت کی اور اس کو اپنے اوپر حرام کرلیا، اور یہ شرعی تحریم نہیں تھی۔(۱۸۲)

☆ دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کو شرعاً حرام یا حلال کرنا، بالاستقلال اللہ کا اختیار ہے، اور وہی مستقل شارع ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی نیابت سے انبیاء کرام علیہم السلام بھی اشیاء کو حلال اور حرام کرتے ہیں۔ اور ان کے کیے ہوئے حلال اور حرام پر عمل کرنا اسی طرح

۱۸۱۔ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۴

۱۸۲۔ تبیان القرآن، ج ۲، ص ۲۵۳

Marfat.com

لازم ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کے حرام اور حلال کیے ہوئے پر عمل کرنا۔ (۱۸۳)

☆ ان کی کتاب میں صاف موجود تھا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سے خشکی پر اترے، تو ان پر تمام جانوروں کا کھانا حلال تھا۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کا گوشت اپنے اوپر حرام کرلیا، تو ان کی اولاد بھی اسے حرام جانتی رہی۔ چنانچہ توریت میں بھی اس کی حرمت نازل ہوئی۔ (۱۸۴)

☆ عرق النساء کی بیماری جو ران کے نچلے حصے میں زور کرتی ہے اور انسان کو چلنے پھرنے سے مجبور کر دیتی ہے۔ اس کا علاج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ: عربی دنبہ کی چکی (لاٹ) چربی آگ میں پگلائی جائے اور اس کے تین حصے کیے جائیں اور ران کی اس راگ میں جسے ریگ کہتے ہیں: پہلے ایک حصہ جذب کر دیا جائے، پھر کچھ دن بعد دوسرا، پھر تیسرا حصہ، انشاء اللہ شفاء ہوگی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے سو سے زیادہ بیماریوں پر اسے آزمایا۔ (۱۸۵)

☆ تورات میں ملت ابراہیمی کے خلاف جن طیبات کو حرام ٹھہرایا گیا ہے، وہ تین قسم کی ہیں:

۱۔ ایک: وہ ہیں جو محض یہود کے فقہاء کی تحلیل وتحریم اور ان کی موشگافیوں کی پیدا کردہ ہیں۔ انہوں نے اپنے فتوے کے تحت کسی چیز کو حرام ٹھہرایا اور بعد میں ان کا یہی فتویٰ تورات میں شامل ہو کر اس کا ایک جزو بن گیا اور اس طرح فقیہوں کے ایک فتوے نے کتابِ الٰہی کی حیثیت حاصل کرلی۔

۲۔ دوسری: وہ ہیں جو یہود کی سرکشی، ان کی کٹ حجتی اور ان کی سوال بازی کے سبب حرام ہوئیں۔ انہوں نے کسی چیز کے متعین کرانے میں اتنے سوالات اٹھائے کہ ان

۱۸۳۔ ایضاً ۱۸۴۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۵۱۶۔۵۱۷

۱۸۵۔ تفسیر نعیمی۔ ج ۴، ص ۲۰

Marfat.com

کے لئے جواز کی راہ تنگ سے تنگ ہوتی چلی گئیں، اور اچھی بھلی طیب و طاہر چیزیں بھی، ان کے لئے حرام ہو کر رہ گئیں۔

۳۔ تیسری: وہ ہیں جن سے اجتناب کا تصور ان کے ہاں بزرگوں سے چلا آ رہا تھا۔ مثلاً بعض چیزیں حضرت یعقوب علیہ السلام کسی احتیاط یا محض طبعی یا ذوقی عدم مناسبت کی بنا پر نہیں استعمال کرتے تھے۔ یہود نے اس طرح کی چیزوں کا سرا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملا دیا اور ان کی حرمت بھی تورات کی محرمات کی فہرست میں شامل ہو گئی۔

☆ یہی تحریم جو نذر سے ہوئی تھی، بنی اسرائیل میں بحکم وحی باقی رہ گئی، اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شریعت میں نذر سے تحریم بھی ہو جاتی ہوگی۔ جس طرح ہماری شریعت میں مباح کا ایجاب ہوتا ہے، مگر تحریم کی نذر جو درحقیقت یمین ہے، ہماری شریعت میں جائز نہیں، بلکہ اس میں قسم توڑنا، پھر اس کا کفارہ دینا واجب ہے۔ (۱۸۶)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ علم تاریخ بھی ایک بہترین معاشرتی علم ہے اور اس سے دین و دنیا کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

☆ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نذر کی وجہ سے اونٹ کا گوشت اور دودھ شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تک حرام رہا۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے پہلے اونٹ کا گوشت اور دودھ حلال تھا۔

☆ بیماری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے نذر ماننا شرعاً جائز اور درست ہے۔

☆ امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے امتوں کے احکامات سخت تھے۔ لیکن امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہت ساری آسانیاں پیدا کر دی گئیں۔

۱۸۶۔ معارف القرآن، ج ۲، ص ۱۱۳

Marfat.com

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے انفرادی فعل نذر کو بعد والی امت پر لازم قرار دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فضل و کرم کا ایک طریق ہے کہ ان کی سنت کو جاری فرماتا ہے۔

☆ یہ حدیثِ مبارکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم لدنیہ میں سے ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّی ہونے کے باوجود، توریت کے مضامین سے اسلام کی حقانیت بیان فرمائی۔

☆ نسخ کا قانون تقریباً ہر شریعت میں رہا ہے۔ اسی طرح شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی جاری ہوا۔

☆ اسلام کی حقانیت کے لئے علمی دلائل اپنی اور مخالفین کی کتب سے ازبر کرنے چاہیے۔ اس کے لئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر کوشش کی ضرورت ہے۔

۳۔ عصرِ حاضر میں اطلاق:

اس واقعے سے انفرادی زندگی کے لئے تین اصول مستنبط ہوتے ہیں۔

۱۔ دینِ اسلام کی حقانیت واضح کرنے کے لئے انفرادی طور پر ہر مسلمان کو علمی اعتبار سے پختگی حاصل کرنی چاہیے۔

۲۔ کسی دکھ، تکلیف، مصیبت اور پریشانی میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نیک کام کی نذر ماننا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتِ مبارکہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوتی ہے۔

۳۔ مخالفینِ اسلام کی طرف سے اسلام پر وارد سوالات کے جوابات کے لئے ہر مسلمان کو کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت جبریل امین کا مکالمہ:

۱۳۔ عَنْ أُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔۔۔ كَانَ فِی عِلْمِهِ بِمَا أَقَرُّوا بِهِ، مَنْ يُكَذِّبُ بِهِ وَمَنْ يُصَدِّقُ بِهِ، فَكَانَ رُوحُ عِيسَى مِنْ

Marfat.com

تِلْكَ الْأَرْوَاحِ الَّتِي أُخِذَ عَلَيْهَا الْمِيثَاقُ فِي زَمَنِ آدَمَ فَأَرْسَلَ ذَلِكَ الرُّوحَ إِلَى مَرْيَمَ حِينَ (انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا، فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا) (مريم۱۹:۱۷) إِلَى قَوْلِهِ (مَقْضِيًّا) (مريم۱۹:۲۱) فَحَمَلَتْهُ قَالَ: حَمَلَتِ الَّذِي خَاطَبَهَا وَهُوَ رُوحُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ "قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ :فَحَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ :دَخَلَ مِنْ فِيهَا هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ

(التعليق -من تلخيص الذهبی) - صحيح(۱۸۷)

نقدحدیث: یہ حدیث صحیح ہے لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔امام ذہبی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔

ترجمہ:حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اقرار کرنے والوں میں سے کون اسے جھٹلائے گا اور کون اس کی تصدیق کرے گا۔حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں لیے گئے عہد کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی تھی ۔ اسی روح کو حضرت مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا گیا۔جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی مکان میں آگئیں۔پس آپ علیہا السلام نے ان کی طرف سے پردہ کرلیا ،تو ہم نے ان کی طرف اپنی روح کو بھیجا۔سو حضرت جبریل امین علیہ السلام ان کے سامنے بشری صورت میں ظاہر ہوئے ۔آپ نے کہا: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تو ڈرنے والا ہے۔حضرت جبریل علیہ السلام

۱۸۷۔ i. مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، رقم ۳۳۰۸، ج۲، ص۵۴

ii. زوائد المسند، ص۱۴۵ iii۔ مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، رقم ۱۱۰۱۹، ج۷، ص۶۶

Marfat.com

نے کہا: میں تو تیرے رب ہی کا بھیجا ہوا ہوں کہ: میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا: میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟ جب کہ مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں، اور نہ میں بدکار ہوں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: ایسے ہی ہوگا، تیرے رب نے فرمایا ہے: یہ مجھ پر آسان ہے۔ تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی اور رحمت بنادیں اور یہ امر طے شدہ ہے۔ پس حضرت مریم علیہا السلام نے اسے پیٹ میں لے لیا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو اٹھالیا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ اس کے ذریعے داخل ہوئے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ اس واقعہ کو علامہ ابن کثیر نے زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

اب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرے، جو منجملہ پانچ اولوالعزم پیغمبروں کے ایک ہیں۔ آپ مسجد بیت المقدس کی مشرقی جانب گئیں، یا تو بوجہ کپڑے آنے کے یا کسی اور سبب سے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہلِ کتاب پر بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہونا اور حج کرنا فرض کیا گیا تھا، لیکن چونکہ مریم صدیقہ علیہا السلام بیت المقدس سے مشرقی جانب گئیں تھیں، جیسے فرمانِ الٰہی تھا، اس وجہ سے، ان لوگوں نے مشرقی رخ نمازیں شروع کردیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت گاہ کو انہوں نے از خود قبلہ بنالیا۔ مروی ہے کہ جس جگہ آپ گئی تھیں، وہ جگہ یہاں سے دور اور بے آباد تھی۔ کہتے ہیں کہ وہاں آپ کا کھیت تھا، جسے پانی لگانے کے لئے آپ وہاں گئی تھیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہیں آپ نے حجرہ بنالیا تھا کہ لوگوں سے الگ تھلگ عبادت اللہ میں فراغت کے ساتھ مشغول رہیں۔

جب یہ لوگوں سے دور ہوگئیں اور ان میں اور آپ علیہا السلام میں حجاب ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے آپ کے پاس اپنے امین فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔وہ پوری انسانی شکل میں آپ پر ظاہر ہوئے۔ یہاں روح سے مراد یہی بزرگ فرشتے ہیں۔ جیسے آیت قرآن " نزل به الروح الامين ٥ میں ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: روز ازل میں جب کہ ابن آدم علیہ السلام کی تمام روحوں سے اللہ کی الوہیت کا اقرار لیا گیا تھا، ان روحوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی تھی۔ اسی روح کو بطور انسان اللہ تعالیٰ کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اسی روح نے آپ سے باتیں کیں اور آپ کے جسم میں حلول کر گئی۔ لیکن یہ قول علاوہ غریب ہونے کے بالکل ہی منکر ہے، بہت ممکن ہے کہ یہ قول بنی اسرائیلی قول ہو۔ آپ علیہا السلام نے جب اس تنہائی کے مکان میں ایک غیر شخص کو دیکھا، تو یہ سمجھ کر کہیں یہ کوئی برا آدمی نہ ہو، اسے اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا: کہ اگر تو پرہیز گار ہے تو خوفِ الٰہی کر، میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتی ہوں۔ اتنا پتہ تو آپ علیہا السلام کو ان کے بشرے سے چل گیا تھا کہ یہ کوئی بھلا انسان ہے۔ اور یہ جانتی تھیں کہ نیک شخص کو اللہ کا ڈر اور خوف کافی ہے۔

فرشتے نے آپ علیہا السلام کا خوف وہراس، ڈر اور گھبراہٹ دور کرنے کے لئے صاف کہہ دیا! کہ اور کوئی گمان نہ کرو، میں تو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔ کہتے ہیں کہ اللہ کا نام سن کر حضرت جبرائیل علیہ السلام کانپ اٹھے اور اپنی صورت پر آگئے، اور کہہ دیا کہ میں اللہ کا قاصد ہوں۔ اس لیے اللہ نے مجھے بھیجا ہے کہ وہ تجھے ایک پاک نفس فرزند عطا کرنا چاہتا ہے۔

یہ سن کر حضرت مریم علیہا السلام کو اور تعجب ہوا، کہ سبحان اللہ! مجھے بچہ کیسے ہوگا؟ میرا تو نکاح ہی نہیں ہوا اور برائی کا مجھے تصور تک نہیں ہوا۔ میرے جسم پر کسی انسان کا کبھی ہاتھ ہی نہیں لگا۔ فرشتے نے آپ کے تعجب کو یہ فرما کر دور کرنا چاہا: کہ یہ سب سچ ہے،

Marfat.com

اور اللہ اس پر قادر، کہ بغیر خاوند کے اور بغیر کسی اور بات کے بھی اولاد دے دے۔ وہ جو چاہے وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ اس بچہ کو اور اس واقعہ کو اپنے بندوں کی تذکیر کا سبب بنا دے گا۔ یہ قدرت الٰہی کی ایک نشانی ہوگی تا کہ لوگ یہ جان لیں کہ وہ خالق ہر طرح کی پیدائش پر قادر ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر عورت و مرد کے پیدا فرمایا، حوا علیہا السلام کو صرف مرد سے بغیر کسی عورت کے پیدا کیا۔ باقی تمام انسانوں کو مرد و عورت سے پیدا کیا، سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ بغیر مرد کے صرف عورت سے ہی پیدا ہوئے۔

پس تقسیم کی یہ چار ہی صورتیں ہو سکتی تھیں، جو سب پوری کر دی گئیں اور اپنی کمال قدرت اور عظیم سلطنت کی مثال قائم کر دی۔ فی الواقع نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پروردگار، اور یہ بچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بنے گا، رب کا پیغمبر ہوگا، اللہ کی عبادت کی دعوت اس کی مخلوق کو دے گا۔ (۱۸۸)

☆ مروی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ خلوت اور تنہائی کے موقعہ پر مجھ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولتے تھے۔ اور مجمع میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تھے۔ یہ حال اس وقت کا ہے جب کہ آپ میرے پیٹ میں تھے۔ (۱۸۹)

☆ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت جرائیل علیہ السلام کس صورت میں آئے تھے۔ بعض نے کہا: کہ وہ ایک خوب رو، بے ریش جوان کی شکل میں ظاہر ہوئے تھے۔ بعض نے کہا: کہ بیت المقدس میں یوسف نام کا ایک خادم تھا، اس کی شکل میں ظاہر ہوئے تھے، اور بشر کی شکل میں ظاہر ہونے کی وجہ یہ تھی کہ: حضرت مریم علیہا السلام اس کو دیکھ کر خوف زدہ نہ ہو جائیں اور گھبرا نہ جائیں اور ان سے گفتگو کر سکیں۔ (۱۹۰)

☆ یہ روح اللہ تعالیٰ نے خود پھونکی تھی۔ جیسا کہ اس آیت کا ظاہری معنی ہے یا

۱۸۸۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۳۴۸۔۳۴۹ ۱۸۹۔ ایضاً

۱۹۰۔ تبیان القرآن، ج ۷، ص ۲۶۳

Marfat.com

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے، کیونکہ انہوں نے کہا تھا تاکہ میں آپ کو پاکیزہ بیٹا دوں، وھب بن منبہ نے کہا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے چاک گریبان میں پھونک ماری تو وہ پھونک ان کے چاک گریبان سے ان کے رحم تک پہنچ گئی۔ بہرحال حضرت آدم علیہ السلام بھی نفخ روح سے پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نفخ روح سے پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے'' (آل عمران۳:۵۹) (۱۹۱)

☆ حضرت مریم علیہا السلام کے حمل مدت اور وضع حمل کی مدت میں کئی اقوال ہیں اور اس کی مدت زیادہ طویل نہیں تھی۔ لیکن اس کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ اس وقت وضع حمل ہو گیا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اس حمل کے ساتھ دور جگہ پر چلی گئیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس میں نو گھنٹے لگے، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس میں نو ماہ لگے، زجاج نے کہا: اس میں آٹھ ماہ لگے، الماوردی نے کہا: اس میں چھ ماہ لگے۔ (۱۹۲)

☆ علامہ ثعلبی نے العرائس میں حضرت وھب بن منبہ سے نقل کیا ہے: جب مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حمل ہوا، تو ان دنوں ان کے ساتھ ان کا عم زاد یوسف نجار رہتا تھا۔ وہ دونوں اس مسجد میں جاتے تھے۔ جو صیہون پہاڑ کے پاس تھی۔ وہ دونوں اس مسجد کی خدمت کرتے تھے۔ اور لوگوں کے نزدیک ان دونوں سے زیادہ مسجد کی خدمت اور مسجد میں عبادت کرنے والا اور کوئی نہیں تھا۔ سب سے پہلے یوسف حضرت مریم علیہا السلام کے حمل پر مطلع ہوا۔ وہ بہت حیران ہوا کہ: مریم علیہا السلام تو کبھی اس سے اوجھل نہیں ہوئی تھیں، یہ حمل کیسے ہو گیا۔ بالآخر اس نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا: اے مریم علیہا السلام! یہ بتاؤ کیا بغیر بیج ڈالے فصل اگ سکتی ہے؟ کیا بغیر بارش کے درخت پیدا ہو سکتے ہیں؟ اور کیا بغیر مرد کے بچہ پیدا

۱۹۱۔ تبیان القرآن، ۷، ص۲۶۴ ۱۹۲۔ زاد المسیر، ج۵، ص۲۱۹

Marfat.com

ہوسکتا ہے؟ حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے پہلے درخت کو پیدا فرمایا، تو کیا اس کو بغیر بیج کے پیدا نہیں کیا؟ کیا حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر مرد کے پیدا نہیں کیا؟ جب حضرت مریم علیہا السلام نے یہ جواب دیا تو یوسف کے دل سے شک وشبہ زائل ہو گیا۔ چونکہ حمل کی وجہ سے حضرت مریم علیہا السلام کمزور ہو گئی تھیں اور مشقت کے کام نہیں کرسکتی تھیں، اس لیے ان کے ذمے جو کام تھے، وہ بھی یوسف نجار کر دیا کرتا تھا۔ (۱۹۳)

☆ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی اس گھبراہٹ کو یہ کہہ کر دور کر دیا، کہ میں انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہوں، اور تیرے رب کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ تاکہ تجھے ایک پاکیزہ فرزند عطا کروں۔ حقیقت میں فرزند عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے، لیکن حضرت جبرائیل علیہ السلام کیونکہ اس عطا کا سبب اور ذریعہ ہے، اس لئے بطور مجاز فرزند دینے کی نسبت اپنی طرف کر دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے اگر کسی نعمت کے ملنے کو اس کے ذریعے اور واسطے کی طرف منسوب کیا جائے، بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ منعم حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، تو ایسی نسبت درست ہے۔ اس سے انسان مشرک نہیں ہو جاتا، جس طرح آج کل بعض متشدد خیال کرتے ہیں۔ (۱۹۴)

☆ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب میں کہا: ایسا ہی ہوگا۔ قانون فطرت تو یہ ہے کہ مرد وزن کے اختلاط سے بچہ پیدا ہوا کرتا ہے، اور بن باپ کے بچہ پیدا ہونا عادت کے خلاف ہے۔ لیکن اے مریم! تیرے رب کا یہ فرمان ہے کہ ایسا بچہ پیدا کرنا، میرے لئے بہت آسان ہے۔ وہ ان اصولوں کے سامنے مجبور نہیں، جن کی تم خوگر ہو، بلکہ وہ اصول اور قوانین نتیجہ خیز ہونے میں اس کے اذن کے محتاج ہیں۔ (۱۹۵)

۱۹۳۔ i۔ جامع البیان، ج ۱۶، ص ۸۱ ii۔ تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۵۲۵۔۵۲۴

۱۹۴۔ ضیاء القرآن، ج ۳، ص ۷۳ ۱۹۵۔ ایضاً

Marfat.com

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے معجزہ کے طور پر پیدا فرمایا۔

☆ حضرت مریم علیہا السلام تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے زندگی گزار رہی تھیں۔

☆ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام انسانی شکل میں مریم علیہا السلام کے پاس آئے۔

☆ مریم علیہا السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جب انسانی شکل میں دیکھا، تو ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی کہ: متقی شخص اجنبی عورت کے پاس نہیں آسکتا، اور پرہیز گار عورت ہر وقت اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تابع ہوتی ہے۔اس لئے کسی مرد کو اس کے پاس نہیں آنا چاہئے۔

☆ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جب اپنا تعارف کرایا اور مدعا بیان کیا، تو جواب میں حضرت مریم علیہا السلام نے دو باتیں بیان کیں:

الف: مجھے کسی مرد نے نہیں چھوا، کہ مرد و عورت کے نکاح کے بغیر اولاد نہیں ہوتی۔

ب: نہ میں بدکار یا زانیہ عورت ہوں، کہ اولاد کی پیدائش کی ایک ناجائز صورت یہ بھی ہوتی ہے۔

☆ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتلایا کہ: اللہ تعالیٰ کا حکم اور فیصلہ یہی ہے کہ: تجھے بغیر نکاح کے بیٹا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام عطا فرمائے۔

☆ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان سے روح پھونکی۔جس سے حضرت مریم علیہا السلام حاملہ ہوگئیں، اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

۳۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ میں ایک مسلمان عورت کے لیے انفرادی زندگی کے تین اصول مستنبط ہوتے ہیں:

Marfat.com

۱۔ ہر عورت کو حضرت مریم علیہا السلام کی طرح بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔ عبادت برائیوں سے بچاتی ہے اور خواہش سے دور رکھتی ہے۔

۲۔ اجنبی مردوں کے میل جول سے ہر مسلمان عورت کو بچنا لازم ہے۔ اس لئے آج مسلم معاشرے میں جو مغربی تہذیب اور مردوزن کے اختلاط کے اثرات نمودار ہو رہے ہیں، ہر مسلمان عورت کو حضرت مریم علیہا السلام کو اپنا رول ماڈل بنانا چاہئے، نہ کی عریانی اور فحاشی کی علمبردار مغرب زدہ خواتین کو۔ اس ماحول سے بچنا ہر مسلم عورت پر لازم ہے۔

۳۔ زنا اور مقدمات زنا سے پرہیز ہر مسلمان عورت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم حکم ہے۔ اس سے دنیا اور آخرت خراب ہوتی ہے۔ اس لئے ایک مسلمان عورت کا اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

حضرت داوٗد علیہ السلام کا ایک دن کے لیے آزمائش میں آنا:

۱۴۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ " :مَا أَصَابَ دَاوُدَ مَا أَصَابَهُ بَعْدَ الْقَدَرِ إِلَّا مِنْ عُجْبٍ عَجِبَ بِهِ مِنْ نَفْسِهِ وَذَلِكَ أَنَّهُ قَالَ :يَا رَبِّ مَا مِنْ سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ إِلَّا وَعَابِدٌ مِنْ آلِ دَاوُدَ يَعْبُدُكَ يُصَلِّي لَكَ، أَوْ يُسَبِّحُ، أَوْ يُكَبِّرُ وَذَكَرَ أَشْيَاءَ، فَكَرِهَ اللَّهُ ذَلِكَ فَقَالَ :يَا دَاوُدُ إِنَّ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا بِي فَلَوْلَا عَوْنِي مَا قَوِيتَ عَلَيْهِ وَجَلَالِي لَأَكِلَنَّكَ إِلَى نَفْسِكَ يَوْمًا قَالَ :يَا رَبِّ فَأَخْبِرْنِي بِهِ فَأَصَابَتْهُ الْفِتْنَةُ ذَلِكَ الْيَوْمِ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ (التعليق -من تلخيص الذهبي) - صحيح(۱۹۶)

۱۹۶۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، رقم ۳۶۷۲، ج ۳، ص ۲۱۷

Marfat.com

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک دن کے علاوہ آزمائش میں نہیں ڈالا گیا اور وہ خود انہیں کی وجہ سے ہوا۔ ایک دن حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: اے رب تعالیٰ! دن اور رات میں کوئی ایسی گھڑی نہیں، جس میں آل داؤد تیری عبادت نہ کر رہی ہو، وہ تیری نماز پڑھتی ہے، یا تیری پاکی بیان کرتی ہے، یا تیری بڑائی بیان کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کا ذکر نا گوار گزرا، تو اس نے فرمایا: اے داؤد یہ محض میری مہربانی ہے اگر میری مدد نہ ہوتی تو تمہیں اس کی طاقت نہ ملتی، اور میرا جلال (غصہ) تو ایک دن برداشت نہیں کرسکتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی: اے رب تعالیٰ! مجھے اس کے بارے میں بتلا دے۔ پس اسی دن آپ کو آزمائش میں ڈالا گیا۔

نقد حدیث: یہ حدیث صحیح ہے لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔ امام ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح لکھا ہے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

حضرت داؤد علیہ السلام کی اس آزمائش اور پھر توبہ کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَى بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۝ إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۝ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَى نِعَاجِهِ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ

Marfat.com

وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعاً وَأَنَابَO (ص ۳۸: ۲۱۔۲۴)

ترجمہ: اور کیا آپ کے پاس جھگڑنے والوں کی خبر پہنچی۔ جب وہ دیوار پھاند کر (داؤد علیہ السلام) کے پاس اندر گئے تو وہ ان سے گھبرائے، انہوں نے کہا: گھبرائیے نہیں، ہم (ایک مقدمہ میں دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے آپ ہمارے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیں۔ اور حد سے تجاوز نہ کریں اور ہمیں سیدھی راہ کی طرف رہبری کر دیں۔ بے شک یہ میرا بھائی ہے، اس کی ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے پھر کہتا ہے یہ (بھی) میرے حوالے کر دو اور گفتگو میں (بھی) مجھے دبا لیتا ہے۔ داؤد (علیہ السلام) نے کہا کہ تمہاری دنبی کو اپنی دنبیوں سے ملانے کا سوال کر کے اس نے تم پر زیادتی کی ہے بیشک اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ اور داؤد (علیہ السلام) نے خیال کیا کہ ہم نے (اس مقدمہ کے ذریعہ) ان کی آزمائش کی ہے سو انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور سجدہ میں گر پڑے اور توبہ کی۔

☆ اس آیت کی تفسیر میں مولانا حافظ الرحمان سیوہاروی لکھتے ہیں:

قیاس واجتہاد یا آثار صحابہ سے استنباط پر مبنی توجیہات سے جدا، مشہور محدث حاکم نے مستدرک میں خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آزمائش کی تفسیر نقل کی ہے اور محدثین نے اس روایت کو صحیح اور حسن تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا بلاشبہ اس کو باقی تمام توجیہات پر برتری اور تفوق حاصل ہے۔ (۱۹۷)

☆ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے باری تعالیٰ! اس آزمائش کے بارے میں مجھے اطلاع دے دی جائے۔ لیکن آزمائش کے معاملے میں حضرت

۱۹۷۔ قصص القرآن، ج ۲، ص ۴۳

Marfat.com

داؤد علیہ السلام کی استدعا قبول نہیں ہوئی، اور حضرت داؤد علیہ السلام کو اس طرح فتنہ میں ڈال دیا گیا، جو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ (۱۹۸)

☆ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام اس قضیہ کے فیصلہ دینے میں تسبیح وتحمید سے محروم ہو گئے اور حسب اتفاق آل داؤد میں سے بھی اس وقت کوئی عبادت الٰہی میں مصروف نہ تھا۔ (۱۹۹)

☆ اس تفسیر کا بھی حاصل یہی نکلتا ہے کہ بمصداق " حسنات الابرار سیات المقربین " نہ یہ کہ کوئی گناہ یا معصیت کا معاملہ تھا، بلکہ حضرت داؤد علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کے شایان شان نہ تھا کہ وہ اس فخر کا اظہار کرتے۔ اس لئے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے متنبہ کر دیا گیا۔ (۲۰۰)

☆ اس آزمائش کے بارے میں کچھ مفسرین کی آراء درج ذیل ہیں:

۱۔ علامہ رازی فرماتے ہیں: کہ مناسب یہ ہے کہ آیات میں مذکور اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا جائے، کہ نہ گناہ کبیرہ کی نسبت آپ کی طرف ثابت ہو اور نہ گناہ صغیرہ کی۔ بلکہ آپ کی مدح وثناء کا پہلو نکلے۔ بنی اسرائیل میں ایک گروہ آپ کا مخالف ہو گیا تھا اور انہوں نے آپ کے قتل کرنے کی تدبیریں سوچنا شروع کر دیں تھیں۔ آپ ہر تیسرے دن خلوت نشین ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور دیوار پھاند کر اندر آ گئے، تاکہ تنہائی میں آپ کا کام تمام کر دیں اور پہرے داروں کو بھی اس کا پتہ نہ چلے۔ جب وہ آپ کے حجرے میں پہنچے تو وہاں بہت سے آدمی موجود تھے۔ جن کی وجہ سے وہ اپنے منصوبہ کو عملی جامہ نہ

۱۹۸۔ قصص القرآن، ج ۲، ص ۴۳ ۱۹۹۔ قصص القرآن، ج ۲، ص ۴۳

۲۰۰۔ قصص القرآن، ج ۲، ص ۴۳

Marfat.com

پہنا سکے، اور اپنے آنے کی ایک جھوٹی اور من گھڑت وجہ بیان کردی کہ: ہم تو آپ سے ایک مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لئے آئے، دروازہ بند پایا۔ پہریداروں نے اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ اس لئے مجبوراً ہم دیوار کو پھاند کر آگئے۔ آپ ان کی بدنیتی پر آگاہ ہو گئے۔ پہلے تو آپ کو بڑا غصہ آیا اور ان سے انتقام لینے کا ارادہ کیا، لیکن بعد میں عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے، انہیں معاف کردیا، استغفار اس لئے مانگی کہ: ان کے دل میں اپنی ذات کے متعلق انتقام لینے کا خیال ہی پیدا کیوں ہوا۔

و کان قولنا اولیٰ و ھذا ما عندنا فی ھذاالباب اللّٰہ اعلم با سرار کلامہٖ۔

یعنی ہماری یہ توجیہہ سب اقوال سے بہتر ہے اور اس ضمن میں ہماری یہی تحقیق ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کے اسرار و رموز کو بہتر جانتا ہے۔(۲۰۱)

۲۔ علامہ ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہماری تحقیق یہ ہے کہ دیوار کو پھاند کر محراب میں آنے والے انسان تھے۔ وہ ایسے راستے سے داخل ہوئے تھے، جو داخل ہونے کا راستہ نہ تھا۔ اور ایسے وقت آئے تھے، جو آپ کی عدالت کا وقت نہ تھا۔ آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کردیں لیکن جب واضح ہو گیا کہ یہ دونوں کسی مقدمے کا فیصلہ کرانے کے لئے یہاں آئے تھے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام کو پتہ چل گیا کہ یہ سارا واقعہ یعنی ان لوگوں کا بے وقت آ دھمکنا، غیر معروف راستہ سے آنا اور آپ کا ان کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ: یہ قتل کے ارادے سے آئے ہیں، اور اس وجہ سے آپ کا گھبرا جانا، یہ سب آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے آزمانا چاہا ہے اور ان کے بارے میں ان کا سوءِ ظن کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت سے فروتر ہے۔ اس لئے آپ

۲۰۱۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۹، ص ۲۸۰

Marfat.com

مغفرت طلب کرنے لگے۔

ونعلم قطعاً ان الا انبیاء ﷺ معصومون من الخطا یا لا یمکن وقوعهم فی شئ منها ضرورة انا لو جوّزنا علیهم شیأ من ذالك بطلت الشرائع ولم یوثق بشئ مماّ یذکرون انه وحی من اللّٰه تعالیٰ فما حکی اللّٰه تعالیٰ فی کتابه همر علی ما اراده اللّٰه وما حکی القصاص مما فیه نقص لمنصب الرسالة طرحنا و نحن کما قاله الشاعر:

ونؤ ثر حکم العقل فی کل شبهة اذا آثر الا خبار جلاس قصاص

یعنی ہمارا پختہ یقین ہے کہ انبیاء ﷺ گناہ اور خطا سے معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے ایسے امور قطعاً سرزد نہیں ہو سکتے۔ اگر ایسا ہوتا تو شرعی احکام پر اعتماد باقی نہ رہتا اور انبیاء کرام ﷺ کے فرمودات سے اعتبار اٹھ جاتا۔ قصہ گو لوگوں نے منصب نبوت کے منافی جو کہانیاں گھڑلی ہیں۔ ہم ان کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا کرتے ہیں۔ ہمارا مسلک تو وہ ہے جو شاعر نے اس شعر میں بیان کیا ہے، کہتا ہے:

"جس بارے میں شک وشبہ ہو، وہاں ہم عقل کا فیصلہ مانتے ہیں، جبکہ قصہ گوؤں کے ہم نشین حکایتوں اور کہانیوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۲۰۲)

۳۔ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

واعظوں کو چاہئے کہ وہ اپنے وعظوں میں غلط قصے اور جھوٹی کہانیاں بیان نہ کریں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: کہ بندہ جب جھوٹ بولتا ہے، تو اس کی بدبو کے باعث فرشتے اس سے تیس میل دور بھاگ جاتے ہیں۔ اور اس آدمی کو بہت برا جانتے ہیں۔

۲۰۲۔ البحر المحیط، ج۹، ص ۱۵۱

Marfat.com

جب واعظ یہ جانتا ہے کہ فرشتے مجلسِ وعظ میں حاضر ہوتے ہیں، تو اس پر لازم ہے کہ وہ سچ بولنے کی پوری کوشش کرے۔ (۲۰۳)

۴۔ واعظ پر فرض ہے کہ ایسی باتوں سے کلیۃً اجتناب کرے، جو مؤرخین نے بلا تحقیق یہودیوں سے نقل کی ہیں۔ جن میں ان مقدس ہستیوں کی لغزشوں کا بیان ہوتا ہے۔ جن کی اللہ تعالیٰ نے ثناء و توصیف فرمائی ہے اور انہیں دوسرے لوگوں سے چن لیا ہے۔ (۲۰۴)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت داؤد علیہ السلام نے جو یہ ذکر کیا کہ: آل داؤد ہر وقت عبادت، ذکر، نماز، تسبیح، تحمید اور تکبیر میں لگی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ فرمائی کہ: یہ سب میری مہربانی اور فضل و کرم سے ہے، وگرنہ تمہیں اس کی توفیق نہ ہوتی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کرنے کا بتلایا۔

☆ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس آزمائش کے علم کے لیے عرض کیا، لیکن یہ علم آپ کو نہیں دیا گیا تھا۔

☆ حضرت داؤد علیہ السلام کو کس آزمائش میں ڈالا گیا، اس بارے میں مفسرین کی آراء بہت کثیر اور مختلف ہیں۔ البتہ جو سب سے زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ قرآن میں دو آدمیوں کے فیصلے کا ذکر ہے، یہی آزمائش تھی۔ اس فیصلے کے دوران اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور اپنے ذکر سے حضرت داؤد علیہ السلام کو نسیان لاحق کر دیا اور آل حضرت داؤد علیہ السلام کو غافل کر دیا۔

۲۰۳۔ تفسیر ابن عربی، ج۴، ص۵۴ ۲۰۴۔ ضیاء القرآن ج۴، ص۲۳۶۔۲۳۸

Marfat.com

۲۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی درخواست کی، جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔

☆ یہ سارے واقعات اسی ایک دن میں وقوع پذیر ہوئے۔

۳۔عصرِ حاضر میں اطلاق:

اس واقعہ سے ایک مسلمان کے لئے انفرادی زندگی کے لئے تین اصول مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ ہر انسان کے پاس مال و دولت، اولاد، ذکر وفکر کی طاقت، نیکی کی طرف رغبت اور کاربندی محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہے۔اس پر انسان کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔اور فخر ومباح نہیں کرنا چاہیے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کو عاجزی اور انکساری پسند ہے۔ ہر انسان کو عاجز بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور پسندیدہ بندوں کو آزماتا ہے۔اس لئے اگر زندگی میں کوئی مالی، دنیاوی یا گھریلو پریشانی آئے تو اس پر صبر کرنا چاہیے۔آزمائش میں صبر کرنے پر اللہ تعالیٰ ایک مسلمان کو اپنا قرب عطا فرماتا ہے۔

برصیصا راہب کا زنا کی وجہ سے ایمان چھن جانا:

۱۵۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ " :كَانَ رَاهِبٌ يَتَعَبَّدُ فِي صَوْمَعَةٍ وَامْرَأَةٌ زَيَّنَتْ لَهُ نَفْسَهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَحَمَلَتْ فَجَاءَهُ الشَّيْطَانُ، فَقَالَ: اقْتُلْهَا فَإِنَّهُمْ إِنْ ظَهَرُوا عَلَيْكَ افْتَضَحْتَ فَقَتَلَهَا فَدَفَنَهَا، فَجَاءُوهُ فَأَخَذُوهُ ،فَذَهَبُوا بِهِ فَبَيْنَمَا هُمْ يَمْشُونَ إِذْ جَاءَهُ الشَّيْطَانُ، فَقَالَ :أَنَا الَّذِي زَيَّنْتُ لَكَ فَاسْجُدْ لِي سَجْدَةً أُنْجِيكَ فَسَجَدَ لَهُ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ

Marfat.com

إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكَ) (الحشر ۱۶:۵۹) الْآيَةَ
هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ (۲۰۵)

(التعليق -من تلخيص الذهبي) - صحيح

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

پہلی امتوں میں ایک راہب تھا، جو ہر وقت عبادت گاہ میں عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ ایک عورت بن سنور کر اس کے پاس آئی اور اپنے آپ کو پیش کیا۔ اس راہب نے اس عورت سے زنا کیا، وہ حاملہ ہوگئی، شیطان اس راہب کے پاس آیا اور اسے کہا: اس عورت کو قتل کر دے ورنہ اگر لوگوں کو پتہ چل گیا، تو وہ تمہیں ہلاک کر دیں گے۔ پس اس راہب نے اسے قتل کر کے دفن کر دیا۔ لوگوں نے آ کر راہب کو پکڑ لیا۔ جب وہ راہب لوگوں کے ساتھ جا رہا تھا تو شیطان آیا اور راہب سے کہا: کہ میں نے تمہارے لیے اس عورت کو مزین کیا تھا، اگر تو مجھے سجدہ کرے، تو میں تمہیں نجات دلوا دوں گا۔ اس راہب نے شیطان کو سجدہ کر دیا۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اس شیطان کی مثل جس نے انسان سے کفر کرنے کا کہا، تو جس انسان نے کفر کیا تو اس سے شیطان نے کہا: کہ میں تجھ سے آزاد ہوں یعنی میرا کوئی تعلق نہیں ہے)۔

نقد حدیث: امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا، علامہ ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح لکھا ہے۔

ا۔ مسائل و نصائح:

☆ علامہ ابن کثیر نے اس راہب کا نام ''برصیصا'' لکھا ہے اور اسی واقعہ کو ذرا تفصیل سے لکھا ہے۔ اسی طرح علامہ ابن جریر طبری نے بھی یہ واقعہ مختلف الفاظ سے نقل کیا ہے:

بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا۔ ساٹھ سال اس کے عبادتِ خدا میں گذر چکے

۲۰۵۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، رقم ۳۸۵۴، ج ۳، ص ۳۰۰

Marfat.com

تھے۔ شیطان نے اسے ورغلانا چاہا، لیکن وہ قابو میں نہ آیا۔ اس نے ایک عورت پر اپنا اثر ڈالا اور یہ ظاہر کیا کہ گویا اسے جنات ستارہے ہیں۔ ادھر اس عورت کے بھائیوں کو یہ وسوسہ ڈالا کہ اس کا علاج اسی عابد سے ہوسکتا ہے۔ یہ اس عورت کو اس عابد کے پاس لائے۔ اس نے علاج معالجہ یعنی دم کرنا شروع کردیا اور یہ عورت یہیں رہنے لگی۔ ایک دن عابد اس کے پاس ہی تھا، تو شیطان نے اسکے خیالات خراب کرنے شروع کردیئے۔ یہاں تک کہ وہ زنا کر بیٹھا اور وہ عورت حاملہ ہوگئی۔ اب رسوائی کے خوف سے شیطان نے چھٹکارے کی یہ صورت بتلائی کہ اس عورت کو مار ڈال ورنہ راز کھل جائے گا۔ چنانچہ اس نے اسے قتل کرڈالا۔ ادھر اس نے جاکر عورت کے بھائیوں کو شک دلوایا، وہ دوڑے آئے۔ شیطان راہب کے پاس گیا اور کہا: وہ لوگ آرہے ہیں۔ اب عزت بھی جائے گی اور جان بھی جائے گی۔ اگر مجھے خوش کرلے، اور میرا کہا مان لے تو عزت اور جان دونوں بچ سکتی ہیں۔ اس نے کہا: جس طرح تو کہے میں تیار ہوں۔ شیطان نے کہا مجھے سجدہ کر، عابد نے اسے سجدہ کرلیا، یہ کہنے لگا: تف ہے تجھ پر، کم بخت میں تو اب تجھ سے بیزار ہوں، میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ جو رب العالمین ہے۔ (۲۰۶)

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت طاؤس، حضرت مقاتل اور ابن حیان وغیرہ سے یہ قصہ مختلف الفاظ سے کمی بیشی کے ساتھ مروی ہے۔ (۲۰۷)

☆ علامہ قرطبی نے تفسیر احکام القرآن اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں اس طرح کے دو اور واقعات زیادہ تفصیل سے نقل کیے ہیں۔ (۲۰۸)

☆ اس مثال سے سمجھایا جارہا ہے کہ شیطان کس طرح انسان کو کفر پر آمادہ کرتا ہے، اور جب انسان کفر کرلیتا ہے تو خود بھی ملامت کرنے لگتا ہے، اور اپنے آپ کو اللہ والا ظاہر کرتا ہے۔ (۲۰۹)

۲۰۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۵، ص ۳۷۴ ۲۰۷۔ ایضاً

۲۰۸۔ تفسیر مظہری، ج ۱۱، ص ۲۵۹۔۲۶۱ ۲۰۹۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۵، ص ۳۷۴

Marfat.com

☆ شیطان کا یہ کام ہے کہ وہ پہلے دوست اور خیر خواہ کے روپ میں آتا ہے۔ انسان جب اس کے جال میں پھنس جاتا ہے تو وہ اسے چھوڑ کر رفو چکر ہو جاتا ہے۔ بدر کے موقع پر بھی ایسا ہی ہوا۔ کئی لوگوں نے ابوجہل کو مشورہ دیا کہ جس قافلہ کی حفاظت کے لئے ہم گھر سے نکلے تھے، وہ بخیریت مکہ پہنچ گیا ہے۔ اب اس لشکر کشی کا کوئی مقصد نہیں۔ ہمیں واپس چلے جانا چاہیے۔ لیکن شیطان ایک نجدی سردار کے لباس میں نمودار ہوا اور یہ کہہ کر انہیں اکسایا " لا غالب لکم الیوم من الناس انی جار لکم " ترجمہ: آج کوئی بھی تم پر غالب نہیں آسکتا، میں تمہارا پشت پناہ ہوں۔ لیکن جب دونوں لشکر ٹکرائے تو یہ کہتا ہوا دم دبا کر بھاگ گیا "انی بریٔ منکم انی اریٰ مالا ترون انی اخاف اللہ رب العالمین" یعنی اے ابوجہل اور اس کے ساتھیو! میں تم سے بری الذمہ ہوں، میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے، مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈر لگتا ہے۔ شیطان کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے۔ یہی حالت ان منافقین اور بنی نضیر کی تھی، پہلے وہ بنی نضیر کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہے، لیکن وقت پر ان سے منہ پھیر لیا۔ (۲۱۰)

☆ شیطان انسانوں کے ساتھ جو سلوک کرتا ہے وہی سلوک منافقین اہل کتاب کافروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ لیکن انسان ہیں پھر اس کے کہے پر چلتے ہیں۔ یہ ایک دائمی حقیقت ہے۔ قرآن کریم اس عارضی واقعہ کے حوالے سے اسے بیان کر دیتا ہے کہ اس طرح اس جزئی واقعہ سے بھی ایک دائمی اور کلی نصیحت و حکمت اخذ کی جائے اور یوں بات کا دائرہ وسیع ہو جائے، اور بات صرف ایک جزئی واقعہ تک محدود نہ رہے۔ قرآن کا یہ انداز ہے کہ قرآن دائمی اور اعلیٰ حقائق کو بھی ایک جزء کے حوالے سے بیان کرتا ہے۔ کیونکہ محض کلی اور اصولی باتیں خشک فلسفہ بن جاتی ہیں۔ اور انسان کے شعور اور دل و دماغ

۲۱۰۔ ضیاء القرآن، ج ۵، ص ۱۸۳

Marfat.com

پر ان کا وہ اثر نہیں ہوتا جس طرح ایک مثال اور واقعہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ یہ ہے فرق، قرآن کے اندازِ بیان کا اور فلاسفہ اور مدرسین کے اندازِ بیان کا۔ فلاسفہ صرف فارمولوں کی شکل میں بات کرتے ہیں۔(۲۱۱)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ اس راہب کا نام ''برصیصا'' تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتی تھا، جو زمانہ فترت میں ہوا ہے۔

☆ اس شیطان کا نام ''ابیض'' ہے۔

☆ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔

☆ شیطان انسان کے سامنے بری چیزوں کو حسین وجمیل بنا کر پیش کرتا ہے۔

☆ برے کاموں کے بارے میں شیطان اچھے خیالات ذہن میں پیدا کرتا ہے۔

☆ شیطان کی سب سے زیادہ توجہ کا مرکز نیک انسان ہوتا ہے۔

☆ شیطان نیک انسان کو بہکانے کے لئے ہر حربہ استعمال کرتا ہے۔

☆ شیطان انسان سے ایک گناہ کے بعد دوسرا گناہ کرواتا ہے۔

☆ شیطان انسان کو گناہ سے کفر کی طرف لے جاتا ہے۔

☆ اس واقعے سے ایک راہب کو بہکا کر شیطان نے کافر بنایا۔

☆ زنا اور قتل بدترین گناہ ہیں۔ یہ دونوں انسان کو کفر تک لے جاتے ہیں۔

☆ عورت شیطان کے بہکاوے میں جلدی آجاتی ہے۔

۳۔ عصرِ حاضر میں اطلاق:

اس قصے میں ایک مسلمان کے لئے تین باتیں بیان ہوئی ہیں:

۲۱۱۔ فی ظلال القرآن، ج۶، ص۳۰۷

Marfat.com

۱۔ شیطان اللہ تعالیٰ سے دور کرنے کے لئے مسلمان کے ذہن میں گناہ اور برے کاموں کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ آج کے دور میں ایک مسلمان کو بڑا سوچ سمجھ کر ہر کام کرنا چاہیے۔ صرف ظاہری چمک دمک سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔

۲۔ عورت شیطان کے بہکاوے میں جلد آجاتی ہے اور مرد کو بہکانے کے لئے بھی بطور ہتھیار استعمال ہوتی ہے۔ اس لئے اس فتنے پر نظر رکھنی چاہیے۔ آج کے دور میں یہ فتنہ زیادہ ہوگیا ہے اور ہماری نیکی کی صلاحیت بھی کم ہوگئی ہے۔

۳۔ زنا اور قتل بہت برے اور بڑے گناہ ہیں، یہ انسان کو کفر تک لے جاتے ہیں۔ اس لئے ان دونوں سے بچنا ہر انسان پر لازم ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شیطان کی چھبن سے محفوظ رہنا:

۱۶۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :كُلُّ وَلَدِ آدَمَ الشَّيْطَانُ نَائِلٌ مِنْهُ تِلْكَ الطَّعْنَةَ وَلَهَا يَسْتَهِلُّ الْمَوْلُودُ صَارِخًا، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ مَرْيَمَ وَابْنِهَا، فَإِنَّ أُمَّهَا حِينَ وَضَعَتْهَا يَعْنِي أُمَّهَا قَالَتْ: إِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَضَرَبَ دُونَهَا الْحِجَابَ فَطَعَنَ فِيهِ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَهَلَكَتْ أُمُّهَا فَضَمَّتْهَا إِلَى خَالَتِهَا أُمِّ يَحْيَى هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

(التعليق -من تلخيص الذهبي) - صحيح (۲۱۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر آدم کے بیٹے کو شیطان چھبن دیتا ہے جس سے وہ بچہ رونا شروع کر دیتا ہے، اس سے صرف حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام محفوظ رہے ہیں۔ کیونکہ حضرت

۲۱۲۔ مستدرک حاکم، کتاب التواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، رقم ۴۲۱۵، ج۳، ص ۴۸۸

Marfat.com

مریم علیہا السلام کی والدہ نے انہیں جنا، تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی: کہ میں اس کو یعنی حضرت مریم علیہا السلام کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ شیطان نے ان کی چادر پر چھبن کی۔ سو اس کے رب نے اس (مریم علیہا السلام) کو اچھی طرح قبول کیا اور اسے اچھی پرورش کے ساتھ پروان چڑھایا۔ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ جب فوت ہوگئیں تو آپ کی پرورش کی ذمہ داری آپ کی خالہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنے ذمہ لے لی۔

نقد حدیث: یہ حدیث صحیح ہے لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔ علامہ ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح لکھا ہے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: بنو آدم میں سے جو شخص بھی پیدا ہوتا ہے، اس کی پیدائش کے وقت شیطان اسے چھوتا ہے تو وہ شیطان کے چھونے سے چیخ مار کر روتا ہے۔ ماسوا مریم اور اس کے بیٹے کے، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی آیت پڑھی۔ (۲۱۳)

☆ علامہ شرف الدین طیبی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ولادت کے وقت مس شیطان سے مستثنیٰ کرنے سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی فضیلت لازم نہیں آتی، کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ایسے فضائل اور معجزات ہیں، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھے، نہ کسی اور نبی کو، اور افضل میں مفضول کی خصال کا ہونا لازم نہیں ہے۔ (۲۱۴)

☆ مشہور یہ ہے کہ فضیلت کلی فضیلت جزئی کے منافی نہیں ہے۔ لیکن بندہ ضعیف

۲۱۳۔ بخاری، ج۱، ص۴۸۸ ۲۱۴۔ شرح الطیبی ج۱، ص۲۰۶

Marfat.com

یہ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ بنو آدم کے اس عموم سے مستثنیٰ ہیں، اس حدیث میں آپ نے دوسرے فرزندان آدم کی خبر دی ہے، اور طہارت میں آپ کا مقام اس سے بلند ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کے وقت شیطان آپ ﷺ پر کسی قسم کا تصرف کر سکے۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ: جب متکلم اس قسم کا کلام کرتا ہے تو اس کی ذات عموماً کلام سے خارج ہوتی ہے، اور ذوق اور حال اس کا قرینہ ہوتا ہے۔

☆ قاضی نے یہ اشارہ کیا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اس فضیلت کے حصول میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شریک ہیں۔ قرطبی نے کہا: یہ قتادہ کا قول ہے۔ (۲۱۵)

☆ ہمارے علماء کرام نے یہ کہا ہے: کہ اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی دعا مستجاب ہوگئی اور شیطان تمام اولاد آدم کی گود میں انگلی چبھوتا ہے۔ حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بھی انگلی چبھوتا ہے سوا حضرت مریم علیہا السلام کے اور ان کے بیٹے کے۔ قتادہ نے کہا: شیطان ہر نوزائیدہ بچے کے پہلو میں انگلی چبھوتا ہے، سوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے۔ ان کے درمیان حجاب کر دیا گیا تو اس کی انگلی حجاب پر لگی اور حجاب کے پار نافذ نہیں ہوئی۔ بچے کے انگلی چبھونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ شیطان اس بچے کو گمراہ کرنے یا بہکانے پر قادر ہو گیا ہے۔ کیونکہ کتنے انبیاء علیہم السلام کو بہکانے اور ورغلانے کے لئے شیطان نے حملے کئے، لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ۝﴾

(الحجر ۱۵:۴۲)

ترجمہ: بیشک میرے (اخلاص یافتہ) بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا سوائے ان بھٹکے ہوؤں کے جنھوں نے تیری راہ اختیار کی۔

۲۱۵۔ عمدۃ القاری، ج ۱۵، ص ۱۷۷

Marfat.com

علاوہ ازیں ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا کیا جاتا ہے تو مریم اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ ﷺ اگرچہ شیطان کے انگلی چبھونے سے محفوظ رہے لیکن شیطان کے ہر وقت ساتھ اور لازم رہنے سے محفوظ نہیں رہے۔ (۲۱۶)

☆ میں کہتا ہوں کہ شیطان کے انگلی نہ چبھونے سے زیادہ فضیلت اس میں ہے کہ باقی انبیاء کرام ﷺ اس کے انگلی چبھونے کے باوجود اس کے شر سے محفوظ رہے۔ (۲۱۷)

☆ میں کہتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی یہ فضیلت اور خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ جو شیطان اور ہمزاد پیدا کیا گیا تھا، آپ ﷺ کی نگاہ کیمیا اثر سے اس کی بھی کایا پلٹ گئی۔ وہ شیطان مسلمان ہو گیا اور بجائے ورغلانے اور بہکانے کے آپ ﷺ کو نیکی اور بھلائی کے مشورے دینے لگا۔ (۲۱۸)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان لگا دیا جاتا ہے۔ (سفیان کی روایت میں ہے کہ اور ایک فرشتہ لگا دیا جاتا ہے)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے ساتھ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! میرے ساتھ بھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی کہ: وہ شیطان مسلمان ہو گیا اور وہ مجھے بھلائی کے سوا کوئی اور مشورہ نہیں دیتا۔ (۲۱۹)

☆ رسول اللہ ﷺ کے فیض آفریں نگاہ سے شیطان کا مسلمان ہو جانا، بہت عظیم فضیلت ہے اور یہ فضیلت بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ (۲۲۰)

☆ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ صاحبہ پھر اپنی بچی کو اور اس کی ہونے والی اولاد کو

۲۱۶۔ الجامع الاحکام القرآن، ج ۴، ص ۶۸

۲۱۷۔ تبیان القرآن، ج ۲، ص ۱۳۱ ۲۱۸۔ ایضاً

۲۱۹۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۷۶ ۲۲۰۔ تبیان القرآن، ج ۲، ص ۱۳۰

Marfat.com

شیطان کے شر سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ میں دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے والدہ مریم کی اس دعا کو قبول کیا، حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس سے پیدائش کے وقت محفوظ رکھا۔ (۲۲۱)

☆ اس سے معلوم ہوا کہ ماں کو اپنے بچے کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک گونہ ولایت حاصل ہے۔ کیونکہ اگر ماں کو بچے پر ولایت حاصل نہ ہوتی تو حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نذر نہ مانتیں۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ ماں کو بھی حق ہے کہ اپنے بچے کا نام خود تجویز کرے۔ (۲۲۲)

☆ یہ دعا والدہ مریم علیہا السلام کی طرف سے مریم علیہا السلام اور ان کی اولاد کے لئے ایک فطری چیز ہے۔ مقصود اس ذکر سے یہ ہے کہ: جس لڑکی کی ماں اپنی لڑکی اور اس کی اولاد کے لئے دعا مانگتی ہے، اور جس کو خدا کے حضور نذر کی حیثیت سے پیش کرتے ہوئے، اس درجہ کا احساس اس کے اندر پیدا ہوتا ہے، اسی کو نصاریٰ بعد میں خدا کی ماں کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ قرآن کا مقصد یہ ساری سرگزشت پیش کرنے سے یہی ہے کہ واقعات کی اصل نوعیت سامنے لاکر وہ لوگوں کو دکھائے کہ: کس طرح سیدھے سادے واقعات کو ایک افسانہ بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ (۲۲۳)

☆ **ولیس الذکر کا لا نثی** : یہ ارشاد باری ہے جو بطور جملہ معترضہ حضرت حنہ کے کلام کے درمیان میں لایا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس بچی کی ولادت مقام افسوس نہیں ہے۔ جس لڑکے کی آرزو تم کیا کرتی تھیں، وہ اس بچی کا مقابلہ کیا کرسکتا ہے؟ جو ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہے۔ اس کی ذات سے برکت و رحمت اور ہدایت کی جو کرنیں پھوٹیں گی، وہ تو ایک عالم کو منور کردیں گی۔ اس جملہ کے بعد پھر حنہ کا کلام ہے۔ (۲۲۴)

۲۲۱۔ تفسیر ابن کثیر، ج ا، ص ۴۷۵ ۲۲۲۔ معارف القرآن، ج ۲، ص ۵۷

۲۲۳۔ تدبر قرآن، ج ۲، ص ۷۷ ۲۲۴۔ ایضاً

Marfat.com

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کا نام "حنہ" تھا، جنہوں نے یہ دعا کی۔

☆ حضرت حنہ کی دعا کی برکت سے حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام شیطان کی چبھن سے محفوظ رہے۔

☆ ان دو ہستیوں کے علاوہ شیطان ہر بچے کو چبھن دیتا ہے اور وہ بچہ اس کی چبھن سے روتا ہے۔

☆ حضرت حنہ نے حضرت مریم علیہا السلام کی اچھی اور نیک تربیت کی۔

☆ حضرت حنہ کی وفات کے بعد آپ کی بہن جو حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں، نے حضرت مریم علیہا السلام کی تربیت کی۔

☆ ماں کے بعد خالہ بچوں پر شفیق ہوتی ہے، اور خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔

☆ حضرت حنہ نے حضرت مریم علیہا السلام اور اولاد مریم کے لئے شیطان سے بچنے، اللہ کی پناہ اور نیک تعلیم و تربیت کے لئے دعا بھی کی اور عملی اقدامات بھی کئے۔

☆ صالحین کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور ان کے اثرات کئی نسلوں تک نمودار ہوتے ہیں۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس واقعہ سے ایک مسلمان کے لئے چار باتیں مترشح ہوتی ہیں۔

۱۔ والدین کو اولاد کو شیطانی کاموں اور شیطانی ماحول سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے پناہ کی دعا بھی کرنی چاہئے، اور اس کے لئے عملی اقدامات بھی کرنے چاہئیں۔

۲۔ اولاد کی تربیت اللہ کی محبت، دین سے لگاؤ اور وفاداری کے ماحول میں کرنی چاہئے۔

Marfat.com

۳۔ والدہ اگر فوت ہو جائے تو بچے کی تربیت خالہ کے زیر سایہ ہونی چاہئے، بشرطیکہ وہ صالحہ ہو۔

۴۔ نیک لوگوں کی دعاؤں میں اثر ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ یہ اثر کئی نسلوں تک باقی رہتا ہے۔ اس لئے صالحین کی دعائیں لیتے رہنا چاہئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے نام کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا قبول ہونا:

۱۷۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ قَالَ :يَا رَبِّ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَا غَفَرْتَ لِي، فَقَالَ اللَّهُ :يَا آدَمُ، وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ أَخْلُقْهُ؟ قَالَ :يَا رَبِّ، لِأَنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلَى اسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ، فَقَالَ اللَّهُ :صَدَقْتَ يَا آدَمُ، إِنَّهُ لَأُحِبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ ادْعُنِي بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَهُوَ أَوَّلُ حَدِيثٍ ذَكَرْتُهُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ فِي هَذَا الْكِتَابِ (۲۲۵)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش واقع ہوگی تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے میرے رب! میں تجھ سے محمد کے صدقہ سے اپنی لغزش کی معافی چاہتا ہوں، تو اللہ تعالیٰ

۲۲۵۔ مستدرک حاکم، کتاب آیات رسول اللہ ﷺ، رقم ۴۲۸۶، ج ۳، ص ۵۱۷

Marfat.com

نے پوچھا: اے آدم! تو محمد کو کیسے جانتا ہے، جب کہ میں نے اسے ابھی پیدا بھی نہیں کیا، حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا: اے میرے رب! جب تو نے مجھے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی، تو میں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا، تو وہاں لاالہ الا اللہ محمدرسول اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں) لکھا ہوا دیکھا، تو میں سمجھ گیا کہ جس کا نام تیرے نام کے ساتھ ہے وہ ضرور تجھے مخلوق میں سب سے زیادہ پیارا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا، وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ پسند ہے اور جو بھی اس کے صدقہ سے مجھ سے مانگے گا تو میں اس کی دعا ضرور قبول کروں گا۔ اس لیے میں نے تجھے بھی بخش دیا ہے اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

نقدحدیث: یہ حدیث صحیح ہے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ امام رازی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے زمانہ نبوت میں یقینی طور پر کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، کبیرہ نہ صغیرہ۔ (۲۲۶)

☆ علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

ہمارا مذہب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اعلان نبوت کے بعد گناہ کبیرہ مطلقاً نہیں کرتے اور صغائر عمداً نہیں کرتے۔ البتہ ان سے سہواً صغیرہ کا صدور ہو جاتا ہے، لیکن وہ اس پر اصرار نہیں کرتے، اور نہ وہ اس پر برقرار رکھے جاتے ہیں۔ بلکہ ان کو تنبیہ کی جاتی ہے اور وہ متنبہ ہو جاتے ہیں۔ (۲۲۷)

۲۲۶۔ تفسیر کبیر، ج۱، ص۳۰۲ ۔ ۲۲۷۔ شرح المقاصد، ج۲، ص۱۹۳

Marfat.com

☆ میر سید شریف جرجانی حنفی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے زمانہ نبوت میں مطلقاً گناہ کبیرہ سے اور عمداً گناہ صغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں۔(۲۲۸)

☆ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کا اجمالی جواب یہ ہے کہ کچھ روایات میں انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف بعض ایسے واقعات منسوب ہیں، جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کے خلاف ہیں۔ یہ تمام واقعات اخبار احاد سے مروی ہیں۔ اور یہ روایات ضعیف اور ساقط الاعتبار ہیں۔ قرآن مجید کی بعض آیات میں جو انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف عصیان، غوایت اور ذنب کی نسبت ہے، وہ سہو، نسیان، ترک اولیٰ یا اجتہادی خطا پر محمول ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا توبہ اور استغفار کرنا، ان کی کمال تواضع، انکسار اور امتثال امر پر محمول ہے۔(۲۲۹)

☆ حضرت آدم علیہ السلام کے آسمانوں اور جنت میں ٹھہرنے کی مدت دنیاوی سالوں کے اعتبار سے تینتالیس سال ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: یہ مدت پانچ سو سال ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام کو ہند میں اور حضرت حوا علیہا السلام کو جدہ میں اتارا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام ان کی طلب میں گئے اور میدان عرفات میں ان دونوں کی ملاقات ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام جنت کی نعمتوں کے چلے جانے پر دو سو سال تک روتے رہے، چالیس دن تک کھانا کھایا اور نہ پانی پیا، اور حضرت آدم علیہ السلام ایک سو سال تک حضرت حوا سے مقارب نہیں ہوئے۔ زمین پر آنے کے بعد اولاد آدم اور ابلیس، اولاد آدم اور سانپ میں اس وقت سے دشمنی چلی آرہی ہے۔(۲۳۰)

۲۲۸۔ شرح مواقف، ص ۶۸۹ ۲۲۹۔ تبیان القرآن، ج ۱، ص ۳۶۸

۲۳۰۔ جامع البیان، ج ۱، ص ۸۱۔۸۰

Marfat.com

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم نے کہا: اے رب! کیا تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا نہیں فرمایا؟ فرمایا: کیوں نہیں! کہا: کیا تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح نہیں پھونکی؟ فرمایا: کیوں نہیں! کہا: کیا تو نے مجھے اپنی جنت میں نہیں رکھا؟ فرمایا: کیوں نہیں! عرض کیا: اے رب! کیا تیری رحمت تیرے غضب پر غالب نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں! عرض کیا یہ بتا کہ اگر میں توبہ کروں اور اصلاح کروں، تو کیا تو مجھے اپنی جنت کی طرف لوٹا دے گا؟ فرمایا: ہاں! قتادہ اور حسن نے کہا وہ کلمات یہ ہیں :(۲۳۱)

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ ﴾ (الاعراف ۷:۲۳)

ترجمہ : اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ، اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے ، تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

☆ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ وہ کلمات یہ ہیں:

ترجمہ: اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں ، تیری تسبیح اور حمد کے ساتھ میں کہتا ہوں، اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ، سو مجھے بخش دے ، تو سب سے اچھا بخشنے والا ہے، اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں ، تیری تسبیح اور حمد کے ساتھ میں کہتا ہوں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھ پر رحم فرما ، بے شک تو سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے۔ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ! تیری تسبیح اور حمد کے ساتھ میں کہتا ہوں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو میری توبہ قبول فرما ، بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا ہے اور بے حد رحیم ہے۔ (۲۳۲)

☆ اس حدیث کو امام بیہقی (۲۳۳) ، امام ابن جوزی (۲۳۴) اور امام حاکم (۲۳۵) نے بھی اپنی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۲۳۱۔ جامع البیان ، ج ۱، ص ۱۹۳ ۲۳۲۔ تفسیر ابن کثیر ، ج ۱، ص ۱۴۲

۲۳۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی ، دلائل النبوۃ ، ج ۵، ص ۴۸۹

۲۳۴۔ امام عبدالرحمٰن جوزی ، الوفاء ، ص ۳۳

۲۳۵۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمان حاکم نیشاپوری ، المستدرک ، ج ۲، ص ۶۱۵

Marfat.com

حافظ نور الدین الہیثمی (۲۳۶) حافظ جلال الدین سیوطی (۲۳۷) شیخ ابن تیمیہ (۲۳۸) نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔

علامہ ثعالبی (۲۳۹)، علامہ اسماعیل حقی (۲۴۰)، اور علامہ آلوسی (۲۴۱) نے بھی اس روایت کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کی۔

☆ اے آدم! تم نے سچ کہا یہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں اور جب تم نے اس کے وسیلے سے سوال کیا ہے تو میں نے تم کو بخش دیا اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ (۲۴۲)

☆ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

ایک جماعت نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کے پائے پر " محمد رسول الله " لکھا ہوا دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کی، اور کلمات سے یہی کلمات مراد ہیں، یعنی سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کرنا۔ (۲۴۳)

☆ خواجہ عبداللہ انصاری لکھتے ہیں :

روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرش پر " لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)" لکھا ہوا دیکھا تھا، جب ان سے لغزش ہوگئی تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کی اور کہا :

۲۳۶۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۵۲
۲۳۷۔ حافظ جلال الدین سیوطی، الدر المنثور، ج ۱، ص ۵۸
۲۳۸۔ شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ، فتاوی ابن تیمیہ، ج ۲، ص ۹۶
۲۳۹۔ علامہ عبد الرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعالبی، تفسیر الثعالبی، ج ۱، ص ۵۳
۲۴۰۔ علامہ اسماعیل حقی، روح البیان، ج ۱، ص ۱۱۳
۲۴۱۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی، روح المعانی، ج ۱، ص ۲۳۷
۲۴۲۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱، ص ۸۱ ۲۴۳۔ الجامع لاحکام القرآن، ج ۱، ص ۳۲۴

Marfat.com

اے اللہ! مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلے سے معاف فرما، رب العالمین نے فرمایا: تم نے ان کو کیسے پہچانا؟ جوان کے وسیلے سے دعا کی، عرض کیا جب میں نے عرش پر تیرے نام کے ساتھ ان کا نام لکھا ہوا دیکھا تو جان لیا، کہ یہ بندہ تجھے بہت محبوب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تجھے بخش دیا۔ (۲۴۴)

☆ علامہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام ابن المنذر، محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں: جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوگئی تو ان کو بہت رنج ہوا، اور شدید ندامت ہوئی، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا: اے آدم (علیہ السلام)! کیا میں آپ کو توبہ کا دروازہ بتاؤں؟ جس سے اللہ تعالیٰ آپ کی توبہ قبول کرلے! حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: کہ کیوں نہیں، انہوں نے کہا: آپ کہیے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا ملک ہے، اور اس کی حمد ہے، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، وہ زندہ ہے اس کو موت نہیں آئے گی، تمام اچھائیاں اس کی قدرت میں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس کے بعد آپ اپنی خطا پر توبہ کریں اور کہیں: اے اللہ! تو سبحان ہے اور تیری حمد ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور برا کام کیا، تو مجھے بخش دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا، اے اللہ! میں تجھ سے تیرے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے وسیلے سے، ان کی تیرے نزدیک کرامت کے واسطے سے، سوال کرتا ہوں کہ: تو میری خطا کو بخش دے، حضرت آدم علیہ السلام نے اسی طرح دعا کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم کو یہ دعا کس نے تعلیم کی؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے رب! جب تو نے مجھ میں روح پھونکی اور میں ہموار بشر کی صورت میں کھڑا ہوا، تو

۲۴۴۔ انصاری، عبداللہ، خواجہ کشف الاسرار وعدۃ الابرار، ج ۱، ص ۱۵۶۔۱۵۵، مطبوعہ شہر، طہران، ط ۵، ۱۳۷۱ھ

Marfat.com

میں نے عرش پر یہ لکھا ہوا دیکھا : **بسم الله الرحمن لا اله الا الله وحده لا شریك له محمد رسول الله** ''اور جب میں نے دیکھا تیرے نام کے ساتھ کسی مقرب فرشتے کا نام لکھا ہے نہ کسی نبی مرسل کا، تو میں نے جان لیا کہ یہ تیرے نزدیک تیری مخلوق میں سب سے مکرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے سچ کہا، اور میں نے تمہاری خطا کو بخش دیا، پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی حمد و ثناء کی، اس کا شکریہ ادا کیا، بہت خوش ہو کر لوٹے اور فرشتوں نے فوج درفوج آ کر حضرت آدم علیہ السلام کو مبارک باد دی۔ (۲۴۵)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ :

☆ خطا اور لغزش ہر انسان سے ممکن ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں۔ اعلان نبوت سے پہلے اور اعلان نبوت کے بعد ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، نہ صغیرہ نہ کبیرہ، نہ سہواً نہ عمداً، نہ صورتاً نہ حقیقتاً۔

☆ انبیاء کرام علیہم السلام اور رسولان عظام معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔ البتہ ان سے سہواً، نسیان، ترک اولیٰ اور اجتہادی خطا کا احتمال ہوتا ہے۔ لیکن اس پر استقامت اور استمرار نہیں ہوتا۔

☆ انبیاء کرام علیہم السلام کا توبہ کرنا اور استغفار کرنا، ان کے کمال تواضع، انکسار، بلندی درجات، قرب الٰہی اور تعلیم امت کے لئے ہوتا ہے۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام سے صورۃً جو خطا سرزد ہوئی، اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت ساری حکمتیں پنہاں تھیں۔

☆ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے ہاں خاص وجاہت اور عزت ہے، اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔

۲۴۵۔ الدر المنثور ج ۱، ص ۶۰

Marfat.com

☆ نبی کریم ﷺ وجہ تخلیق کائنات ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کا عرش ایک حقیقت ہے اور اس پر کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ)'' لکھا ہوا ہے۔

☆ عرش اور اس پر کلمے کا موجود ہونا، تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کو مخلوقات میں سب سے زیادہ محبت اپنے حبیب کریم ﷺ سے ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مرتبہ آقا کریم ﷺ کا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اور اس میں اپنے حکم سے روح پھونکی۔

☆ اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرتے رہنا چاہیے۔

☆ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے وسیلے سے دعا کو قبول کرتا ہے۔

☆ انسان کو غلطی کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ ضرور کرنی چاہیے۔

۴۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے ہر مسلمان کے لئے ایک بات عملی زندگی کے لئے اور دو باتیں فکری رہنمائی کے لئے مترشح ہوتی ہیں:

۱۔ غلطی کسی بھی انسان سے سرزد ہوسکتی ہے، لیکن مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس غلطی پر ندامت کا اظہار کرے، اس پر فخر و مباح نہ کرے، اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔

۲۔ سارے انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں وجیہ ہیں۔ اور آپ ﷺ کی خاص وجاہت و شرف ہے۔ اس لئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی محبت، عزت و احترام ہماری پوری زندگی میں اولین ترجیح ہونا چاہیے۔ یہ ایک مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔

۳۔ حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش میں اللہ تعالیٰ کی بہت ساری حکمتیں پنہاں ہیں۔

Marfat.com

اس وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کے عزت و وقار میں کوئی کمی نہیں آئی، بلکہ اس سے آپ علیہ السلام کی شان میں اضافہ ہوا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا حضرت یعقوب علیہ السلام کی تمثیل دیکھنا اور برائی سے بچنا:

۱۸۔ أَخْبَرَنَا حَمْزَةُ بْنُ الْعَبَّاسِ الْعَقَبِيُّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ حَيَّانَ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: (وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا) (یوسف ۱۲:۲۴) قَالَ ": جَلَسَ مِنْهَا مَجْلِسَ الرَّجُلِ مِنِ امْرَأَتِهِ فَنُودِيَ :يَا ابْنَ يَعْقُوبَ، أَتَزْنِي فَتَكُونَ كَالطَّائِرِ يُنْتَفُ رِيشُهُ فَيَطِيرُ وَلَا رِيشَ لَهُ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ (التعليق -من تلخيص الذهبي) - صحيح

حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَفَّانَ الْعَامِرِيُّ، ثنا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، ثنا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى "(لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ) (یوسف ۱۲:۲۴)

قَالَ :مُثِّلَ لَهُ يَعْقُوبُ فَضَرَبَ صَدْرَهُ، فَخَرَجَتْ شَهْوَتُهُ مِنْ أَنَامِلِهِ "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ(۲۴۶)

(التعليق -من تلخيص الذهبي) - على شرط البخاري ومسلم

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

۲۴۶۔ i- مستدرک حاکم، کتاب التوبۃ والانابۃ، رقم ۷۷۲۷، ج ۵، ص ۳۶۲

ii- ایضاً، کتاب التفسیر، رقم ۳۳۷۵، ج ۳، ص ۸۶

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے قول: (اور تحقیق ارادہ کیا اس عورت نے حضرت یوسف کیساتھ اور شاید وہ بھی ارادہ کر لیتے) کے بارے میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: عزیز مصر کی مجلس میں ایک آدمی بیٹھا تھا، تو اس نے آواز دی: اے یعقوب کے بیٹے! کیا تو زنا کرے گا؟ تو تو ایسے ہو جائے گا جیسے بغیر پر کے پرندہ، تو بغیر پر کے پرندہ کیسے اڑے گا۔

دوسری روایت میں ہے: کہ (اگر وہ اللہ کی نشانی نہ دیکھتا) تو شاید ارادہ کر لیتا، وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تمثیل تھی، جس نے آپ کے سینے پر چوٹ ماری تو آپ سے ساری شہوت کافور ہوگئی۔

نقد حدیث: یہ دونوں احادیث صحیح ہیں لیکن شیخین نے ان کو روایت نہیں کیا۔ علامہ ذہبی نے پہلی روایت کو صحیح اور دوسری کو بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق قرار دیا ہے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ گناہ کا قصد کر لیا تھا، اور "وھم بھا" کا ہمارے نزدیک مختار معنی یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس گناہ سے اپنا دامن بچانے کا قصد کیا، اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے تو گناہ میں مبتلا ہو جاتے اور جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت کا معنی اس طرح ہے: حضرت یوسف علیہ السلام بھی گناہ کا ارادہ کر لیتے اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔ بہر حال اگر یہ معنی بھی ہو تو اپنے رب کی دلیل نہ دیکھنے کی تقدیر پر حضرت یوسف علیہ السلام سے جو قصد صادر ہوتا وہ "ھم" کے درجہ میں ہوتا اور گناہ کا عزم نہ ہوتا اور جو چیز ممنوع اور معصیت ہے وہ گناہ کا عزم ہے نہ کہ گناہ کا "ھم"(۲۴۷)

☆ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی عصمت میں اس قدر راسخ تھے،

۲۴۷۔ تبیان القرآن، ج ۵، ص ۳۳۷

Marfat.com

اور اپنی ذات میں اس قدر کامل اور مکمل تھے کہ ایک حسین اور صاحب اقتدار عورت نے ان کو اپنی طرف راغب کرنے کی پوری کوشش کی، اور ان کو حصول لذت کی دعوت دی، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے خوف خدا کے غلبہ سے اس کی دعوت کو مسترد کر دیا۔ (۲۴۸)

☆ بہت ساری روایات میں ہر چند کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف صراحتاً زنا کی طرف نسبت نہیں کی ہے، لیکن یہ صراحت کی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس حرام کام کے لئے تیار ہو کر بیٹھ گئے (معاذ اللہ)۔ اور جو چیز حرام ہو، اس کا مقدمہ بھی حرام ہوتا ہے۔ اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کبائر اور صغائر سے معصوم ہوتے ہیں۔ ان روایات میں جن برے کاموں کی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف نسبت کی گئی ہے ان کے رد اور ابطال کے لئے یہ آیت کافی ہے۔

ترجمہ : اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے، اس نے انہیں اپنی طرف راغب کیا اور اس نے درواز بند کر کے کہا: جلدی آؤ! حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: اللہ کی پناہ! وہ میری پرورش کرنے والا ہے، اس نے مجھے عزت سے جگہ دی ہے، بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے ۝ (یوسف ۱۲: ۲۳)

کس قدر رنج اور افسوس کی بات ہے کہ جب عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دعوت گناہ دی، تو انہوں نے اس کو سختی سے رد کر دیا اور اپنے رب کے انعام و اکرام کا ذکر کیا اور اس کام کو ظلم قرار دیا، ایسے پاکباز مقدس اور اللہ سے ڈرنے والے نبی کے متعلق ایسی حیا سوز اور بے ہودہ روایات ذکر کی جائیں۔ (۲۴۹)

☆ اللہ تعالیٰ کی گواہی سے حضرت یوسف علیہ السلام سے ان گناہوں کی تہمت دور ہو گئی، علاوہ ازیں مخلوق نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت پر گواہی دی۔ کیونکہ اس واقعہ

۲۴۸۔ ایضاً ۲۴۹۔ ایضاً، ص ۴۳۷۔ ۴۳۸

Marfat.com

میں جو لوگ مبتلا ہیں، ان میں خود حضرت یوسف علیہ السلام، عزیز مصر کی بیوی، اس کا خاوند ہے اور عزیز مصر کی بیوی کے خاندان کا گواہ ہے۔ سب نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی اور پارسائی کا بیان کیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

ترجمہ: یہ عورت خود مجھے بہکا رہی تھی۔ (یوسف ۱۲:۲۶)

اور پھر فرمایا:

ترجمہ: اے میرے رب! جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں، ان کی بہ نسبت مجھے قید میں رہنا پسند ہے۔ (یوسف ۱۲:۳۳)

۲۔ عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تہمت سے برأت اس طرح بیان کی:

ترجمہ: بے شک میں نے اس کو بہکایا اور اس نے اپنے آپ کو (گناہ سے) بچایا۔ (یوسف ۱۲:۳۲)

پھر فرمایا:

ترجمہ: عزیز مصر کی بیوی نے کہا: اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی ہے، میں نے ہی ان کو بہکایا تھا اور بے شک وہ سچوں میں سے ہیں۔ (یوسف ۱۲:۵۱)

۳۔ عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت اس طرح بیان کی:

ترجمہ: اس نے کہا بے شک یہ تم عورتوں کی گہری سازش ہے، اور یقیناً تمہاری سازش بہت بڑی ہے ٥ اے یوسف! تم اس بات سے درگزر کرو، اور اے عورت! تو اپنے جرم کی معافی طلب کر، بے شک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے ٥ (یوسف ۱۲:۲۹۔۲۸)

۴۔ گواہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت اس طرح بیان کی:

ترجمہ: اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی، اگر ان (حضرت

Marfat.com

یوسف علیہ السلام) کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہیں ○ اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو اس عورت نے جھوٹ بولا اور وہ (حضرت یوسف علیہ السلام) سچوں میں سے ہیں۔ (یوسف: ۲۷۔۲۶)

☆ لو لا ان را برھان ربہ کو ذکر کرنے کا فائدہ:

ایک سوال کیا جاتا ہے کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ کیا قصد نہیں کیا تھا، بلکہ گناہ سے بچنے کا قصد کیا تھا، تو اس کے بعد اس کا ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے کہ "اگر وہ (یعنی یوسف علیہ السلام) اپنے رب کا برھان نہ دیکھتے تو" ہم کہتے ہیں کہ اس کی جزا محذوف ہے او وہ یہ ہے کہ پھر وہ مصیبت میں مبتلا ہو جاتے اس کے ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ انہوں نے گناہ کا جو قصد نہیں کیا تھا، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان میں عورتوں کی طرف رغبت کرنے کا مادہ نہیں تھا، یا وہ عورتوں کے ساتھ اس فطری فعل پر قادر نہیں تھے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں اپنے رب کے دین اور اس کے شریعت کے براہین اور دلائل کا علم تھا، اور وہ یہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نامحرم اور اجنبی عورتوں سے خواہش نفس پوری کرنے کو حرام کر دیا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور نبی کو مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کا خوف ہوتا ہے۔ پس انہوں نے جو بدکاری اور گناہ سے بچنے کا قصد کیا، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ بدکاری پر قادر نہیں تھے، بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ کی شریعت کی برہان سے واقف تھے اور انہیں معلوم تھا کہ اجنبی عورت سے خواہش نفس پوری کرنا حرام ہے۔ (۲۵۰)

☆ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصد کا دوسرا محمل یہ ہے کہ عزیز مصر کی بیوی نے آپ سے حصول لذت کا قصد کیا اور آپ نے اس کو اس کام سے منع کرنے اور ڈانٹنے کا قصد

۲۵۰۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ۱۲۳۱

Marfat.com

کیا، اگر یہ کہا جائے کہ اس صورت میں اس قول کا کیا فائدہ ہوگا کہ ''اگر وہ اپنے رب کی برہان نہ دیکھتے تو'' اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس پر مطلع کیا: کہ اگر آپ نے اس عورت کو حصول لذت سے منع کیا اور ڈانٹا تو یہ آپ کو بدنام کرنے کی کوشش کرے گی اور آپ کو قید کرا دے گی۔ سو آپ کا بدنامی اور قید میں مبتلا ہونا، اس فحش کام میں مبتلا ہونے سے بہتر ہے۔ کیونکہ انجام کار آپ کی برأت اور نیک نامی بھی ظاہر
ہو جائے گی، اور آپ کو قید سے رہائی بھی مل جائے گی، اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو اس چیز کا علم نہ ہوتا تو آپ معصیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ (۲۵۱)

☆ علامہ ابوحیان رقم طراز ہیں:

واما اقوال السلف فنعتقد انه لا یصح عن احدمنهم شئی من ذالك لانها اقوال متکاذبة یناقض بعضها بعضاً اس کے بعد وہ لکھتے ہیں: وقد طهرنا کتابنا هذا عن نقل مافی کتب التفسیر ممالا یلیق ذکره واقتصرنا علی مادل علیه لسان العرب

یعنی ہم نے اپنی کتاب کے صفحات کو ایسی روایات کے نقل سے پاک رکھا ہے، اور آیت کی توضیح کرتے ہوئے لغت عرب کے قواعد پر اعتماد کیا ہے برهان ربه برهان سے مراد حرمت زنا کی وہ قطعی دلیل ہے جو آپ کو معلوم تھی، یا آپ کی جبلی طہارت اور فطری عصمت جو نفوس انبیاء کا خاصہ لازمہ ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ: وہ دانتوں میں انگلی دبائے کھڑے ہیں لنصرف عنه السوء۔ سوء سے مراد گناہ صغیرہ اور فحشاء سے مراد گناہ کبیرہ ہے۔ (۲۵۲)

۲۵۱۔ تبیان القرآن، ج ۵، ص ۷۳۹ ۲۵۲۔ ضیاء القرآن، ج ۲، ۴۲۲۔۴۲۳

Marfat.com

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ حدیث میں مذکور اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال بہت زیادہ اور مختلف ہیں،لیکن ایک نبی کی شایان شان جو اقوال ہیں،وہ درج ذیل ہو سکتے ہیں:

۱۔ عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے برائی کا ارادہ کیا،اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے بچنے کا ارادہ کیا۔

۲۔ زلیخا نے برائی کا ارادہ کیا،حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے اس برے کام کے انجام دینے سے روکنے اور اس کے برے انجام سے بچنے کے لیے سمجھایا،اور اسے دلائل دیے۔

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے اللہ تعالیٰ کی برہان تھی،اس لیے آپ نے قطعاً برائی کا ارادہ نہیں ہے۔کیا یہاں پر جزا شرط پر مقدم ہے۔

☆ برہان کیا تھی،اس کے بارے میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں:

۱۔ کسی آدمی کی آواز تھی،جیسا کہ اس حدیث مبارکہ میں ہے۔

۲۔ یہ غیبی آواز تھی،جو ہاتف غیبی نے دی۔

۳۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تمثیل تھی۔

۴۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آئے تھے۔

۵۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے نبوت ورسالت تھی،یہی نبوت برہان تھی۔

۶۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے زنا کے حرام ہونے اور اس کے نقصانات کے دلائل تھے۔

☆ اس واقعہ سے دو کردار ہمارے سامنے واضح ہیں:

۱۔ عزیز مصر کی بیوی زلیخا کا کردار،ایک برائی کی دعوت دینے والی،مالدار اور حسین وجمیل عورت کا کردار ہے،جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا کردار،ایک پاکیزہ،احسان مند اور برائی سے بچنے والا

Marfat.com

کردار ہے ،جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت زیادہ پسندیدہ اور ایک مومن کا مطلوب کردار ہے۔

☆ اس میں اللہ تعالیٰ کی مدد کا،حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ شامل حال ہونا ، بہت ہی اہم ہے۔

۳۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصے سے ایک مسلمان مرد وعورت کے لیے تین باتیں مستنبط ہوتی ہیں:

۱۔ عہدہ ،مال ودولت اور حسن وجمال شیطان کے بڑے ہتھیار ہیں ،یہ ہوتے ہوئے خواہش زلیخا آج بھی اکثر مردوں کی کمزوری ہے۔اگر اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں دی ہیں،تو اس کی نافرمانی والے کام نہ کرے،اگر ایسا کرے گا تو بدترین مخلوق کہلائے گا۔

۲۔ دوسرا کردار حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے ،جو ایک غلام ،ماتحت ،احسان مند ہونے کے باوجود اس برائی میں مبتلا نہیں ہوتا، بلکہ اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔یہ کردار اللہ تعالیٰ کو ہر مسلمان مرد وعورت سے مطلوب ہے۔اکثر اوقات موجودہ زمانے میں بھی یہی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے کہ: لوگ اپنے احسانات اور نیکیاں جتلا کر برائی کی طرف مائل اور آمادہ کرتے ہیں ،ایسی صورت میں کردار یوسف یہ کہتا ہے کہ نیکی احسان کا بدلہ برائی نہیں ہونا چاہیے ، بلکہ اس کا بدلہ نیکی ہی ہونا چاہیے ،اور وہ برائی سے خود بھی بچتا ہے اور دوسروں کو بھی بچاتا ہے۔

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی برہان کا ہونا ہے۔یہ بہت ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو ہر وقت اللہ کی پناہ مانگتے رہنا چاہیے، اور اصل الاصول اس کی پناہ اور کرم وفضل ہی گناہوں سے بچاتا ہے۔

Marfat.com

پانچ سو سال بے ریا عبادت اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت کا ملنا:

۱۹۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ " :خَرَجَ مِنْ عِنْدِي خَلِيلِي جِبْرِيلُ آنِفًا فَقَالَ :يَا مُحَمَّدُ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنَّ لِلّٰهِ عَبْدًا مِنْ عَبِيدِهِ عَبَدَ اللّٰهَ تَعَالَى خَمْسَ مِائَةِ سَنَةٍ عَلَى رَأْسِ جَبَلٍ فِي الْبَحْرِ عَرْضُهُ وَطُولُهُ ثَلَاثُونَ ذِرَاعًا فِي ثَلَاثِينَ ذِرَاعًا وَالْبَحْرُ مُحِيطٌ بِهِ أَرْبَعَةَ آلَافِ فَرْسَخٍ مِنْ كُلِّ نَاحِيَةٍ وَأَخْرَجَ اللّٰهُ تَعَالَى لَهُ عَيْنًا عَذْبَةً بِعَرْضِ الْأُصْبُعِ تَبَضُّ بِمَاءٍ عَذْبٍ فَتَسْتَنْقِعُ فِي أَسْفَلِ الْجَبَلِ وَشَجَرَةَ رُمَّانٍ تُخْرِجُ لَهُ كُلَّ لَيْلَةٍ رُمَّانَةً فَتُغَذِّيهِ يَوْمَهُ، فَإِذَا أَمْسَى نَزَلَ فَأَصَابَ مِنَ الْوَضُوءِ وَأَخَذَ تِلْكَ الرُّمَّانَةَ فَأَكَلَهَا ثُمَّ قَامَ لِصَلَاتِهِ، فَسَأَلَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَ وَقْتِ الْأَجَلِ أَنْ يَقْبِضَهُ سَاجِدًا وَأَنْ لَا يَجْعَلَ لِلْأَرْضِ وَلَا لِشَيْءٍ يُفْسِدُهُ عَلَيْهِ سَبِيلًا حَتَّى بَعَثَهُ وَهُوَ سَاجِدٌ قَالَ :فَفَعَلَ فَنَحْنُ نَمُرُّ عَلَيْهِ إِذَا هَبَطْنَا وَإِذَا عَرَجْنَا فَنَجِدُ لَهُ فِي الْعِلْمِ أَنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُوقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُولُ لَهُ الرَّبُّ :أَدْخِلُوا عَبْدِي الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي، فَيَقُولُ :رَبِّ بَلْ بِعَمَلِي، فَيَقُولُ الرَّبُّ :أَدْخِلُوا عَبْدِي الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي، فَيَقُولُ :يَا رَبِّ، بَلْ بِعَمَلِي، فَيَقُولُ الرَّبُّ :أَدْخِلُوا عَبْدِي الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي، فَيَقُولُ :رَبِّ بَلْ بِعَمَلِي، فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلَائِكَةِ :قَايِسُوا عَبْدِي بِنِعْمَتِي عَلَيْهِ وَبِعَمَلِهِ فَتُوجَدُ نِعْمَةُ الْبَصَرِ قَدْ أَحَاطَتْ بِعِبَادَةِ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ وَبَقِيَتْ نِعْمَةُ الْجَسَدِ فَضْلًا عَلَيْهِ فَيَقُولُ :أَدْخِلُوا عَبْدِي النَّارَ قَالَ :فَيُجَرُّ إِلَى النَّارِ فَيُنَادِي :رَبِّ بِرَحْمَتِكَ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ، فَيَقُولُ :رُدُّوهُ فَيُوقَفُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيَقُولُ :يَا عَبْدِي، مَنْ خَلَقَكَ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا؟ فَيَقُولُ :أَنْتَ يَا رَبِّ، فَيَقُولُ :كَانَ ذَلِكَ مِنْ قِبَلِكَ أَوْ

Marfat.com

بِرَحْمَتِي؟ فَيَقُولُ :بَلْ بِرَحْمَتِكَ .فَيَقُولُ :مَنْ قَوَّاكَ لِعِبَادَةِ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ؟ فَيَقُولُ :أَنْتَ يَا رَبِّ، فَيَقُولُ :مَنْ أَنْزَلَكَ فِي جَبَلٍ وَسَطَ اللُّجَّةِ وَأَخْرَجَ لَكَ الْمَاءَ الْعَذْبَ مِنَ الْمَاءِ الْمَالِحِ وَأَخْرَجَ لَكَ كُلَّ لَيْلَةٍ رُمَّانَةً وَإِنَّمَا تَخْرُجُ مَرَّةً فِي السَّنَةِ، وَسَأَلْتَنِي أَنْ أَقْبِضَكَ سَاجِدًا فَفَعَلْتُ ذَلِكَ بِكَ؟ فَيَقُولُ :أَنْتَ يَا رَبِّ، فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ :فَذَلِكَ بِرَحْمَتِي وَبِرَحْمَتِي أُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ، أَدْخِلُوا عَبْدِي الْجَنَّةَ فَنِعْمَ الْعَبْدُ كُنْتَ يَا عَبْدِي فَيُدْخِلُهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ، قَالَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ :إِنَّمَا الْأَشْيَاءُ بِرَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى يَا مُحَمَّدُ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، فَإِنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ هَرِمٍ الْعَابِدَ مِنْ زُهَّادِ أَهْلِ الشَّامِ، وَاللَّيْثُ بْنَ سَعْدٍ لَا يَرْوِي عَنِ الْمَجْهُولِينَ (۲۵۳)

(التعليق -من تلخيص الذهبی) - لا والله وسليمان بن هرم غير معتمد

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ گھر سے باہر تشریف لاکر فرمایا: ابھی ابھی میرے دوست حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے تھے اور یہ فرمایا:

پچھلی امتوں میں سے اللہ کے ایک بندہ نے اپنے گھر بار، عزیز و اقارب، مال و دولت سب کچھ چھوڑ کر سمندر کے بیچ میں پہاڑ نما ایک ٹیلہ تھا، اس میں جا کر عبادت کرنا شروع کر دی، اس ٹیلے کا طول و عرض تیس ضرب تیس تھا۔ وہ سمندر اتنا وسیع تھا کہ اس ٹیلہ کے ہر جانب چار چار ہزار فرسخ دوری تک سمندر تھا۔ وہاں پر کوئی کھانے کی چیز نہ تھی اور سمندر کا پانی بھی بالکل نمکین تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس میں ایک انار کا درخت اگا دیا اور انگلی کے برابر میٹھے پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔ یہ عابد دن رات چوبیس گھنٹے عبادت میں گزار دیتا تھا۔ چوبیس گھنٹے میں انار کا ایک پھل کھا لیتا تھا اور میٹھے پانی کے

۲۵۳۔ مستدرک حاکم، کتاب التوبۃ والانابۃ، رقم ۷۷۱۲، ج۵، ص۳۵۵-۳۵۶

Marfat.com

چشمہ سے ایک گلاس پانی نوش فرمالیتا۔اسی حالت میں پانچ سو سال گذر گئے۔پانچ سو سال کے بعد جب اس عابد کی موت کا وقت آیا تو اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ دعا مانگی: کہ سجدہ کی حالت میں اس کی روح قبض کرلی جائے اور اس کی نعش کو مٹی وغیرہ ہر چیز پر حرام کردے اور قیامت تک سجدے کی حالت میں صحیح وسالم رہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی۔سجدے کی حالت میں اس کی موت واقع ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے وہاں ایسا انتظام کررکھا ہے کہ قیامت تک وہاں کسی انسان کی رسائی نہیں ہوسکتی۔

قیامت کے دن اس عابد کو اللہ کے دربار میں حاضر کیا جائے گا تو اللہ پاک فرشتوں سے فرمائے گا: کہ میرے اس بندے کو میرے فضل سے جنت میں داخل کردو،وہ عابد کہے گا: اے میرے رب! بلکہ میرے عمل کے بدلے جنت میں داخل کردیجئے،کیوں کہ میں نے پانچ سو سال تک ایسی عبادت کی ہے جس میں کسی قسم کی ریاکاری کا شائبہ بھی نہیں تھا۔اللہ پاک پھر فرمائے گا: کہ میری رحمت سے داخل کردو۔تو یہ بندہ کہے گا: کہ میرے عمل کے بدلے میں داخل کیجئے،اس پر اللہ پاک فرمائے گا کہ اس کے عمل اور میری دی ہوئی نعمتوں کا موازنہ کرو۔

موازنہ کرکے دیکھا جائے گا کہ اللہ نے جو اس کو بینائی عطا فرمائی ہے،صرف بینائی کی نعمت اس کی پانچ سو سال کی عبادت کا احاطہ کرلے گی۔اس کے بعد پورے جسم میں کان کی نعمت،زبان کی نعمت،ہاتھ کی نعمت،ناک کی نعمت،پیر کی نعمت،دل ودماغ کی نعمت،ان سب کا بدل باقی رہ جائے گا۔پھر ان کے علاوہ جو پانچ سو سال تک اللہ نے میٹھا پانی پلایا ہے اور انار کا پھل کھلایا ہے،ان تمام کا بدل باقی رہ جائے گا۔تو اللہ پاک فرمائے گا: اس کی پانچ سو سال کی عبادت تو صرف ایک نعمت کے بدلے میں ختم ہوگئی،ہماری باقی نعمتوں کا بدل کہاں ہے؟ لہٰذا اس کو جہنم میں داخل کردو۔

Marfat.com

تو فرشتے اس کو گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جانے لگیں گے، تو وہ چلانے لگے گا: اے میرے رب! محض اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخل فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا: کہ تجھے تو اپنی پانچ سو سال کی عبادت پر بڑا ناز تھا۔ اب تیری عبادت کہاں چلی گئی۔ خطرناک سمندر کے بیچ میں میں نے تجھے انار کے پھل کھلائے اور پانچ سو سال تک مسلسل میٹھا پانی پلایا، میری ان نعمتوں کے بدلے میں تم کیا لائے ہو؟ تو وہ کہے گا: اے میرے رب! آپ اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخل فرمایئے۔ آپ کی رحمت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ پھر آخر میں حجت تمام ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری رحمت و میرے فضل کے ذریعہ اس کو جنت میں داخل کر دو۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کے ذریعہ جنت میں داخل ہو سکے گا۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہیں۔

نقد حدیث: امام حاکم فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔ سلیمان بن ھرم شام کے زاہد و عابد اور قابل اعتماد راوی ہیں، کیونکہ لیث بن سعد مجہول راویوں سے روایت نہیں کرتے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں: کہ سلیمان بن ھرم غیر معتمد ہیں۔

۱۔ مسائل ونصائح:

☆ اس واقعہ کی تشریح میں بعض حضرات نے اس میں درج ذیل اضافہ فرمایا ہے:

جب اس عابد کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے جنت میں داخل کرنے کا حکم فرمائے گا، تو وہ عابد اپنے دل میں کہے گا، کہ میں نے پانچ سو سال تک عبادت کی ہے جس میں ریاکاری کا شائبہ نہیں ہے، اب اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کر رہا ہے۔ اور میری پانچ سو سال کی عبادت کا ذکر تک نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے

Marfat.com

کہے گا: کہ اس کو جنت کی بجائے جہنم میں لے جاؤ، اور جہنم سے اتنی دوری پر کھڑا کر دو کہ اس کے اور جہنم کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہو۔ جب اتنی دوری پر کھڑا کر دیا جائے گا تو جہنم کے طرف سے گرم لو چلے گی۔ جس سے عابد کا حلق خشک ہو جائے گا اور پیاس کے عالم میں سخت پریشانی میں مبتلا ہو جائے گا۔ اس اثنا میں ایک دست نمودار ہو گا، جس میں ایک گلاس پانی ہو گا، یہ عابد اس کو دیکھ کر چلا چلا کر کہے گا: یہ پانی مجھے دے دیا جائے۔

ایک آواز آئیگی: پانی مل سکتا ہے مگر اسکی قیمت، مفت میں نہیں ملے گا۔ یہ عابد کہے گا: اسکی قیمت کیا ہے؟ جواب ملے گا: اس کی قیمت پانچ سو سال کی عبادت ہے، جس میں کسی قسم کی ریاکاری کا شائبہ تک نہ ہو۔ یہ کہے گا: میرے پاس ایسی عبادت موجود ہے۔ لہٰذا مجھے یہ پانی پلا دیا جائے۔ چنانچہ پانچ سو سال کی عبادت کے بدلے میں یہ پانی خرید کر پی جائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کہے گا: کہ اس کو اب میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ اللہ کے دربار میں حاضر کیا جائے گا۔ اللہ پاک فرمائے گا:

تجھے تو اپنی پانچ سو سال کی عبادت پر بڑا ناز تھا۔ اور پانچ سو سال کی عبادت کی قیمت، صرف پانی کا ایک گلاس، تم نے خود تجویز کی ہے، ہم نے جو پانچ سو سال تم کو انار کا پھل کھلایا ہے اور میٹھا پانی پلایا، تم اس کے عوض میں کیا لائے ہو؟ تو وہ عابد اللہ کے دربار میں سربسجود ہو کر فریاد کرے گا: اے اللہ! اب بات سمجھ میں آ گئی: کہ تیری رحمت اور فضل کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو جنت میں داخل فرما دے گا۔ (۲۵۴)

☆ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نیک عمل کی توفیق دے، تو اسے نیکی پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے۔

۲۵۴۔ حضور کے بیان کردہ دلچسپ واقعات، ص ٦٦

Marfat.com

☆ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بغیر کوئی نیکی کرنا ممکن نہیں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی ادنی سی نعمت کا بھی شکرادا کرنا، انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔

☆ قبر میں عذاب سے چھٹکارا اور آخرت میں حساب وکتاب اور دوزخ سے نجات، محض اللہ کے کرم اور رحمت سے ہوگی۔

☆ جس شخص کو نیکی کیے بغیر سکون نہ ملے اور نیکی اور عبادت میں ہی سکون ملے، یہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی علامت ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ جس بندے کے ساتھ فضل وکرم کرنا چاہتا ہے، اسے مرنے سے پہلے نیک عمل کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

☆ یہ حدیث کرامات اولیاء کے حق ہونے پر دلیل ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

☆ روزانہ سمندر کے درمیان تازہ پھل ملنا اور میٹھا پانی ملنا اس بندے کی وجاہت اور کرامت کی دلیل ہے۔

☆ حالت سجدہ میں روح قبض ہونا اور قیامت تک اسی حالت سجدہ میں رہنا، اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی آرزو پوری کرتا ہے اور ان کے جسموں کو بھی سلامت رکھتا ہے۔

☆ ہمارے جسم کا ہر اعضاء اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، اور جو کچھ نعمتیں ہم زندگی میں استعمال کرتے ہیں، وہ بھی اس کا انعام واکرام ہے۔

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ یہ واقعہ پہلی امتوں میں سے کسی نیک بندے کا ہے۔

Marfat.com

☆ اللہ تعالیٰ نے اس نیک بندے کی درج ذیل دعاؤں اور خواہشات کو پورا کیا:

۱۔ عبادت کے لیے سمندر میں ایک ٹیلہ پر سکونت عطا فرمائی۔

۲۔ اسی ٹیلہ پر انار کا درخت پیدا فرمایا اور میٹھے پانی کا چشمہ جاری فرمایا، جس سے ہر روز یہ انار بھی کھاتے تھے اور پانی بھی پیتے تھے۔

۳۔ پانچ سو سال عبادت بے ریا کی توفیق عطا فرمائی۔

۴۔ حالت سجدہ میں روح قبض کی۔

۵۔ قیامت تک حالت سجدہ میں ہی رہیں گے اور قیامت کے دن حالت سجدہ سے ہی اٹھیں گے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ان کا جسم محفوظ فرمایا۔

☆ اس نیک بندے سے لغزش یہ واقع ہوئی:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف نظر نہ گئی اور اس کی نعمتوں کو بھلا دیا۔

۲۔ اپنی پانچ سو سال کی عبادت بے ریا کو دیکھا اور اس پر ناز کیا۔

☆ اسکے احساس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جنت عطا فرمادی۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ میں ایک مسلمان کے لیے تین باتیں مترشح ہوتی ہیں:

۱۔ بینائی، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، ناک، دل ودماغ اور دوسری زندگی کی بے شمار نعمتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت وفضل ہیں، جن کا احسان وشکر کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس لیے اس سے فضل ہی مانگنا چاہیے۔

۲۔ نیکی کی قوت صرف اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہے، اس پر فخر ومباح کرنا مناسب نہیں ہے۔

۳۔ انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی ضرورت ہے، وہ انسان پر مہربان ہے لیکن احساس کی ضرورت ہے، احساس ہونے پر وہ اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

Marfat.com

باب پنجم
عائلی زندگی کے بارے میں قصص

Marfat.com

Marfat.com

باب پنجم:

عائلی زندگی کے بارے میں قصص

ماں باپ، رشتہ داروں اور مزدور کے حقوق:

بنی اسرائیل کے تین لوگوں کی دعا کا قبول ہونا:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ " :بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَشَّوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ، فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ، فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ :انْظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلَّهِ، فَادْعُوا اللهَ تَعَالَى بِهَا، لَعَلَّ اللهَ يُفَرِّجُهَا عَنْكُمْ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ :اللهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَامْرَأَتِي، وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ أَرْعَى عَلَيْهِمْ، فَإِذَا أَرَحْتُ عَلَيْهِمْ، حَلَبْتُ، فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ، فَسَقَيْتُهُمَا قَبْلَ بَنِيَّ، وَأَنَّهُ نَأَى بِي ذَاتَ يَوْمٍ الشَّجَرُ، فَلَمْ آتِ حَتَّى أَمْسَيْتُ، فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا، فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ، فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ، فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا، وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصِّبْيَةَ قَبْلَهُمَا، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ، فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمْ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً، نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ، فَفَرَجَ اللهُ مِنْهَا فُرْجَةً، فَرَأَوْا مِنْهَا السَّمَاءَ، وَقَالَ الْآخَرُ :اللهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِيَ ابْنَةُ عَمٍّ أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ وَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا، فَأَبَتْ حَتَّى آتِيَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ، فَتَعِبْتُ حَتَّى

Marfat.com

جَمَعْتُ مِائَةَ دِينَارٍ، فَجِئْتُهَا بِهَا، فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، قَالَتْ :يَا عَبْدَ اللهِ اتَّقِ اللهَ، وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ عَنْهَا، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً، فَفَرَجَ لَهُمْ، وَقَالَ الْآخَرُ :اللَّهُمَّ إِنِّي كُنْتُ اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ، فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ :أَعْطِنِي حَقِّي، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَرَقَهُ فَرَغِبَ عَنْهُ، فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرِعَاءَهَا، فَجَاءَنِي فَقَالَ :اتَّقِ اللهَ وَلَا تَظْلِمْنِي حَقِّي، قُلْتُ :اذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرِعَائِهَا، فَخُذْهَا فَقَالَ :اتَّقِ اللهَ وَلَا تَسْتَهْزِءْ بِي فَقُلْتُ :إِنِّي لَا أَسْتَهْزِءُ بِكَ، خُذْ ذَلِكَ الْبَقَرَ وَرِعَاءَهَا، فَأَخَذَهُ فَذَهَبَ بِهِ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ لَنَا مَا بَقِيَ، فَفَرَجَ اللهُ مَا بَقِيَ.(۱)

۲۰۔ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(بنی اسرائیل کے) تین افراد کسی سفر میں جا رہے تھے کہ اچانک انہیں بارش نے آگھیرا، انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لے لی۔ غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان گر پڑی اور اس کا منہ (دہانہ) بند ہو گیا۔ ان میں سے کسی ایک نے کہا: اپنے اپنے نیک اعمال کو دیکھو، وہ اعمال صالحہ جو تم نے خالص اللہ کی رضا کیلیے کئے ہوں اور ان کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمہارے لیے اس غار کا دہانہ کھول دے۔

چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! بلاشبہ میرے ساتھ میرے ضعیف العمر

۱۔i- بخاری، کتاب الانبیاء، رقم ۳۴۲۵، ص ۲۸۳

ii- ایضاً، کتاب البیوع، رقم ۲۲۱۵، ص ۱۷۱ iii- ایضاً، کتاب الاجارۃ ۲۲۷۲، ص ۱۷۶

iv- ایضاً، کتاب المزارعۃ، رقم ۲۳۳۳، ص ۱۸۲ v- ایضاً، کتاب الادب، رقم ۵۹۷۴، ص ۵۰۶

vi- مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم ۶۹۴۹-۶۹۵۱، ص ۱۱۵۳

Marfat.com

والدین تھے، میری بیوی تھی اور میرے چھوٹے بچے تھے، جن کیلئے میں بکریاں چراتا تھا۔ جب شام ہوتی تو میں دودھ دوہتا اور اپنے والدین سے ابتدا کرتے ہوئے انہیں اپنے بچوں سے پہلے پلاتا تھا۔ ایک روز میں درخت کے پتوں کی طلب میں دور نکل گیا اور شام گئے واپس آیا تو میں نے اپنے والدین کو سوتا ہوا پایا، میں نے حسب معمول دودھ دوہا، پھر دودھ کا برتن لایا اور والدین کے سرہانے کھڑا ہو گیا، کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ والدین کو نیند سے جگاؤں اور یہ بھی مجھ کو گوارا نہ تھا کہ والدین سے پہلے اپنے بچوں کو پلاؤں۔ حالانکہ بچے بھوک سے میرے قدموں میں بلک رہے تھے۔ لیکن میں اسی حال میں رہا اور بچے بھی اسی حال میں (بھوک سے بلکتے رہے)، یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو گیا۔ اگر تو جانتا ہے کہ میرا یہ عمل آپ کی رضا کیلئے تھا تو (اس کی برکت سے) ہمارے واسطے اس غار کو کھول دے کہ ہم آسمان دیکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی کشادگی پیدا کر دی کہ وہ آسمان کو دیکھنے لگے۔

دوسرے نے کہا: اے اللہ! میری ایک چچازاد تھی، میں اس سے شدید محبت کرتا تھا جتنی کہ مرد عورتوں سے کر سکتے ہیں۔ میں نے اسے طلب کیا (اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے) تو اس نے انکار کر دیا، یہاں تک کہ میں سو دینار اسے دوں۔ میں نے سو دینار جمع کرنے میں بڑی مشقت اٹھائی۔ پھر وہ لے کر اس کے پاس گیا۔ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا، تو وہ کہنے لگی: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور مہر کو ناحق طریقہ سے نہ کھول۔ میں یہ سن کر کھڑا ہو گیا۔ اگر میں نے آپ کے علم کے مطابق یہ عمل آپ کی رضا کیلئے کیا تھا تو ہمارے لیے (اس کی برکت سے) کشادگی فرما۔ اللہ نے مزید کشادگی فرما دی۔

تیسرے نے کہا: اے اللہ! میں نے ایک مزدور کو تین صاع (ایک مقدار) چاول پر

Marfat.com

ملازم رکھا۔ جب اس کا کام ختم ہوگیا تو اس نے کہا کہ میرا حق دو۔ میں نے اس کی مقررہ مقدار اسے پیش کر دیے، اس نے اس سے منہ موڑ لیا (اور وہیں چھوڑ کر چلا گیا)۔ میں نے اس کے چاولوں کے ذریعہ زراعت شروع کر دی (اور اس میں برکت ہوئی)۔ یہاں تک کہ میں نے اس سے گائیں اور مویشی جمع کر لیے، پھر وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: کہ اللہ سے ڈر اور میرے حق کے معاملہ میں مجھ پر ظلم نہ کر۔ میں نے کہا جاؤ وہ ساری گائیں اور مویشی لے لو۔ وہ کہنے لگا: اللہ سے ڈر اور مجھ سے مذاق مت کر۔ میں نے کہا: میں تم سے مذاق نہیں کر رہا۔ جاؤ وہ ساری گائیں اور مویشی تم لے لو۔ اس نے وہ سب لے لیں اور چلا گیا۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ میں نے یہ کام آپ کی رضا کیلئے کیا ہے، تو ہمارے لیے جو کچھ باقی رہ گئی ہے وہ بھی کشادہ فرما، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے باقی رکاوٹ کو بھی کھول دیا۔

ا۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ پہلا شخص ایک چرواہا تھا، سارے دن بکریاں چراتا تھا، شام کو جب گھر دودھ دوہ کر گھر آتا تھا تو سب سے پہلے والدین کو دودھ پلاتا تھا۔

☆ یہ آدمی اپنی بیوی بچوں پر ماں باپ کو ترجیح دیتا تھا۔

☆ ماں باپ کے سوئے ہوئے ہونے پر، بچوں کو دودھ دینا، اس نے مناسب نہیں سمجھا، بلکہ ساری رات انتظار کیا۔

☆ اس نے ماں باپ کو نیند سے بیدار کرنا بھی مناسب نہ جانا۔

☆ ایسا کرنا لازم و فرض نہ تھا، بلکہ اس نے اخلاقی و استحبابی طور پر کیا۔

☆ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ والدین کے ساتھ ادنیٰ نیکی بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی مقبول ہے۔

Marfat.com

☆ اس اختیاری اور استحبابی نیکی کی قبولیت اتنی زیادہ ہے کہ اس کے توسل سے اللہ تعالیٰ نے پتھر کو اتنا سرکا دیا کہ آسمان نظر آنے لگا۔

۲۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ میں عائلی زندگی کے لیے پانچ باتیں مترشح ہوتی ہیں:

۱۔ ہمارے معاشرے میں عام طور پر نوجوان شادی کے بعد ماں باپ پر بیوی بچوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات ماں باپ کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، اور بعض والدین کو اولڈ ہاؤس میں چھوڑ آتے، ہیں جو کہ انتہائی بد اخلاقی ہے۔ اس سے بچنا ہم تمام کی دینی واخلاقی ذمہ داری ہے۔

۲۔ ہمیں چاہیے کہ والدین کو ہمیشہ بیوی بچوں پر ترجیح دیں اور ان کی خدمت کریں۔ اس سے دنیا خوشحال ہوگی اور اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوگا۔

۳۔ اسلام اور ہماری مشرقی روایات بھی یہی ہیں کہ والدین کی خدمت کی جائے اور ان کی عزت واحترام کیا جائے۔

۴ والدین کو اہمیت نہ دینا اور انہیں بوجھ سمجھنا، یہ مغربی تہذیب اور لادین سوچ ہے جس سے ان معاشروں میں تباہی وبربادی پھیلی ہے۔ مغربی معاشرہ ٹوٹ پھوٹ اور بے چینی کا شکار ہے، جبکہ اسلامی معاشرہ والدین کی خدمت سے دنیا بھی سنوارتا ہے اور اس کی خیروبرکات بھی حاصل کرتا ہے۔ اس لیے ہمیں اسلامی سوچ وفکر کو پروان چڑھانا چاہیے۔

۵۔ یہ واقعہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ والدین کی خدمت میں عظمت ہے اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دکھ پریشانیاں دور کرتا ہے۔

ہمیں اپنی پریشانیوں کو والدین کی خدمت کر کے دور کرنا چاہیے۔

Marfat.com

حضرت سارہ وحضرت ہاجرہ کا جھگڑا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ثالثی کرنا:

٦۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :أَوَّلَ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ أُمِّ إِسْمَاعِيلَ، اتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لِتُعَفِّيَ أَثَرَهَا عَلَى سَارَةَ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ، حَتَّى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ، فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ، وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ، فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ، وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيهِ تَمْرٌ، وَسِقَاءً فِيهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفَّى إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقًا، فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَتْ :يَا إِبْرَاهِيمُ، أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا الْوَادِي، الَّذِي لَيْسَ فِيهِ إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا، فَقَالَتْ لَهُ :آللَّهُ الَّذِي أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَتْ: إِذَنْ لَا يُضَيِّعُنَا، ثُمَّ رَجَعَتْ، فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ، اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ :رَبِّ (إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ) (ابراهيم ۱۴:۳۷) -حَتَّى بَلَغَ - (يَشْكُرُونَ) (إبراهيم ۱۴:۳۷) " وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تُرْضِعُ إِسْمَاعِيلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ، حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا، وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوَّى، أَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ، فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي

Marfat.com

الْأَرْضِ يَلِيهَا، فَقَامَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرَى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا، فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا، ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الإِنْسَانِ المَجْهُودِ حَتَّى جَاوَزَتِ الوَادِيَ، ثُمَّ أَتَتِ المَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا وَنَظَرَتْ هَلْ تَرَى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا فَفَعَلَتْ ذَلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَذَلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى المَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا، فَقَالَتْ صَهٍ -تُرِيدُ نَفْسَهَا -، ثُمَّ تَسَمَّعَتْ، فَسَمِعَتْ أَيْضًا، فَقَالَتْ :قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غِوَاثٌ، فَإِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ، فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ، أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ، حَتَّى ظَهَرَ المَاءُ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُولُ بِيَدِهَا هَكَذَا، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ المَاءِ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُورُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ .قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :يَرْحَمُ اللَّهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ -أَوْ قَالَ :لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ المَاءِ -، لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا "قَالَ :فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا، فَقَالَ لَهَا المَلَكُ :لاَ تَخَافُوا الضَّيْعَةَ، فَإِنَّ هَا هُنَا بَيْتَ اللَّهِ، يَبْنِي هَذَا الغُلاَمُ وَأَبُوهُ، وَإِنَّ اللَّهَ لاَ يُضِيعُ أَهْلَهُ، وَكَانَ البَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ، تَأْتِيهِ السُّيُولُ، فَتَأْخُذُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ، فَكَانَتْ كَذَلِكَ حَتَّى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمَ، أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمَ، مُقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءٍ، فَنَزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا، فَقَالُوا :إِنَّ هَذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلَى مَاءٍ، لَعَهْدُنَا بِهَذَا الوَادِي وَمَا فِيهِ

Marfat.com

مَاءٌ، فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ، فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ بِالْمَاءِ فَأَقْبَلُوا، قَالَ :وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ المَاءِ، فَقَالُوا :أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ فَقَالَتْ :نَعَمْ، وَلَكِنْ لَا حَقَّ لَكُمْ فِي المَاءِ، قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَأَلْفَى ذَلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُحِبُّ الإِنْسَ فَنزَلُوا وَأَرْسَلُوا إِلَى أَهْلِيهِمْ فَنزَلُوا مَعَهُمْ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِهَا أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْهُمْ، وَشَبَّ الغُلَامُ وَتَعَلَّمَ العَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ، وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ، فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوهُ امْرَأَةً مِنْهُمْ، وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَمَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ، فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ :خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا، ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ نَحْنُ بِشَرٍّ، نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَشِدَّةٍ، فَشَكَتْ إِلَيْهِ، قَالَ :فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقُولِي لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ، فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا، فَقَالَ :هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا، فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، وَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ وَشِدَّةٍ، قَالَ :فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ :نَعَمْ، أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَيَقُولُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ، قَالَ :ذَاكِ أَبِي، وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ، الحَقِي بِأَهْلِكِ، فَطَلَّقَهَا، وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرَى، فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُ، فَقَالَتْ :خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا، قَالَ :كَيْفَ أَنْتُمْ؟ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ:

Marfat.com

نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ، وَأَثْنَتْ عَلَى اللَّهِ، فَقَالَ :مَا طَعَامُكُمْ؟ قَالَتِ اللَّحْمُ، قَالَ فَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتِ المَاءُ .قَالَ :اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالمَاءِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ، وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ .قَالَ :فَهُمَا لاَ يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ، قَالَ :فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلاَمَ، وَمُرِيهِ يُثْبِتُ عَتَبَةَ بَابِهِ، فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ قَالَ :هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ :نَعَمْ، أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الهَيْئَةِ، وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ، فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ، قَالَ :فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ، قَالَتْ :نَعَمْ، هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلاَمَ، وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ، قَالَ :ذَاكِ أَبِي وَأَنْتِ العَتَبَةُ، أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ، ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِكَ، وَإِسْمَاعِيلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ، فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ، فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الوَالِدُ بِالوَلَدِ وَالوَلَدُ بِالوَالِدِ، ثُمَّ قَالَ يَا إِسْمَاعِيلُ، إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ، قَالَ :فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ، قَالَ :وَتُعِينُنِي؟ قَالَ :وَأُعِينُكَ، قَالَ :فَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ هَا هُنَا بَيْتًا، وَأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا، قَالَ :فَعِنْدَ ذَلِكَ رَفَعَا القَوَاعِدَ مِنَ البَيْتِ، فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَأْتِي بِالحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِي، حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَ البِنَاءُ، جَاءَ بِهَذَا الحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ، وَهُوَ يَبْنِي وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الحِجَارَةَ، وَهُمَا يَقُولاَنِ: (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ العَلِيمُ) (البقرة۲:۱۲۷) ، قَالَ:

Marfat.com

فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتَّى يَدُورَا حَوْلَ الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُولَانِ :(رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ :لَمَّا كَانَ بَيْنَ إِبْرَاهِيمَ وَبَيْنَ أَهْلِهِ مَا كَانَ، خَرَجَ بِإِسْمَاعِيلَ وَأُمِّ إِسْمَاعِيلَ، وَمَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ، فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِبْرَاهِيمُ إِلَى أَهْلِهِ، فَاتَّبَعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، حَتَّى لَمَّا بَلَغُوا كَدَاءً نَادَتْهُ مِنْ وَرَائِهِ: يَا إِبْرَاهِيمُ إِلَى مَنْ تَتْرُكُنَا؟ قَالَ :إِلَى اللَّهِ، قَالَتْ :رَضِيتُ بِاللَّهِ، قَالَ :فَرَجَعَتْ فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، حَتَّى لَمَّا فَنِيَ الْمَاءُ، قَالَتْ :لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا، قَالَ فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ، وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ (ص۳۸:۱۴۵) أَحَدًا، فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا، فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيَ سَعَتْ وَأَتَتِ الْمَرْوَةَ، فَفَعَلَتْ ذَلِكَ أَشْوَاطًا، ثُمَّ قَالَتْ :لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ، تَعْنِي الصَّبِيَّ، فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَإِذَا هُوَ عَلَى حَالِهِ كَأَنَّهُ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ، فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا، فَقَالَتْ :لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ، لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا، فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا، حَتَّى أَتَمَّتْ سَبْعًا، ثُمَّ قَالَتْ :لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ، فَإِذَا هِيَ بِصَوْتٍ، فَقَالَتْ :أَغِثْ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ، فَإِذَا جِبْرِيلُ، قَالَ :فَقَالَ بِعَقِبِهِ هَكَذَا، وَغَمَزَ عَقِبَهُ عَلَى الْأَرْضِ، قَالَ: فَانْبَثَقَ الْمَاءُ، فَدَهَشَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَعَلَتْ تَحْفِزُ، قَالَ :فَقَالَ

Marfat.com

أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَوْ تَرَكَتْهُ كَانَ الْمَاءُ ظَاهِرًا .
قَالَ :فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الْمَاءِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، قَالَ :فَمَرَّ نَاسٌ مِنْ جُرْهُمَ بِبَطْنِ الْوَادِي، فَإِذَا هُمْ بِطَيْرٍ، كَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوا ذَاكَ، وَقَالُوا :مَا يَكُونُ الطَّيْرُ إِلَّا عَلَى مَاءٍ، فَبَعَثُوا رَسُولَهُمْ فَنَظَرَ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ، فَأَتَاهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ، فَأَتَوْا إِلَيْهَا فَقَالُوا :يَا أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَكُونَ مَعَكِ، أَوْ نَسْكُنَ مَعَكِ، فَبَلَغَ ابْنُهَا فَنَكَحَ فِيهِمُ امْرَأَةً، قَالَ :ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ :إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي، قَالَ :فَجَاءَ فَسَلَّمَ، فَقَالَ :أَيْنَ إِسْمَاعِيلُ؟ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ :ذَهَبَ يَصِيدُ، قَالَ :قُولِي لَهُ إِذَا جَاءَ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ، فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ، قَالَ :أَنْتِ ذَاكِ، فَاذْهَبِي إِلَى أَهْلِكِ، قَالَ :ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ :إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي، قَالَ :فَجَاءَ، فَقَالَ :أَيْنَ إِسْمَاعِيلُ؟ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ :ذَهَبَ يَصِيدُ، فَقَالَتْ :أَلَا تَنْزِلُ فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ، فَقَالَ :وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ :طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَاءُ، قَالَ :اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ، قَالَ :فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :بَرَكَةٌ بِدَعْوَةِ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ قَالَ :ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ :إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي، فَجَاءَ فَوَافَقَ إِسْمَاعِيلَ مِنْ وَرَاءِ زَمْزَمَ يُصْلِحُ نَبْلًا لَهُ، فَقَالَ :يَا إِسْمَاعِيلُ، إِنَّ رَبَّكَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ لَهُ بَيْتًا، قَالَ :أَطِعْ رَبَّكَ، قَالَ :إِنَّهُ قَدْ أَمَرَنِي أَنْ تُعِينَنِي عَلَيْهِ، قَالَ :إِذَنْ أَفْعَلَ، أَوْ كَمَا قَالَ :قَالَ فَقَامَا فَجَعَلَ إِبْرَاهِيمُ يَبْنِي، وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ

Marfat.com

وَیَقُولَانِ :(رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ العَلِيمُ) (البقرة ۲:۱۲۷)
.قَالَ :حَتَّى ارْتَفَعَ البِنَاءُ ، وَضَعُفَ الشَّيْخُ عَنْ نَقْلِ الحِجَارَةِ، فَقَامَ
عَلَى حَجَرِ المَقَامِ، فَجَعَلَ يُنَاوِلُهُ الحِجَارَةَ وَيَقُولَانِ :(رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا
إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ العَلِيمُ) (البقرة ۲:۱۲۷)(۸٦)

۲۱۔ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سب سے پہلے جس عورت نے کمر کا پٹکا بنایا، وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (ہاجرہ) تھیں، انہوں نے یہ پٹکا اس لیے بنایا تا کہ وہ اپنے قدموں کے نشانات کو حضرت سارہ علیہا السلام کے لیے مٹادے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو، جب کہ وہ ابھی حالت رضاعت میں تھے، لے کر بیت اللہ کے جوار میں آگئے (اس وقت بیت اللہ تعمیری شکل میں نہیں تھا)، ان دونوں کو مسجد حرام میں موجود زمزم کے کنویں کے اوپر ایک سائبان میں چھوڑ دیا۔ مکہ میں اس وقت نہ کوئی ذی نفس تھا، نہ پانی کا وجود۔ دونوں کو وہاں چھوڑا، ان کے قریب ایک مٹکا، جس میں چند کھجوریں تھیں، رکھ دیا، پانی کا ایک مشکیزہ بھی رکھ دیا اور خود الٹے قدموں واپس چلے گئے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام ان کے پیچھے پیچھے گئیں اور کہا: اے ابراہیم! ہمیں اس (بے آب و گیاہ) وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں، جہاں نہ کوئی انسان ہے، نہ ہی کوئی دوسری چیز؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ بار بار یہی کہتی رہیں، اُدھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی جانب ذرا بھی توجہ نہ فرمائی۔ آخر انہوں نے عرض کی: کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: ہاں! تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے (ایمان ویقین سے سرشار لہجے میں) کہا تب تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا، اور واپس لوٹ گئیں۔

Marfat.com

اُدھر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے، یہاں تک جب اس گھاٹی پر پہنچے، جہاں سے انہیں دیکھا نہ جا سکے اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کیا اور ہاتھ اٹھا کر ان کلمات سے دعا فرمائی:

﴿ رَبَّنَا إِنِّیْ أَسْکَنتُ مِن ذُرِّيَّتِیْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُواْ الصَّلاَةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴾ (ابراہیم ۱۴:۳۷)

ترجمہ: اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد کو، اس بے آب وگیاہ وادی میں تیرے محترم گھر کے قریب، آباد کیا ہے۔ اے میرے رب! تاکہ یہ نماز قائم کریں۔ پس تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے اور انہیں میووں سے رزق دے، تاکہ وہ شکر ادا کریں۔

اُدھر حضرت اسماعیل کی والدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں اور مشکیزہ میں سے پانی پی کر گذارہ کرتی تھیں، یہاں تک کہ مشکیزہ کا پانی ختم ہوگیا، تو خود بھی پیاسی رہ گئیں اور بیٹا بھی پیاسا رہ گیا۔ بے چین ومضطرب ہو کر معصوم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف دیکھتیں (جو پیاس سے بلک رہا تھا) حتی کہ یہ منظر ان سے دیکھا نہ گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف دیکھنے کی ناگواری سے بچنے کے لیے، وہاں سے چل پڑیں۔ اس وادی سے قریب ترین پہاڑ صفا کا تھا، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس پر جا کھڑی ہوئیں۔ پھر وادی کی دوسری طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ شاید کسی کو دیکھ لیں، لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ پھر صفا سے نیچے اتر آئیں، جب وادی میں پہنچیں، تو اپنی چادر کا کونہ اونچا کیا، ایک انسان کی جتنی بساط ہوسکتی ہے، کوشش کی، اور وادئ مکہ کو عبور کر کے مروہ پہاڑ پر آگئیں اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر آجائے، وہاں بھی کوئی دکھائی نہ دیا، سات مرتبہ اسی طرح کیا۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسی وجہ سے صفا و مروہ کے مابین لوگوں کے لیے سعی شروع کی گئی''

پھر جب وہ مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز انہوں نے سنی تو کہا: خاموش، مراد اپنے آپ کو کہنا تھا۔ پھر دوبارہ کان لگا کر سننے کی کوشش کی، تو کہنے لگیں: اگر تمہارے پاس کوئی مدد ہے تو تم نے سنا دیا ہے، دیکھا تو ایک فرشتہ زمزم کی جگہ پر موجود ہے اور اس نے اپنے قدموں یا اپنے پیروں سے کھودنا شروع کیا، یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس پانی کو حوض کی شکل میں محفوظ کرنے لگیں، اور اپنے ہاتھ کے اشارے سے کہنے لگیں: کہ اس طرح۔ پھر اس پانی کو مشکیزہ میں ڈالنے لگیں اور جب مشکیزہ بھر جاتا تو وہ ابلنے لگتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اُم اسماعیل پر رحم فرمائے، اگر وہ زمزم کو یونہی چھوڑ دیتیں یا فرمایا: اسے محفوظ نہ کرتیں، تو زمزم کا چشمہ جاری پانی کی شکل میں بہتا رہتا۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے زمزم کا پانی پیا اور اپنے بچہ کو دودھ پلاتی رہیں، فرشتہ نے ان سے کہا کہ: اپنے ضائع ہونے (ہلاک ہونے) کا خوف مت کرو، اس لیے کہ یہاں پر اللہ کا گھر ہے، جسے لڑکا اور اس کے والد مل کر تعمیر کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس کے رہنے والوں کو ضائع نہیں فرماتا۔ اس زمانہ میں بیت اللہ زمین سے اونچائی پر ٹیلے کی مانند واقع تھا، کیونکہ سیلاب آیا کرتے تھے اور بیت اللہ کے دائیں بائیں حصہ کی عمارت کو نقصان پہنچاتے تھے۔

اسی طرح دن گزرتے رہے، حتیٰ کہ ایک بار وہاں سے قبیلہ جرہم کے چند لوگ یا جرہم کے گھر والوں میں سے کچھ لوگ گذرے، جو کداء کے راستے سے آرہے تھے، وہ مکہ کے نشیب میں فروکش ہوئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا: کہ ایک پرندہ منڈلا رہا ہے،

Marfat.com

وہ کہنے لگے: یہ پرندہ تو پانی کے اوپر منڈلاتا ہے، جب کہ یہاں اس وادی میں تو کہیں پانی نہیں ہے۔انہوں ایک دو آدمیوں کو مشکے دے کر بھیجا (کہ پانی تلاش کریں)، وہ گئے تو دیکھا کہ پانی (زمزم) ہے، وہ واپس لوٹے، اور انہیں بتلایا کہ پانی ہے، وہ سب کے سب پانی کے پاس آگئے۔اس وقت اُم اسماعیل پانی کے پاس ہی تھیں، تو ان لوگوں نے پوچھا: کیا آپ ہمیں اپنے قریب فروکش ہونے کی اجازت دیتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں (ٹھیک ہے)! لیکن پانی پر تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا، وہ کہنے لگے ٹھیک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ام اسماعیل کو ان کی وجہ سے انس ہوا اور وہ انس چاہتی تھیں (اس لیے ان لوگوں کو اجازت دے دی)۔جرھم کے لوگ وہیں فروکش ہو گئے اور انہوں نے اپنے گھر والوں کو بھی بلا بھیجا، وہ بھی وہاں فروکش ہو گئے۔یہاں تک کہ وہاں ان کے کئی گھرانے ہو گئے حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی جوانی کی عمر کو پہنچ گئے، انہوں نے بنو جرھم سے عربی بھی سیکھ لی اور جب جوان ہوئے تو تمام قبیلہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ نفیس اور باوقعت تھے۔چنانچہ وہ بالغ ہو گئے اور شعور کی عمر کو پہنچ گئے تو بنو جرھم نے اپنی ایک عورت سے ان کی شادی کر دی۔

اسی دوران ام اسماعیل (حضرت ہاجرہ علیہا السلام) بھی انتقال فرما گئیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی وہاں آئے، تاکہ دیکھیں کہ بیوی اور بچہ (جسے وہ بے یار و مددگار چھوڑ گئے تھے) کا کیا حال ہے؟ جب وہ آئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا۔آپ نے ان کی زوجہ سے سوال کیا؟ تو کہنے لگیں: ہمارے لیے کچھ رزق کی تلاش میں گئے ہیں۔پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی اہلیہ سے ان کی زندگی اور حالات کے متعلق دریافت کیا، تو وہ عرض کرنے لگیں: ہم بہت بری حالت میں ہیں، بڑی تنگی اور سختی میں ہیں اور ان سے خوب حالات کا شکوہ کیا۔حضرت ابرہیم علیہ السلام

Marfat.com

نے فرمایا جب تمہارے شوہر آجائیں تو ان سے میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل کرلیں۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو انہیں ماحول کچھ مانوس مانوس سا لگا۔انہوں نے پوچھا: کہ کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ وہ کہنے لگیں: ہاں! اس اس طرح کے ایک شیخ آئے تھے۔ انہوں نے تمہارے متعلق پوچھا تو میں نے انہیں بتلادیا، پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا: کہ ہماری زندگی کیسی گذر رہی ہے؟ تو میں نے انہیں بتلادیا کہ ہم مشقت اور شدت میں ہیں۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا وہ کچھ کہہ کر گئے ہیں؟ کہنے لگیں ہاں! انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کو سلام کہوں اور وہ کہہ کر گئے ہیں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل کرلیں۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا: وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے تم سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔تم اپنے گھر والوں سے جاملو، اسے طلاق دے کر اسی قبیلہ کی ایک دوسری خاتون سے شادی کرلی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم سے، جب تک اس نے چاہا، رکے رہے، پھر کچھ عرصہ بعد دوبارہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر آئے تو انہیں پھر موجود نہ پایا، وہ ان کی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق سوال کیا؟ انہوں نے عرض کی: کہ وہ ہمارے لیے رزق کی تلاش میں گئے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا: تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ اور ان کی زندگی اور حالات کے متعلق دریافت کیا، وہ عرض کرنے لگیں: ہم بہت اچھے حال میں ہیں، خوب فراوانی ہے اور اللہ کی تعریف کی ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہارا کھانا کیا ہے؟ کہنے لگیں کہ گوشت ۔ پوچھا کہ تمہارا مشروب کیا ہے؟ عرض کیا: پانی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی: اے اللہ! انکے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔

Marfat.com

نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر والوں کے پاس اس وقت ذرا بھی گندم اور غلہ وغیرہ نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے لیے بھی دعا فرماتے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا: جب تمہارے شوہر آ جائیں تو ان سے سلام کہنا اور انہیں حکم دینا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو برقرار رکھیں۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس تشریف لائے تو پوچھا: کیا کوئی آیا تھا؟ کہنے لگیں: ہاں! ہمارے پاس ایک بہت اچھی حالت وصورت والے شیخ آئے تھے اور ان کی خوب تعریف کی۔ انہوں نے مجھ سے آپ کے متعلق دریافت کیا، تو میں نے انہیں بتلا دیا۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہماری زندگی کیسی گزر رہی ہے؟ تو میں انہیں بتلایا کہ بہت اچھی، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان سے پوچھا: کہ کیا وہ کچھ کہہ کر گئے ہیں؟ اس نے عرض کی ہاں! وہ آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ برقرار رکھیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: وہ میرے والد تھے اور چوکھٹ سے مراد تم ہو، انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں اپنے پاس روک رکھوں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ عرصہ مزید ٹھہرے رہے، اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا، پھر اس کے بعد تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک سائبان میں تیر کمان ٹھیک کر رہے ہیں۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے، اور دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ وہی سلوک کیا، جو ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ اور بیٹا اپنے باپ کے ساتھ کرتا ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ سعادت مند بیٹے نے جواب دیا: آپ کے رب نے جو حکم دیا ہے، اسے کر گزریئے۔ پوچھا: کیا تم میری اعانت کرو گے؟ کہا: میں آپ کی بھرپور اعانت کروں گا۔ فرمایا کہ: مجھے اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے کہ وہاں پر ایک گھر

Marfat.com

تعمیر کروں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاتھ سے زمزم کے اردگرد ایک بلند ٹیلہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر اس ٹیلہ کے مقام پر ہی ان دونوں حضرات نے بیت اللہ کی بنیادیں اٹھائیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لے کر آتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر فرماتے، یہاں تک کہ جب عمارت بلند ہوگئی تو یہ پتھر (جسے مقام ابراہیم کہا جاتا ہے اور جسے قرآن کریم میں اللہ رب العالمین نے اپنی نشانی قرار دیا ہے) لائے اور اسے رکھ دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر تعمیر فرماتے رہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اُٹھا اُٹھا کر انہیں دیتے رہے اور دونوں حضرات یہ دعا کرتے رہے کہ: "اے ہمارے پروردگار! ہماری اس خدمت کو ہماری طرف سے قبول فرما، بلاشبہ تو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے" (البقرہ ۲:۱۲۷)

دونوں اس کی تعمیر میں لگے رہے، یہاں تک کہ دونوں بیت اللہ کے گرد گھومتے رہے (تعمیر کے ساتھ ساتھ) اور (تعمیر سے فراغت پر یہ دعا مانگی): اے ہمارے پروردگار! ہماری طرف سے (اس خدمت کو) قبول فرمائیے، بلاشبہ آپ بہت سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ (البقرہ ۲:۱۲۷)

ا۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت سارہ علیہا السلام نے جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے تین عضو کاٹنے کی قسم کھائی، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام کو دونوں کان چھیدنے اور ختنے کرنے پر تخصیص کی تجویز دی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو اس پر آمادہ ہونے کی تلقین کی، جسے دونوں نے قبول کیا۔ اس سے معاملہ طول پکڑنے کی بجائے حل ہوگیا۔

☆ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ چھوڑا، اور خود واپس شام کو بغیر بتلائے جانے لگے، تو آپ کے جواب کہ "اللہ تعالیٰ کا حکم ہے" پر، حضرت

Marfat.com

ہاجرہ علیہا السلام نے گلہ شکوہ کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہونے کا اظہار کیا۔ یہ ایک بیوی کی اپنے خاوند کی انتہائی فرمانبرداری ہے۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آمد پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پہلی بیوی نے گلہ شکوہ کیا، جبکہ دوسری بیوی نے شکریہ ادا کیا۔ اس لیے یہاں پہلی کو طلاق ہوئی اور دوسری کو اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمائی۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دونوں بیویوں کے حوالے سے مشورہ دیا، جس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے من وعن عمل کیا۔ یہ باپ کا بیٹے پر انتہائی شفیق ومہربان ہونا، اور بیٹے کا باپ کے لیے فرمانبردار ہونے کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

۲۔ عصرِ حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے ایک خاندان کی بہتری کے لیے چار اصول مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ حضرت سارہ علیہا السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشورے پر عمل کرنا، اس جھگڑے کے خاتمے کا سبب بنا۔ اس سے عمل کے تین پہلو نکلتے ہیں:

(الف): گھر میں جب کچھ افراد یا دو افراد کے درمیان باہمی جھگڑا ہو جائے، تو گھر کے سربراہ یا خاندان کی بات، دونوں فریقین کو ماننی چاہیے، اگرچہ دونوں کو کچھ نقصان ہی ہو۔

(ب): سربراہ کو کسی ایک فریق کا شریک وفریق نہیں بننا چاہیے، بلکہ سب کے لیے ثالث کا کردار ادا کرنا چاہیے۔

(ج): جس جھگڑے میں حضرت سارہ علیہا السلام نے اپنی قسم میں کچھ میں تخصیص کی اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا نچھید وانے اور ختنے کروانے پر رضامند ہوئیں، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جھگڑے کے فریق اگر کچھ نرمی دکھلائیں اور اپنے موقف میں لچک پیدا کرلیں تو

Marfat.com

معاملات حل ہو جاتے ہیں۔ ہمیں روزمرہ کے معاملات کو ایسے ہی حل کرنا چاہیے۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام (جن کی عمر دو سال تھی) کو مکہ چھوڑ کر شام کی طرف روانہ ہوئے تو بیوی نے کوئی گلہ شکوہ نہ کیا۔ جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واپسی کا وقت بھی نہیں بتایا تھا۔ آج ہمارے ہاں اکثر گھروں میں بیویاں خاوندوں کے ہر وقت گلے شکوے کر رہی ہوتی ہیں۔ اگر خاوند کچھ دیر سے گھر آئے تو باقاعدہ ہنگامہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس سے تین باتیں سبق کے طور پر یاد رکھنی چاہیے:

(الف): خاوند کو بیوی کے ساتھ باہم اعتماد کا رشتہ قائم رکھنا چاہیے۔ تاکہ بیوی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ خاوند کسی غلط راہ کا انتخاب کیے ہوئے ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہی اعتماد کا رشتہ تھا۔

(ب): خاوند اگر دیر سے آتا ہے یا کہیں بغیر بتلائے جاتا ہے تو بیوی کو بھی جذباتی نہیں ہونا چاہیے، بلکہ سوچنا چاہیے کہ شاید کوئی انتہائی ضروری کام ہو یا کوئی مجبوری بھی ہو سکتی ہے۔ بیوی کو ہر حال میں خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری کرنی چاہیے۔ یہی اسلامی تہذیب و معاشرت ہے۔

۳۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پہلی بیوی کو شکوہ کرنے کی وجہ سے طلاق ہوئی اور دوسری بیوی کو شکر ادا کرنے کی وجہ سے اولاد و نعمتیں نصیب ہوئیں۔ اس سے دو باتیں مترشح ہوتی ہیں:

(الف): خاوند کی ناشکری اور حالات کا شکوہ کرنے والی عورت اسلام کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہے، اس لیے عورت کو ناشکری اور شکوہ کرنے والی نہیں ہونا چاہیے۔ یہ عادت

Marfat.com

عورتوں کے لیے دنیاوآخرت کی بربادی ہے۔

(ب): اللہ تعالٰی اور خاوند کا ہر حال میں شکر ادا کرنے والی عورت خوش بخت ہوتی ہے، ہر عورت کو ہر حال میں شکر ادا کرنا چاہیے۔ یہ اس کے لیے دنیاوآخرت کی بھلائی ہے۔

۴۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا پہلی بیوی کو طلاق دینا اور دوسری کو بسانا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشورے سے ہوا۔اس سے تین امور مستنبط ہوتے ہیں:

(الف): والد کو شادی کر دینے کے بعد اولاد کے حالات پر نظر رکھنی چاہیے۔

(ب): اولاد کو اچھائی و برائی کے اعتبار سے والدین کو مناسب مشورے بھی دینے چاہیے۔

(ج): اولاد کو والدین کے مناسب مشورے پر عمل کرنا چاہیے۔

Marfat.com

تعمیر خانہ کعبہ کی تاریخ:

۲۲۔ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَمَّا أَرَادَ بِنَاءَ الْبَيْتِ ضَاقَ بِهِ ذَرْعًا، فَلَمْ يَدْرِ مَا يَصْنَعُ، فَأَرْسَلَ اللَّهُ السَّكِينَةَ: وَهِيَ رِيحٌ خَجُوجٌ، فَانْطَوَتْ فَجَعَلَ يَبْنِي عَلَيْهَا كُلَّ يَوْمٍ سَاقًا وَمَكَّةُ شَدِيدَةُ الْحَرِّ، فَلَمَّا بَلَغَ مَوْضِعَ الْحَجَرِ، قَالَ لِإِسْمَاعِيلَ اذْهَبْ فَالْتَمِسْ حَجَرًا فَضَعْهُ هَا هُنَا، فَجَعَلَ يَطُوفُ بِالْجِبَالِ فَجَاءَهُ جِبْرِيلُ بِالْحَجَرِ، فَوَضَعَهُ فَجَاءَ إِسْمَاعِيلُ، فَقَالَ: مَنْ جَاءَ بِهَذَا؟ - أَوْ مِنْ أَيْنَ هَذَا؟، أَوْ مِنْ أَيْنَ أُتِيَ بِهَذَا؟ -فَقَالَ: جَاءَ بِهِ مَنْ لَمْ يَتَّكِلْ عَلَى بِنَائِي وَبِنَائِكَ فَبَنَاهُ، ثُمَّ انْهَدَمَ، فَبَنَتْهُ الْعَمَالِقَةُ، ثُمَّ انْهَدَمَ فَبَنَتْهُ جُرْهُمٌ، ثُمَّ انْهَدَمَ فَبَنَتْهُ قُرَيْشٌ، فَلَمَّا أَرَادُوا أَنْ يَضَعُوا الْحَجَرَ تَشَاجَرُوا فِي وَضْعِهِ، فَقَالَ: أَوَّلُ مَنْ يَخْرُجُ مِنْ هَذَا الْبَابِ فَهُوَ يَضَعُهُ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ بَابِ بَنِي شَيْبَةَ، فَأَمَرَ بِثَوْبٍ فَبُسِطَ فَوَضَعَ الْحَجَرَ فِي وَسَطِهِ، ثُمَّ أَمَرَ رَجُلًا مِنْ كُلِّ فَخِذٍ مِنْ أَفْخَاذِ قُرَيْشٍ أَنْ يَأْخُذَ بِنَاحِيَةِ الثِّيَابِ، فَأَخَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ فَوَضَعَهُ قَدِ اتَّفَقَ الشَّيْخَانِ عَلَى إِخْرَاجِ الْحَدِيثِ الطَّوِيلِ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، وَكَثِيرِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قِصَّةُ بِنَاءِ الْكَعْبَةِ أَوَّلُ مَا بَنَاهُ إِبْرَاهِيمُ الْخَلِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَهَذَا غَيْرُ ذَاكَ "(۱)

(التعليق -من تلخيص الذهبی)علی شرط البخاری ومسلم

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بے شک جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تو ان کے لیے

۱۔ i- مستدرک حاکم، کتاب المناسک، رقم ۱۷۲۷، ج ۲، ص ۱۱۰-۱۱۱ ii- ایضاً، کتاب التفسیر، رقم ۳۲۰۸ ج ۳، ص ۱۰۹

Marfat.com

بے شک جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تو ان کے لیے زمین تنگ ہوگئی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ یہ تعمیر کیسے کی جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اطمینان (سکینہ) نازل کیا اور وہ تیز ہوا تھی، وہ ناپنے کی رسی بنی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر ہر روز ایک ہاتھ تعمیر کرتے، ان دنوں مکہ میں شدید گرمی تھی۔ آپ علیہ السلام جب حجر اسود کے مقام پر پہنچے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا: جاؤ اور ایسا پتھر ڈھونڈ کر لاؤ، جسے یہاں رکھا جائے۔ وہ مختلف پہاڑوں کی طرف گئے۔ پس حضرت جبریل امین علیہ السلام پتھر لے کر آئے اور اسے اس جگہ پر رکھ دیا، پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو پوچھا: یہ پتھر کون لایا ہے یا کہاں سے آیا ہے، یا کس جگہ سے آیا ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: اس کو وہ لے کر آیا ہے جو تعمیر کو میرے اور تیرے سپرد کرنے والا نہیں۔ پھر وہ منہدم ہوگیا تو قوم عمالقہ نے تعمیر کیا۔ پھر وہ منہدم ہوگیا اور قبیلہ بنی جرہم نے اسے تعمیر کیا۔ پھر منہدم ہوا تو قریش نے تعمیر کیا، جب حجر اسود لگانے کا وقت آیا تو آپس میں جھگڑنے لگے۔ پس فیصلہ ہوا کہ جو اس دروازے سے سب سے پہلے داخل ہوگا، وہی حجر اسود کو لگائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے سب سے پہلے داخل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو ایک بڑے کپڑے کے درمیان میں رکھنے کا حکم دیا پھر قریش کے ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص کو اس کپڑے کے کنارے پکڑنے کا حکم دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے حجر اسود کو اس جگہ پر رکھ دیا۔

نقد حدیث:

اس حدیث کے مندرجات امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیے ہیں۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ یہ روایت بنیادی طور پر تعمیر و تاریخ کعبہ سے متعلق ہے اور اس میں باپ بیٹے

Marfat.com

کا کردار عائلی زندگی کا آئینہ دار ہے، کعبہ کو مختلف ادوار میں تعمیر کیے جانے کی تاریخ کے بارے میں علماء کرام کی آراء مختلف ہیں، اور پھر اس بارے میں بھی مختلف روایات اور مختلف اقوال ہیں کہ سب سے پہلے کعبہ کی تعمیر فرشتوں نے کی تھی، یا حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔

☆ امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں فرشتوں کی آواز نہیں سنتا، فرمایا: اس کی وجہ تمہاری (ظاہری) خطا ہے، لیکن تم زمین پر اتر جاؤ اور میرے لیے ایک بیت (گھر) بناؤ، پھر اس کے گرد طواف کرو، جس طرح تم نے آسمان میں میرے بیت کے گرد فرشتوں کو طواف کرتے ہوئے دیکھا تھا، حضرت آدم علیہ السلام نے حرا، طور زیتا، طور سینا، جبل لبنان اور جودی، پانچ پہاڑوں سے مٹی لے کر بیت اللہ کو بنایا۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا تو فرمایا: میں تمہارے ساتھ ایک بیت (بھی) اتاروں گا، جس کے گرد اس طرح طواف کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے، اور اس کے پاس ایسی نماز پڑھی جائے گی جیسے میرے عرش کے پاس نماز پڑھی جاتی ہے، طوفان کے زمانہ میں اس بیت کو اٹھا لیا گیا انبیاء علیہم السلام اس کا حج کرتے تھے اور انہیں اس جگہ کا علم نہیں تھا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس جگہ سے مطلع کیا۔(۲)

۲۔ i۔ جامع البیان، ج ۱ ص ۴۲۸ ii۔ فتح الباری، ج ۶ ص ۴۰۷۔۴۰۶

iii۔ عمدۃ القاری، ج ۹ ص ۲۱۶ ۳۔ الروض ج ۱ ص ۱۲۸۔۱۲۷

Marfat.com

☆ علامہ سہیلی لکھتے ہیں:

کعبہ کو پانچ مرتبہ بنایا گیا: پہلی مرتبہ حضرت شیث بن آدم علیہ السلام نے بنایا، دوسری مرتبہ ان ہی بنیادوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا، تیسری بار ظہور اسلام سے پانچ سال پہلے قریش نے بنایا، چوتھی مرتبہ حضرت عبداللہ ابن الزبیر نے بنایا اور حطیم کعبہ میں شامل کرلیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا تھا، پانچویں بار عبدالملک بن مروان نے بنایا اور حطیم کو پھر باہر کردیا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جب ایک یا دو بار سیلاب آیا تو اس کو قوم جرہم نے بنایا، امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ (۳)

☆ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ بنایا اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے ایک حدیث مرفوع مروی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے، اور قوی قول یہ ہے کہ کعبہ کو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ نے بنایا، حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ پھر کعبہ منہدم ہوگیا پھر اس کو عمالقہ نے بنایا، پھر منہدم ہوگیا پھر اس کو جرھم نے بنایا، پھر منہدم ہوگیا پھر اس کو قریش نے بنایا اور یہ آپ کی بعثت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ کہ پندرہ سال پہلے کا واقعہ ہے اور زہری سے روایت ہے کہ اس وقت آپ بلوغت کے قریب تھے۔

☆ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

۳۔ الروض ج ۱ ص ۱۲۸۔ ۱۲۷

Marfat.com

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کعبہ کس نے بنایا، ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے کعبہ فرشتوں نے بنایا۔ امام ابن اسحاق نے کہا: اس کو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا، ایک قول یہ ہے کہ اس کو سب سے پہلے حضرت شیث بن آدم علیہ السلام نے بنایا۔ (۴)

☆ علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ کعبہ کو دس مرتبہ بنایا گیا:

(۱) پہلی بار فرشتوں نے بنایا۔ (۲) دوسری بار حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا۔ (۳) تیسری بار حضرت شیث علیہ السلام نے بنایا۔ (۴) چوتھی بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا۔ (۵) پانچویں بار قوم عمالقہ نے بنایا۔ (۶) چھٹی بار جرہم نے بنایا۔ (۷) ساتویں بار قصی بن کلاب نے بنایا۔ (۸) آٹھویں بار قریش نے بنایا۔ (۹) نویں بار حضرت عبداللہ بن زبیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب منشاء کعبہ کو بنایا، اس میں دو دروازے رکھے: ایک داخل ہونے اور ایک خارج ہونے کا، حطیم کو کعبہ میں داخل کیا اور یہی بناء ابراہیم تھی، قریش اپنے وسائل میں کمی کی وجہ سے اس کو مکمل بناء ابراہیم پر نہیں بنا سکے تھے، اور آپ کی خواہش تھی کہ اس کو بناء ابراہیم پر بنا دیا جائے، لیکن فتنہ کے خدشہ سے آپ نے نہیں بنایا تھا۔

(۱۰) دسویں بار عبدالملک بن مروان کے حکم کے تحت حجاج بن یوسف نے اس کو پھر منہدم کر کے قریش کی بناء کے مطابق بنا دیا۔ (۵)

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

جب ہارون رشید کو یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کو اس طرح بنانا چاہتے

۴۔ عمدۃ القاری، ج ۱۶، ص ۲۸۸ ۵۔ ارشاد الساری ج ۳، ص ۱۴۴۔۱۴۳

Marfat.com

تھے تو اس نے چاہا کہ کعبہ کو پھر حضرت عبداللہ ابن الزبیر کی بناء کے مطابق بنا دے، لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منع کر دیا اور فرمایا: میں تم کو قسم دیتا ہوں !اب کعبہ کو اسی طرح رہنے دو، بار بار منہدم کرنے اور بنانے سے اس کی ہیبت اور جلال میں کمی آئے گی۔ اسعد حمیری نے سب سے پہلے کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے، اور حجاج بن یوسف نے سب سے پہلے اس پر ریشم کا غلاف چڑھایا تھا۔(۶)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعمیر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ہاتھ بٹایا۔

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کی جگہ پر لگاتے تھے۔

☆ حجر اسود حضرت جبرائیل امین علیہ السلام جنت سے لیکر آئے تھے۔

☆ اس جگہ کے لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر ڈھونڈنے گئے تھے۔

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ علامہ احمد قسطلانی کے قول کے مطابق کعبہ کی پہلی تعمیر فرشتوں نے، دوسری حضرت آدم علیہ السلام نے، تیسری شیث بن آدم علیہ السلام نے اور چوتھی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس تعمیر میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لیا۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام بنیادیں اٹھاتے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اور دوسری چیزیں لا کر دیتے تھے۔

۶۔ الجامع لاحکام القرآن ج ۲، ص ۱۲۵

Marfat.com

☆ حجراسود کی جگہ پر پتھر لگانے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پتھر ڈھونڈ کر لانے کے لیے بھیجا۔

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر ڈھونڈنے کے لیے گئے تو پیچھے سے حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے حجر اسود لے کر حاضر ہوئے۔

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پوچھنے پر کہ یہ پتھر کہاں سے آیا ہے یا کون لایا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: ''یہ پتھر وہ لے کر آیا ہے جو تعمیر میرے اور تیرے سپرد کرنے والا نہیں ہے''۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کا پتھر لانا ہے۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس واقعہ سے عائلی زندگی کے حوالے سے تین اصول مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ اولاد کی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ باپ اولاد کو عملی طور پر کر کے بھی دکھلائے اور اولاد کو شریک کار بھی کرے۔ موجودہ دور میں اولاد کی تربیت کا فقدان ہے۔ اس لیے بھی ضروری ہے کہ والدین خود عملی کام کرتے نہیں اور اولاد سے توقع کرتے ہیں کہ وہ کام کرے۔ یہی بنیادی خرابی ہے، اسے دور کرنے کی سعی کرنی چاہیے۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جب حجر اسود کی جگہ لگانے کے لیے پتھر کو ڈھونڈنے کی ہر ممکن کوشش کر چکے، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے حجر اسود لے کر حاضر ہوئے۔ اس سے یہ اصول بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اگر انسان کسی کام کو کرنے کے لیے آخری حد تک کوشش کرے، اللہ تعالیٰ پھر ہی انسان کی مدد کرتا ہے۔ آج کل مسلمانوں کی اکثریت خود عملی کوشش کرتی نہیں اور توکل علی اللہ کی بات کرتے

Marfat.com

ہیں۔اسی لیے ہمیں کامیابی نہیں ملتی۔ہمیں چاہیے کہ کوشش آخری حد تک کریں، پھر اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے گا۔

۳۔ اولاد کو مشکل سے مشکل حالات سے گزاریں، پھر ہی تربیت ہوگی، ہم میں سے ہر کوئی اولاد کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے، لیکن انہیں مشکل حالات سے نہیں گزارتے، جس سے احساس بالکل ناپید ہوتا جا رہا ہے۔اس لیے اولاد کو مشکلات سے گزار کر اچھا انسان بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

عورتوں کے لیے حمل کا درد، درد زہ، ماہواری اور چیخ و پکار لازم ہونے کا سبب:

۲۳۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ " :لَمَّا أَكَلَ آدَمُ مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِي نُهِيَ عَنْهَا، قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ :مَا حَمَلَكَ عَلَى أَنْ عَصَيْتَنِي؟ قَالَ :رَبِّ زَيَّنَتْ لِي حَوَّاءُ .قَالَ :فَإِنِّي أَعْقَبْتُهَا أَنْ لَا تَحْمِلَ إِلَّا كَرْهًا وَلَا تَضَعَ إِلَّا كَرْهًا وَدَمَّيْتُهَا فِي الشَّهْرِ مَرَّتَيْنِ .فَلَمَّا سَمِعَتْ حَوَّاءُ ذَلِكَ رَنَّتْ فَقَالَ لَهَا :عَلَيْكِ الرَّنَّةُ وَعَلَى بَنَاتِكِ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاه(۷)

(التعلیق -من تلخیص الذهبی) صحیح

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

جب حضرت آدم علیہ السلام نے منع کردہ درخت سے کھالیا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا: میری نافرمانی پر تجھے کس نے ابھارا؟ عرض کی: اے میرے رب! حواء نے میرے لیے یہ مزین کیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اس کے اور اس کی ہم جنس کے لیے حمل

۷۔ مستدرک حاکم، التفسیر، رقم ۳۴۸۹، ج ۲، ص ۱۳۶

Marfat.com

کا درد اور دردِ زہ لازم کر دیا ہے، اور ایک ماہ میں دو دفعہ خون بھی جاری کر دیا ہے۔
جب حضرت حواء رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو چیخ و پکار کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اور تیری بیٹیوں پر چیخ و پکار بھی ہے۔

نقدِ حدیث:

یہ حدیث صحیح ہے لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔ علامہ ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

ا۔ مسائل و نصائح:

☆ حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ کو جنت میں رکھا اور ان کو اس درخت سے منع کیا، اس درخت کی شاخیں بہت گھنی تھیں اور فرشتے اپنے دوام اور خلود کے لیے اس درخت سے کھاتے تھے۔ جب ابلیس لعین نے ان کو ورغلانے کا ارادہ کیا تو سانپ کے پیٹ میں داخل ہو گیا۔ اس وقت اونٹ کی طرح سانپ کی چار ٹانگیں تھیں اور وہ اللہ کی مخلوق میں بہت حسین جانور تھا۔ سانپ جنت میں داخل ہوا تو ابلیس اس کے پیٹ سے نکل آیا، اس نے ممنوع درخت سے پھل توڑا، اور اس کو حضرت حوا رضی اللہ عنہا کے پاس لے کر آیا اور ان سے کہا دیکھو: یہ کیسے درخت کا پھل ہے، اس کی خوشبو کیسی عمدہ ہے، اس کا کتنا لذیذ ذائقہ ہے اور کتنا حسین رنگ ہے۔ حضرت حوا علیہا السلام نے اس درخت سے کھا لیا۔ پھر اس کو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس لے گئیں اور کہا: دیکھیں اس کی کتنی نفیس خوشبو ہے، کتنا لذیذ ذائقہ ہے اور کتنا حسین رنگ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بھی اس سے کھا لیا۔ پھر ان دونوں کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام (شرم سے) درخت (کی گھنی شاخوں) میں داخل ہو گئے تو ان کے رب نے ندا فرمائی: اے آدم! تم کہاں ہو؟ انہوں نے کہا: اے رب! میں یہاں ہوں۔

Marfat.com

فرمایا: تم اس سے باہر نہیں آتے؟ عرض کیا: اے رب! مجھے تجھ سے حیا آتی ہے۔ پھر حضرت حوا علیہا السلام سے فرمایا: تم نے میرے بندے کو دھوکا دیا، تم کو جب بھی حمل ہوگا تو تم کو تکلیف ہوگی، اور جب بھی وضع حمل کا وقت آئے گا تو تمہیں موت کا مزہ آجائے گا، اور سانپ سے فرمایا: تم اس ملعون کو پیٹ میں داخل کر کے لے گئے جس نے میرے بندہ کو دھوکا دیا، اب تم پیٹ کے بل چلتے رہو گے اور تمہارا رزق صرف مٹی ہوگا، تم بنو آدم کے دشمن رہو گے اور بنو آدم تمہارے دشمن ہونگے۔ تم ان کو ڈسنے کی کوشش کرو گے اور وہ تم کو پتھروں اور لاٹھیوں سے ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہب سے کسی نے پوچھا: کیا فرشتے بھی کھاتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (۸)

☆ امام بن جریر طبری لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور کئی صحابہ رضوان اللہ اجمعین بیان کرتے ہیں: کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا: ''اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جنت میں سے جہاں سے چاہو خوب کھاؤ، اور اس درخت کے قریب نہ جانا، ورنہ تم حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔'' اس وقت ابلیس نے ان دونوں کے پاس جنت میں جانے کا ارادہ کیا، جنت کے محافظوں نے اس کو جانے نہیں دیا، اس وقت سانپ اونٹ کی طرح ایک چوپایہ تھا اور بہت حسین جانور تھا، ابلیس نے اس سے کہا: وہ اس کو اپنے منہ میں رکھ کر جنت لے جائے، سو سانپ ابلیس کو اپنے منہ میں رکھ کر چلا گیا اور جنت کے محافظوں کو پتا نہ چلا، پھر ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: کیا میں تم کو ایسا درخت نہ بتاؤں،

۸۔ i۔ تفسیر عبدالرزاق، ج ا، ص ۳۱۶ ii۔ جامع البیان، ج ا، ص ۳۳۷۔۳۳۶

iii۔ الجامع لاحکام القرآن، ج ا، ص ۲۹۵۔۲۹۴

Marfat.com

جس کو کھانے کے بعد تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے یا ہمیشہ زندہ رہنے والے ہو جاؤ گے، اور تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی، اور قسم کھا کر کہا: کہ وہ ان کی خیر خواہی کر رہا ہے۔ حالانکہ اس کا ارادہ یہ تھا کہ ان کا ستر کھل جائے، حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو حضرت حوا علیہا نے آگے بڑھ کر اس درخت کو کھالیا اور حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: اے آدم اسے کھالو، دیکھو میں نے کھایا ہے مجھے کچھ نہیں ہوا، جب آدم علیہ السلام نے اس کو کھالیا تو ان دونوں کی شرم گاہیں کھل گئیں، اور درخت کے پتوں سے اپنے اپنے جسموں کو ڈھانپنے لگے۔ (۹)

☆ علامہ غلام رسول سعیدی نے لغزش کے محمل درج ذیل بیان کیے ہیں:

پس شیطان نے انہیں اس درخت کے ذریعہ لغزش میں مبتلا کیا، اور جہاں وہ رہتے تھے وہاں سے ان کو نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے وسوسہ کا حسب ذیل آیتوں میں بیان فرمایا ہے:

۱۔ ''پھر شیطان نے آدم کی طرف وسوسہ کیا، کہا: اے آدم! کیا تمہیں (جنت میں) ہمیشہ رہنے کا درخت نہ بتاؤں اور ایسی بادشاہت جو کبھی کمزور نہ ہو، تو (آدم وحوا) دونوں نے اس درخت سے کھالیا سو ان کی ستر گاہیں کھل گئیں اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنا جسم چھپانے لگے۔'' (طہٰ: ۱۲۱۔۱۲۲)

۲۔ ''اور شیطان نے کہا تم دونوں کو تمہارے رب نے اس درخت سے صرف اس لیے روکا ہے، کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ، اور ان دونوں سے قسم کھا کر کہا: کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔'' (الاعراف: ۲۱۔۲۰)

حضرت آدم علیہ السلام نے اجتہاد کیا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کوئی جھوٹی نہیں کھا سکتا

۹۔ جامع البیان، ج ۱، ص ۱۸۷

Marfat.com

اورانہوں نے یہ اجتہاد کیا: کہ اللہ تعالیٰ نے تنزیہاً منع کیا ہے اور یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے تحریماً منع فرمایا تھا، یا انہوں نے یہ اجتہاد کیا کہ: اللہ تعالیٰ نے خاص اس درخت سے منع فرمایا ہے میں اس نوع کے کسی درخت سے کھالیتا ہوں، دونوں صورتوں میں ان کے اجتہاد کو خطاء لاحق ہوئی اور وہ یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوع شجر سے منع کیا تھا اور یہ واضح رہے کہ اجتہادی خطاء اور نسیان عصمت کے منافی نہیں ہے، اور باقی ربا ان کا عرصہ دراز تک توبہ اور استغفار کرنا تو یہ ان کا کمال تواضع اور انکسار ہے۔(۱۰)

اور ایک سوال یہاں پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جنت سے نکال دیا تھا تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کو وسوسہ ڈالنے کے لیے جنت میں کیسے پہنچ گیا؟'' فرمایا تو جنت سے نکل جا سو بے شک تو مردود ہے''۔(الحجر۱۵:۳۴)

☆ مفسرین نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عزت اور کرامت کے ساتھ جنت میں اس کے دخول کو منع فرمایا تھا اور وہ چوروں کی طرح چھپ کر گیا اور کسی صورت میں متمثل ہو کر حضرت آدم علیہ السلام سے یہ گفتگو کی اور ان کو وسوسہ ڈالا یا وہ جنت کے دروازہ کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور وہاں سے حضرت آدم علیہ السلام کو آواز دے کر بلایا، یا وہ کسی جانور کی صورت میں جنت میں چلا گیا اور جنت کے محافظ اس کو نہ پہچان سکے، یا وہ سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں گیا یا اس نے اپنے بعض چیلوں کو یہ پیغام دے کر جنت میں بھیجا۔(۱۱)

☆ ابلیس کو نکال کر حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو جنت میں پہنچا دیا گیا اور بجز ایک درخت کے انہیں ساری جنت کی چیزیں کھانے کی رخصت دے دی گئی، شیطان

۱۰۔ تبیان القرآن، ج ا،ص ۳۳۳ ۱۱۔ تبیان القرآن، ج ا،ص ۳۳۴

Marfat.com

کو اس سے بڑا حسد ہوا، ان کی نعمتوں کو دیکھ کر لعین جل گیا اور ٹھان لی کہ جس طرح سے ہوا، انہیں بہکا کر اللہ کے خلاف کر دوں گا، چنانچہ جھوٹ، افترا باندھ کر ان سے کہنے لگا: کہ دیکھو یہ درخت وہ ہے جس کے کھانے سے تم فرشتے بن جاؤ گے اور ہمیشہ کی زندگی اسی جنت میں رہو گے، جیسے اس آیت میں ہے کہ ابلیس نے کہا کہ میں تمہیں ایک درخت کا پتہ دیتا ہوں جس سے تمہیں بقا اور ہمیشگی والا ملک مل جائے گا۔ یہاں ہے کہ ان سے کہا: تمہیں اس درخت سے صرف اس لیے روکا گیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ۔ پھر اپنا اعتبار جمانے کے لیے قسمیں کھانے لگا کہ دیکھو میری بات کو سچ مانو، میں تمہارا خیر خواہ ہوں، تم سے پہلے سے ہی یہاں رہتا ہوں، ہر ایک چیز کے خواص سے واقف ہوں، تم اسے کھالو، بس پھر یہیں رہو گے، بلکہ فرشتے بن جاؤ گے۔ اس قسم کی وجہ سے اس خبیث کے بہکاوے میں حضرت آدم علیہ السلام آگئے۔ سچ ہے مومن اس وقت دھوکا کھا جاتا ہے جب کوئی ناپاک اللہ کو بیچ میں دیتا ہے۔ چنانچہ سلف کا قول ہے کہ (مومن) اللہ کے نام کے بعد اپنے ہتھیار ڈال دیا کرتے ہیں۔ (۱۲)

☆ ﴿اسکن انت وزوجك الجنة﴾ میں حضرت آدم وحوا علیہما السلام دونوں کے لیے جنت کو مسکن بنانے کا ارشاد ہے جس کو مختصر لفظوں میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے ﴿اسکنا الجنة﴾ یعنی آپ دونوں جنت میں رہیں، جیسا کہ اسکے بعد کلا اور لاتقربا میں دونوں کو ایک ہی صیغہ میں جمع کیا گیا ہے، مگر یہاں اس کے خلاف انت وزوجك کے الفاظ کو اختیار کرنے میں مخاطب صرف حضرت آدم علیہ السلام کو قرار دیا اور انہی سے فرمایا کہ آپ کی زوجہ بھی جنت میں رہے، اس میں دو مسئلوں کی طرف اشارہ ہے:

۱۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۳۳۔۳۳۴

Marfat.com

۱۔ اول یہ کہ بیوی کے لیے رہائش کا انتظام شوہر کے ذمہ ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ سکونت میں بیوی شوہر کے تابع ہے، جس مکان میں شوہر رہے اس میں اس کو رہنا چاہیے۔ (۱۳)

☆ لفظ اسکن میں اس طرف اشارہ ہے کہ اسوقت ان دونوں حضرات کے لیے جنت کا قیام عارضی تھا، دائمی قیام جوشان ملکیت کی ہوتی ہے وہ نہ تھی، کیونکہ لفظ اسکن کے معنی یہ ہیں کہ اس مکان میں رہا کرو، یہ نہیں فرمایا کہ یہ مکان تمہیں دے دیا گیا، یہ تمھارا مکان ہے، وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ آئندہ حالات ایسے پیش آئیں گے کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو جنت کا مکان چھوڑنا پڑے گا، نیز جنت کا استحقاق ملکیت ایمان اور عمل صالح کر کے معاوضہ میں حاصل ہوتا ہے جو قیامت کے بعد ہوگا، اس سے حضرات فقہاء نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کہے کہ میرے گھر میں رہا کرو یا یہ کہ میرا گھر تمہارا مسکن ہو، اس سے مکان کی ملکیت اور دائمی استحقاق اس شخص کو حاصل نہیں ہوتا۔ (۱۴)

☆ ﴿وکلامنھا رغداً﴾ ''یعنی کھاؤ تم دونوں جنت سے بافراغت'' اس میں بطرز مذکور سابق خطاب صرف آدم علیہ السلام کو نہیں کیا گیا، بلکہ دونوں کو ایک ہی لفظ میں شریک کر کے کلا منھا فرمایا، اس میں اشارہ اس کی طرف ہوسکتا ہے کہ غذا اور خوراک میں بیوی شوہر کے تابع نہیں، وہ اپنی ضروریات وخواہش کے وقت اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرے اور یہ اپنی خواہش کے مطابق۔ (۱۵)

☆ ﴿رغداً حیث شئتما﴾ لفظ رغداً، ماکولات میں وسعت وکثرت کی طرف اشارہ ہے کہ جو چیز جتنی چاہیں کھا سکتے ہیں، بجز ایک درخت کے اور کسی چیز میں رکاوٹ ا

۱۳۔ الجامع لاحکام القرآن ج۱، ص۲۹۶ ۱۴۔ ایضاً ۱۵۔ ایضاً

Marfat.com

ور ممانعت نہیں، اور لفظ شئتم میں مقامات کی وسعت کا بیان ہے، کہ پوری جنت میں جہاں چاہیں جس طرح چاہیں کھائیں، کوئی خطہ ممنوع نہیں، اس میں اشارہ ہے کہ چلنے پھرنے اور مختلف مقامات سے اپنی ضروریات حاصل کرنے کی آزادی انسان کا فطری حق ہے، ایک محدود و متعین مقام یا مکان میں اگرچہ ضرورت وخواہش کی ساری چیزیں مہیا کی جائیں، مگر وہاں سے باہر جانا ممنوع ہو تو یہ بھی ایک قسم کی قید ہے، اسلیے حضرت آدم علیہ السلام کو کھانے پینے کی تمام چیزیں بکثرت وفراغت کر دینے پر اکتفاء نہیں کیا گیا، بلکہ حیث شئتما فرما کر ان کو چلنے پھرنے اور ہر جگہ جانے کی آزادی بھی دی گئی۔ (۱۶)

☆ ﴿ولا تقربا هذه الشجرة﴾ ''یعنی اس درخت کے قریب بھی نہ جاؤ'' ظاہر ہے کہ اصل مقصد تو یہ تھا کہ اس درخت یا اس کے پھل کو نہ کھاؤ، مگر احتیاطی حکم یہ دیا گیا کہ اس کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اس سے اصول فقہ کا مسئلہ سد ذرائع ثابت ہوا، یعنی بعض چیزیں اپنی ذات میں ناجائز یا ممنوع نہیں ہوتیں، لیکن جب یہ خطرہ ہو کہ ان چیزوں کے اختیار کرنے سے کسی حرام ناجائز کام میں مبتلا ہو جائے گا تو اس جائز چیز کو بھی روک دیا جاتا ہے، جیسے درخت کے قریب جانا ذریعہ بن سکتا تھا اس کے پھل پھول کھانے کا، اس ذریعہ کو بھی منع فرما دیا گیا، اسی کا نام اصول فقہ کی اصطلاح میں سد ذرائع ہے۔ (۱۷)

☆ عام طور پر یہ مشہور ہو گیا ہے کہ شیطان نے پہلے حضرت حوا کو دام فریب میں گرفتار کیا اور پھر انہیں حضرت آدم علیہ السلام کو پھانسنے کے لیے آلہ کار بنایا، قرآن اس کی تردید کرتا ہے۔ اس کا بیان یہ ہے شیطان نے دونوں کو دھوکا دیا اور دونوں اس سے

۱۶۔ معارف القرآن، ج ۱، ص ۱۹۴۔۱۹۵ ۱۷۔ ایضاً

Marfat.com

دھوکا کھا گئے، بظاہر یہ بہت چھوٹی سی بات معلوم ہوتی ہے، لیکن جن لوگوں کو معلوم ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام کے متعلق اس مشہور روایت نے دنیا میں عورت کو اخلاقی، قانونی اور معاشرتی مرتبے کو گرانے میں کتنا زبردست حصہ لیا ہے، وہی قرآن کے اس بیان کی حقیقی قدر و قیمت سمجھ سکتے ہیں۔(۱۸)

☆ علامہ ابو عبداللہ القرطبی نے وسوسہ کے دو معنی لکھے ہیں۔ ا۔الصوت الخفی: دھیمی دھیمی آواز (۲) حدیث النفس: دل کے خیالات۔ شیطان نے کس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا؟ بعض نے تو یہ کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت کے دروازے پر آئے اور شیطان نے چپکے سے ان کو یہ بات کہہ دی، بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ سانپ کے منہ میں داخل ہو کر جنت میں گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو بہکایا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن زیادہ صحیح رائے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے کہ: شیطان کو یہ قوت دی گئی تھی کہ وہ زمین پر رہتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام و حوا کے قلوب میں وسوسہ ڈال سکے۔ قال الحسن کان یوسوس من الارض الی السماء والی الجنة بالقوة الفوقیة التی جعله الله تعالیٰ له، وقیل من خارج السلطنة التی جعلت له۔ صوفیاء کرام کے نزدیک تو دور سے توجہ باطنی کا اثر مسلمات سے ہے، لیکن حکماء و فلاسفہ بھی اس کے منکر نہیں۔ قدیم فلاسفۂ اشراقیین دور و دراز سے محض اپنی قلبی توجہ سے اپنے شاگردوں کی اصلاح و تربیت کیا کرتے تھے۔ مسمریزم میں بھی عامل محض اپنی توجہ سے معمول کو بے ہوش کرتا ہے اور اس سے اپنی مرضی کے مطابق کام کراتا ہے۔(۱۹)

۱۸۔ تفہیم القران، ج ۱، ص ۱۶ ۱۹۔ ضیاء القرآن، ج ۲، ص ۱۸

Marfat.com

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ شیطان نے قرب خداوندی اور علو مرتبت کا جھانسہ دیگر حضرت آدم و حضرت حوا علیہا السلام کو پھسلایا۔

☆ دونوں کی نیت نیکی اور قرب خداوندی کی تھی۔ اس لیے قصد و ارادہ نہ تھا۔ اس وجہ سے سہو اور خطأ اجتہادی پر محمول ہوگا اور گناہ نہ ہوگا۔

☆ شیطان نے پھل کھانے کو پہلے حضرت حوا رضی اللہ عنہا کے لیے مزین کیا، حضرت حوا علیہا السلام کے کہنے پر حضرت آدم علیہ السلام نے پھل کھایا۔

☆ شیطان نیکی اور بھلائی کے روپ میں انسان کو گمراہ کرتا ہے۔

☆ شیطان کے بہکاوے میں عورتیں جلد آ جاتی ہیں۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام کے اقرار پر اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا علیہا السلام اور ہر عورت کے لیے چار چیزیں لازم کر دیں:

۱۔ حمل کا درد ۲۔ بچے کی پیدائش کے وقت درد (دردزہ)

۳۔ حیض کا خون ۴۔ رونا دھونا یا چیخ و پکار

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ میں عائلی زندگی سے متعلق تین اصول مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ ہر عورت کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ دنیا کے ہر گھر میں اس کا کردار بنیادی اور ہمہ جہتی نوعیت کا ہے، اسی وجہ سے شیطان سب سے زیادہ حملے بھی عورت ہی پر کرتا ہے۔ چونکہ عورت کا احترام اور عزت ماں، بیٹی، بہن اور دیگر رشتوں کی وجہ سے زیادہ ہے۔

Marfat.com

اس لیے اسے ہر بات سوچ سمجھ کر کرنی چاہیے اور اپنی رائے تدبر و تفکر کے بعد قائم کرنی چاہیے۔

۲۔ ہر خاوند کو اپنی زوجہ کے مشوروں پر بغیر غور و فکر عمل نہیں کرنا چاہیے۔

۳۔ بیوی کی خلاف اسلام باتیں نہیں ماننی چاہیے۔

حضرت ابراھیم کا کعبہ معظّمہ کی تعمیر کرنا اور حضرت ہاجرہ و حضرت اسماعیل کو مکہ مکرمہ میں آباد کرنا:

۲۴۔ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ " :لَمَّا أُمِرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِبِنَاءِ الْبَيْتِ خَرَجَ مَعَهُ إِسْمَاعِيلُ وَهَاجَرُ فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ رَأَى عَلَى رَأْسِهِ فِي مَوْضِعِ الْبَيْتِ مِثْلَ الْغَمَامَةِ فِيهِ مِثْلُ الرَّأْسِ فَكَلَّمَهُ، فَقَالَ :يَا إِبْرَاهِيمُ ابْنِ عَلَى ظِلِّي أَوْ عَلَى قَدْرِي وَلَا تَزِدْ وَلَا تَنْقُصْ فَلَمَّا بَنَى خَرَجَ، وَخَلَّفَ إِسْمَاعِيلَ وَهَاجَرَ وَذَلِكَ حَيْثُ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ :(وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ) (الحج ۲۲:۲۶) هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

(التعليق -من تلخيص الذهبی) علی شرط البخاری ومسلم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ " :جَاءَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، فَوَجَدَ إِسْمَاعِيلَ يُصْلِحُ لَهُ بَيْتًا مِنْ وَرَاءِ زَمْزَمَ، فَقَالَ لَهُ إِبْرَاهِيمُ :يَا إِسْمَاعِيلُ إِنَّ رَبَّكَ قَدْ أَمَرَنِي بِبِنَاءِ الْبَيْتِ .فَقَالَ لَهُ إِسْمَاعِيلُ :فَأَطِعْ رَبَّكَ فِيمَا أَمَرَكَ .قَالَ :فَأَعِنِّي عَلَيْهِ .قَالَ :فَقَامَ مَعَهُ فَجَعَلَ إِبْرَاهِيمُ يَبْنِيهِ وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَيَقُولَانِ :(رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ)

Marfat.com

(البقرۃ ۲:۱۲۷) هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

(التعليق -من تلخيص الذهبی) على شرط البخاری ومسلم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ - لَمَّا بَنَى إِبْرَاهِيمُ الْبَيْتَ أَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ أَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ .قَالَ :فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ :أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ قَدِ اتَّخَذَ بَيْتًا وَأَمَرَكُمْ أَنْ تَحُجُّوهُ فَاسْتَجَابَ لَهُ مَا سَمِعَهُ مِنْ حَجَرٍ أَوْ شَجَرٍ أَوْ أَكَمَةٍ أَوْ تُرَابٍ: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ (۲۰)

(التعليق -من تلخيص الذهبی) صحيح

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ بنانے کا حکم دیا تو آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے ساتھ سفر پر نکلے۔ جب آپ نے مکہ میں قدم رکھا تو آپ نے کعبہ والی جگہ پر ایک سر نما چیز کو بادل میں دیکھا، اس نے آپ علیہ السلام سے کلام کیا اور کہا: اے ابراہیم! میرے سائے کی مقدار عمارت بنائیں اور اس سے کم یا زیادہ نہ بنائیں۔ جب تعمیر مکمل ہوگئی تو آپ علیہ السلام چلے گئے اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وہاں چھوڑ دیا۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کا تعین کر دیا، اور انہیں حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کا طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں رکوع کرنے والوں، اور سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک صاف رکھنا)۔

۲۰۔ i۔ مستدرک حاکم، کتاب التواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، رقم ۴۰۷۸-۴۰۸۰، ج ۲، ص ۴۲۰-۴۲۱ ii۔ ایضاً، کتاب التفسیر، رقم ۳۵۱۵، ج ۲، ص ۱۲۷

iii۔ سنن الکبریٰ بیہقی، کتاب الحج، ج ۵، ص ۱۷۶

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو دیکھا: کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے پیچھے گھر کو مرمت کر رہے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے اسماعیل! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے بیت اللہ بنانے کا حکم دیا ہے۔ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا: آپ کے رب نے جو آپ کو حکم دیا ہے، اسے پورا کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تو میری اعانت کر۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام آپ کے ساتھ ہو لیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دیواریں بناتے جاتے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لالا کر دیتے جاتے تھے۔ اور دونوں یہ دعا مانگ رہے تھے: (اے ہمارے رب تو اسے ہماری طرف سے قبول کر، بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے)۔

آپ سے ہی دوسری روایت ہے: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر مکمل کر لی تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی: کہ لوگوں کو حج کا حکم دیجئے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: خبردار بیشک تمہارے رب تعالیٰ نے گھر بنایا ہے اور وہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اس گھر کا حج کرو۔ آپ کے اعلان کا ہر سننے والے پتھر، درخت، جانور اور مٹی نے جواب دیا۔ اور کہا: اے اللہ! ہم حاضر ہیں، اے اللہ! ہم حاضر ہیں۔

نقد حدیث: یہ تینوں احادیث صحیح ہیں اور امام بخاری و امام مسلم کی شرائط پر ہیں، لیکن انہوں نے روایت نہیں کیا، علامہ ذہبی نے بھی ان احادیث کو صحیح لکھا ہے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو ان کے ساتھ اپنے بیت کو بھی زمین پر رکھ دیا۔ ابتداءً یہ بہت بڑا تھا پھر اس کو چھوٹا کر کے ساٹھ ہاتھ کا کر دیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے زمین پر آ کر فرشتوں کی تسبیح کی آوازیں نہیں سنیں، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! میں نے تمہارے لیے اپنا بیت زمین پر رکھ دیا ہے، اس کے گرد بھی اس

Marfat.com

طرح طواف کیا جاتا ہے جس طرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا تھا، اس کے پاس بھی اس طرح نماز پڑھی جاتی ہے جس طرح میرے عرش کے پاس پڑھی جاتی تھی، پھر حضرت آدم علیہ السلام سفر کر کے بیت اللہ تک گئے اور اس کا طواف کیا۔ آپ کے بعد انبیاء علیہم السلام نے اس کا طواف کیا۔ (۲۱)

☆ سدی بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے یہ عہد لیا: کہ وہ طواف کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک کریں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام روانہ ہو کر مکہ گئے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کدال اور پھاوڑے لے کر کھڑے ہوئے، اور ان کو یہ پتہ نہیں چل رہا تھا، کہ کعبہ کس جگہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ایک سانپ کی صورت میں بھیجا، اس نے کعبہ کے گرد اور اس کی پہلی بنیادوں سے کوڑا کرکٹ صاف کر دیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان بنیادوں سے کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ (۲۲)

☆ علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

کعبہ کو پانچ مرتبہ بنایا گیا، پہلی بار کعبہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے فرشتوں نے بنایا اور اس وقت یہ سرخ یاقوت سے بنا ہوا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان میں اس کی بنیادیں اکھڑ گئیں، اور اس کو دوسری بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا۔ روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں بیت اللہ کو بنانے کا حکم دیا تو ان کو یہ پتہ نہیں چلا کہ وہ کس جگہ بیت اللہ کو بنائیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا بھیجی، جس کا نام ریح الخجوج تھا، اس نے کعبہ کی بنیادوں

۲۱۔ i۔ جامع البیان رقم: ۱۸۹۲۷ ii۔ ابن ابی حاتم، رقم: ۱۳۸۷۲

۲۲۔ i۔ جامع البیان، رقم: ۱۹۸۲۸ ii۔ تفسیر ابن ابی حاتم رقم: ۱۳۸۷۴

iii۔ الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۲، ص ۳۵

Marfat.com

سے کوڑا کرکٹ صاف کردیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو اس کی قدیم بنیادوں پر تعمیر کیا، اور تیسری بار اس کو زمانہ جاہلیت میں قریش نے بنایا، اس کی تعمیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم شریک تھے، اس وقت آپ جوان تھے، جب انہوں نے حجر اسود نصب کرنے کا ارادہ کیا تو ان میں اختلاف ہوا، ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ وہ اس کو نصب کرے، پھر انہوں نے اس پر اتفاق کرلیا: کہ کل جو شخص سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہوگا، وہی اس کو نصب کریگا، دوسرے دن سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا: کہ حجر اسود کو ایک چادر پر رکھ دیں اور تمام قبیلوں کے سردار اس چادر کو ملا کر اٹھائیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھا کر اس کی جگہ نصب کردیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امین کہتے تھے، یہ واقعہ آپ کے اعلان نبوت سے پندرہ سال پہلے کا ہے۔ چوتھی مرتبہ کعبہ کو حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنایا، اور پانچویں بار اس کو حجاج نے بنایا اور وہی بنا آج قائم ہے۔ اس کی بلندی ستائیس ہاتھ ہے (تقریباً چالیس فٹ)، اس کی لمبائی رکن یمانی سے حجر اسود پچیس ہاتھ (پینتیس فٹ) ہے اور اس کا عرض رکن یمانی سے حجر اسود تک بیس ہاتھ ہے (تقریباً تیس فٹ)۔ اس کی مشرقی جانب میں ساگوان کی لکڑی کا دروازہ ہے جس پر چاندی سے کام کیا گیا ہے، رکن یمانی اور حجر اسود کی درمیانی دیوار میزاب رحمت ہے۔ (۲۳)

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا: کہ آپ لوگوں میں حج کرنے کا اعلان کیجیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! ان سب لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اعلان کرو، آواز پہنچانا میرا کام ہے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا: اے لوگو! تم پر اس قدیم گھر کا حج فرض کردیا گیا ہے،

۲۳۔ روح المعانی ج ۱۷، ص ۲۱۱

Marfat.com

پس تم حج کرو، آسمان اور زمین کی تمام مخلوق نے اس اعلان کو سنا۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین کے دور دراز علاقوں سے لوگ تلبیہ پڑھتے ہوئے حج کرنے کے لیے آتے ہیں۔(۲۴)

☆ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر ندا کی :اے لوگو ! اللہ نے تمہارے اوپر حج فرض کر دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ ندا ان سب کو سنا دی، جو مردوں کی پشت میں اور عورتوں کے رحموں میں تھے اور ان سب نے اس ندا کا جواب دیا، جو اللہ کے علم میں قیامت تک حج کرنیوالے تھے انہوں نے کہا" **لبیك اللهم لبیك** " (۲۵)

☆ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے اونچے پہاڑ پر کھڑے ہو کر حج کا اعلان کیا۔اللہ تعالیٰ نے سات سمندروں کی گہرائی تک یہ اعلان سنوا دیا: **لبیك اطعنا ،لبیك اجبنا** ہم حاضر ہیں، ہم نے اطاعت کی، ہم حاضر ہیں، ہم نے قبول کیا، اور قیامت تک وہی حج کر سکے گا جس نے اس ندا پر لبیک کہا تھا۔(۲۶)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی رضا کے لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سفر کیا اور ان کو مکہ مکرمہ چھوڑا ۔

☆ اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ بادل کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کلام کیا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے بادل کے ذریعے کعبہ کی جگہ کا تعین فرمایا، جس کے مطابق

۲۴۔ i۔جامع البیان، رقم :۱۸۹۳۵ ii۔تفسیر ابن ابی حاتم، رقم ۱۳۸۷۷
iii۔المستدرک، ج۲، ص۳۸۹۔۳۸۸

۲۵۔ i۔ایضاً، رقم :۱۸۹۳۶ ii۔ایضاً ص۵۵۲

۲۶۔ i۔تفسیر ابن ابی حاتم، رقم :۱۳۸۸۲ ii۔جامع البیان، رقم :۱۸۹۳۹

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کی۔

☆ تعمیر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بھی حصہ لیا۔

☆ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا دونوں باپ بیٹے کی ضروریات کا خیال رکھتی تھیں۔

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے لیے بھی گھر بنایا تھا، جہاں پر اپنی والدہ کے ساتھ رہتے تھے۔

☆ تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک شام چلے گئے، حضرت اسماعیل اور حضرت ہاجرہ علیہما السلام نے وہیں خانہ کعبہ کے قریب رہائش اختیار کرلی۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اونچی جگہ کھڑے ہوکر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا۔ اس کو تمام سننے والے اشیاء اور قیامت تک اس گھر کا طواف کرنیوالوں کی روحوں نے لبیک کہا۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز کا تمام لوگوں تک پہنچنا اور تمام کا اس کا جواب دینا، یہ بطور معجزہ ہوا۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے عائلی زندگی کے تین اصول مترشح ہوتے ہیں:

۱۔ ہر مسلمان کو نیکی کا کام کرتے ہوئے، اپنے بیوی بچوں کو بھی اپنے ساتھ شریک کرنا چاہیے، اس سے تین فائدے حاصل ہوں گے۔

(الف): بیوی بچوں کی نیک تربیت ہوگی۔

(ب): اللہ کے فضل وکرم سے حصہ ملے گا۔

(ج): اسلام کی محبت دلوں میں پیدا ہوگی۔

Marfat.com

۲۔ ہر مسلمان کو حج ادا کرنے کوشش کرنی چاہیے۔اس کے لیے عملی جدوجہد بھی کرنی چاہیے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسلام کی خدمت کے لیے اگر بیوی بچوں کو آزمائش سے گزرنا پڑے،تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری:

۲۵۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ :كَانَتْ سَارَةُ بِنْتَ تِسْعِينَ سَنَةً، وَإِبْرَاهِيمُ ابْنَ مِائَةٍ وَعِشْرِينَ سَنَةً، فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَى بِإِسْحَاقَ، وَأَمِنَ مِمَّنْ كَانَ يَخَافُهُ، قَالَ " :الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ، فَجَاءَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى سَارَةَ بِالْبُشْرَى، فَقَالَ :أَبْشِرِي بِوَلَدٍ يُقَالُ لَهُ إِسْحَاقُ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبُ قَالَ :فَضَرَبَتْ جَبْهَتَهَا عَجَبًا فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى (فَصَكَّتْ وَجْهَهَا) (الذاريات۵۱:۲۹) وَقَالَتْ :أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ، قَالُوا :أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ قَدِ احْتَجَّ الْبُخَارِيُّ بِعِكْرِمَةَ وَاحْتَجَّ مُسْلِمٌ بِالسُّدِّيِّ وَالْحَدِيثُ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ (۲۷)

(التعليق -من تلخيص الذهبي) صحيح

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر نوے سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خوف جاتا رہا اور ان کے پاس حضرت اسحٰق علیہ السلام

۲۷۔ مستدرک حاکم، کتاب التواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، رقم ۴۰۹۶، ج ۲، ص ۴۲۸

Marfat.com

کی خوشخبری آئی، اس طرح جس چیز سے آپ خوف محسوس کررہے تھے، اس سے سکون میں آگئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس نے مجھے اسماعیل اور اسحٰق بڑھاپے میں عطا کیے ہیں۔ بے شک اے میرے رب! تو دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

پھر حضرت جبریل امین علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور انہیں حضرت اسحٰق علیہ السلام کی خوشخبری سنائی، حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھی خوشخبری سنائی، تو انہوں نے تعجب سے اپنی پیشانی ماری۔ اسی حالت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (پس اس نے زور سے اپنی پیشانی ماری اور کہا: کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوچکی ہوں اور میرے یہ شوہر بھی بوڑھے ہوچکے ہیں۔ بے شک یہ تو بڑی عجب چیز ہے۔ فرشتوں نے کہا: کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کررہی ہو؟ اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں۔ بے شک وہ قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب عربوں کے پاس کوئی مہمان جاتا تو وہ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاتا تو وہ یہ گمان کرتے کہ وہ شخص کسی نیک ارادہ سے نہیں آیا، اور وہ اپنے دل میں کوئی بڑا منصوبہ لے کر آیا ہے، اس وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے خوفزدہ ہوئے۔ جندب بن سفیان نے کہا: ان کے ہاتھوں میں تیر تھے اور وہ تیروں سے بھنے ہوئے بچھڑے کو کریدنے لگے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بات عجیب لگی اس وجہ سے وہ خوف زدہ ہوئے۔ (۲۸)

☆ ان مہمانوں نے کھانے کی طرف اس لیے ہاتھ نہیں بڑھائے تھے کہ وہ فرشتے

۲۸۔ جامع البیان، ج ۱۲، رقم ۱۴۱۳۶۔۱۴۱۳۵

Marfat.com

تھے اور فرشتے کھانے پینے سے منزہ ہیں، وہ مہمانوں کی صورت میں اس لیے آئے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمانوں سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کی مہمان نوازی میں بہت کوشش کرتے تھے، اب رہا یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے کیوں خوفزدہ ہوئے تو اس کی دو تقریریں ہیں:

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ پتا نہیں تھا کہ یہ فرشتے ہیں، وہ ان کو عام انسان سمجھتے تھے اور ان کے خوفزدہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگوں سے دور الگ تھلگ رہتے تھے، جب انہوں نے ان کیساتھ کھانا نہیں کھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ شاید وہ ان کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں یہ معمول تھا کہ جو شخص کسی کا نمک کھالیتا وہ اس کو نقصان نہیں پہنچاتا تھا، اور جب کسی شخص کے گھر کھانا نہیں کھاتا تھا تو اس سے نقصان کا خطرہ ہوتا تھا۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم تھا کہ یہ فرشتے ہیں اور وہ اس لیے خوف زدہ ہوئے: کہ شاید اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی بات پسند نہیں آئی اور اس پر تنبیہ کرنے کے لیے فرشتوں کو بھیجا ہے یا اس لیے خوف زدہ ہوئے کہ ان کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لیے فرشتوں کو بھیجا ہے۔(۲۹)

☆ جن مفسرین نے کہ کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ پتا نہیں تھا کہ یہ مہمان فرشتے ہیں، ان کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمانوں کے آتے ہی فوراً ان کے لیے کھانا لے کر آ گئے، اگر ان کو علم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں تو وہ کھانا نہ لاتے۔

۲۔ وہ ان کے کھانا نہ کھانے سے خوفزدہ ہو گئے اور کسی نقصان کا خطرہ محسوس کیا، اگر ان کو علم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں تو ان کو ان کے کھانا نہ کھانے سے کوئی خوف نہ ہوتا۔(۳۰)

۲۹۔ تبیان القرآن، ج۵، ص۵۸۹ ۳۰۔ ایضاً ص۵۸۰

Marfat.com

☆ جن مفسرین نے یہ کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم تھا کہ وہ مہمان فرشتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: آپ ہم سے خوفزدہ نہ ہوں، ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں، یہ بات اسوقت کہی جا سکتی تھی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم ہو کہ وہ کون ہیں اور انہیں کس سبب سے بھیجا گیا ہے تبھی انہوں نے کہا: آپ مت ڈریئے ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے اور ایک اور سورت میں فرشتوں نے کہا:

﴿إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ۝ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً﴾۔ (الذاریات ۵۱: ۳۲۔۳۳)

ترجمہ: بے شک ہم مجرموں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تا کہ ہم ان پر پتھر برسائیں۔ (۳۱)

☆ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہنسنے کی متعدد وجوہ بیان کی گئیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: آپ مت ڈریں، ہمیں قوم لوط کے پاس بھیجا گیا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خوف زائل ہو گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خوش ہونے سے حضرت سارہ علیہا السلام بھی خوش ہو گئیں اور ایسے موقع پر آدمی ہنس پڑتا ہے۔

۲۔ حضرت سارہ علیہا السلام قوم لوط کے عمل سے سخت ناراض اور متنفر تھیں، جب انہیں معلوم ہوا کہ فرشتے ان پر عذاب نازل کرنے لیے جا رہے ہیں، تو وہ ہنس پڑیں۔

۳۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اس کھانے کی قیمت اس کے اول میں اللہ کا ذکر اور آخر میں اللہ کا شکر ادا کرنا ہے، اور فرشتوں نے کہا: ایسے ہی شخص کا یہ حق ہے کہ اسکو اللہ کا خلیل بنایا جائے، حضرت سارہ علیہا السلام یہ سن کر خوشی سے ہنس پڑیں۔

۴۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا: کہ آپ اپنے بھانجے

۳۱۔ ایضاً

Marfat.com

(لوط) کو اپنے پاس بلالیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے کام کرنیوالوں کو ضرور سزادیتا ہے، جب فرشتوں نے یہ بتایا: کہ وہ قوم لوط کو ہلاک کرنے جارہے ہیں تو انہیں یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ان کا مشورہ فرشتوں کی خبر کے موافق تھا، اس لیے وہ ہنس پڑیں۔

۵۔ جب فرشتوں نے کہا کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے اس پر دلیل طلب کی، فرشتوں نے دعا کی اور وہ بھنا ہوا بچھڑا زندہ ہوگیا اور اچھل کر کھڑا ہوگیا، یہ دیکھ کر حضرت سارہ علیہا السلام ہنس پڑیں۔

۶۔ انہیں اس پر تعجب ہوا کہ ایک قوم پر عذاب آنے والا ہے اور وہ غفلت میں مبتلا ہے، اس لیے ان کو ہنسی آگئی۔

۷۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرشتوں نے ان کو پہلے مطلقاً بچے کی بشارت دی ہو، اس پر ان کو بطور تعجب کے ہنسی آگئی کیونکہ اس وقت ان کی عمر نوے سال سے اوپر تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کو خوشی سے ہنسی آئی ہو، اور جب وہ ہنس پڑیں تو اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دی کہ وہ بیٹا اسحٰق علیہ السلام ہے اور اس کے بعد یعقوب علیہ السلام پیدا ہوگا۔(۳۲)

۸۔ انہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس قدر رعب اور دبدبہ کے باوجود صرف تین آدمیوں سے کیسے ڈر گئے، اس لیے ان کو ہنسی آگئی۔(۳۳)

☆ فرشتوں نے حضرت سارہ علیہا السلام سے کہا: اے اہل بیت: اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج اہل بیت سے ہیں، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ بھی اہل بیت سے ہیں اور اس آیت میں داخل ہیں:

ترجمہ: اے رسول کے اہل بیت! اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر کے خوب پاکیزہ کردے۔(۳۴)(الاحزاب ۳۳:۳۳)

۳۲۔ ایضاً ۳۳۔ جامع البیان، ج۹،ص۹۶۔۹۵

۳۴۔ i۔ الجامع لاحکام القرآن، ج۹،ص۶۳ ii۔ روح المعانی ج۱۲،ص۱۵۹

Marfat.com

☆ فرشتوں نے حضرت سارہ علیہا السلام کو اہل بیت کہا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کی زوجہ بھی اس کے اہل بیت میں داخل ہے، یہ جبائی کا قول ہے اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ حضرت سارہ علیہا السلام کو اہل بیت سے اسلیے شمار کیا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عم زاد تھیں۔ (۳۵)

☆ اس انداز کلام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کھانے کی طرف ان کے ہاتھ نہ بڑھنے سے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام تاڑ گئے تھے کہ یہ فرشتے ہیں۔ اور چونکہ فرشتوں کا اعلانیہ انسانی شکل میں آنا غیر معمولی حالات ہی میں ہوا کرتا ہے، اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوف جس بات پر ہوا وہ دراصل یہ تھی کہ کہیں آپ کے گھر والوں سے یا آپ کی بستی کے لوگوں سے یا خود آپ سے کوئی ایسا قصور تو نہیں ہو گیا ہے، جس پر گرفت کے لیے فرشتے اس صورت میں بھیجے گئے ہیں۔ اگر بات وہ ہوتی جو بعض مفسرین نے سمجھی ہے تو فرشتے یوں کہتے کہ "ڈرو نہیں ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں"۔ لیکن جب انہوں نے آپ کا خوف دور کرنے کے لیے کہا تھا کہ "ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔" تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کا فرشتہ ہونا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جان گئے تھے، البتہ پریشانی اس بات کی تھی کہ یہ حضرات اس فتنے اور آزمائش کی شکل میں جو تشریف لائے ہیں تو آخر وہ بدنصیب کون ہے جس کی شامت آنے والی ہے۔ (۳۶)

☆ بعض صاحبان اپنی عادات سے مجبور ہو کر اس آیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بے علمی پر استدلال کرنے لگے کہ دیکھو انہیں پتہ نہ چلا کہ یہ فرشتے ہیں۔ ان کے اس شبہ کے ازالہ کے لیے میں خود تو کچھ عرض نہیں کرتا، البتہ مولانا تھانوی کا ایک جملہ نقل کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ شاید ان لوگوں کو اپنی جلد بازی پر تنبیہ ہو جائے۔ مفسر تھانوی نے فرمایا کہ " آپ کا ان کو فرشتہ یقین کر لینا صرف ان کے دعویٰ پر نہ تھا،

۳۵۔ التبیان، ج ۶، ص ۳۴ ۳۶۔ تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۳۵۴

Marfat.com

بلکہ قوت مدرکہ قدسیہ کے ذریعے سے متوجہ ہو کر یقین ہو گیا تھا، جس سے اولاً توجہ نہ فرمائی تھی جیسا کہ بعض اوقات محسوسات میں بھی یہ قصہ پیش آتا ہے"۔

کسی چیز کی طرف اپنی توجہ کا نہ ہونا اور چیز ہے اور اس کا علم نہ ہونا اور چیز ہے۔ یہاں توجہ نفی کی کمی ہے علم کی نفی نہیں فلیتدبر۔(۳۷)

☆ فرشتے آئے تو حضرت خلیل اللہ کے پاس تھے۔انہوں نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت حضرت سارہ علیہا السلام کو کیوں دی؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے شکم سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام جیسا چندے آفتاب چندے ماہتاب فرزند عطا فرمایا ہوا تھا۔یہ حضرت سارہ علیہا السلام تھیں جن کی شاخ امید ابھی پھول سے محروم تھی۔اس لیے انہیں بھی یہ خوشخبری سنائی گئی تھی، نیز بچہ کی پیدائش کی خوشی قدرتاً باپ سے زیادہ ماں کو ہوتی ہے۔(۳۸)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تین فرشتے حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام تشریف لائے تھے۔(۳۹)

☆ بعض روایات میں ہے کہ ان کے ہاتھ میں کچھ تیر تھے، ان کی نوک اس تلے ہوئے گوشت میں لگانے لگے، ان کے اس عمل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے عرف کے مطابق یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ شاید یہ کوئی دشمن ہوں، کیونکہ انکے عرف میں کسی مہمان کا کھانے سے انکار کرنا ایسے ہی شر و فساد کی علامت ہوتا تھا۔(۴۰)

☆ اہل بیت پر رحمت الٰہی کے نزول اور اس کی بے حساب برکتوں کے ورود کی خوشخبری دی جا رہی ہے، ان میں کون شامل ہے؟ حضرت سارہ علیہا السلام حضرت خلیل کی زوجہ

۳۷۔ ضیاء القرآن، ج ۲، ص ۳۷۷ ۳۸۔ ایضاً، ص ۳۷۸

۳۹۔ معارف القرآن، ج ۴، ص ۶۴۶ ۴۰۔ ایضاً، ص ۶۴۷

Marfat.com

محترمہ ،تو حضرت خلیل کے اہل بیت میں آپ کی زوجہ محترمہ داخل ہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے ازواج مطہرات کو خارج کرنا کتنی نادانی ہے اور قرآن پر زیادتی ہے یقیناً انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا کی بشارت میں اولاً اور اصلاً حضور کی ازواج مطہرات داخل ہیں اور ثانیاً دوسرے حضرات قدسی صفات رضوان اللہ علیھن وعلیھن اجمعین۔(۴۱)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حضرت جبریل امین ،حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام انسانی صورت میں تشریف لائے ،

ابتدأ توجہ نہ کرنیکی بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام فرشتوں کو نہ پہچان سکے۔

☆ کھانا کھانے سے انکار،عرب کی روایات کے مطابق دشمنی ،مخاصمت یا مخالفت سمجھا جاتا تھا،اس بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام خوفزدہ ہوئے۔

☆ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے بتانے پر آپ کو اطمینان ہوا،اور خوف جاتا رہا۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام نے مہمان سمجھ کر بہترین مہمان نوازی کا اہتمام کیا۔

☆ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کو بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام اور پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری سنائی۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال اور حضرت سارہ علیہا السلام کی نوے سال تھی ،اسی بناء پر تعجب سے حضرت سارہ علیہا السلام نے پیشانی پر ہاتھ مارا۔

☆ حضرت سارہ علیہا السلام کا یہ فعل قدرت الٰہی میں شک کی بناء پر نہیں تھا ، بلکہ خوشی

---

۴۱ ۔ضیاء القرآن،ج۲،ص۳۷۹

Marfat.com

اور شکر کے اظہار پر تھا۔

☆ فرشتوں نے حضرت سارہ علیہا السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور برکت ہے۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ میں عائلی زندگی کے حوالے سے چار اصول مترشح ہوتے ہیں:

۱۔ گھر میں کوئی بھی مہمان آئے تو مہمان نوازی سب افراد کو مل کر اور اچھے انداز سے کرنی چاہیے۔ موجوہ زمانے میں ہمارے مسلم گھرانوں میں بھی یہ باتیں سامنے آرہی ہیں کہ یہ فلاں کا عزیز یا جاننے والا ہے، اس لیے میں مہمان نوازی کیوں کروں؟ باسلام اس رویے کی مذمت کرتا ہے اور مہمان نوازی کا سب کو یکساں حکم دیتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت وکرم سے ناامید نہیں ہونا چاہیے، وہ کسی بھی وقت اور عمر کے کسی بھی حصے میں اور کیسے ہی حالات میں فضل وکرم کر دیتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر شکر کا اظہار کرنا چاہیے۔

۴۔ عزت والا گھرانہ وہی ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، فرشتوں کی آمد ہو، اس کے احکامات پر عمل ہو، مہمان نوازی ہو اور عبادت واعمال صالحہ کا دور دورہ ہو۔ اس لیے آج جو عمومی مغربی وشیطانی تصور ہے کہ عیش وعشرت کا سامان عزت کا معیار ہے، قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ ہمیں اپنے گھروں کو اسلام کا گھوارہ بنانا چاہیے، نہ کہ شیطانی امور کا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی آزمائش کا سبب:

۲۶۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :كَانَ لِيَعْقُوبَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخٌ مُؤَاخِيًا فِي اللَّهِ، فَقَالَ ذَاتَ يَوْمٍ :يَا يَعْقُوبُ مَا الَّذِي أَذْهَبَ بَصَرَكَ وَمَا الَّذِي قَوَّسَ ظَهْرَكَ؟ فَقَالَ: أَمَّا الَّذِي أَذْهَبَ بَصَرِي فَالْبُكَاءُ عَلَى يُوسُفَ، وَأَمَّا الَّذِي قَوَّسَ ظَهْرِي فَالْحُزْنُ عَلَى ابْنِي بِنْيَامِينَ قَالَ :فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ :يَا يَعْقُوبُ، إِنَّ اللَّهَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَيَقُولُ لَكَ أَمَا تَسْتَحْيِي تَشْكُونِي إِلَى غَيْرِي؟ قَالَ: فَقَالَ يَعْقُوبُ إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ قَالَ :فَقَالَ جِبْرِيلُ :أَعْلَمُ مَا تَشْكُوا يَا يَعْقُوبُ قَالَ :ثُمَّ قَالَ يَعْقُوبُ :أَيْ رَبِّ أَمَا تَرْحَمُ الشَّيْخَ الْكَبِيرَ، أَذْهَبْتَ بَصَرِي، وَقَوَّسْتَ ظَهْرِي، فَارْدُدْ عَلَيَّ رَيْحَانَتِي أَشُمُّهُ شَمًّا قَبْلَ الْمَوْتِ، ثُمَّ اصْنَعْ بِي مَا أَرَدْتَ قَالَ :فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ :إِنَّ اللَّهَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَيَقُولُ لَكَ أَبْشِرْ، وَلْيَفْرَحْ قَلْبُكَ، فَوَعِزَّتِي لَوْ كَانَا مَيِّتَيْنِ لَنَشَرْتُهُمَا فَاصْنَعْ طَعَامًا لِلْمَسَاكِينِ، فَإِنَّ أَحَبَّ عِبَادِي إِلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ، وَالْمَسَاكِينُ، أَتَدْرِي لِمَ أَذْهَبْتُ بَصَرَكَ، وَقَوَّسْتُ ظَهْرَكَ، وَصَنَعَ إِخْوَةُ يُوسُفَ بِهِ مَا صَنَعُوا؟ إِنَّكُمْ ذَبَحْتُمْ شَاةً، فَأَتَاكُمْ مِسْكِينٌ يَتِيمٌ، وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمْ تُطْعِمُوهُ مِنْهُ شَيْئًا قَالَ :فَكَانَ يَعْقُوبُ بَعْدَهَا إِذَا أَرَادَ الْغَدَاءَ أَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى أَلَا مَنْ أَرَادَ الْغَدَاءَ مِنَ الْمَسَاكِينِ، فَلْيَتَغَدَّ مَعَ يَعْقُوبَ وَإِذَا كَانَ صَائِمًا أَمَرَ مُنَادِيًا، فَنَادَى أَلَا مَنْ كَانَ صَائِمًا مِنَ الْمَسَاكِينِ فَلْيُفْطِرْ مَعَ يَعْقُوبَ "قَالَ الْحَاكِمُ: هَكَذَا فِي سَمَاعِي بِخَطِّ يَدِ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَأَظُنُّ الزُّبَيْرَ وَهْمًا مِنَ الرَّاوِي فَإِنَّهُ حَفْصُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ ابْنُ أَخِي أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَإِنْ كَانَ كَذَلِكَ فَالْحَدِيثُ صَحِيحٌ، وَقَدْ أَخْرَجَ الْإِمَامُ أَبُو يَعْقُوبَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ هَذَا الْحَدِيثَ فِي التَّفْسِيرِ مُرْسَلًا "(۴۲)

۴۲۔ i۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، رقم ۳۳۸۱، ج ۲، ص ۸۸-۸۹ ii۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۱۸

Marfat.com

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک دینی بھائی تھے، انہوں نے ایک دن حضرت یعقوب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ: اے یعقوب علیہ السلام! تمہاری آنکھیں کیوں جاتی رہیں؟ اور تمہاری کمر کیوں جھک گئی؟ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب میں کہا: ''آنکھیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں رونے کے باعث جاتی رہیں اور کمر بنیامین کی وجہ سے دوہری ہوگئی''۔ اس گفتگو کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا: کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: تم کو میری شکایت میرے غیروں سے کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: ﴿میں تو اپنے احوال اور اپنے غم کا شکوہ اللہ تعالیٰ ہی سے کرتا ہوں﴾، پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: کہ اے یعقوب علیہ السلام! تم جو کچھ شکوہ کرتے ہو اسے وہ جانتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! مجھ پر رحم فرما، کیا تو اس بوڑھے ناتواں پر رحم نہیں فرماتا، تو نے میری بینائی لے لی، کمر ٹیڑھی کردی،، میرے پھول میرے مرنے سے پہلے لوٹا، تاکہ میں ان کو سونگھ سکوں، پھر میرے ساتھ جو تیرا ارادہ ہو پورا کر۔

حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کے بعد کہتا ہے: تم کو بشارت ہو اور تمہارے دل کو فرحت ہو، مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! اگر وہ دونوں مرچکے ہوں گے تو میں ان کو زندہ کردونگا۔ لہٰذا تم مساکین کو کھانا کھلایا کرو، تمام بندوں میں مجھ کو سب سے زیادہ انبیاء علیہم السلام اور مساکین پسند ہیں۔ تم جانتے ہو کہ یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اور تمہاری آنکھیں کیوں گئیں؟ تمہاری کمر کیوں دوہری ہوگئی؟ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ حرکات کیوں کیں؟ بے شک تم نے ایک دفعہ ایک بکری ذبح کی تھی، پھر تمہارے پاس ایک مسکین یتیم جو روزے دار تھا، وہ آیا اور تم نے اس کو کھانا نہیں کھلایا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کے بعد طریقہ اختیار کیا: کہ جب کھانا کھانے

Marfat.com

کا ارادہ کرتے تو ان کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارتا کہ" مساکین میں سے جو کوئی کھانے کا ارادہ رکھتا ہو وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھائے"۔ جب آپ علیہ السلام روزہ رکھتے تو منادی کو حکم دیتے کہ وہ اعلان کرے: جو کوئی مسکین روزہ دار ہو، وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ روزہ افطار کرے۔

نقد حدیث: امام حاکم فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ اللہ تعالیٰ سے شکوہ اور شکایت کرنا حرام ہے، جب آدمی اپنے مرض یا مصیبت کا کسی کے سامنے اظہار کرتا ہے اور وہ اس مرض اور مصیبت کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے ناراض ہوتا ہے، تو یہ اللہ کے فعل کی شکایت ہے۔ اس لیے حرام ہے، ہاں! اگر اس پر قرائن ہوں کہ وہ اللہ کے فعل کو ناپسند نہیں کر رہا، نہ ناراض ہے اور وہ اللہ سے شکوہ اور شکایت نہیں کر رہا، بلکہ اپنے درد اور مصیبت کا اظہار کر رہا ہے، تو پھر اپنی تکلیف اور مصیبت کا اظہار کرنا حرام نہیں ہے، لیکن پھر بھی خلاف اولیٰ ہے، اور اولیٰ یہ ہے کہ وہ مصیبت کا اظہار بالکل نہ کرے، کیونکہ اس سے شکایت کا وہم ہوتا ہے، بعض علماء نے کہا جس نے اپنی مصیبت کا اظہار کیا اس نے صبر نہیں کیا اور صبر جمیل کا معنی یہ ہے کہ اس میں بالکل شکایت نہ ہو۔ (۴۳)

☆ حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا مومن کے تقویٰ پر تین چیزوں پر استدلال کیا جاتا ہے:

۱۔ اس کو جو نعمت ملی اس کے حصول کا اللہ پر بھروسہ رکھے۔

۲۔ جو نعمت مل گئی ہو اس پر اللہ سے راضی رہے۔

۳۔ جو نعمت اس سے جاتی رہی ہو اس پر اچھی طرح صبر کرے، ہمارے نبی

۴۳۔ احیاء علوم الدین، ج۴، ص ۲۵۵

Marfat.com

کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی تعظیم اور اس کی معرفت کی نشانی ہے کہ تم اپنی تکلیف کی شکایت نہ کرو اور اپنی مصیبت کا ذکر نہ کرو۔ (۴۴)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میں اپنے مومن بندہ کو کسی مصیبت (یا مرض) میں مبتلا کرتا ہوں، اور وہ اپنے عیادت کرنے والوں سے میری شکایت نہ کرے، تو میں اس کو قید سے آزاد کر دیتا ہوں، اس کا گوشت پہلے گوشت سے بہتر بنا دیتا ہوں، اس کا خون پہلے خون سے بہتر بنا دیتا ہوں اور از سر نو اس کے عمل شروع کر دیتا ہوں۔ (۴۵)

☆ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دو قطرے زیادہ محبوب ہیں، ایک وہ (خون کا) قطرہ جو اس کے راستہ میں گرا ہو، اور ایک وہ آنسو کا قطرہ جو اس شخص کی آنکھ سے گرا ہو جو آدھی رات کو اللہ کے خوف سے کھڑا عبادت کر رہا ہو، اور اللہ تعالیٰ کو دو گھونٹ زیادہ محبوب ہیں: ایک صبر کا وہ گھونٹ جب کوئی شخص سخت درد کو برداشت کر کے صبر کا گھونٹ بھر لے اور دوسرا وہ گھونٹ جب کوئی شخص غصہ کو برداشت کر کے صبر کا گھونٹ پی لے۔ (۴۶)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صدقہ کو مخفی رکھنا اور مصائب اور بیماریوں کو چھپانا، نیکی کے خزانوں میں سے ہے اور جس نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا، اس نے صبر نہیں کیا۔ (۴۷)

☆ اولاد سے محبت فطرت اور طبیعت کا تقاضا ہے اور اسکی جدائی پر رنج ہونا، یہ بھی فطرت اور طبیعت کا تقاضا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، ممنوع یہ ہے کہ انسان غم سے چیخ وپکار کرے اور ایسے کام کرے جن سے بیقراری اور بے چینی کا اظہار ہو، دل میں

۴۴۔ ایضاً، ص ۶۲ ۴۵۔ i۔ سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۳، ص ۳۷۵

ii۔ المستدرک، ج ۱، ص ۳۴۸ ۴۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۷، رقم: ۳۴۳۹۸

۴۷۔ i۔ شعب الایمان، رقم: ۱۰۰۵۰ ii۔ کامل ابن عدی، ج ۳، ص ۱۰۸۸

Marfat.com

رنج ہو، آنکھوں میں آنسو اور اپنے رنج وغم کا اللہ سے اظہار ہو، اس میں اللہ کی شکایت نہ ہو بلکہ اللہ کیطرف شکایت ہو، تو یہ تمام امور جائز ہیں اور ان میں کسی کو ملامت نہیں کی جائے گی۔(۴۸)

☆ لیث بن ابی سلیم روایت کرتے ہیں کہ: حضرت جبرائیل علیہ السلام قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے، حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا، تو ان سے پوچھا اے مکرم فرشتے! کیا آپ کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا علم ہے؟ کہا: ہاں! پوچھا کیا حال ہے؟ کہا: آپ کے غم میں ان کی بینائی جاتی رہی، پھر پوچھا: انہیں کتنا غم ہے؟ کہا: ستر درجے زیادہ غم ہے، پوچھا: ان کو اجر بھی ملے گا؟ کہا: ہاں! ان کو سو شہیدوں کا اجر ملے گا۔(۴۹)

☆ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حضرت یعقوب علیہ السلام مسلسل اسی (۸۰) سال تک روتے رہے اور ان کی آنکھیں خشک نہیں ہوئیں، جبکہ ان کی بصارت چلی گئی تھی، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سے زیادہ عزت والا کوئی نہیں تھا۔(۵۰)

☆ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: کہ مجھے تم کچھ نہ کہو، میں اپنی حکایت درد وغم صرف اپنے خداوند ذوالجلال کی بارگاہ بے کس پناہ میں بیان کر رہا ہوں۔ مجھے اس سے مت روکو۔(۵۱)

☆ حضرت یعقوب علیہ السلام کا شغف محبت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیوں تھا:

اس مقام پر حضرت یعقوب علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام کیساتھ غیر معمولی محبت اور ان کے گم ہونے پر اتنا اثر کہ: اس مفارقت کی ساری مدت، جو بعض روایات کی

۴۸۔ تبیان القرآن، ج ۵، ص ۸۴۴ ۴۹۔ تفسیر ابن ابی حاتم، ج ۷، رقم ۱۱۸۸۴
۵۰۔ زاد المسیر، ج ۴، ص ۲۷۱ ۵۱۔ ضیاء القرآن، ج ۲، ص ۴۵۲

Marfat.com

بنا پر چالیس سال، اور بعض کی بنا پر اسی سال بتلائی جاتی ہے، مسلسل روتے رہنا، یہاں تک کہ بینائی جاتی رہی۔ بظاہر ان کی پیغمبرانہ شان کے شایان نہیں، کہ اولاد سے اتنی محبت کریں، جب کہ قرآن کریم نے اولاد کو فتنہ قرار دیا ہو، ارشاد ہے: انما اموالکم واولادکم فتنة ''یعنی تمہارے مال اور اولاد فتنہ اور آزمائش ہیں'' اور انبیاء علیہم السلام کی شان قرآن کریم نے یہ بتلائی ہے کہ ''انا اخلصنهم بخالصة ذكرى الدار'' ''یعنی ہم نے انبیاء علیہم السلام کو ایک خاص صفت کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے، وہ صفت ہے آخرت کی یاد، حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ نے اس کے معنی یہ بیان فرمائے ہیں کہ ہم نے ان کے دلوں سے دنیا کی محبت نکال دی اور صرف آخرت کی محبت سے ان کے قلوب کو معمور کر دیا، ان کا مطمع نظر کسی چیز لینے یا چھوڑنے میں صرف آخرت ہوتی ہے۔

اس مجموعہ سے یہ اشکال قوی ہو کر سامنے آتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا اولاد کی محبت میں ایسا مشغول ہونا کس طرح صحیح ہوا؟

حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں اس اشکال کو ذکر کر کے حضرت مجدد الف ثانی کی ایک خاص تحقیق نقل فرمائی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: بلاشبہ دنیا اور متاع دنیا کی محبت مذموم ہے، قرآن وحدیث کی نصوص بے شمار اس پر شاہد ہیں، مگر دنیا میں جو چیزیں آخرت سے متعلق ہیں، ان کی محبت درحقیقت آخرت ہی کی محبت میں داخل ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے کمالات سے صرف حسن صورت ہی نہیں، بلکہ پیغمبرانہ عفت اور حسن سیرت بھی ہیں، اس مجموعہ کی وجہ سے ان کی محبت کسی دنیاوی سامان کی محبت نہ تھی، بلکہ درحقیقت آخرت ہی کی محبت تھی۔ (۵۲)

☆ یہاں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ یہ محبت اگرچہ درحقیقت دنیا کی محبت نہ تھی

۵۲۔ معارف القرآن، ج۵، ص۱۲۹

Marfat.com

مگر بہرحال اس میں ایک حیثیت دنیوی بھی تھی۔اس وجہ سے یہ محبت حضرت یعقوب علیہ السلام کے ابتلاء اورامتحان کاذریعہ بنی،اورچالیس سال کی مفارقت کاناقابل برداشت صدمہ برداشت کرناپڑا،اس واقعہ کے اجزاءاول سےآخرتک اس پرشاہد ہیں کہ: اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے کچھ ایسی صورتیں بنتی چلی گئیں ہیں کہ: یہ صدمہ طویل سے طویل ہوتاچلاگیا، ورنہ واقعہ کے شروع میں اتنی شدید محبت والے باپ سے یہ ممکن نہ ہوتا کہ وہ بیٹوں کی بات سن کرگھرمیں بیٹھ رہتے، بلکہ موقع پرپہنچ کرتفتیش وتلاش کرتے تواس وقت پتہ چل جاتا،مگراللہ ہی کی طرف سے ایسی صورتیں بن گئیں کہ اس وقت یہ دھیان نہ آیا، پھرحضرت یوسف علیہ السلام کوبذریعہ وحی اس سے روک دیا گیا کہ وہ اپنے حال کی اپنے والدکوخبربھیجیں، یہاں تک کہ مصرکی حکومت اقتدار ملنے کے بعد بھی انہوں نے کوئی ایسااقدام نہ کیا،اوراس سے بھی زیادہ صبرآزماوہ واقعات تھے جوباربار ان کے بھائیوں پراظہارفرمایانہ والدکوخبربھیجنے کی کوشش فرمائی، بلکہ دوسرے بھائی کوبھی اپنے پاس ایک تدبیرکےذریعہ روک کروالدکےصدمہ کودوہرایا، یہ سب چیزیں حضرت یوسف علیہ السلام جیسے برگزیدہ پیغمبرسےاس وقت تک ممکن نہیں، جب تک ان کوبذریعہ وحی اس سے نہ روک دیاگیاہو،اس لیے قرطبی وغیرہ مفسرین نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس سارےعمل کووحی خداوندی کی تلقین قراردیاہے،اور کـذلك كـدنـا ليـوسف کے قرآنی ارشادمیں بھی اس طرف اشارہ موجودہے۔(۵۳)

☆ حضرت وہب بن منبہ نے بیان کیا:اللہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی (اورفرمایا:) کیاتجھے معلوم ہے کہ میں نے کس وجہ سے تجھے سزادی اوراسی برس حضرت یوسف علیہ السلام کوتجھ سے الگ رکھا؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: میرے اللہ!

۵۳۔ معارف القرآن، ج۵،ص۱۲۹۔۱۳۱

Marfat.com

مجھے معلوم نہیں: فرمایا: وجہ یہ تھی کہ تو نے ایک مرتبہ ایک بکری کا بچہ بھونا اور پڑوسی سے کنجوسی کی اور خود کھالیا، اس کو کچھ نہیں دیا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ: حضرت یعقوب علیہ السلام کے مبتلاء مصیبت ہونے کا سبب یہ ہوا کہ آپ نے ایک مرتبہ ایک بچھڑے کو اس کی ماں کے سامنے ذبح کیا اور وہ (بیچاری) چیختی رہی۔ (۵۴)

☆ جو شخص مسکین کو کھانا کھلانے پر قادر ہوں اور بخل و کنجوسی کی وجہ سے نہ خود کھلائے اور نہ کسی اور سے کہے کہ اس مسکین کو کھانا کھلاؤ، ایسا شخص قابل مذمت ہے اور قرآنی وعید میں شامل ہے۔ (۵۵)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جس آدمی سے یہ گفتگو کی، وہ آپ کے پڑوسی اور دوست تھے۔

☆ حضرت یعقوب علیہ السلام نے آنکھیں بے نور اور کمر جھکنے کی درج ذیل وجوہات بیان کیں:

۱۔ آنکھیں حضرت یوسف علیہ السلام کے غم فرقت میں ضائع ہوئیں۔

۲۔ کمر حضرت بنیامین کے دکھ کی وجہ سے ٹیڑھی ہوئی۔

☆ یہ معاملہ دراصل عائلی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، یہ دو بیٹوں اور ایک باپ کا معاملہ تھا۔

☆ اللہ تعالیٰ کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا اس طرح اپنے دوست سے تذکرہ کرنا، ناگوار گزرا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو تنبیہ کی۔

۵۴۔ تفسیر مظہری، ج ۶، ص ۱۳۵ ۵۵۔ تبیان القرآن، ج ۱۲، ص ۹۹۳

Marfat.com

☆ حضرت یعقوب علیہ السلام کو احساس ندامت ہوا، اور آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی التجاء اور دعا کو قبول کیا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کو خوشخبری دی، کہ دونوں بیٹوں سے ملاقات ہوگی اور اگر وہ دونوں مر بھی گئے تو ان کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اس سارے معاملہ کی وجہ مسکین کو کھانا نہ کھلانا، بیان فرمایا۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ میں عائلی زندگی کے لیے پانچ اصول مترشح ہوتے ہیں:

۱۔ گھریلو باتیں اور معاملات کا تذکرہ باہر والے افراد سے نہیں کرنا چاہیے، اگرچہ وہ قریبی دوست ہی ہو، بلکہ خود صبر و تحمل سے حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۲۔ ماں باپ کو اولاد کی طرف سے ملنے والے مصائب و آلام اور مشکلات پر صبر کرنا چاہیے۔ اس پر واویلا کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ اس لیے اس پر صبر جمیل ضروری ہے۔

۳۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اولاد کی بہتری کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔

۴۔ اولاد کے بارے میں شکوے اور شکایات کا رویہ اسلام میں پسندیدہ نہیں ہے۔

۵۔ اپنے آپ کو، گھر کو، اور اولاد کو دکھ، پریشانی اور مصیبتوں سے بچانے کے لیے صدقہ وخیرات کرتے رہنا چاہیے، غربا اور مساکین کو کھانا کھلانا چاہیے۔

قوم لوط پر فی الفور عذاب آنے کا سبب:

۲۷۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَعَنْ أُنَاسٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْفُوعًا قَالَ " :لَمَّا خَرَجَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ عِنْدِ إِبْرَاهِيمَ نَحْوَ قَرْيَةِ لُوطٍ

Marfat.com

وَأَتَوْهَا نِصْفَ النَّهَارِ، فَلَمَّا بَلَغُوا نَهَرَ سَدُومٍ لَقُوا ابْنَةَ لُوطٍ تَسْتَقِي مِنَ الْمَاءِ لِأَهْلِهَا وَكَانَ لَهُ ابْنَتَانِ، فَقَالُوا لَهَا :يَا جَارِيَةُ، هَلْ مِنْ مَنْزِلٍ؟ قَالَتْ :نَعَمْ، مَكَانَكُمْ لَا تَدْخُلُوا حَتَّى آتِيَكُمْ فَأَتَتْ أَبَاهَا، فَقَالَتْ :يَا أَبَتَاهُ أَدْرِكْ فِتْيَانًا عَلَى بَابِ الْمَدِينَةِ مَا رَأَيْتُ وُجُوهَ قَوْمٍ هِيَ أَحْسَنُ مِنْهُمْ لَا يَأْخُذُهُمْ قَوْمُكَ فَيَفْضَحُوهُمْ، وَقَدْ كَانَ قَوْمُهُ نَهَوْهُ أَنْ يُضِيفَ رَجُلًا حَتَّى قَالُوا :خَلِّ عَلَيْنَا فَلْيُضَيِّفِ الرِّجَالَ فَجَاءَهُمْ وَلَمْ يُعْلِمْ أَحَدًا إِلَّا بَيْتَ أَهْلِ لُوطٍ، فَخَرَجَتِ امْرَأَتُهُ فَأَخْبَرَتْ قَوْمَهُ، قَالَتْ :إِنَّ فِي بَيْتِ لُوطٍ رِجَالًا مَا رَأَيْتُ مِثْلَ وُجُوهِهِمْ قَطُّ، فَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ، فَلَمَّا أَتَوْهُ قَالَ لَهُمْ لُوطٌ :يَا قَوْمِ اتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ مِمَّا تُرِيدُونَ ، قَالُوا لَهُ :أَوَلَمْ نَنْهَكَ إِنْ تُضَيِّفَ الرِّجَالَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ، وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ، فَلَمَّا لَمْ يَقْبَلُوا مِنْهُ مَا عَرَضَهُ عَلَيْهِمْ، قَالَ :لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ يَقُولُ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ :لَوْ أَنَّ لِي أَنْصَارًا يَنْصُرُونِي عَلَيْكُمْ أَوْ عَشِيرَةً تَمْنَعُنِي مِنْكُمْ لَحَالَتْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ مَا جِئْتُمْ تُرِيدُونَهُ مِنْ أَضْيَافِي وَلَمَّا قَالَ لُوطٌ " :لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ بَسَطَ حِينَئِذٍ جِبْرِيلُ جَنَاحَيْهِ فَفَقَأَ أَعْيُنَهُمْ وَخَرَجُوا يَدُوسُ بَعْضُهُمْ فِي آثَارِ بَعْضٍ عُمْيَانًا، يَقُولُونَ :النَّجَا النَّجَا، فَإِنَّ فِي بَيْتِ لُوطٍ أَسْحَرَ قَوْمٍ فِي الْأَرْضِ فَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ) (القمر ۵۴:۳۷) وَقَالُوا :يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ، فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا امْرَأَتَكَ فَاتَّبِعْ آثَارَ أَهْلِكَ، يَقُولُ :وَامْضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ فَأَخْرَجَهُمُ اللَّهُ إِلَى الشَّامِ وَقَالَ لُوطٌ:

Marfat.com

أَهْلِكُوهُمُ السَّاعَةَ فَقَالُوا :إِنَّا لَمْ نُؤْمَرْ إِلَّا بِالصُّبْحِ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ فَلَمَّا أَنْ كَانَ السَّحَرُ خَرَجَ لُوطٌ وَأَهْلُهُ عَدَا امْرَأَتِهِ فَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ :(إِلَّا آلَ لُوطٍ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ) (القمر ۵۴:۳۴) هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ (۵۶)

(التعليق -من تلخيص الذهبی) علی شرط مسلم

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے فرشتے رخصت ہو کر قوم لوط کی طرف چلے اور دوپہر کے وقت وہاں پہنچے۔ جب سدوم کی بستی میں داخل ہوئے تو حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی سے ملاقات ہوئی، جو اپنے گھر والوں کے لیے پانی بھر رہی تھیں اور آپ کی دو بیٹیاں تھیں۔فرشتوں نے اس سے کہا: اے لڑکی! کیا یہاں ہم ٹھہر سکتے ہیں؟ لڑکی نے جواب دیا: آپ یہیں تشریف رکھیں، شہر میں داخل نہ ہوں، یہاں تک کہ میں واپس آکر تمہیں بتاؤں۔وہ اپنے باپ کے پاس آئی اور کہا: اے اباجان! چند نوجوانوں کو میں نے شہر کے دروازے پر دیکھا ہے، میں نے ان سے زیادہ خوبصورت چہرے کسی قوم کے نہیں دیکھے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ قوم کے پاس جائیں اور قوم ان کو ذلیل ورسوا کر دے، قوم اس سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام کو منع کر چکی تھی: کہ وہ کسی مرد کو اپنے ہاں مہمان نہ ٹھہرائیں۔قوم نے آپ علیہ السلام سے کہا: کہ آپ کے پاس جب بھی مہمان آئیں، وہ ہمارے حوالے کر دیا کریں، ہم ہی ان کی مہمان نوازی کیا کریں گے۔

حضرت لوط علیہ السلام ان کو چھپا کر گھر لے آئے، کہ سوائے گھر والوں کے کسی اور

۵۶۔ i۔مستدرک حاکم، کتاب التواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، رقم ۴۱۱۳، ج ۳، ص ۴۳۷-۴۳۸ ii۔ایضاً، کتاب التفسیر، رقم ۳۳۷۰، ج ۳، ص ۸۳

Marfat.com

کو پتہ نہ چلا۔ آپ علیہ السلام کی بیوی گھر سے نکلی اور قوم کو جا کر بتا دیا، ان کو بتلایا: کہ لوط کے گھر میں آج اتنے حسین لڑکے آئے ہیں کہ: ان کے چہروں کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ اس پر ان کی قوم بے اختیار ان کی طرف دوڑی ہوئی چلی آئی۔ پھر جب قوم ان کے پاس آئی، تو حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے کہا: اے قوم! اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے مجھے ذلیل نہ کرو، کیا تم میں کوئی سمجھ دار آدمی نہیں ہے۔ یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لیے پاک ہیں، جس چیز کا تم ارادہ کرتے ہو۔ انہوں نے آپ سے کہا: کیا ہم نے تمہیں مردوں کی مہمانی سے منع نہیں کیا تھا؟ بے شک تو جانتا ہے کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں۔ جب قوم نے آپ کی توجہ دلائی ہوئی چیز کو قبول نہ کیا تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: کاش تمہارے مقابلے کی مجھے طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کی پناہ میں ہوتا، یعنی آپ کی خواہش تھی کہ ان کی کوئی مدد کرنے والا ہوتا، جو ان کے مقابلے میں آپ کی مدد کرتا، یا خاندان ہوتا جو تم کو مجھ سے روکتا، اس چیز سے جو تم مہمانوں سے کرنا چاہتے ہو۔ جب حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی! یا میں کسی مضبوط قبیلہ کی پناہ میں ہوتا، تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنے پر پھیلا دیئے، اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور وہ بچاؤ بچاؤ کہتے ہوئے الٹے پیر بھاگے۔ انہوں نے کہا: کہ لوط کے گھر میں روئے زمین کا سب سے بڑا جادوگر ہے۔ فرشتوں نے کہا: اے لوط! ہم آپ کے رب کے فرستادہ ہیں، یہ لوگ ہرگز آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔ آپ اپنے اہل کے ساتھ رات کے ایک حصہ میں روانہ ہو جائیں اور آپ میں کوئی شخص مڑ کر نہ دیکھے، البتہ اپنی بیوی کو ساتھ نہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو شام کی طرف لے گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: ان کو اسی وقت ہلاک کر دو۔ فرشتوں نے کہا: ہمیں صبح کے وقت انہیں ہلاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیا صبح قریب نہیں؟ پھر رات کے پچھلے پہر

Marfat.com

حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل روانہ ہو چکے تھے اور ان کی قوم کو سنگسار کر کے ہلاک کر دیا گیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ترجمہ: بے شک ہم نے ان پر سنگ باری کا عذاب بھیجا ما سوا آل لوط کے، ہم نے رات کے پچھلے پہر ان کو نجات دی۔

نقد حدیث: امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ علامہ ذہبی نے بھی اسے صحیح لکھا ہے۔

ا۔ مسائل و نصائح:

☆ اس قصہ کو قرآن مجید میں بھی بیان کیا گیا ہے، قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطاً سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعاً وَقَالَ هَـذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ٥ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِن قَبْلُ كَانُواْ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَا قَوْمِ هَـؤُلاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُواْ اللّهَ وَلاَ تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ٥ قَالُواْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ٥ قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ ٥ قَالُواْ يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَن يَصِلُواْ إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَلاَ يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ إِلاَّ امْرَأَتَكَ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ٥ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ٥ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ ٥ (ہود ۱۱: ۷۷-۸۳)

ترجمہ: اور جب ہمارے فرستادہ فرشتے لوط (علیہ السلام) کے پاس آئے (تو) وہ ان کے آنے سے پریشان ہوئے اور ان کے باعث (ان کی) طاقت کمزور پڑ گئی اور کہنے لگے: یہ بہت سخت دن ہے (فرشتے نہایت خوبرو تھے اور حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی قوم کی بری

Marfat.com

عادت کا علم تھا سوممکنہ فتنہ کے اندیشہ سے پریشان ہوئے)۔(سو وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا) اورلوط (علیہ السلام) کی قوم (مہمانوں کی خبر سنتے ہی)ان کے پاس دوڑتی ہوئی آ گئی،اوروہ پہلے ہی برا کام کیا کرتے تھے ۔لوط(علیہ السلام) نے کہا:اے میری (نافرمان) قوم !یہ میری (قوم کی)بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے (بطریق نکاح)پاکیزہ وحلال ہیں سوتم اللہ سے ڈرو اورمیرے مہمانوں میں (اپنی بے حیائی کے باعث)مجھے رسوا نہ کرو۔کیاتم میں سے کوئی بھی نیک سیرت آدمی نہیں ہے؟وہ بولے :تم خوب جانتے ہوکہ ہمیں تمہاری (قوم کی)بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں ،اورتم یقیناً جانتے ہو جو کچھ ہم چاہتے ہیں ۔لوط (علیہ السلام) نے کہا کاش !مجھ میں تمہارے مقابلہ کی ہمت ہوتی یا میں (آج) کسی مضبوط قلعہ میں پناہ لے سکتا۔(تب فرشتے) کہنے لگے :اے لوط (علیہ السلام)!ہم آپ پر آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں ۔یہ لوگ تم تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے ،پس آپ اپنے گھر والوں کورات کے کچھ حصہ میں لیکرنکل جائیں اورتم میں سے کوئی مڑکر(پیچھے) نہ دیکھے مگراپنی عورت کو(ساتھ نہ لینا)،یقیناً اسے (بھی)وہی عذاب پہنچنے والا ہے جوانہیں پہنچے گا ۔بیشک ان (کے عذاب) کامقرر وقت صبح (کا)ہے ،کیاصبح قریب نہیں ہے؟۔پھرجب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے (الٹ کر)اس بستی کواوپر کے حصہ کونچلا حصہ کردیا اورہم نے اس پرپتھر اور پکی ہوئی مٹی کے کنکر برسائے ،جوپے درپے (اورتہ بہ تہ) گرتے رہے ۔جوآپ کے رب کی طرف سے نشان کئے ہوئے تھے ۔اوریہ (سنگریزوں کا عذاب) ظالموں سے (اب بھی) کچھ دورنہیں ہے۔

☆ امام ابوجعفر محمد بن جریرطبری نے اس واقعہ کومختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیاہے: جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ اپنی زمین میں کام کررہے تھے اورفرشتوں سے یہ کہا گیا تھا: کہ ان کی قوم کواس وقت تک ہلاک نہ کرنا جب تک

Marfat.com

حضرت لوط علیہ السلام ان کے خلاف گواہی نہ دیں۔فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا: کہ ہم آج رات آپ کے پاس مہمان رہنا چاہتے ہیں، کچھ دیر بعد حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے کہا: کیا تم کو معلوم ہے کہ اس بستی والے کیسے کام کرتے ہیں؟ بخدا میں روئے زمین پر ان سے زیادہ خبیث لوگوں کو نہیں جانتا، پھر ان کو لے کر گھر کی طرف چلے، پھر دوبارہ ان سے یہی کہا اور ان کو لیکر چل پڑے۔جب حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ان کو دیکھا تو وہاں کے لوگوں کو جا کر بتادیا۔(۵۷)

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے اٹھ کر حضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں گئے اور ان دونوں بستیوں کے درمیان چار فرسخ (بارہ شرعی میل) کا فاصلہ تھا، وہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس انتہائی خوبصورت بے ریش لڑکوں کی شکل میں گئے، حضرت لوط علیہ السلام یہ نہیں پہچان سکے کہ یہ فرشتے ہیں۔(۵۸)

☆ حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ انہیں اپنی قوم کی خباثت کی وجہ سے ان لڑکوں کی عزت کا خطرہ تھا اور وہ تن تنہا ان کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس رات ان کے پاس لڑکوں کی ضیافت کے لیے کوئی سامان نہیں تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی قوم نے ان سے کہا ہوا تھا کہ آپ اپنے ہاں کسی مہمان کو نہ ٹھہرائیں۔(۵۹)

☆ بیٹوں سے مراد صلبی ہیں یا قوم کی بیٹیاں مراد ہیں، اس کے بارے میں علامہ غلام رسول سعیدی نے تفصیلاً بحث کرنے کے بعد لکھا ہے:

۵۷۔ جامع البیان، رقم: ۱۴۱۶۷ ۵۸۔ تفسیر کبیر، ج۶،ص ۳۷۸

۵۹۔ غرائب القرآن، ج۴،ص ۳۹

Marfat.com

قتادہ کی تفسیر کے مطابق حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی صلبی بیٹیوں کو نکاح کے لیے پیش کیا تھا، اور مجاہد اور سعید بن جبیر کی تفسیر راجح ہے اور اس پر حسب ذیل وجوہ سے استدلال کیا گیا ہے:

۱۔ کوئی شریف انسان اپنی بیٹیوں کو اوباش اور بدمعاش قسم کے لوگوں کے ساتھ نکاح کے لیے پیش نہیں کرتا، تو اتنے عظیم نبی علیہ السلام کے متعلق کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو بے حیا اور بدفطرت لوگوں کے ساتھ نکاح کے لیے پیش کرے گا۔

۲۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا تھا: یہ میری بیٹیاں جو تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں، اور ظاہر ہے کہ جتنے بدمعاش اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے تھے، ان سب سے نکاح کے لیے حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیاں ناکافی تھیں۔ اس لیے لازمی طور پر یہ مراد لینا پڑے گا کہ یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں، ان سے نکاح کر کے تم اپنی خواہش پوری کرلو۔

۳۔ حضرت لوط علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں، زنتا اور زعوراء حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: کہ یہ میری بنات ہیں اور جمع میں اصل یہ ہے کہ اس کا اطلاق کم از کم سے تین پر ہوتا ہے اور اگرچہ دو پر بھی مجازاً اطلاق ہوسکتا ہے، لیکن کسی شرعی مانع کے بغیر مجاز کا ارتکاب درست نہیں ہے، اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ لوگ کافر تھے تو قوم کی بعض بیٹیاں مسلمان تھیں تو حضرت لوط علیہ السلام نے مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ نکاح کے لیے کیسے پیش کیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی شریعت میں کافر کے ساتھ نکاح جائز تھا اور ہمارے دین میں بھی ابتدائے اسلام میں یہ نکاح جائز تھا۔ جیسا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے کیا تھا اور وہ کافر تھا۔ (۶۰) اور آپ نے اپنی دوسری صاحبزادی زینب کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے سے کیا۔

۶۰۔ الاصابہ، ج ۸، ص ۱۵۱

Marfat.com

اس کا نام عتبہ تھا اور یہ بھی مشرک تھا، ابولہب کے کہنے سے اس کے دونوں بیٹوں نے آپ کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان سے رضی اللہ عنہ کردیا پھران کے وصال کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیا۔(۶۱)

بعد میں مسلمانوں مردوں کا کافر عورتوں سے اور مسلمان عورتوں کا کافر مردوں سے نکاح منسوخ کردیا گیا اوراس کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿ وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ﴾ ۔ (البقرہ:۲:۲۲۱)

ترجمہ: اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں اور بے شک مسلمان باندی (آزاد) مشرکہ سے بہتر ہے خواہ وہ تم کو اچھی لگے، اور مشرک مردوں کو نکاح کا رشتہ نہ دو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں، اور بے شک مسلمان غلام (آزاد) مشرک سے بہتر ہے خواہ وہ تم کو پسند ہو۔" (۶۲)

☆ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یعنی کاش میں تنہا تم کو اس بے حیائی کے کام سے روکنے پر قادر ہوتا، اور کہا یا میں کسی مضبوط پناہ گاہ میں پناہ لیتا یعنی کاش میرے پاس ایک لشکر ہوتا جس کی مدد میں برائی کو روکتا، قتادہ نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ کاش میری حمایت میں کوئی قبیلہ ہوتا، ابن جریج نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد جو نبی بھی بھیجا جائے گیا، اس کی پشت پر کوئی قبیلہ ہوتا تھا، حتیٰ کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر بھی بنو ہاشم کا قبیلہ تھا۔(۶۳)

۶۰۔ الاصابہ، ج۸،ص۱۵۱ ۶۱۔ ایضاً،ص۴۶۰

۶۲۔ تبیان القرآن، ج۵،ص۵۹۹ ۶۳۔ جامع البیان، ج۱۲،ص۱۱۳

Marfat.com

☆ امام ترمذی کی روایت میں اس حدیث کے بعد یہ اضافہ بھی ہے: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اس کو اس کی قوم کے مضبوط قبیلہ سے بھیجا۔ (۶۴)

☆ حافظ احمد بن علی حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قوم لوط میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس کا حضرت لوط علیہ السلام کے نسب سے تعلق ہو، کیونکہ حضرت لوط شام کے علاقہ سدوم سے تعلق رکھتے تھے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کا خاندان عراق میں تھا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی تو ان کے ساتھ حضرت لوط علیہ السلام نے بھی شام کی طرف ہجرت کی، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اہل سدوم کیطرف بھیجا، تو انہوں نے کہا: کاش! میرے ساتھ لشکر یا میرے رشتہ دار اور میرا قبیلہ ہوتا تو میں اپنے مہمانوں کی عزت بچانے کے لیے ان کی مدد حاصل کرتا۔ امام ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا: اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تم کو سنگسار کر دیتے، رکن شدید سے ان کی مراد قبیلہ تھی، کیونکہ جس طرح رکن (ستون) سے سہارا لیتے ہیں اسطرح قبیلہ سے بھی سہارا لیتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام کی مغفرت فرمائے، اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اللہ کی پناہ نہیں لی، علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان کے پاس کوئی قوت یا ان کی پشت پر کوئی قبیلہ نہیں ہے تا کہ مہمانوں پر ان کا عذر ظاہر ہو جائے۔ (۶۵)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لوط علیہ السلام پر تنقید نہیں کی اور نہ حضرت لوط علیہ السلام اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا بھولے تھے، انہوں نے جو کچھ کہا وہ مہمانوں کے دلوں کو مطمئن کرنے کے لیے کیا تھا، اور ان کے سامنے اپنا عذر ظاہر کرنے کے لیے تھا، کیونکہ عرف اور عادت یہی ہے کہ لوگ اپنی طاقت اور اپنے قبیلہ کی بناء پر مدافعت کرتے

۶۴۔ ترمذی، رقم ۳۱۱۶ ۶۵۔ فتح الباری ج ۶، ص ۴۱۶۔۴۱۵ ۱

Marfat.com

ہیں اور یہ حقیقت میں حضرت لوط علیہ السلام کے عمدہ اخلاق تھے، جن کی بناء پر وہ تعریف کے مستحق ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ لوط پر رحم فرمائے''۔ درحقیقت ان کی تعریف ہے، ان پر تنقید نہیں ہے، اور یہ خطاب میں عرب کے عرف کے مطابق ہے، وہ کہتے ہیں: ''اللہ بادشاہ کی تائید کرے اور اللہ امیر کی اصلاح کرے۔'' (۶۶)

☆ علامہ سنوسی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ علامہ ابی کو جزائے خیر عطا فرمائے، انہوں نے اس حدیث کی شرح کا حق ادا کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے، اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی تاکید کرنا چاہتے تھے کہ حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی پناہ کے طالب تھے، اس لیے آپ نے حدیث کے شروع میں تاکید کا کلمہ فرمایا یعنی بے شک، پس یہ حدیث اس اعتراض کو دور کرنے کے لیے ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام غیر اللہ کی پناہ کے طالب تھے، جیسا کہ اس حدیث کے شروع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کی تنزیہہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حقدار ہیں، اور اس سے مقصود یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا تھا کہ ''اے رب! تو مجھے دکھا کہ تو کیسے مردوں کو زندہ کرے گا۔'' یہ سوال اس لیے نہیں تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک تھا، بلکہ کسی اور وجہ سے تھا۔ (۶۷)

☆ جب حضرت لوط علیہ السلام نے یہ کہا تھا: کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی، یا میں کسی مضبوط قبیلہ کی پناہ میں ہوتا۔ تو اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان بدمعاشوں

۶۶۔ اکمال المعلم، ج ا، ص ۴۳۷۔۴۳۶

۶۷۔ مکمل اکمال الاکمال، ج ا، ص ۴۳۷۔۴۳۵

Marfat.com

اوراوباش لوگوں کی شورش کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام کو بہت رنج اورافسوس تھا کہ انہیں اپنے مہمانوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا، جب فرشتوں نے ان کا یہ حال دیکھا تو ان کو متعدد بشارتیں دیں:

۱۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔

۲۔ کفار اپنی خواہش پوری نہ کرسکیں گے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کردے گا۔

۴۔ اللہ عزوجل حضرت لوط علیہ السلام کو اوران کے اہل کو اس عذاب سے نجات دے گا۔

حضرت لوط علیہ السلام پران کی قوم غالب آنے لگی، وہ لوگ دروازہ توڑنے کی کوشش کررہے تھے، اور حضرت لوط علیہ السلام دروازہ بند رکھنے کی کوشش کررہے تھے، اس وقت ان فرشتوں نے کہا: آپ دروازہ سے ہٹ جائیں، حضرت لوط علیہ السلام ہٹ گئے اوردروازہ کھل گیا، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر مارا تووہ سب اندھے ہوگئے اورالٹے پاؤں بچاؤ بچاؤ چیختے ہوئے بھاگے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَن ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ﴾

(القمر ۵۴:۳۷)

ترجمہ: اورانہوں نے لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے ساتھ برے کام کا ارادہ کیا تو ہم نے ان کی آنکھوں کو مٹادیا، سواب میرے عذاب اورمیری وعید کا مزہ چکھو۔(۶۸)

☆ جن بستیوں میں قوم لوط رہتی تھی، حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کے نیچے اپنا پر رکھ کران بستیوں کو آسمان کی طرف لے کر چڑھ گئے، حتیٰ کہ آسمان والوں نے کتوں کے بھونکنے اورمرغوں کی آوازیں سنیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر لگاتار نشان زدہ پتھر برسائے اورحضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کو الٹ دیا اور نیچے کا حصہ اوپر اوراوپر کا حصہ نیچے کردیا،

۶۸۔ الجامع لاحکام القرآن، ج۹، ص۷۰

Marfat.com

اور جن بستیوں کو پلٹا گیا تھا، وہ پانچ تھیں: صیغہ، صغرہ، غمرہ، دوما، صدوم اور یہ سب سے بڑی بستی تھی۔ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ بدکاری کی مجلسیں برپا کرنے والوں، ان کی دعوت دینے والوں اوران میں جانے والوں سب پر کنکریاں برسائی گئیں اوران سے کوئی نہیں بچ سکا۔ (۶۹)

☆ پتھر برسانے کے متعلق دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس بستی کو اوپر اٹھایا تو اس پر پتھر برسائے گئے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ پتھر ان لوگوں پر برسائے گئے جو اس وقت بستیوں میں نہ تھے، بلکہ بستیوں سے باہر تھے۔ (۷۰)

☆ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے کہ مرد، مردوں سے جنسی لذت حاصل کریں گے، عورتیں عورتوں سے، اور جب ایسا ہو تو تم ان پر قوم لوط کے عذاب کا انتظار کرنا کہ اللہ تعالیٰ ان پر سجیل کی کنکریاں برسائے گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِينَ بِبَعِيدٍ ﴾ (ہود: ۱۱:۸۳)

دوسری روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن اور رات کا سلسلہ چلتا رہے گا حتیٰ کہ اس امت کے مرد، مردوں کی پشت کو حلال کرلیں گے جیسا کہ انہوں نے عورتوں کی پشت کو حلال کرلیا ہے۔ پھر امت کے ان لوگوں پر سنگ باری ہوگی۔ (۷۱)

☆ حضرت حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم لوط دس کاموں کی وجہ سے ہلاک کی گئی اور میری امت ان سے ایک کام زیادہ کرے گی۔ (وہ دس کام یہ ہیں:)

۱۔ مردوں کا مردوں سے جنسی خواہش پوری کرنا ۲۔ غلیل مارنا

۳۔ کنکر مارنا ۴۔ حمام میں کھیلنا ۵۔ دف بجانا ۶۔ خمر (شراب) پینا

۷۔ داڑھی کاٹنا ۸۔ مونچھیں لمبی رکھنا ۹۔ سیٹی اور تالی بجانا ۱۰۔ ریشم پہننا

۶۹۔ تفسیر ابی حاتم، ج ۶، ص ۲۰۶۸۔ ۲۰۶۷

۷۰۔ تبیان القرآن، ج ۵، ص ۶۰۴ ۷۱۔ الجامع لاحکام القرآن، ج ۹، ص ۷۴

Marfat.com

اور میری امت ایک کام زیادہ کرے گی، وہ ہے عورتوں کا عورتوں سے جنسی خواہش پوری کرنا۔(۷۲)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ فرشتے خوبصورت بے ریش نوجوانوں کی شکل میں بستی سدوم میں آئے۔

☆ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی نے خود کوئی بات کرنے کی بجائے اپنے والد کو جا کر ساری صورتحال بتلائی۔

☆ حضرت لوط علیہ السلام نے ابتداً فرشتوں کو نہیں پہچانا تھا اور مہمان سمجھتے ہوئے فرشتوں کو چھپا کر گھر لے آئے۔

☆ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ایک بدبخت عورت تھی اور قوم کے ساتھ ملی ہوئی تھی۔

☆ یہ قوم حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان سے نہ تھی، آپ کا خاندان عراق میں تھا۔

☆ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔

☆ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے خیانت کرتے ہوئے قوم کو ان کے بارے میں بتلادیا۔

☆ قوم ان کو حاصل کرنے کے لیے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر دوڑی آئی، آپ کے انکار پر انہوں نے آپ کے ساتھ بدتمیزی کی۔

☆ آپ علیہ السلام نے قوم کو عورتوں سے نکاح کرنے کی ترغیب دی۔

☆ بیٹیوں سے مراد قوم کی بیٹیاں ہیں، کیونکہ نبی امت کے لیے مثل باپ ہوتا ہے اور امت اولاد کے مثل ہوتی ہے۔آپ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿انما انا لکم بمنزلة الوالد﴾(۷۳)

ترجمہ: بے شک میں تمہارے کے لیے باپ کی مثل ہوں''۔

۷۲۔ i۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۲۱، ص ۲۴۰ ii۔ کنز العمال، رقم ۱۳۰۱۴

۷۳۔ ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، رقم ۸، ص ۱۶

Marfat.com

☆ حضرت لوط علیہ السلام نے مضبوطی اور خاندانی پشت پناہی کی دعا کی۔آپ کے بعد ہر نبی کو یہ قوت عطا کی گئی۔

☆ جب لوگوں نے حد کر دی اور آپ کا دروازہ توڑنے کی کوشش کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر کھولا اور مارا،اس پر سارے اندھے ہو کر بھاگنا شروع ہو گئے۔

☆ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کو بتلایا:

(الف): اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو ہلاک کرنے کا حکم دیا ہے۔

(ب): یہ لوگ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

(ج): آپ کو آپ کے اہل خانہ سمیت سوائے بیوی کے،اللہ تعالیٰ بچائے گا۔

☆ حضرت لوط علیہ السلام رات کے پچھلے پہر اہل ایمان کے ساتھ سدوم سے نکل کر شام کی طرف چل دیے۔

☆ صبح کے وقت اس قوم کی بستیوں کو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے اٹھا کر آسمان سے الٹا دیا اور ان پر سنگساری کر کے ساری قوم کو ہلاک کر دیا گیا۔

۳۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے عائلی زندگی کے لیے تین باتیں مستنبط ہوتی ہیں:

۱۔ حضرت لوط علیہ السلام نے بد بخت بیوی کی زیادتیوں اور کج رویوں کے باوجود اسے طلاق نہیں دی، بلکہ اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی اور اس کے ساتھ نبھا کیا۔اس لیے ایک مسلمان مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ آخری حد تک نبھا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۲۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں نے باپ کی فرمانبرداری کی،اور آپ کے مشن میں آپ کی ہر ممکن مدد کی،اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیٹیوں پر بھی

Marfat.com

فضل وکرم کیا اور عذاب سے بچایا۔ اس سے پتہ چلا کہ صالح، نیک اور خوش بخت اولاد وہی ہے، جو اپنے نیک ماں باپ کے نقش قدم پر چلے۔ اس بات سے موجودہ دور کے سجادہ نشین حضرات، علماء کی اولاد اور دوسرے نیک صالحین کی اولاد کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔

۳۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ایک بدبختی کی علامت ہے، جس کو نبی کی بیوی ہونے نے بھی فائدہ نہ دیا، بلکہ وہ بدبخت قوم کی حمایتی بنی رہی اور اپنے خاوند کی مخالفت کرتی رہی۔ اس لیے جہنم کا ایندھن بنی۔ اس امر سے ان عورتوں کو سبق سیکھنا چاہیے جو نیک وصالح خاوند کی مخالفت کرتی ہیں اور اپنے خاوندوں کو رسم زمانہ اور شیطان کی پیروکار بنانے کی کوشش کرتی رہتی ہیں، جس کا انجام وعبرت اس قصے میں موجود ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش اور رحمتِ خداوندی:

۲۸۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :إِنَّ أَيُّوبَ نَبِيَّ اللَّهِ لَبِثَ بِهِ بَلَاؤُهُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَرَفَضَهُ الْقَرِيبُ وَالْبَعِيدُ إِلَّا رَجُلَيْنِ مِنْ إِخْوَانِهِ كَانَا مِنْ أَخَصِّ إِخْوَانِهِ، قَدْ كَانَا يَغْدُوَانِ إِلَيْهِ وَيَرُوحَانَ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ ذَاتَ يَوْمٍ :نَعْلَمُ وَاللَّهِ لَقَدْ أَذْنَبَ أَيُّوبُ ذَنْبًا مَا أَذْنَبَهُ أَحَدٌ مِنَ الْعَالَمِينَ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ :وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: مُنْذُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً لَمْ يَرْحَمْهُ اللَّهُ فَكَشَفَ عَنْهُ مَا بِهِ فَلَمَّا رَاحَا إِلَى أَيُّوبَ لَمْ يَصْبِرِ الرَّجُلُ حَتَّى ذَكَرَ لَهُ ذَلِكَ، فَقَالَ لَهُ أَيُّوبُ :لَا أَدْرِي مَا تَقُولُ غَيْرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أَمُرُّ بِالرَّجُلَيْنِ يَتَنَازَعَانِ يَذْكُرَانِ اللَّهَ فَأَرْجِعُ إِلَى بَيْتِي، فَأُكَفِّرُ عَنْهُمَا كَرَاهِيَةَ أَنْ يُذْكَرَ اللَّهُ إِلَّا فِي حَقٍّ، وَكَانَ يَخْرُجُ لِحَاجَتِهِ، فَإِذَا قَضَى حَاجَتَهُ أَمْسَكَتِ امْرَأَتُهُ بِيَدِهِ حَتَّى يَبْلُغَ، فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ أَبْطَأَ عَلَيْهَا

Marfat.com

فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى أَيُّوبَ فِي مَكَانِهِ أَنِ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ، فَاسْتَبْطَأَتْهُ فَتَلَقَّتْهُ وَأَقْبَلَ عَلَيْهَا قَدْ أَذْهَبَ اللَّهُ مَا بِهِ مِنَ الْبَلَاءِ وَهُوَ أَحْسَنُ مَا كَانَ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ :أَيْ بَارَكَ اللَّهُ فِيكَ هَلْ رَأَيْتَ نَبِيَّ اللَّهِ هَذَا الْمُبْتَلَى؟ وَاللَّهِ عَلَى ذَلِكَ مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَشْبَهَ بِهِ مِنْكَ إِذْ كَانَ صَحِيحًا، قَالَ: فَإِنِّي أَنَا هُوَ، قَالَ :وَكَانَ لَهُ أَنْدَرَانِ أَنْدَرٌ لِلْقَمْحِ وَأَنْدَرٌ لِلشَّعِيرِ، فَبَعَثَ اللَّهُ سَحَابَتَيْنِ، فَلَمَّا كَانَتْ أَحَدُهُمَا عَلَى أَنْدَرِ الْقَمْحِ أَفْرَغَتْ فِيهِ الذَّهَبَ حَتَّى فَاضَ وَأَفْرَغَتِ الْأُخْرَى فِي أَنْدَرِ الشَّعِيرِ الْوَرِقَ حَتَّى فَاضَ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ (۴۷)

(التعلیق من تلخیص الذهبی) علی شرط البخاری ومسلم

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت ایوب علیہ السلام پندرہ سال تک مصائب کے امتحان میں مبتلا رہے، حتیٰ کہ تمام عزیز واقارب اور قریب وبعید کے متعارف سب ہی نے ان سے کنارہ کشی اختیار کرلی، البتہ اعزہ میں سے ان کے دو عزیز ضرور صبح وشام ان کے پاس آتے رہے۔ ایک مرتبہ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا :معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ایوب علیہ السلام نے کوئی بہت ہی بڑا گناہ کیا ہے تب ہی تو وہ اس کی پاداش میں ایسی مصیبت کے اندر مبتلا ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو خدا ان پر مہربان نہ ہوجاتا اور ان کو شفا نہ ہوجاتی ؟۔ یہ بات دوسرے نے حضرت ایوب علیہ السلام سے کہہ سنائی ،حضرت ایوب علیہ السلام یہ سن کر بہت بے چین اور مضطرب ہوئے اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں سربسجود ہوکر دعا گو ہوئے۔ اس کے فوراً بعد ہی حضرت ایوب علیہ السلام رفع حاجت کے لیے جگہ سے اٹھے اور ان کی بیوی ان

۴۷۔ i ۔مستدرک حاکم، کتاب التواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، رقم ۴۱۷۱، ج ۲، ص ۶۳۸ ii۔ صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، رقم ۲۸۹۸، ص ۸۲۵

Marfat.com

کا ہاتھ پکڑ کر لے گئیں، جب فارغ ہو گئے اور وہاں سے علیحدہ ہوئے تو خدا کی وحی نازل ہوئی: کہ زمین پر پاؤں سے ٹھوکر مارو؟ جب انہوں نے ٹھوکر ماری تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور انہوں نے غسل صحت کیا اور پہلے سے زیادہ صحیح وتندرست نظر آنے لگے۔ ادھر بیوی انتظار کر رہی تھیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام تازگی اور شگفتگی کیساتھ سامنے نظر آئے، زوجہ قطعاً نہ پہچان سکیں اور حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق ان ہی سے دریافت کرنے لگیں۔ تب آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی ایوب ہوں اور خدا کے فضل وکرم کا واقعہ سنایا۔ روزمرہ کے کھانے کے لیے حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس ایک گٹھڑی گیہوں کی اور ایک جو کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دولت میں اضافہ کرنے کے لیے گیہوں کو سونے اور جو کو چاندی میں بدل دیا۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں جو دلائل ہیں اور نصیحت آموز باتیں ہیں، وہ کسی اور قصہ میں نہیں ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عظیم فضل وکرم کرنے کے باوجود، ان کو بیماری میں مبتلا کیا اور ان پر بہت سخت بیماریاں نازل کی ہیں۔ انہوں نے اس بیماری پر صبر کیا اور کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لائے۔ اس میں انسانوں کے لیے یہ نصیحت ہے کہ غم ہو یا خوشی ہو، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے، مصائب پر صبر کرے اور نعمتوں پر شکر کرے۔

☆ امام ابن اسحاق نے حضرت ایوب علیہ السلام کا نسب اس طرح بیان کیا ہے:

ایوب بن موص بن زراح بن العیص بن اسحاق بن ابراهیم الخلیل النبی۔

حضرت ایوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ﴾

(الانعام:۶:۸۴)

Marfat.com

ترجمہ: داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف اور موسیٰ اور ہارون سب ابراہیم کی اولاد میں سے ہیں۔(۷۵)

☆ حضرت ایوب کے جسم میں کیڑے پڑنے کا واقعہ حافظ ابن عساکر اور حافظ ابن کثیر دونوں نے بنی اسرائیل کے علماء سے نقل کیا ہے اور ان کی اتباع میں مفسرین نے بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ واقعہ صحیح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو ایسے حال میں مبتلا نہیں کرتا، جس سے لوگوں کو نفرت ہو اور وہ ان سے گھن کھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا: ﴿ وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ﴾ (ص ۳۸:۴۷)

ترجمہ: یہ سب ہمارے پسندیدہ اور نیک لوگ ہیں۔(۷۶)

☆ حضرت ایوب علیہ السلام پر کوئی سخت بیماری مسلط کی گئی تھی لیکن بیماری ایسی نہیں تھی جس سے لوگ گھن کھائیں۔ حدیث صحیح مرفوع میں بھی اس قسم کی کسی چیز کا ذکر نہیں ہے، صرف ان کی اولاد اور ان کے مال مویشی کے مرجانے اور ان کے بیمار ہونے پر صبر کا ذکر ہے۔ علماء اور واعظین کو چاہیے کہ وہ ایوب علیہ السلام کی طرف ایسے احوال منسوب نہ کریں جن سے لوگوں کو گھن آئے۔(۷۷)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیماری میں اٹھارہ سال مبتلا رہے ان کے بھائیوں میں سے دو زخمی شخصوں کے سوا سب لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا، خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا اور لوگ۔ وہ دونوں روز صبح شام ان کے پاس آتے تھے۔ ایک دن ایک نے دوسرے سے کہا: کیا تم

۷۵۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱، ص ۳۰۸ ۷۶۔ تبیان القرآن، ج ۱۰، ص ۱۱۵

۷۷۔ ایضاً

Marfat.com

کو معلوم ہے کہ ایوب نے کوئی ایسا بہت بڑا گناہ کیا ہے جو دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔ دوسرے نے کہا کیونکہ اٹھارہ سال سے اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم نہیں فرمایا حتیٰ کہ اس سے اس بیماری کو دور فرما دیتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا: میں اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتا کہ میں دو آدمیوں کے پاس سے گزرا، جو آپس میں جھگڑ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے، میں اپنے گھر گیا تاکہ ان کی طرف سے کفارہ ادا کروں کیونکہ مجھے یہ ناپسند تھا کہ حق بات کے سوا اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی ضروریات کے لیے جاتے تھے اور جب ان کی حاجت پوری ہو جاتی تو ان کی بیوی ان کا ہاتھ پکڑ کر لے آتی۔ ایک دن ان کو واپس آنے میں کافی دیر ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ وحی کی:

﴿ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ﴾ (ص ۳۸:۴۲)

ترجمہ: (زمین پر) اپنی ایڑی ماریے یہ نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی ساری بیماری کو اس پانی میں نہانے سے دور کر دیا (اور پانی پینے سے ان میں طاقت آگئی) اور وہ پہلے سے زیادہ صحت مند اور حسین ہو گئے۔ ان کی بیوی ان کو ڈھونڈتی ہوئی آئی اور پوچھا اے شخص! اللہ تمہیں برکت دے، کیا تو نے اللہ کے نبی کو دیکھا ہے جو بیمار تھے، اللہ کی قسم! میں نے تم سے زیادہ ان کے مشابہ اور تندرست شخص کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی تو وہ شخص ہوں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو کھلیان تھے، ایک گندم کا کھلیان تھا اور ایک جو کا کھلیان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے، ایک گندم کے کھلیان پر برسا اور اس کو سونے سے اس قدر بھر دیا کہ سونا کھلیان سے باہر گرنے لگا، اور دوسرا بادل جو کے کھلیان پر برسا اور اس کو چاندی سے

Marfat.com

بھر دیا، حتیٰ کہ چاندی باہر گرنے لگی۔(۷۸)

☆ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کا نام رحمت بنت منشاء بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق تھا۔(۷۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو تندرست کرنے کے بعد ان کا حسن و شباب بھی لوٹا دیا تھا، اور ان کے ہاں اس کے بعد چھبیس بیٹے پیدا ہوئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اس کے بعد ستر سال تک مزید زندہ رہے۔(۸۰)

☆ حضرت ایوب علیہ السلام کی شخصیت، زمانہ، قومیت، ہر چیز کے بارے میں اختلاف ہے۔ جدید زمانے کے محققین میں سے کوئی ان کو اسرائیل قرار دیتا ہے اور کوئی مصری اور کوئی عرب۔ کسی کے نزدیک ان کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا ہے، کوئی انہیں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کا آدمی قرار دیتا ہے، اور کوئی ان سے بھی متاخر۔ لیکن سب کے قیاسات کی بنیاد سفر ایوب یا صحیفہ ایوب پر ہے جو بائبل کے مجموعہ کتب مقدسہ میں شامل ہے۔ اس کی زبان، انداز بیان اور کلام کو دیکھ کر یہ مختلف آرائیں قائم کی گئی ہیں، نہ کہ کسی اور شہادت پر۔ اور اس سفر ایوب کا حال یہ ہے کہ اس کے اپنے مضامین میں بھی تضاد ہے اور اس کا بیان قرآن مجید کے بیان سے بھی اتنا مختلف ہے کہ دونوں کو بیک وقت نہیں مانا جا سکتا۔ لہٰذا ہم اس پر قطعاً اعتماد نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ قابل اعتماد شہادت اگر کوئی ہے تو وہ یہ ہے کہ یسعیاہ نبی اور حزقی ایل نبی کے صحیفوں میں ان کا ذکر ہے، اور یہ صحیفے تاریخی حیثیت سے زیادہ مستند ہیں۔ یسعیاہ نبی آٹھویں صدی اور حزقی ایل نبی چھٹی صدی قبل مسیح گزرے ہیں، اس لیے یہ امر یقینی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نویں صدی یا اس سے پہلے کے بزرگ ہیں۔ رہی ان کی قومیت تو سورۃ النساء آیت ۱۶۳ اور سورۃ انعام آیت نمبر ۸۴ میں جس طرح ان کا ذکر آیا ہے۔ اس سے گمان تو یہی

۷۸۔ i۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۲۸۹۸ — ii۔ مسند البزار، رقم: ۲۳۵۷
iii۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۳۷۵۔۳۷۴ — iv۔ مسند ابویعلیٰ، رقم: ۳۶۱۷
v۔ المعجم الکبیر، رقم: ۴۰ — vi۔ مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۰۸

۷۹۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۵، ص ۱۰۵ — ۸۰۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱، ص ۳۱۲۔۳۱۱

Marfat.com

ہوتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل ہی میں سے تھے، مگر وہب بن منبہ کا یہ بیان بھی کچھ بعید از قیاس نہیں ہے کہ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے عیسو کی نسل سے تھے۔ (۸۱)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت ایوب علیہ السلام کا سلسلہ نسب درج ذیل ہے:

ایوب بن مدص بن زراح بن العیص بن اسحاق بن ابراھیم خلیل اللہ علیہم السلام

☆ آپ علیہ السلام حضرت یونس بن متی علیہ السلام کے بعد نبی ہوئے ہیں۔

☆ آپ علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے۔

☆ آپ علیہ السلام کا زمانہ غالباً نویں صدی قبل مسیح کے لگ بھگ ہے۔

☆ حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سخت آزمائش میں مبتلا کیا تھا۔ یہ بات یقینی ہے۔

☆ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس آزمائش پر صبر کیا اور اس کا زمانہ تین سال، سات سال، پندرہ سال یا اٹھارہ سال کی مدت تھی۔

☆ حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں جسم میں کیڑے پیدا ہونا اور گندگی کے ڈھیر پران کا پڑا رہنا، یہ اسرائیلی روایات نا قابل اعتبار ہیں اور عصمت انبیاء اور وجاہت انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہیں۔

☆ حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش کی صورت درج ذیل تھی:

۱۔ آپ بہت مالدار تھے اور مال مویشی کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ نے سب مال ہلاک کر دیا۔

۸۱۔ تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۱۷۸

Marfat.com

۲۔ لہلہاتے کھیت آپ کی ملکیت تھے، اللہ تعالیٰ نے وہ فصل ختم کردی، کھیت کے پھل اور پھول ختم کردیے۔

۳۔ آپ کی اولاد کافی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو موت دے دی۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بیمار کردیا، لیکن یہ بیماری ایسی نہ تھی جس سے جسمانی عیب پیدا ہو یا جس سے لوگ نفرت کریں۔ کیونکہ عصمت انبیاء علیہم السلام اور عظمت انبیاء علیہم السلام کے منافی ہیں۔

☆ آزمائش کی گھڑی میں تمام لوگ آپ علیہ السلام سے دور چلے گئے، سوائے تین افراد کے، ان میں دو آپکے دوست رشتہ دار تھے اور ایک آپ کی زوجہ تھیں۔

☆ ایک دوست نے حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں گناہ کبیرہ کی بدگمانی کی۔ یہ بات دوسرے دوست نے حضرت ایوب علیہ السلام کو بتادی۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ غلط فہمی یا بدگمانی کی بات بتلانا چغلی یا غیبت نہیں ہے۔

☆ جب غلط فہمی پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش سے نکال کر دوبارہ مالا مال کردیا۔

☆ حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ خاوند کی فرمانبردار اور صابرہ شاکرہ خاتون تھیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت و تندرستی کے ساتھ ساتھ سونے چاندی کی صورت میں مال و دولت بھی عطا فرمادیا۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس واقعہ میں موجودہ زمانے میں عائلی زندگی کی رہنمائی کے لیے تین باتیں مترشح ہوتی ہیں:

۱۔ حضرت ایوب علیہ السلام اور آپ کی زوجہ نے حالت فراخی کے بعد تنگی و آزمائش

Marfat.com

میں کمال صبر کا مظاہرہ کیا اور کسی ایک سے بھی شکوہ شکایت نہ کی، دونوں نے ایک دوسرے کو سہارا دیا۔ موجودہ زمانے میں اکثر میاں بیوی حالت فراخی میں خوش وخرم ہوتے ہیں، لیکن تنگ دعسر کی صورت میں صبر وتحمل کی بجائے لڑائی جھگڑے اور فساد شروع کر دیتے ہیں۔ ہر خاوند و بیوی کو حضرت ایوب علیہ السلام اور آپ کی زوجہ کا کردار اپنانا چاہیے۔

۲۔ خاندان کے دو افراد مشکل حالات میں بھی حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آتے رہے اور حال احوال پوچھ کر دلاسہ دلاتے رہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مشکل آنے پر دوست احباب چھوڑ جاتے ہیں، لیکن خاندان کے کچھ لوگ ہر حال میں ساتھ دیتے رہتے ہیں۔ اس لیے خاندان ایک نعمت خداوندی ہے، آج یہ نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے، اہل مشرق کو بالعموم اور اہل اسلام کو بالخصوص اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

۳۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس جب اپنے دوست کی غلط فہمی کا حال پہنچا، تو آپ علیہ السلام نے اس سے کوئی گلہ شکوہ نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ آج ہمیں بھی اس امر پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ اگر کسی طرف سے دکھ پہنچے تو شکوہ شکایت یا لڑائی جھگڑے کی بجائے، اسے نظر انداز کرنا چاہیے۔ اس سے خالق بھی خوش ہوتا ہے اور مخلوق بھی قدر کرتی ہے۔

میاں بیوی میں تفریق ڈالنے کی کوشش کرنا شیطانی فعل ہے:

۲۹۔ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ، ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ، فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً، يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ :فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا، فَيَقُولُ :مَا صَنَعْتَ شَيْئًا، قَالَ ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ :مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ، قَالَ: فَيُدْنِيهِ مِنْهُ وَيَقُولُ :نِعْمَ أَنْتَ " قَالَ الْأَعْمَشُ :أُرَاهُ قَالَ :فَيَلْتَزِمُهُ (۸۲)

۸۲۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، رقم ۷۱۰۵-۷۱۰۶، ص ۱۱۵۸

Marfat.com

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، اور وہ اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے، پس اس کے نزدیک مرتبے کے اعتبار سے وہی مقرب ہوتا ہے، جو فتنہ ڈالنے میں ان سے بڑا ہو، ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے: میں نے اس اس طرح کیا، تو شیطان کہتا ہے: تو نے کوئی (بڑا کام) سرانجام نہیں دیا۔ پھر ان میں ایک (اور) آتا ہے اور کہتا ہے: میں نے (فلاں آدمی) کو اس وقت تک نہیں چھوڑا، جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈلوادی ،شیطان اسے اپنے قریب کر کے کہتا ہے: ہاں! تو ہے (جس نے بڑا کام کیا ہے)۔ اعمش نے کہا: میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا: وہ اسے اپنے ساتھ چمٹا لیتا ہے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ ابلاس کا معنی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا ،اس لفظ سے ابلیس ماخوذ ہے ،کیونکہ یہ لعین اللہ کی رحمت سے مایوس ہو گیا تھا ،اس سے پہلے اس کا نام عزازیل تھا۔ (۸۳)

☆ شیطان آگ سے پیدا کی ہوئی مخلوق ہے، قرآن مجید میں ہے:

﴿وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ﴾ (الرحمٰن ۵۵:۱۵)

ترجمہ: اور ''جن'' کو خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

کیونکہ اس میں قوت غضبیہ اور حمیت مذمومہ بہت زیادہ تھی، اسی وجہ سے اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا ۔ابوعبیدہ نے کہا: جن ،انس اور حیوانات میں سے ہر موذی کو شیطان کہتے ہیں۔ (۸۴)

۸۳۔ تاج العروس، ج ۴، ص ۱۱۱ ۸۴۔ المفردات، ص ۲۶۱

Marfat.com

☆ جن انسان کی ضد ہے، جن کو اس لیے جن کہتے ہیں کہ وہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور نظر نہیں آتا، زمخشری نے کہا: ملائکہ اور جن ایک نوع ہیں، ان میں سے جو خبیث اور متمرد ہیں، ان کو جن کہتے ہیں، اور جو طاہر اور نیک ہیں ان کو ملائکہ کہتے ہیں۔ علامہ راغب اصفہانی نے کہا: کہ جو روحانی مخلوق انسان کے حواس سے مخفی ہے، اس کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ جو خیر ہیں وہ فرشتے ہیں ۲۔ جو شر ہیں وہ شیطان ہیں ۳۔ جن میں خیر اور شر دونوں ہیں وہ جن ہیں۔ بعض علماء نے کہا: ملائکہ اور جن کی مختلف حقیقتیں ہیں، ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور جنات نار سے پیدا کیے گئے ہیں، ملائکہ معصوم ہیں ان میں تولد اور تناسل نہیں ہوتا اور نہ ان میں مذکر اور مونث ہوتے ہیں اور جنات اس کے برخلاف ہیں۔ ابلیس جنات میں سے تھا جیسا کہ قرآن مجید میں صراحۃً مذکور ہے، ایک قول یہ ہے کہ ابلیس جنات میں اس طرح ہے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام انسانوں میں ہیں۔ (۸۵)

☆ قرآن مجید میں شیطان کے وسوسہ ڈالنے کے متعلق ہے:

﴿قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۝﴾ (الاعراف ۷: ۱۷: ۱۶)

ترجمہ: شیطان نے کہا: مجھے قسم ہے، جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں (بھی) ضرور ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، پھر میں ضرور آؤں گا، ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

۸۵۔ تاج العروس، ج ۹، ص ۱۶۵

Marfat.com

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنفُسَكُم ﴾ (ابراہیم۱۴:۲۲)

ترجمہ: اور فیصلہ ہو جانے کے بعد شیطان کہے گا: بے شک اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا وہ سچا وعدہ تھا، اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا سو میں نے اس کے خلاف کیا، اور میرا تم پر کوئی تسلط نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو دعوت دی اور تم نے میری بات مان لی، سو اب تم مجھے ملامت نہ کرو اپنے آپ کو ملامت کرو۔

☆ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج تھیں، وہ جانے لگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جلدی نہ کرو حتیٰ کہ میں تم کو چھوڑ دوں، ان کا حجرہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حویلی میں تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ گئے، آپ کو دو انصاری ملے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پھر گزر گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ادھر آؤ! یہ صفیہ بنت حیی ہیں، انہوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح جاری وساری ہے، اور مجھے یہ خدشہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی وسوسہ ڈال دے گا۔(۸۶)

☆ ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے، اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسان کی رگوں میں دوڑنے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ شیطان کے اعوان اور انصار کی کثرت اور اس کے وسوسہ ڈالنے سے کنایہ ہے، یعنی جس طرح انسان سے اس کا خون جدا نہیں ہوتا، اس طرح شیطان بھی الگ نہیں ہوتا۔ ایک قول یہ

۸۶ ۔صحیح بخاری، ج۱، ص۲۷۳

Marfat.com

ہے کہ شیطان انسان کے جسم کے باریک مساموں میں وسوسہ ڈالتا ہے جو کہ اس کے دل تک پہنچ جاتا ہے اور ابن خالویہ نے کہا: کہ شیطان کا انسانوں پر کوئی تسلط اور تصرف نہیں ہے۔(۸۷)

☆ یہ امر کیسے معقول اور منقول ہے کہ شیطان انسان کے اعضاء کے اندر نفوذ کر جاتا ہے اور اس کو وسوسہ ڈالتا ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ ملائکہ اور شیاطین کے متعلق دو قول ہیں:

۱۔ ارواح اگر طاہر ہوں اور عالم روحانیات میں مقدس ہوں تو وہ ملائکہ ہیں، اور اگر ارواح خبیث ہوں اور شر اور فساد کی محرک ہوں تو وہ شیاطین ہیں، اس لحاظ سے شیاطین جسم نہیں ہیں، جو انسان کے اندر دخول کے محتاج ہوں، بلکہ شیطان ایک جوہر روحانی خبیث الفعل ہے جس کی فطرت شر ہے، اور نفس انسانی بھی ایک جوہر روحانی ہے۔ اس لیے یہ بعید نہیں ہے کہ ایک جوہر روحانی دوسرے جوہر روحانی کی طرف وسوسوں اور باطل چیزوں کا القاء کرے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے: کہ ارواح بشریہ، ارواح سماویہ سے استعانت اور اکتساب فیض کرتی ہیں، اگر ارواح سماویہ طیب اور طاہر ہوں تو وہ ملائکہ ہیں اور وہ نیند اور بیداری میں انسان کو جو اعانت کرتی ہیں اس کو الہام کہتے ہیں، اور اگر وہ ارواح شریر، خبیث اور قبیحۃ الاعمال ہوں، تو وہ شیاطین ہیں اور انکی اعانت کو وسوسہ کہتے ہیں۔

۲۔ ملائکہ اور شیاطین اجسام لطیفہ ہیں، اور اجسام لطیفہ کا اجسام کثیفہ میں نفوذ اور حلول مستبعد نہیں ہے۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ انسان کی روح جسم لطیف ہے اس کے باوجود انسان کے بدن میں داخل ہے، اور آگ کوئلہ میں داخل ہو جاتی ہے، پانی پتہ میں

۸۷۔ عمدۃ القاری، ج ۱۱ ص ۱۵۲

Marfat.com

اور تیل تلوں میں داخل ہوتا ہے۔سو اسی طرح شیطان ایک جسم لطیف ہے۔اور وہ انسان کے جسم میں داخل ہوکر وسوسہ اندازی کرتا ہے اور اسکو شر اور فساد کی طرف مائل کرتا ہے۔اس قول کے مطابق ملائکہ اور شیاطین دونوں اجسام لطیفہ ہیں، لیکن شیاطین دھوئیں اور آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔(۸۸)

☆ علامہ شبلی حنفی لکھتے ہیں کہ: نفس میں خفیہ طریقے سے کسی چیز کے القاء کرنے کو وسوسہ کہتے ہیں، وسوسہ ڈالنے والا اپنے کلام کا مکرر سکرر القاء کرتا ہے، قاضی ابو یعلیٰ نے کہا ہے کہ: یہ بھی احتمال ہے کہ وسواس میں ایک کلام مخفی ہو جس کا قلب ادراک کرے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن انسان کو مس کرے، اور انسان کے اجزا میں داخل ہوکر اس کو مخبوط الحواس کردے، بکر بن محمد نے امام احمد سے یہ روایت کیا ہے: کہ جن انسانوں کی زبان سے کلام کرتا ہے، لیکن بعض متکلمین نے کہا: کہ جن انسان کے جسم میں داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ ایک جسم میں دو روحوں کا وجود ممکن نہیں ہے۔(۸۹)

☆ ابن عقیل نے شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی کیفیت میں یہ بیان کیا کہ: شیطان ایک جسم لطیف ہے، وہ انسان کے جسم میں داخل ہوکر اس کے دل میں ردی خیالات القاء کرتا ہے، اور یہی وسوسہ ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ ایک جسم دوسرے جسم میں داخل ہوجائے تو اجسام کا تداخل لازم آئے گا اور یہ ممتنع ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جسم کثیف کا دوسرے جسم کثیف میں تداخل محال ہے، لیکن یہاں ایک جسم لطیف ہے، اور اگر یہ اعتراض ہو کہ جن آگ سے بنا ہے اگر وہ انسان کے جسم میں داخل ہو تو انسان کا جسم جل جانا چاہیے، اس کا جواب یہ ہے کہ جن کی اصل آگ ہے وہ بذاتہ جلانے والی آگ نہیں ہے۔(۹۰)

۸۸۔ تفسیر کبیر، ج۵، ص۲۴۴-۲۴۳ ۸۹۔ اکام المرجان فی احکام الجان، ص۱۶۰

۹۰۔ ایضاً، ص۱۶۲

Marfat.com

☆ اس بحث میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ عوام اور خواص میں یہ مشہور ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہوکراس کی زبان سے بولتا ہے، وہ انسان دوڑتا بھاگتا ہے، چیزوں کو پکڑتا ہے، لیکن یہ اس انسان کا تصرف نہیں ہوتا بلکہ اس جن کا تصرف ہوتا ہے، جب انسان جن کے زیر اثر ہوتو اسکے اعضاء پر اس جن کا تصرف اور تسلط ہوتا ہے، اور اس انسان کے حواس اور مشاعر ماؤف اور معطل ہوجاتے ہیں، اس مسئلہ میں علماء اسلام کی دو آراء ہیں، بعض اس کے جواز کے اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں، ہم نے کتاب اور سنت میں غور کر کے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہوتا ہے اس کو مس کرتا ہے اور اس کو ضرر پہنچاتا ہے، لیکن کتاب اور سنت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ جن انسان کے اعضاء پر متصرف اور مسلط ہو جاتا ہے، بلکہ یہ قول بہت سی قباحتوں کو مستلزم ہے۔(۹۱)

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس (عمل زوجیت کے لیے) جائے، تو یہ دعا کرے بسم اللہ، اے اللہ! ہمیں شیطان سے دور رکھ، اور ہم کو جو اولاد دے اس کو بھی شیطان سے دور رکھ، پھر ان کو اولاد ہوتو اس کو شیطان ضرر نہیں پہنچا سکتا۔(۹۲)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات داخل ہوتو اپنے بچوں کو باہر نہ جانے دو، کیونکہ اس وقت شیطان پھیل جاتے ہیں۔(۹۳)

☆ شیطان میاں بیوی میں جھگڑے کروانے والے کی تعریف وتوصیف کرتا ہے اور اسے شاباش دینے کے لیے گلے لگاتا ہے گویا کہ اس کے نزدیک سب سے بڑا شیطانی کام زوجین میں جھگڑا کروانا ہے۔(۹۴)

۹۱۔ شرح صحیح مسلم، ج ۷، ص ۶۳۹ ۹۲۔ بخاری، ج ۱، ص ۴۶۳

۹۳۔ بخاری، ج ۱، ص ۴۶۳ ۹۴۔ شرح مسلم نووی، ص ۱۶۲۸/۱

Marfat.com

☆ میاں بیوی میں جھگڑے کروانا شیطان کا سب سے پسندیدہ فعل اور مرغوب فعل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس تعلق کو جوڑنے کا حکم دیا ہے، تو شیطان اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں اسے توڑتا ہے۔(۹۵)

☆ شیطان کے کاموں میں میاں بیوی میں جدائی، طلاق، لڑائی جھگڑا اور ایک دوسرے کے بارے غلط فہمیاں پیدا کرنا ہے، یہ بڑے گناہوں میں سے ہے۔(۹۶)

☆ شیطان کا مرکز قیادت سمندر ہے اور زمین پر تین حصے پانی ہے اور ایک حصہ خشکی پر مشتمل ہے۔(۹۷)

☆ شیطان ہر روز جب لشکر بھیجتا ہے تو کہتا ہے کہ: جو مسلمان کو گمراہ کرے گا، میں اسے تاج پہناؤں گا۔(۹۸)

☆ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شیطان کے بڑے مکروفریب میں سے میاں بیوی میں جھگڑا کروانا ہے، اور اس سے ابلیس خوش ہوتا ہے، کیونکہ میاں بیوی کے جھگڑے کی وجہ سے بہت سارے فسادات کھڑے ہوجاتے ہیں اور بہت سارے لوگ اس کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ (۹۹)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ ابلیس، جنات اور دوسرے شیاطین ایک حقیقت ہیں اور وجود رکھتے ہیں۔

☆ ابلیس اور دیگر شیاطین پانیوں میں زیادہ ٹھکانہ رکھتے ہیں۔

☆ شیاطین میاں بیوی میں لڑائی جھگڑے کرواتے ہیں۔

☆ شیاطین کا سب سے محبوب مشغلہ زوجین میں لڑائی کروانا اور غلط فہمیاں

۹۵۔ اکمال المعلم، ج۸،ص۳۵۱ ۹۶۔ ایضاً

۹۷۔ ایضاً ۹۸۔ ایضاً ۹۹۔ تکملہ فتح الملھم، ج۶،ص۸۳

Marfat.com

پیدا کرنا ہے۔

☆ میاں بیوی کے درمیان جدائی اور طلاق سے شیطان خوش ہوتا ہے۔

☆ لڑائی جھگڑے اور طلاق سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

☆ میاں بیوی کے جھگڑے اور وقوع طلاق سے بہت ساری خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور کئی خاندان اور گھرانے متاثر ہوتے ہیں، رشتہ داریاں ٹوٹتی ہیں، صلہ رحمی ختم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ملانے کا حکم دیتا ہے اور شیطان یہ تعلق ختم کروانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی لیے شیطان کو وہ چیلہ زیادہ پسند اور محبوب ہوتا ہے جو میاں بیوی میں جھگڑا کرواتا ہے۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس حدیث مبارکہ میں عائلی زندگی کے بارے میں تین اصول مترشح ہوتے ہیں:

۱۔ میاں بیوی کا رشتہ محض دو افراد کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ اس سے کئی خاندان اور افراد وابستہ ہوتے ہیں، جو کہ بلاواسطہ یا بالواسطہ اس سے متاثر ہوتے ہیں اور بعض دفعہ اس کے اثرات کئی نسلوں تک چلتے ہیں۔ اس لیے میاں بیوی دونوں کو ہر قدم پر انتہائی سوچ و بچار کے بعد قدم اٹھانا چاہیے۔

۲۔ زوجین کے درمیان عداوت، لڑائی جھگڑا اور پھر طلاق کرانا شیطان کا سب سے مکروہ فعل ہے، جس پر وہ سب سے زیادہ فرحت محسوس کرتا ہے۔ اس لیے ان معاملات کو ظاہری اسباب وعدل سے ہٹ کر اس تناظر میں بھی دیکھنا چاہیے۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان شیطانی شکنجوں سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے، شیطان کا ہتھیار نہ بنے، بلکہ اس کے مکر و فریب کا احسن انداز سے توڑ کرے۔

۳۔ آج مسلم معاشروں میں بھی طلاق کا رواج ہوتا جا رہا ہے، جو کہ انسانی رویوں

Marfat.com

کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو انتہائی ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے اور شیطان اس کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمیں چاہیے کہ ہم رشتوں کو جوڑ کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں اور مسلم معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کریں۔

ذبیح اللہ حضرت اسماعیل تھے یا حضرت اسحاق؟

۳۰۔ ثنا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْوَاقِدِيُّ، قَالَ :قَدِ اخْتَلَفَ عَلَيْنَا فِي إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ أَيُّهُمَا أَرَادَ إِبْرَاهِيمُ أَنْ يَذْبَحَ، وَأَيْنَ أَرَادَ ذَبْحَهُ بِمِنًى أَمْ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ فَكَتَبْتُ كُلَّمَا سَمِعْتُ مِنَ ذَلِكَ مِنْ أَخْبَارِ الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي سَبْرَةَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ مِنْ وَلَدِ مَالِكِ الدَّارِ وَكَانَ مَوْلًى لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ :سَأَلْتُ خَوَّاتَ بْنَ جُبَيْرٍ الْأَنْصَارِيَّ، عَنْ ذَبِيحِ اللَّهِ أَيُّهُمَا كَانَ؟ فَقَالَ :إِسْمَاعِيلُ، لَمَّا بَلَغَ إِسْمَاعِيلُ سَبْعَ سِنِينَ رَأَى إِبْرَاهِيمُ فِي النَّوْمِ فِي مَنْزِلِهِ بِالشَّامِ أَنَّهُ يَذْبَحُ إِسْمَاعِيلَ فَرَكِبَ إِلَيْهِ عَلَى الْبُرَاقِ حَتَّى جَاءَهُ فَوَجَدَهُ عِنْدَ أُمِّهِ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ وَمَضَى بِهِ لِمَا أُمِرَ بِهِ وَجَاءَهُ الشَّيْطَانُ فِي صُورَةِ رَجُلٍ يَعْرِفُهُ، فَقَالَ :يَا إِبْرَاهِيمُ، أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ إِبْرَاهِيمُ :فِي حَاجَتِي .قَالَ: تُرِيدُ أَنْ تَذْبَحَ إِسْمَاعِيلَ .قَالَ إِبْرَاهِيمُ :أَرَأَيْتَ وَالِدًا يَذْبَحُ وَلَدَهُ؟ قَالَ :نَعَمْ، أَنْتَ، قَالَ إِبْرَاهِيمُ :وَلِمَ؟ قَالَ :تَزْعُمُ أَنَّ اللَّهَ أَمَرَكَ بِذَلِكَ، قَالَ إِبْرَاهِيمُ :فَإِنْ كَانَ اللَّهُ أَمَرَنِي أَطَعْنَا لِلَّهِ وَأَحْسَنْتُ ، فَانْصَرَفَ عَنْهُ وَجَاءَ إِبْلِيسُ إِلَى هَاجَرَ فَقَالَ :أَيْنَ ذَهَبَ إِبْرَاهِيمُ بِابْنِكِ؟ قَالَتْ :ذَهَبَ فِي حَاجَتِهِ، قَالَ :فَإِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَذْبَحَهُ، قَالَتْ :وَهَلْ رَأَيْتَ وَالِدًا يَذْبَحُ وَلَدَهُ؟ قَالَ :هُوَ يَزْعُمُ أَنَّ اللَّهَ أَمَرَهُ بِذَلِكَ، قَالَتْ :فَقَدْ أَحْسَنَ حَيْثُ أَطَاعَ اللَّهَ، ثُمَّ أَدْرَكَ

Marfat.com

إِسْمَاعِيلَ فَقَالَ :يَا إِسْمَاعِيلُ أَيْنَ يَذْهَبُ بِكَ أَبُوكَ؟ قَالَ :لِحَاجَتِهِ، قَالَ :فَإِنَّهُ يَذْهَبُ بِكَ لِيَذْبَحَكَ، قَالَ :وَهَلْ رَأَيْتَ وَالِدًا قَطُّ يَذْبَحُ وَلَدَهُ؟ قَالَ :نَعَمْ هُوَ، قَالَ :وَلِمَ؟ قَالَ :يَزْعُمُ أَنَّ اللَّهَ أَمَرَهُ بِذَلِكَ، قَالَ إِسْمَاعِيلُ :فَقَدْ أَحْسَنَ حَيْثُ أَطَاعَ رَبَّهُ، قَالَ :فَخَرَجَ بِهِ حَتَّى انْتَهَى بِهِ إِلَى مِنًى حَيْثُ أُمِرَ، ثُمَّ انْتَهَى إِلَى مَنْحَرِ الْبُدْنِ الْيَوْمَ، فَقَالَ :أَبُنَيَّ، إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَذْبَحَكَ ، قَالَ إِسْمَاعِيلُ: فَأَطِعْ فَإِنَّ طَاعَةَ رَبِّكَ كُلُّ خَيْرٍ، ثُمَّ قَالَ إِسْمَاعِيلُ :هَلْ أَعْلَمْتَ أُمِّي بِذَلِكَ؟ قَالَ :لَا ، قَالَ :أَصَبْتَ، إِنِّي أَخَافُ أَنْ تَحْزَنَ وَلَكِنْ إِذَا قَرَّبْتَ السِّكِّينَ مِنْ حَلْقِي فَأَعْرِضْ عَنِّي، فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ تَصْبِرَ وَلَا تَرَانِي فَفَعَلَ إِبْرَاهِيمُ، فَجَعَلَ يَحُزُّ فِي حَلْقِهِ، فَإِذَا الْحَزُّ فِي نُحَاسٍ مَا يَحْتَكُّ الشَّفْرَةُ فَشَحَذَهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً بِالْحَجَرِ كُلُّ ذَلِكَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَحُزَّ، قَالَ إِبْرَاهِيمُ :إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ مِنَ اللَّهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ ، فَإِذَا بِوَعْلٍ وَاقِفٍ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ :قُمْ يَا بُنَيَّ فَقَدْ نَزَلَ فِدَاكَ فَذَبَحَهُ هُنَاكَ بِمِنًى (۱۰۰)

(التعليق -من تلخيص الذهبي) - ما للواقدي وللصحاح

۱۔ سند مستدرک حاکم:

حدثناه ابوعبدالله محمدبن احمدالاصبهاني ثناالحسن ثناالحسين بن الفرج ثناابوعبدالله الواقدي۔۔۔حدثني ابن ابي بسرة عن ابي مالك (ولدمالك الدارومولى عثمان بن عفان)عن عطاء بن يسار قال سألت خوات بن جبير الانصاري ۔۔۔ف قال:

۱۰۰۔ مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، رقم ۴۰۹۴، ج ۳، ص ۴۲۶

Marfat.com

۲۔نقدرجال:

ا۔ابوعبداللہ محمد بن احمد الاصبھانی:

ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم القطان اصبھانی(م:۳۱۵ھ) ہے۔آپ رواۃ کے بارہویں طبقہ سے شیخ،ثقہ،کثیرالحدیث راوی ہیں۔/ح

(الف):ابن حیان،عبداللہ بن محمد،ابومحمد،طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیھا،ج۴،ص۳۳۵،دارالکتب العلمیہ،بیروت،لبنان،ط۱،۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

(ب):لسان المیزان،ج۶،ص۵۴۱

۲۔الحسن:

پورانام ابوعلی الحسن بن محمد بن عبداللہ بن شعبۃ الانصاری بغدادی(م:۳۱۳) ہے۔آپ رواۃ کے بارہویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔/ان

(الف)تہذیب الکمال،ج۲،ص۴۲۴ (ب)تاریخ الخطیب،ج۷،ص۴۱۵

(ج)میزان الاعتدال،ج۱،ص۵۲۰ (د)تہذیب التہذیب،ج۲،ص۳۱۷

۳۔الحسین بن الفرج:

پورانام حسین بن فرج خیاط ہے۔یہ ضعیف روای ہیں۔البتہ مغازی میں ان کی روایات معتبر ہیں۔/ان

(الف)لسان المیزان،ج۳،ص۲۰۰ (ب)طبقات الاصبھانیین،ج۲،ص۲۰۰

(ج)ضعفاء ابن جوزی،ج۱،ص۲۱۶ (د)اجوبۃ ابی زرعۃ،ج۲،ص۳۵۱

۴۔ابوعبداللہ الواقدی:

پورانام قاضی ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد اسلمی واقدی مدنی بغدادی (م:۲۰۷ھ) ہے۔آپ مغازی وسیر کے بہت بڑے عالم تھے لیکن رواۃ کے نویں طبقہ

Marfat.com

سے متروک ضعیف روای ہیں۔/ق ن

(الف) تاریخ صغیر بخاری، ج ۲، ص ۳۱۱ (ب) الکامل، ج ۶، ص ۲۴۱

(ج) ضعفاء العقیلی، ج ۴، رقم ۱۶۶۶ (د) احوال الرجال، ص ۲۲۸

۵۔ابن ابی سبرۃ:

پورا نام ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابوسبرہ بن ابورھم بن عبدالعزیٰ قرشی عامری مدنی (م:۱۶۲ھ) ہے۔بعض نے ان کا نام عبداللہ اور محمد بھی ذکر کیا ہے۔آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ضعیف متروک راوی ہیں۔/ق ن

(الف) العلل لابن حنبل، ج ۱، ص ۱۷۸ (ب) علل ابن مدینی، ص ۱۶۶

(ج) الضعفاء، ص ۶۶۶ (د) المجروحین، ج ۳، ص ۱۴۷

۶۔ابی مالک:

پورا نام ابومالک مالک بن ثعلبہ بن ابومالک قرظی ہے۔آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے مقبول راوی ہیں۔/د ن

(الف) تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۳۱ (ب) تاریخ کبیر بخاری، ج ۹، ص ۶۲۵

(ج) الجرح والتعدیل، ج ۹، رقم ۲۱۷۱ (د) تہذیب الکمال، ج ۹، ص ۴۶۳

۷۔عطاء بن یسار:

پورا نام محمد عطاء بن یسار قاص ہلالی مدنی (م:۹۴ھ) ہے۔آپ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے غلام ہیں۔آپ سلیمان بن یسار، عبداللہ بن یسار اور عبدالملک بن یسار کے بھائی ہیں۔آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ صغار سے ثقہ فاضل راوی ہیں۔/۸

(الف) تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی، ص ۶۳۱ (ب) التاریخ الکبیر، ج ۶، رقم ۲۹۹۰

(ج) تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۴۰۶ (د) میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۵۶۵۴

۸۔خوات بن جبیر الانصاری:

پورا نام ابوعبداللہ خوات بن جبیر بن نعمان انصاری (م:۴۰ھ) ہے۔آپ

Marfat.com

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ غزوہ بدر کے موقع پر موجود تھے لیکن شرکت نہیں کی۔/م ن

(الف) تہذیب الکمال، ج ۳، ص ۳۵۶ (ب) تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۲۲۵

(ج) اسد الغابہ، ج ۲، ص ۱۲۵ (د) الاستیعاب، ج ۲، ص ۴۵۵

حکم: یہ حدیث اس سند سے محمد بن عمر واقدی اسدی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ علماء کی اکثریت نے اسی بات پر اعتماد کیا اور ثابت کیا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس قول پر مزید آثار و شواہد اکٹھے کیے ہیں اور اس حدیث کو حدیث صحیح مقطوع لکھا ہے۔

(الف) مختصر استدراک، ج ۲، ص ۱۰۱۱-۱۰۱۳ (ب) تفسیر القرآن لابن کثیر، ج ۴، ص ۱۷-۱۸

ترجمہ: حضرت ابو عبداللہ واقدی سے روایت ہے:

ہمارے درمیان اس بات پر اختلاف ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یا حضرت اسحاق علیہ السلام کو؟ اور ذبح منیٰ میں کیا تھا یا بیت المقدس میں؟ اس سلسلہ میں مجھے جو بھی روایت ملی وہ میں نے لکھ لی۔ مجھ سے ابن سبرہ نے، انہوں ابو مالک (جو مالک الدار کی اولاد سے ہیں اور حضرت عثمان غنی کے غلام ہیں)، انہوں نے حضرت عطا بن یسار کے حوالے سے حدیث بیان کی کہ: میں نے حضرت خوات بن جبیر انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا! دونوں میں سے ذبیح کون تھے؟

حضرت خوات بن جبیر نے وضاحت فرمائی: کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، جب حضرت اسماعیل علیہ السلام سات سال کے ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام میں خواب دیکھا، کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام اسی وقت براق پر سوار ہو کر بیٹے کے پاس پہنچے، وہ اپنی ماں کے پاس تھے، آپ علیہ السلام نے

Marfat.com

ان کو ساتھ لیا اور ذبح کرنے کے لیے چل دیے۔ تب شیطان ایک عام آدمی کی صورت میں آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ علیہ السلام نے کہا ایک کام سے جا رہا ہوں۔ شیطان نے کہا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا ارادہ ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: کیا باپ بھی بیٹے کو ذبح کرتا ہے؟ اس نے کہا: کہ آپ کا گمان ہے کہ تمہیں اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے تو ہمیں اللہ کی اطاعت کرنی چاہیے۔ اور میں اسی پر خوش ہوں۔ شیطان یہ جواب سن کر وہاں سے بھاگا اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس آیا اور کہا: کہ ابراہیم تیرے بیٹے کے ساتھ کہاں گیا ہے؟ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا: کہ وہ اپنے کام سے گئے ہیں۔ شیطان نے کہا: کہ ان کا ارادہ بیٹے کو ذبح کرنے کا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا کہ کبھی باپ بھی بیٹے کو ذبح کرتا ہے؟ شیطان نے کہا: کہ ان کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ حکم دیا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا تو بہت ہی اچھی بات ہے۔

پھر شیطان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس پہنچا اور پوچھا: اے اسماعیل! تیرا باپ تجھے کہاں لے کر جا رہا ہے؟ آپ نے جواب دیا: اپنے کام سے۔ شیطان نے کہا: وہ تمہیں ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: کبھی باپ نے بھی بیٹے کیساتھ ایسا کیا ہے؟ شیطان نے کہا: کہ ہاں! وہ ایسا ہی کرنے والا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا: وہ ایسا کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ شیطان نے کہا: ان کا گمان ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: ایسی صورت میں تو وہ اپنے رب کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں اور یہ بہت ہی اچھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر میدان منیٰ میں، پھر اس جگہ جہاں آج قربانی کی جاتی ہے، پہنچے۔ یہاں پہنچ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہیں ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام

Marfat.com

نے کہا: کہ اپنے رب کی فرمانبرداری کیجئے۔ کیونکہ آپ کے رب کی فرمانبرداری میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا: کیا میری ماں کو اس کا پتہ ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: کہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ آپ مجھے اس حالت میں دیکھ کر غم زدہ ہوں گے، اس لیے میری گردن پر چھری چلائیں تو اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیجئے گا۔ کیونکہ اس صورت میں آپ صبر کر سکیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور چھری گردن پر چلا دی، لیکن چھری نے کچھ نہ کاٹا، آپ علیہ السلام نے دو تین دفعہ چھری کو پتھر پر رگڑا اور پھر چلایا، لیکن چھری نے نہ کاٹا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا! یہ اللہ کے حکم سے ایسا ہے۔ آپ علیہ السلام نے سر اٹھایا تو ایک مینڈھا اپنے قریب کھڑا ہوا پایا۔ آپ علیہ السلام نے کہا: اے بیٹے! اٹھ! یہ آپ کے بدلے میں اترا ہے۔ پس آپ نے اس مینڈھے کو مقام منیٰ میں ذبح کیا۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ اس واقعہ کو اجمالاً قرآن مجید میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ: (پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارض مقدس میں پہنچ کر دعا کی) اے میرے رب! صالحین میں سے مجھے ایک (فرزند) عطا فرما۔ پس ہم نے انہیں بڑے بردبار بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) کی بشارت دی۔ پھر جب وہ ان کے ساتھ دوڑ کر چل سکنے (کی عمر) کو پہنچ گیا تو (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا: اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، سو غور کرو کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ (اسماعیل علیہ السلام نے) کہا: ابا جان! وہ کام (فوراً) کر ڈالیے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پاؤ گے۔ پھر جب دونوں (رضائے الٰہی کے سامنے) جھک گئے (یعنی دونوں نے مولا کے حکم کو تسلیم کر لیا اور ابراہیم (علیہ السلام) نے اسے پیشانی کے بل لٹا دیا۔ اور ہم نے اسے ندا دی کہ اے ابراہیم! (علیہ السلام)۔ واقعی تم نے اپنا

Marfat.com

خواب سچا کر دکھایا۔ بے شک ہم محسنوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ بہت بڑی کھلی آزمائش تھی۔ اور ہم نے ایک بہت بڑی قربانی کے ساتھ اس کا فدیہ کر دیا۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کا ذکر خیر برقرار رکھا۔ سلام ہو ابراہیم (علیہ السلام) پر۔ ہم اسی طرح محسنوں کو صلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے (کامل) ایمان والے بندوں میں سے تھے۔ (الصّٰفّٰت: ۳۷: ۱۰۰۔ ۱۱۳)

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جنت سے ایک مینڈھا باہر لایا گیا، جو چالیس سال سے جنت میں چر رہا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو بھیج دیا، پھر جمرہ اولیٰ پر گئے اور وہاں سات کنکریاں ماریں، پھر جمرہ وسطیٰ پر گئے اور وہاں سات کنکریاں ماریں، پھر جمرہ کبریٰ پر گئے اور وہاں ساتھ کنکریاں ماریں، پھر منیٰ میں قربانی کی جگہ گئے اور وہاں اس مینڈھے کو ذبح کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک اوائل میں اس مینڈھے کا سر، اس کے دو سینگوں کے ساتھ، میزابِ کعبہ کے ساتھ لٹکا ہوا تھا اور اس کا سر سوکھ کر خشک ہو چکا تھا۔ (۱۰۱)

☆ امام بن طبری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کے افعال ادا کرنے کا حکم دیا گیا تو شیطان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جمرۃ العقبہ پر لے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پھر شیطان آیا، تو آپ علیہ السلام نے سات کنکریاں ماریں تو وہ شیطان چلا گیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے تو جمرہ وسطیٰ کے پاس شیطان آیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر اس کو ساتھ کنکریاں ماریں تو شیطان چلا گیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل لٹا دیا

۱۰۱۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۱، ص ۱۹۵

Marfat.com

حضرت اسماعیل علیہ السلام پر سفید قمیص تھی، انہوں نے کہا: اے ابا جان! میرے پاس اس کے علاوہ کوئی قمیص نہیں ہے جس میں آپ مجھے کفن دیں، آپ اس کو اتار کر رکھ لیں اور اسی میں مجھ کو کفن دیں، پھر اچانک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو ایک بڑی آنکھوں والا اور سفید سینگھوں والا مینڈھا کھڑا ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مینڈھے کو ذبح کر دیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم اسی وجہ سے اسی طرح کا مینڈھا قربانی کے لئے تلاش کرتے ہیں۔ (۱۰۲)

☆ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: کہ جس مینڈھے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا تھا، وہ اسی کی نسل سے تھا، جس کی حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے نے قربانی کی تھی، اور ان کی قربانی قبول کر لی گئی تھی، اور وہ مینڈھا سرمگیں تھا اور اس کا اون سرخ رنگ کا تھا۔ (۱۰۳)

☆ امام عبدالرحمان بن علی الجوزی (۱۰۴) اور امام محمد بن محمد ابن الاثیر الجزری (۱۰۵) نے بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کیے جانے کے واقعہ کو اسی طرح بیان کیا ہے۔

☆ مفسرین میں سے امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری (۱۰۶) اور امام الحسین بن مسعود البغوی (۱۰۷) اور علامہ علاؤالدین علی بن الخازن (۱۰۸) نے بھی اس واقعہ کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ علامہ زمخشری (۱۰۹) نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

۱۰۲۔ تفسیر ابن جریر، ج ۶، ص ۱۷۱ ۔ ۱۰۳۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۱، ص ۱۹۶

۱۰۴۔ ابن جوزی، عبدالرحمان بن علی، المنتظم، ج ۱، ص ۱۶۸۔۱۶۷ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۰۵۔ ابن اثیر محمد بن محمد، جزری، الکامل فی التاریخ، ج ۱، ص ۶۴۔۴۳، دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۰ھ

۱۰۶۔ ثعلبی، احمد بن ابراہیم، ابو اسحاق، الکشف والبیان، ج ۸، ص ۱۵۵۔ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۲ھ

۱۰۷۔ بغوی، حسین بن مسعود، امام، معالم التنزیل، ج ۴، ص ۳۷۔۳۶، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ

۱۰۸۔ خازن، علی، علاؤالدین، لباب التاویل، ج ۴، ص ۲۴۔۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ

۱۰۹۔ الکشاف ج ۴، ص ۵۷

Marfat.com

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جس مینڈھے کو ذبح کیا گیا تھا اس کے متعلق مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس کے سینگ کعبہ میں میزاب کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔اس کا ذکر اس حدیث میں بھی ہے:

حضرت صفیہ بن شیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے بتایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا، میں نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں بلوایا تھا؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب میں بیت اللہ میں داخل ہوا تو میں نے وہاں پر ایک مینڈھے کے دو سینگ دیکھے، میں تم سے یہ کہنا بھول گیا کہ تم ان سینگوں کو ڈھانپ دو، کیونکہ بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے، جو نمازی کو مشغول کرالے، سفیان نے کہا: وہ دونوں سینگ بیت اللہ میں رکھے رہے، حتیٰ کہ جب بیت اللہ میں آگ لگی تو وہ سینگ بھی جل گئے۔(۱۱۰)

☆ اصمعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو عمرو بن العلاء سے پوچھا کہ ذبیح کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: اے اصمعی! تمہاری عقل کہاں چلی گئی! حضرت اسحاق مکہ میں کب آئے تھے؟ مکہ میں تو صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔انہوں نے ہی اپنے والد گرامی کے ساتھ مل کر کعبہ کی تعمیر کی تھی، اور قربان گاہ بھی مکہ میں ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ صابرین میں سے ہیں، نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی: فرمایا:

۱۱۰۔ i۔مسند احمد، رقم: ۱۶۲۰۱، ۱۶۶۳۷، ج ۴، ص ۶۹

ii۔البدایہ والنہایہ، ج ۱، ص ۲۳۵ iii۔الدر منثور، ج ۷، ص ۱۰۰

Marfat.com

﴿وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ٥﴾
(الانبیاء۲۱:۸۵)

ترجمہ : اور اسماعیل (علیہ السلام) اور ادریس (علیہ السلام) اور ذوالکفل (علیہ السلام) یہ سب صابر (نبی) تھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا صبر یہ تھا کہ انہوں نے اپنے ذبح کیے جانے پر صبر کیا تھا۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ صادق الوعد تھے، فرمایا:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا٥﴾ (مریم۱۹:۵۴)

ترجمہ: اور اس کتاب میں (حضرت) اسماعیل (علیہ السلام) کا ذکر کریں، وہ وعدے کے بہت سچے تھے اور وہ رسول اور نبی تھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صادق الوعد اس لیے فرمایا کہ انہوں نے اپنے والد سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ذبح کے وقت صبر کریں گے، سو انہوں نے اپنے اس وعدے کو سچا کر دکھایا، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ٥﴾ (الصّٰفّٰت:۳۷:۱۱۲)

ترجمہ: اور ہم نے ان کو اسحاق نبی کی بشارت دی جو صالحین میں سے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم کیوں کر دیتا، جب کہ وہ ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کو نبی بنانے کی بشارت دے چکا تھا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ٥﴾ (الھود۱۱:۷۱)

ترجمہ: سو ہم نے (ابرہیم علیہ السلام کی زوجہ سارہ کو) اسحاق (علیہ السلام) کی بشارت دی اور

Marfat.com

اسحاق (علیہ السلام) کے بعد حضرت یعقوب (علیہ السلام) کی بشارت دی۔ تو حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جا سکتا تھا؟ جب کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی فرما چکا تھا کہ اسحاق علیہ السلام کی پشت اور ان کی نسل سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اس بشارت کے پورا ہونے سے پہلے ان کو ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا جا سکتا تھا۔

نیز احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح ہوا تھا، اس کے سینگ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ اگر حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح ہوتے تو اس مینڈھے کے سینگ بیت المقدس میں رکھے ہوئے ہوتے۔ (۱۱۱)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس بردبار بیٹے کی بشارت دی گئی ہے وہ حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کا اور تمام اہل کتاب کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام عمر میں حضرت اسحاق علیہ السلام سے بڑے ہیں۔ بلکہ اہل کتاب کی کتابوں میں (مثلاً تورات میں) یہ تصریح ہے کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی (۸۶) سال تھی۔ جس وقت حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ننانوے (۹۹) سال تھی۔ ان کے نزدیک یہ بات مقرر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کریں۔ اس کے باوجود انہوں نے کذب اور بہتان سے کام لیتے ہوئے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح کہا۔ ان کا یہ قول اس لئے صحیح نہیں کہ یہ خود تورات کی تصریح کے خلاف ہے۔ انہوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اس لئے کہا ہے کہ: وہ اسرائیلیوں کے والد ہیں اور حضرت

۱۱۱۔ الجامع الاحکام القرآن، ج ۱۵، ص ۹۲۔۹۱

Marfat.com

اسماعیل علیہ السلام عربوں کے والد تھے۔اس لئے انہوں نے عربوں سے حسد رکھنے کی بناء پر یہ تحریف کی۔انہوں نے اکلوتے بیٹے کا یہ معنیٰ کیا کہ اس وقت وہ بیٹا باپ کے پاس نہ ہو، کیونکہ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام مکۃ المکرمہ میں اپنی ماں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس تھے۔ حالانکہ اکلوتے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس وقت باپ کا صرف ایک ہی بیٹا ہو اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا، تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صرف ایک ہی بیٹا تھا۔ اور وہ صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ نیز پہلوٹھی کا بیٹا دوسرے بیٹوں کی نسبت زیادہ پیارا اور عزیز ہوتا ہے۔ اس لیے اگر بیٹے کو ذبح کرانے سے باپ کا امتحان اور آزمائش مقصود ہے تو آزمائش کے زیادہ قریب یہ ہے کہ پہلوٹھی کے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا جائے اور چونکہ پہلوٹھی کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔اس لیے ذبیح بھی وہی ہیں۔(۱۱۲)

☆ اہل علم کی ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔حتیٰ کہ یہ قول بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے۔اس کا ذکر قرآن میں ہے نہ سنت میں، اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ قول اسرائیلیات سے منقول ہے۔بعض مسلم علماء نے بغیر کسی دلیل کے اس قول کو اختیار کر لیا۔اللہ تعالیٰ کی کتاب اس طرف راہنمائی کر رہی ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔کیونکہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک بردبار بیٹے کی بشارت دی ہے اور پھر ان کے ذبح ہونے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔اور اس کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی ہے اور جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی تو کہا: ہم آپ کو علم والے بیٹے کی بشارت دیتے ہیں۔(۱۱۳)

۱۱۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۱۶ ۱۱۳۔ ایضاً

Marfat.com

☆ القرظی بیان کرتے ہیں کہ علماء یہود میں سے ایک عالم مسلمان ہو گیا اور اس نے اسلام میں بہت نیک کام کیے۔ اس سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے پوچھا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے کون سے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس نے کہا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کو، پھر اس نے کہا: اے امیر المومنین! یہود کو بھی اس حقیقت کا علم ہے لیکن وہ آپ عرب لوگوں سے حسد کرتے ہیں کہ آپ کے باپ کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہو اور وہ جھوٹ بیان کرتے ہیں کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام بن حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (۱۱۴)

☆ تورات کی آیات میں بھی یہ ثابت ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں:

درج ذیل آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے بیٹے اور پہلوٹھی بیٹے تھے۔

اور ابرام کی بیوی ساری کے کوئی اولاد نہ ہوئی ہ اس کی ایک مصری لونڈی تھی، جس کا نام ہاجرہ تھا ہ اور ساری نے ابرام سے کہا کہ دیکھ خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے سو تو میری لونڈی کے پاس جا، شاید اس سے میرا گھر آباد ہو۔ اور ابرام نے ساری کی بات مانی ہ اور ابرام کو ملک کنعان میں رہتے ہوئے دس برس ہو گئے تھے، جب اس کی بیوی ساری نے اپنی مصری لونڈی اسے دی کہ اس کی بیوی بنے ہ اور وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور جب اسے معلوم ہوا کہ وہ حاملہ ہوئی تو اپنی بی بی کو حقیر جاننے لگی ہ (۱۱۵)

☆ اور خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا: کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام اسماعیل رکھنا، اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا ہے۔ (۱۱۶)

۱۱۴۔ معالم التنزیل، ج۴، ص۳۶

۱۱۵۔ پیدائش، باب: ۱۶، آیت ۴۔۱، تورات، ص۱۶ ۱۱۶۔ ایضاً، آیت ۱۱

Marfat.com

☆ اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا اسماعیل رکھا ٥ اور جب ابرام سے ہاجرہ کے اسماعیل پیدا ہوا تو ابرام چھیاسی برس کا تھا ٥ (۱۱۷)

ان آیات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے ہیں۔ اور مندرجہ ذیل آیات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پیدا ہونے کے بعد حضرت سارہ علیہا السلام سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

☆ اور خدا نے ابراہام سے کہا کہ ساری جو تیری بیوی ہے سو اس کو ساری نہ پکارنا، اس کا نام سارہ ہوگا ٥ اور میں اسے برکت دوں گا اور اس سے بھی تجھے ایک بیٹا بخشوں گا، یقیناً میں اسے برکت دوں گا کہ قومیں اس کی نسل سے ہوں گی اور عالم کے بادشاہ اس سے پیدا ہوں گے ٥ تب ابراہام سرنگوں ہوا اور ہنس کر دل میں کہنے لگا

کہ کیا سو برس کے بڈھے سے کوئی بچہ پیدا ہوگا اور سارہ کے جو نوے برس کی ہے اولاد ہوگی؟ ٥ اور ابراہام کے خدا نے کہا: کہ کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے ٥ تب خدا نے فرمایا بیشک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہوگا تو ان کا نام اضحاق رکھنا اور میں اس سے اور اس کی اولاد سے اپنا عہد جو ابدی ہے باندھوں گا ٥ (۱۱۸)

☆ حسب ذیل آیات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے اکلوتے بیٹے کی قربانی کرنے کا حکم دیا گیا۔

ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ خدا نے ابراہیم کو آزمایا اور اسے کہا: اے ابراہیم! اس نے کہا: میں حاضر ہوں ٥ تب اس نے کہا: کہ تو اپنے بیٹے اسحاق کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے، ساتھ لے کر موریاہ کے ملک میں جا اور وہاں اسے

۱۱۷۔ ایضاً ۱۱۸۔ پیدائش، باب: ۱۷، آیت ۱۵۔۱۹، توراۃ، ص ۱۷۔۱۶

Marfat.com

پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر، جو میں تجھے بتاؤں گا سوختنی قربانی کے طور پر چڑھاo (۱۱۹)

☆ آیات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے اکلوتے بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا تھا، اور حضرت اسحاق علیہ السلام ان کے اکلوتے بیٹے نہ تھے، کیونکہ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی موجود تھے جو ان سے چودہ سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور وہی اکلوتے تھے۔ یہودیوں نے تورات کی اس آیت میں تحریف کر کے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام ڈال دیا۔ لیکن اس آیت میں اکلوتے کا لفظ ان کی تحریف کی چغلی کھا رہا ہے۔ (۱۲۰)

☆ جب وہ فرزند تیرہ یا چودہ برس کا ہو گیا تو ایک نیا امتحان شروع ہوا۔ ایک رات آپ علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ آپ علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب بھی بمنزلۂ وحی ہوتے ہے۔ اس لیے آپ علیہ السلام سمجھ گئے کہ میرا خداوند کریم مجھے اپنا فرزند ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ فوراً اپنے لخت جگر کو فرمان خداوندی پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر ایک بچہ دے کر مولا کریم کی رضا حاصل ہو جائے تو یہ سودا بڑا سستا ہے۔ آپ علیہ السلام نے سارا ماجرا اپنے نوخیز بچے کو بھی بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ: **فانظر ماذا تریٰ**۔ اب تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔ آپ علیہ السلام ان الفاظ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مشورہ نہیں پوچھ رہے، تاکہ اس کی مرضی نہ ہو تو تعمیل حکم سے معذرت کر دی جائے۔ بلکہ محض اپنے بیٹے کا امتحان مقصود تھا کہ، جس بیٹے نے خلیل اللہ علیہ السلام کی گود میں پرورش پائی ہے، اور ہاجرہ کا دودھ پیا ہے، اور جس کو روزِ اول سے ہی یہی درس دیا جاتا رہا کہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے اگر جان بھی

۱۱۹۔ پیدائش، باب: ۲۲، آیت ۲-۱، تورات، ص ۲۱

۱۲۰۔ تبیان القرآن ج ۹، ص ۹۱۹-۹۲۳

Marfat.com

دینی پڑے تو اس میں ذرا تامل نہ کرنا۔ اب یہ بچہ تیرا چودہ سال کی عمر کو پہنچ گیا ہے، ذرا دیکھیں اس شبانہ روز تربیت کا اس پر کیا اثر ہوا؟ نیز آپ علیہ السلام اس ثواب بلکہ امتحان میں اپنے فرزند کو بھی برابر کا شریک کرنا چاہتے تھے تاکہ کامیابی کی صورت میں رضائے الٰہی کا تاج صرف باپ کے سر پر نہ جگمگائے، بلکہ باپ بیٹا دونوں اس عزت و شرف سے سعادت اندوز ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جب یہ خواب بیان کیا تو اس پیکر تسلیم و رضا نے جو جواب دیا وہ قرآن کریم کے الفاظ میں ہی پڑھ لیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ إِن شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ ٥﴾

(الصافات ۳۷:۱۰۲)

ترجمہ: اے میرے بزرگ باپ! حکم الٰہی کی تعمیل فوراً فرمایئے۔ باقی رہا میں، تو مجھے آپ صابروں میں سے پائیں گے۔

اور انشاء اللہ کے کلمات کا اضافہ کر کے اپنے مقام عبدیت اور نیاز کو چار چاند لگا دیے۔ میں صبر کروں گا لیکن تب جب میرے رب کو منظور ہوا۔ یعنی اگر میں نے مقام رضا میں کامیابی حاصل کر لی اور اس نازک امتحان میں سرخرو ہوا تو اس میں میرا کوئی کمال نہ ہوگا۔ محض میرے رب کا احسان اور کرم ہوگا کہ مجھے صابر بننے کی توفیق عطا فرمائی۔
جس اسلام کی دعوت حضرت ابراہیم علیہ السلام دیا کرتے تھے اس کا عملی مظاہرہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس ادا سے زیادہ حسین اور دلکش کیونکر پیش کیا جاسکتا ہے۔ شاعر مشرق نے یوں ہی تو نہیں کہا:

یہ مکتب کی کرامت تھی یا کہ فیضان نظر تھا
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی (۱۲۱)

۱۲۱۔ علامہ اقبال، محمد، ڈاکٹر، بالِ جبریل، ص ۱۴ (کلیاتِ اقبال، ص ۳۰۶)، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۲ء

Marfat.com

☆ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں یہ نہیں دیکھا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا ہے، بلکہ یہ دیکھا تھا کہ وہ اُسے ذبح کر رہے ہیں۔ اگرچہ وہ اس وقت خواب کا مطلب یہی سمجھے تھے کہ وہ بیٹے کو ذبح کر دیں۔ اسی بنا پر وہ ٹھنڈے دل سے اپنا بیٹا قربان کرنے کے لیے بالکل تیار ہو گئے تھے۔(۱۲۲)

☆ جو لوگ احسان کی روش اختیار کرتے ہیں ان کے اوپر ہم آزمائشیں اس لیے نہیں ڈالا کرتے کہ انہیں خواہ مخواہ تکلیفوں میں ڈالیں۔ اور رنج و غم میں مبتلا کریں۔ بلکہ یہ آزمائشیں ان کی فضیلتوں کو ابھارنے کے لیے اور انہیں بڑے مرتبے عطا کرنے کے لیے ان پر ڈالی جاتی ہیں۔ اور پھر آزمائش کی خاطر جس مخمصے میں ہم انہیں ڈالتے ہیں، اس سے بخیریت ان کو ہم نکلوا بھی دیتے ہیں۔ بیٹے کی قربانی کے لیے تمہاری آمادگی اور تیاری ہی بس اس کے لیے کافی ہو گئی کہ تمہیں وہ مرتبہ عطا کر دیا جائے جو ہماری خوشنودی پر واقعی بیٹا قربان کر دینے والے کو مل سکتا ہے۔ اس طرح ہم نے تمہارے بیٹے کی جان بھی بچا دی اور تمہیں یہ مرتبۂ بلند بھی عطا کر دیا۔

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ قرآن، حدیث، توریت اور تاریخی ثبوت اس پر شاھد ہیں۔

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام اکلوتی اولاد تھی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک چھیالیس سال تھی تو ان کی پیدائش ہوئی تھی۔

☆ حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام سے چودہ سال چھوٹے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سو سال کی عمر میں ان کی ولادت ہوئی۔ بلکہ ان کی ولادت کی

۱۲۲۔ ضیاء القرآن، ج۴، ۲۱۰۔۲۱۱

Marfat.com

بشارت بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے وقت ہوئی۔

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا مقام ''منیٰ'' کا میدان ہے۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خواب سنایا، تو فوراً قربانی کے لئے تیار ہو گئے۔ بلکہ ایسی تدابیر اختیار کرنے کا خود بتلایا کہ مبادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر شفقتِ پدری غالب نہ آ جائے۔

☆ شیطان نے عام آدمی اور خیر خواہ کے روپ میں آ کر گمراہ کرنے کی کوشش کی، لیکن ناکام و نامراد لوٹا۔

☆ شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت بی بی ہاجرہ علیہا السلام کو بہکانے کی جو واردات کی، اس کے جواب میں تینوں ہستیوں کا جواب ایک ہی تھا۔

۱۔ کیا کوئی باپ بیٹے کو ذبح کرتا ہے۔

۲۔ اگر اللہ کے نام پر باپ بیٹے کو ذبح کرے، تو اس سے بہتر کون سا کام ہو سکتا ہے۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے تین دفعہ چھری تیز کرنے کے لئے پتھر پر رگڑی۔ بار بار لانے اور تیز کرنے کے باوجود چھری نے نہ کاٹا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی قبول کی اور اس کے بدلے میں مینڈھا بھیج دیا۔

☆ یہ واقعہ ایک مسلم خاندان کی سوچ و فکر اور کردار و عمل کا آئینہ دار ہے۔

☆ یہ قصہ میاں، بیوی اور باپ، بیٹے اور ماں کے درمیان بہترین اور خوشگوار تعلقات اور اچھے اعتماد کی فضا کا بہترین نمونہ ہے۔

☆ اسلام اسی طرح کے خاندان اور کردار و عمل کا متمنی ہے۔

Marfat.com

☆ اس خاندان نے شیطان کے ہر حربے کو ناکام بنادیا۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کرنے کے ارادے کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بتلایا، لیکن حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کیساتھ اس بارے میں مشورہ نہیں کیا۔

☆ تینوں حضرات کا شیطان کو ایک جیسے جوابات دینا، ایک دوسرے پر کامل اعتماد اور کامل تعلیم و تربیت کا آئینہ دار ہے۔

☆ اس واقعہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک بہترین شوہر اور باپ، حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک بہترین بیٹا اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ایک بہترین بیوی اور ماں کے روپ میں بیان ہوئے ہیں۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شفقت پدری سے آزاد ہو کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری چلائی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو پایا۔

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے والد کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کامل فرمانبرداری دکھا کر اللہ تعالیٰ اور اپنے باپ کی رضا کو پایا۔

☆ یہ قصہ خاندان کے افراد کی ذہنی ہم آہنگی اور اعلیٰ سوچ کا عکاس ہے۔

۳۔ عصرِ حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے انفرادی زندگی اور عائلی زندگی کے لیے چار چار باتیں مترشح ہوتی ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(الف): اس واقعہ سے ہر انسان کے لئے انفرادی زندگی کے لئے چار اصول مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ انفرادی رویے ہی اجتماعی رویوں کی بنیاد ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم میں سے ہر کسی کو انفرادی طور پر اپنا رویہ اور کردار مثبت کرنا چاہیے۔

Marfat.com

۲۔ شیطان ہر وقت انسانوں کے درمیان تفریق اور منفی خیالات و کردار کے لئے کوشاں رہتا ہے۔اس لئے انسان کو ہر لمحے اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۳۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا تینوں نے عام رویہ اور اصول بیان کیا کہ: کوئی باپ بھی بیٹے کو ذبح کر سکتا ہے۔اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ دینی و اخلاقی رویہ، کردار اور سوچ ہماری یہی ہونی چاہیے کہ کوئی غیر اخلاقی ، غیر انسانی اور خلاف شرع ہمارا فعل نہیں ہونا چاہیے۔اسی طرح ہماری سوچ اور فکر بھی مثبت ہونی چاہیے۔

۴۔ تینوں نے اللہ کے حکم پر کہا: کہ اس سے بہتر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔اس سے ہر مسلمان کے لیے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہر وقت ہر قربانی کے لئے تیار رہنا چاہیے۔اور ایک مسلمان کی شان اور کردار یہی ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی قسم کے لیت ولعل سے کام نہ لے۔

(ب): اس قصہ میں عائلی زندگی کے لیے چار باتیں مترشح ہوتی ہیں:

۱۔ خاندان کے ہر فرد کے درمیان ذہنی ہم آہنگی اور اعتماد کامل ہونا چاہیے۔آج یہ امر ایک بیماری کی شکل اختیار کر گیا ہے، کہ خاوند کو بیوی پر اور بیوی کو خاوند پر اعتبار و اعتماد نہیں ہے ،اسی طرح والدین کو اولاد اور اولاد کو والدین پر اعتماد نہیں ہے ، جب کہ مسلمان گھرانے کے لیے یہ طرز فکر زہر قاتل ہے، اس لیے ہمیں اس ابراہیمی گھرانے کے فکر و عمل کو پروان چڑھانا چاہیے۔

۲۔ شیطان کی سب سے بڑی کوشش خاندان کے افراد میں غلط فہمیاں پیدا کرنا اور ان کو آپس میں لڑانا ہوتا ہے ،اس لیے ایک مسلمان شوہر، بیوی ، باپ ، ماں اور اولاد کو یہ امر بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کہیں شیطان تو کوئی چال نہیں چل رہا۔اس لیے اپنے درمیان غلط فہمیوں اور عدم اعتماد کو جگہ نہیں دینی چاہیے۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کرنے سے پہلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام

Marfat.com

کے سامنے اپنا خواب بیان کیا اوران سے رائے لی، یہ عمل اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ باپ کو اپنے کاموں میں اولاد سے مشورہ کرنا چاہیے، اس میں برکت ہی برکت اور اتحاد ہوتا ہے۔

۴۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے باپ کی خواہش اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا۔ یہ بیٹے کی اپنے والد کے لیے اتباع کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ آج ہمارے بچے ہی ہماری بات نہیں مان رہے، تو اس امر کے بارے میں والدین اور اولاد کو سوچنا چاہیے، کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام باپ کے کہنے پر ذبح ہونے کے لیے تیار ہو گئے اور ہماری اولاد جائز بات ہی نہیں مانتی، اس میں تعلیم و تربیت کا نقص ہے، ہمیں اگر اولاد کو آداب فرزندی سکھلانے ہیں تو تعلیم و تربیت بھی ابراہیمی نصاب کی دلوانی چاہیے، وگرنہ مغربی تعلیم و تربیت کا حال ہمارے سامنے ہے۔

Marfat.com

باب ششم

اجتماعی زندگی کے بارے میں قصص

Marfat.com

Marfat.com

باب ششم:

اجتماعی زندگی کے بارے میں قصص

حضرت ابراہیم حضرت سارہ کے ہمراہ ہجرت اور ظالم بادشاہ کا کردار:

۳۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ :قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةَ، فَدَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ مِنَ المُلُوكِ ، أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الجَبَابِرَةِ، فَقِيلَ :دَخَلَ إِبْرَاهِيمُ بِامْرَأَةٍ هِيَ مِنْ أَحْسَنِ النِّسَاءِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ :أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ مَنْ هَذِهِ الَّتِي مَعَكَ؟ قَالَ :أُخْتِي، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ :لَا تُكَذِّبِي حَدِيثِي، فَإِنِّي أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكِ أُخْتِي، وَاللَّهِ إِنْ عَلَى الأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ، فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي، فَقَالَتْ:اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ، وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي، إِلَّا عَلَى زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الكَافِرَ، فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ "، قَالَ الأَعْرَجُ :قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ :إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَتْ :اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتْ يُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ، فَأُرْسِلَ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ تُصَلِّي، وَتَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الكَافِرَ، فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ "، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ :قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ " :فَقَالَتْ :اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتْ فَيُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ، فَأُرْسِلَ فِي الثَّانِيَةِ، أَوْ فِي الثَّالِثَةِ، فَقَالَ :وَاللَّهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا، ارْجِعُوهَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ، وَأَعْطُوهَا آجَرَ فَرَجَعَتْ إِلَى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَتْ :أَشَعَرْتَ

Marfat.com

أَنَّ اللَّهَ كَبَتَ الكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً"

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ الرُّعَيْنِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ إِلَّا ثَلاَثًا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ ": لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ إِلَّا ثَلاَثَ كَذَبَاتٍ، ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِي ذَاتِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَوْلُهُ (إِنِّي سَقِيمٌ) (الصافات: ۸۹:۳۷) وَقَوْلُهُ: (بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا)(الأنبياء: ۲۱:۶۳). وَقَالَ: بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ، إِذْ أَتَى عَلَى جَبَّارٍ مِنَ الجَبَابِرَةِ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ هَا هُنَا رَجُلًا مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا، فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ قَالَ: أُخْتِي، فَأَتَى سَارَةَ قَالَ: يَا سَارَةُ: لَيْسَ عَلَى وَجْهِ الأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرَكِ، وَإِنَّ هَذَا سَأَلَنِي فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِي، فَلاَ تُكَذِّبِينِي، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهِ فَأُخِذَ، فَقَالَ: ادْعِي اللَّهَ لِي وَلاَ أَضُرُّكِ، فَدَعَتِ اللَّهَ فَأُطْلِقَ، ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَأُخِذَ مِثْلَهَا أَوْ أَشَدَّ، فَقَالَ: ادْعِي اللَّهَ لِي وَلاَ أَضُرُّكِ، فَدَعَتْ فَأُطْلِقَ، فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ لَمْ تَأْتُونِي بِإِنْسَانٍ، إِنَّمَا أَتَيْتُمُونِي بِشَيْطَانٍ، فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ، فَأَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي، فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ: مَهْيَا، قَالَتْ: رَدَّ اللَّهُ كَيْدَ الكَافِرِ، أَوِ الفَاجِرِ، فِي نَحْرِهِ، وَأَخْدَمَ هَاجَرَ "قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ تِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ (۱)

۱۔ i- بخاری، کتاب الانبیاء، رقم ۳۳۵۷-۳۳۵۸، ص ۶۸۱

ii- ایضاً، کتاب البیوع، رقم ۲۲۱۷، ص ۱۷۲

iii- ایضاً، کتاب الھبۃ وفضلھا، رقم ۲۶۳۵، ص ۵۲۶

iv- ایضاً، کتاب النکاح، رقم ۵۰۸۴، ص ۱۰۷۰

v- ایضاً، کتاب الاکراہ، رقم ۶۹۵۰، ص ۱۴۰۶

vi- مسلم، کتاب الفضائل، رقم ۶۱۴۵، ص ۹۹۱

Marfat.com

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ حضرت سارہ علیہا السلام کے ہمراہ ہجرت فرمائی اور ایک بستی میں داخل ہوئے، جس میں بادشاہ ایک جابر شخص تھا، اس سے کہا گیا کہ ابراہیم ایک عورت کے ساتھ، جو تمام عورتوں سے زیادہ حسین ہے، داخل ہوا ہے۔ اس نے انہیں بلا بھیجا اور پوچھا اے ابراہیم! یہ جو تمہارے ساتھ عورت ہے، کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: کہ میری بہن ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس حضرت سارہ علیہا السلام کے پاس لوٹے اور ان سے کہا؛ کہ بادشاہ کے سامنے میری بات کو مت جھٹلانا، میں نے اسے یہی بتلایا ہے کہ تم میری بہن ہو، اور اللہ کی قسم! روئے زمین پر اس وقت میرے اور تمہارے علاوہ کوئی مؤمن نہیں ہے (لہٰذا تم میری بہن ہوئی ایمانی رشتہ سے)۔

پھر اس نے حضرت سارہ علیہا السلام کو بلا بھیجا اور ان کے سامنے جا کھڑا ہوا، حضرت سارہ علیہا السلام کھڑی ہوگئیں اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگی کہ: "اے اللہ! اگر میں آپ پر اور آپ کے رسول پر ایمان رکھتی ہوں، اور میں نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے، سوائے اپنے شوہر کے، تو تو مجھ پر اس کافر کو غلبہ نہ دیجیے گا" اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی، اور وہ جابر اپنے قدموں میں زمین میں دھنسا دیا گیا۔

صحیح بخاری ہی کی ایک دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا سوائے تین مرتبہ کے (جھوٹ سے مراد خلاف حقیقت بات ہے جسے توریہ کہتے ہیں؛ کہ ایک بات کے دو مفہوم ہوں، ایک مفہوم قریب اور دوسرا بعید۔ شر سے بچنے کے لیے اس قسم کے جھوٹ کی اجازت ہے)، ان میں دو تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں تھے: ایک بار فرمایا کہ انــــــی

Marfat.com

سقیم (الصافات:۲۷) کہ میں مریض ہوں اور دوسرا بل فعلہ کبیرھم ھذا (الانبیاء:۲۱) کہ یہ کام تو ان کے بڑے نے کیا ہے۔ اور تیسرا یہ کہ ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ حضرت سارہ علیہا السلام کے ہمراہ سفر کر رہے تھے کہ بڑے جابر حکمرانوں میں سے ایک جابر حکمران کے ملک میں پہنچے۔ اس جابر سے کہا گیا کہ یہاں تمہارے علاقہ میں ایک آدمی ہے اس کے ساتھ ایک حسین ترین عورت ہے۔ اس جابر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلوا بھیجا اور ان سے حضرت سارہ علیہا السلام کے متعلق دریافت کیا اور کہا کہ یہ کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: کہ میری بہن ہے (اور یہی بات ہے جسے حدیث میں کذب سے تعبیر کیا گیا)، پھر وہ حضرت سارہ علیہا السلام کے پاس آئے اور ان سے کہا: کہ اے سارہ! اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے علاوہ کوئی مؤمن نہیں ہے، اور اس شخص نے مجھ سے تمہارے متعلق پوچھا تو میں نے بتلایا: کہ تم میری بہن ہو (اور ایمانی رشتہ سے تم میری مؤمن بہن ہی ہو)۔ لہٰذا میری بات کو اس کے سامنے جھٹلانا مت۔

پھر اس جابر نے حضرت سارہ علیہا السلام کو بلوا بھیجا، جب وہ اس کے پاس داخل ہوئیں، تو اس نے ازراہ شیطانیت ان کی طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی، مگر وہ اللہ کے عذاب میں پکڑا گیا (اس طرح کہ اسے اپاہج و معذور کر دیا گیا)۔ اس نے حضرت سارہ علیہا السلام سے کہا: کہ میرے لیے اللہ سے دعا کرو (کہ مجھے اس عذاب سے نجات دے) تو میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے دعا کی، تو اسے خلاصی مل گئی۔ اس نے پھر بدنیتی سے ان کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو پھر گرفتار عذاب ہوا، اور پہلے سے زیادہ سخت اپاہج اور معذور کر دیا گیا۔ کہنے لگا: کہ میرے لیے اللہ سے دعا کر دو، تو میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے پھر دعا کر دی، تو اسے پھر خلاصی نصیب ہوئی۔

Marfat.com

اس نے اپنے بعض درباریوں کو بلایا اور کہنے لگا کہ: تم میرے پاس کوئی انسان نہیں لائے بلکہ تم تو کوئی شیطان لائے ہو (نعوذ باللہ)۔ پھر اس نے ہاجرہ نامی باندی حضرت سارہ علیہا السلام کو بطور خادمہ دے دی، حضرت سارہ علیہا السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں، تو وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے ہاتھ کے اشارہ سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ حضرت سارہ علیہا السلام نے عرض کی: کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کے منصوبہ اور سازش کو اس کے حلق میں لوٹا دیا اور اس نے ہاجرہ کو بطور خادمہ دیا ہے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ حضرت سارہ علیہا السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہاران اکبر کی بیٹی تھیں۔ (۲)

☆ جس بستی کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی، وہ اردن، مدین یا مصر کی بستی تھی۔ (۳)

☆ اس ظالم قوم کا مذہب یہ تھا کہ جس کی بیوی موجود ہوتی، اس کی بیوی سے شادی کرنا اس کے سوا جائز نہیں تھا کہ اس کا شوہر ہلاک ہو جائے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا: یہ میری بہن ہے یعنی دینی بہن ہے، گویا کہ انہوں نے سوچا کہ: اگر یہ بادشاہ عادل ہے تو وہ حضرت سارہ علیہا السلام سے نکاح کے لیے پیغام بھیجے گا، تو اس صورت میں میرے لیے انکار کرنا ممکن ہوگا، اگر بادشاہ ظالم ہے تو مجھے امان ہوگی۔ (۴)

☆ کوئی شخص اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ وہ ایسی عورت سے شادی کرے، جس کا شوہر موجود ہو، اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیوی کی بجائے بہن کہا، کیونکہ اس کے سوا ان کو قتل کرنے یا ملک بدر کرنے کا سبب ہوتا۔ (۵)

۲۔ عمدۃ القاری، ج ۸، ص ۵۳۵ ۳۔ ایضاً

۴۔ ابن جوزی، عبدالرحمٰن، کشف المشکل، ج ۳، ص ۱۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۴ھ ۵۔ ایضاً

Marfat.com

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت سارہ علیہا السلام کو بہن کہنا یہ تعریض اور توریہ ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں: ایک قریبی معنیٰ، دوسرا بعیدی معنیٰ، متکلم بعید معنیٰ کا ارادہ کرے اور مخاطب کے ذہن میں قریب والا معنیٰ آئے۔ اس تعریض اور توریہ سے انسان جھوٹ کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے۔(۶)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تعریضات میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے۔(۷)

☆ بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کو بلایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محل سے باہر ایک طرف کھڑا کر دیا، اور حضرت سارہ علیہا السلام کو تخلیہ میں بلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آئینہ کی طرح بنا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس ظالم بادشاہ اور حضرت سارہ علیہا السلام کو دیکھ بھی رہے تھے اور ان کی آواز بھی سن رہے تھے۔ جب ظالم نے اپنا ہاتھ حضرت سارہ علیہا السلام کی طرف بڑھایا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہوگیا، اس نے دوسرا ہاتھ بڑھایا تو وہ بھی مفلوج ہوگیا، جب اس نے یہ دیکھا تو شیطانی ارادہ سے باز آگیا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ حضرت سارہ علیہا السلام گھر کے کام کاج خود کرتی ہیں، تو اس نے کہا: اس جیسی عورت کے لیے گھر کے کام کرنا مناسب نہیں ہے۔ پھر اس نے کام کاج کے لیے ایک خادمہ آجر یا ہاجر نام کی بطور تحفہ دی۔ حضرت ہاجرہ شہزادی تھیں اور مصر کی ایک بستی حفن کی قبطی بادشاہ کی بیٹی تھیں۔(۸)

☆ فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسا جھوٹ جو ظالم کے ظلم سے، قاتل کے قتل سے بچائے ایسا جھوٹ بولنا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔(۹)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہ الفاظ مخاطب اور سامع کی تفہیم کی حد تک تو جھوٹ ہیں، لیکن حقیقت میں یہ کذب محمود ہے۔(۱۰)

۶۔ سعیدی، غلام رسول، نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، ج ۴ ص ۷۸۳، فرید بک سٹال، لاہور، ط ۲، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

۷۔ سنن کبریٰ بیہقی، ج ۱۰ ص ۱۹۹ ۸۔ ارشاد الساری، ج ۵ ص ۱۷۶

۹۔ شرح مسلم نووی، ص ۱۴۴۹ ۱۰۔ فتح الباری، ج ۲ ص ۲۹۹

Marfat.com

☆ یہ کذب ایک کافر ظالم کے فعل فحش عظیم سے بچنے کے لیے تھا، اس لیے جائز ہے۔(۱۱)

☆ اس واقعہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ ہے۔(۱۲)

☆ اس بستی میں جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کے علاوہ کوئی مومن نہیں تھا۔(۱۳)

☆ معاشرے میں بہن کے لیے بھائی کی غیرت زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت شوہر کے بیوی پر، شاید اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیوی کی بجائے بہن کہا۔(۱۴)

☆ مسلمان کا غیر مسلم سے تحفہ قبول کرنا جائز ہے۔(۱۵)

☆ مسلمانوں کا غیر مسلموں سے خرید وفروخت جائز ہے۔(۱۶)

☆ اللہ تعالیٰ صالحین کے درجات بلند کرنے کے لیے ان کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔(۱۷)

☆ اگر بیوی کو طلاق دینے کی نیت کے بغیر بہن کہہ دیا جائے، تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی اور نہ ہی بیوی کو بہن کہنے سے ظہار ہوگا۔(۱۸)

☆ جب یقین ہو کہ جھوٹ کے بغیر ظالم کے ظلم سے نجات نہ ہوگی، تو اس صورت میں صریح جھوٹ بولنا بھی جائز ہے۔(۱۹)

☆ کسی نبی یا ولی کو قتل ہونے سے بچانے کے لیے اور مسلمانوں کو دشمن سے بچانے کے لیے بالاتفاق جھوٹ بولنا جائز ہے۔(۲۰)

۱۱۔ شرح مسلم نووی، ص ۱۴۴۹ ۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۲۹۹ ۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ شرح ابن بطال، ج ۶، ص ۲۹۱ ۱۶۔ ایضا

۱۷۔ عمدۃ القاری، ج ۸، ص ۵۳۷ ۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ ایضاً ۲۰۔ ایضاً

Marfat.com

☆ انبیاء کرام علیہم السلام سے امور تبلیغیہ میں کذب محال بالذات ہے، تبلیغ کے معاملے میں ان سے کذب کا وقوع ممکن نہیں ہے۔ (۲۱)

☆ امور تبلیغیہ کے غیر میں انبیاء کرام علیہم السلام سے کذب کے وقوع کے امکان اور عصمت میں علماء سلف اور خلف کا اختلاف ہے۔ (۲۲)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے امور تبلیغیہ میں کذب محال بالذات ہے اور امور دنیا میں ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے۔ (۲۳)

☆ عصمت یہ ہے کہ بندے کی قدرت اور اختیار کے باوجود اللہ تعالی اس میں گناہ پیدا نہ کرے۔ (۲۴)

☆ عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو اختیار کے باوجود بندے کو فعل خیر پر ابھارتا ہے اور فعل شر سے روکتا ہے۔ (۲۵)

☆ حضرت ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں: عصمت سے تکلیف زائل نہیں ہوتی اور جس شخص نے یہ کہا: کہ عصمت کی بنا پر بندے سے گناہ کا صدور ممتنع ہوتا ہے، اس کا قول فاسد ہے، کیونکہ اگر گناہ ممتنع ہو تو پھر اس کو گناہ کے ترک کرنے کا مکلّف کرنا صحیح نہ ہوگا اور وہ اس پر ثواب کا مستحق ہوگا۔ (۲۶)

☆ کسی مسلمان کی امانت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ (۲۷)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ اس قصہ میں چار لوگوں کے بنیادی اور انفرادی کردار ہیں۔

۲۱۔ شرح مسلم نووی، ص ۱۴۴۹ ۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ تفتازانی، سعد الدین، شرح عقائد نسفی، ص ۱۵۷، نور محمد اصح المطابع، کراچی

۲۴۔ ایضاً ۲۵۔ ایضاً ۲۶۔ ایضاً

۲۷۔ عمدۃ القاری، ج ۸، ص ۵۳۸

Marfat.com

ا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام ۲۔حضرت سارہ علیہا السلام ۳۔بادشاہ ۴۔وزیر ومشیر

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام کے بارے میں کہا: کہ یہ میری بہن ہے اور اس سے مراد آپ نے دینی بہن لیا۔اس سے چار مسئلے معلوم ہوئے:

الف۔ اسلام اور اخوت کا اظہار کرنا واجب ہے۔

ب۔ بیوی کو بہن کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

ج۔ بیوی کو بہن اگر دینی ارادے کے بغیر کہا،تو یہ جھوٹ ہوگا اور اس پر توبہ کرنا واجب ہے،اور اگر دینی بہن کے ارادے سے کہا تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

د۔ ظالم کے ظلم سے بچنے کے لیے اس کی ظاہری اطاعت کرنا جائز ہے۔

☆ حضرت سارہ علیہا السلام کو جب ظالم بادشاہ نے علیحدگی میں بلایا اور آپ کی طرف بڑھنے لگا تو حضرت سارہ علیہا السلام نے وضو کیا اور نفل پڑھنا شروع کر دیئے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی:

اللهم ان كنت امنت بك وبرسولك واحضت فرجي الاعلى زوجي فلا تسلط على هذاالكافر۔(۲۸)

ترجمہ: اے اللہ!اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے سوا اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے،تو تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا۔اس دعا سے اس ظالم بادشاہ کا دم گھٹنا شروع ہوگیا اور اس نے اپنا پاؤں زمین پر دے مارا،تو اس پر حضرت سارہ علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:اے اللہ! اگر یہ مرگیا تو لوگ سمجھیں گے کہ اس کو حضرت سارہ علیہا السلام نے قتل کیا،اس دعا پر ظالم کی جان بخشی ہوئی،اس سے پانچ مسئلے حل ہوئے:

(الف): جب مصیبت وپریشانی آئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اسی

Marfat.com

سے دادرسی حاصل کرنی چاہیے۔

(ب): رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت سارہ علیہا السلام نے اپنی عصمت کی حفاظت کو بطور وسیلہ دعا پیش کیا۔اس سے ظاہر ہے ایک عورت کے لیے زندگی میں سب سے بڑی نیکی اور کردار،اس کا اپنی عصمت کی حفاظت کرنا ہے اور یہی بات عورت کی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔

(ج): ظالم بادشاہ جب مرنے لگا تو حضرت سارہ علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: کہ اس طرح تو لوگ مجھے قاتل سمجھیں گے۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے قرب والے اور اس کے پسندیدہ لوگ کبھی بھی کسی کو قتل کرنا مناسب نہیں سمجھتے اور اپنے آپ کو قاتل کہلوانا انتہائی ناپسند سمجھتے ہیں۔

(د): اس ظالم بادشاہ نے واپسی پر حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو بطور خادمہ تحفہ دیا، جسے حضرت سارہ علیہا السلام نے قبول کرلیا۔اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بیوی کو دوسروں سے ہدیہ قبول کرنے اور تجارت کرنے میں اختیار ہے اور ان معاملات میں شوہر سے مشورہ کرنے کی پابند نہیں ہے۔

(ر): اس واقعہ میں حضرت سارہ علیہا السلام کی کرامت ہے اور اس سے اولیاء کرام رحمہم اللہ کی کرامات کا حق ہونا ثابت ہے۔

☆ کافر و ظالم بادشاہ نے سب کچھ دیکھا، لیکن اس کے باوجود اپنے حواریوں سے کہا: کہ یہ عورت نہیں، کوئی سرکش جن ہے۔اس کو توبہ نصیب نہ ہوئی بلکہ اپنی شیطانیت کو یہ کہہ کر تسلی دی۔اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ زنا کرنے والے سے اللہ تعالیٰ عقل سلیم چھین لیتا ہے اور اسے توبہ کی توفیق کم ہی نصیب ہوتی ہے۔بلکہ ظالم و فاسق جھوٹی اور لایعنی دلائل سے اپنے آپ کو تسلیاں دیتے ہیں۔

☆ اس ظالم بادشاہ کو وزیروں اور مشیروں نے حضرت سارہ علیہا السلام کے بارے میں

Marfat.com

غلط مشورہ دیا۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ظالم وفاسق حاکم زیادہ تر وزیروں اور مشیروں کے مشوروں پر عمل کرتے ہیں۔وزیر مشیر اگر غلط مشورہ دیں گے تو حاکم بھی غلط کام کریں گے،اگر یہ اچھا مشورہ دیں گے تو حاکم بھی اچھا کام کریں گے۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے رسول اور نبی تھے اور آپ کو یہ بھی علم تھا کہ بادشاہ ظالم وفاسق ہے،اس کے باوجود اس کے بلانے پر آپ اس کے پاس گئے اور اس کے سوالوں کا جواب بھی دیا۔اس سے واضح ہوا کہ حاکم وقت اگر چہ ظالم وفاسق ہی ہو،اس کی ظاہری اطاعت (شریعت میں رہتے ہوئے) کرنی چاہیے۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام نے جھگڑے کی بجائے دلائل سے بات کی،اور غصے کی بجائے حوصلے اور اطمینان سے کام لیا۔

☆ ظالم بادشاہ نے اس ظلم کا ارادہ اپنے دربانوں کے مشورہ پر کیا۔اس سے یہ واضح ہوا ہے کہ حاکموں کے اردگرد کے لوگوں کے مشورے اہم ہوتے ہیں۔یہ ظالم برے مشورے کی بنیاد پر ذلیل ورسوا ہوا۔

☆ حضرت سارہ علیہا السلام نے اس کے ظلم وستم کے ارادے کے باوجود اس کے قتل کی نسبت کو ناپسند کیا۔

☆ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام دونوں کو اس آزمائش میں کامیاب کیا۔

☆ اجتماعی زندگی میں عورتوں کا حسن،کردار اور خاوند کی فرمانبرداری اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

۳۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے عائلی زندگی کے لیے پانچ اور اجتماعی زندگی کے لیے آٹھ باتیں

Marfat.com

مستنبط ہوتی ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(الف): اس قصہ سے عائلی زندگی کے لئے پانچ باتیں مترشح ہوتی ہیں۔

۱۔ میاں اور بیوی کو ایک دوسرے کی تکذیب اور عیب جوئی نہیں کرنا چاہیے۔ آج کل ہمارے گھروں میں جھگڑوں کی بنیادی وجہ یہی ہے۔ ان رویوں پر اگر قابو پالیا جائے تو اس سے ہمارے گھروں میں سکون ہوگا۔

۲۔ میاں بیوی کو باہمی مشورے سے معاملات طے کرنے چاہیے، جس کی آج بہت کمی ہوگئی ہے، اس سے شکوک وشبہات دور ہو جاتے ہیں اور اعتماد بحال رہتا ہے۔

۳۔ عورت کی اس زندگی میں سب سے بڑی عزت، ذمہ داری اور کردار اپنی عصمت کی حفاظت ہے۔ اس لیے ہر عورت کو اپنی عصمت کی حفاظت ہر حال میں کرنی چاہیے۔

۴۔ زنا ذلت اور رسوائی کا راستہ ہے۔ آج کے دور میں زنا عام ہوتا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے معاشرے میں بے سکونی بڑھ رہی ہے۔ ہماری نوجوان نسل کو اس ذلت ورسوائی والے راستہ سے بچنے کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

۵۔ حکمران کا زیادہ تر دارومدار وزیر اور مشیر کے مشورہ پر ہوتا ہے، اس لیے حاکم وقت کو چاہیے کہ اچھی شہرت کے حامل وزیر مشیر مقرر کریں تاکہ حکومت بھی اور خود حاکم بھی ذلت ورسوائی سے بچ سکیں۔

(ب): اس واقعہ میں آج کے اجتماعی زندگی کے مسائل حل کرنے کے بارے میں درج ذیل آٹھ قسم کی رہنمائی ہے:

۱۔ حکومت اگر کفر وظلم کی بھی ہو، پھر بھی لوگوں کو تعاون کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے۔

۲۔ معاملات لڑنے جھگڑنے کی بجائے دلائل سے حل کرنے چاہیے۔

Marfat.com

۳۔ حکومت کو چاہیے کہ اچھے کردار کے حامل وزیر اور مشیر مقرر کرے۔

۴۔ مصیبت، دکھ، پریشانی اور غم والم اللہ تعالیٰ سے دوری کی علامت نہیں، بلکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ صالحین کو ان کے درجات میں بلندی کے لیے، آفات اور مصائب میں مبتلا کرتا ہے۔ جیسا کہ اس واقعہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں ڈالا۔ ہمیں چاہیے کہ ان حالات میں صبر، استقامت اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ مقابلہ کریں۔

۵۔ ظلم سے بچنے کے لیے ظاہراً جھوٹ بولنا جائز ہے۔

۶۔ اگر معلوم ہو کہ بغیر جھوٹ بولے جان نہیں بچے گی تو جھوٹ بولنا جائز ہے۔(۲۹)

۷۔ مسلمان کو جان اور امانت بچانے کے لیے بھی جھوٹ بولنا جائز ہے۔(۳۰)

۸۔ نقصان پر مسلمان کو تعریض، توریہ اور حیلہ کر لینا چاہیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نہانا اور پتھر کا کپڑے اٹھا کر بھاگنا:

۳۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِنَّ مُوسَى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سِتِّيرًا، لَا يُرَى مِنْ جِلْدِهِ شَيْءٌ اسْتِحْيَاءً مِنْهُ، فَآذَاهُ مَنْ آذَاهُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَقَالُوا :مَا يَسْتَتِرُ هَذَا التَّسَتُّرَ، إِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهِ :إِمَّا بَرَصٌ وَإِمَّا أُدْرَةٌ :وَإِمَّا آفَةٌ، وَإِنَّ اللَّهَ أَرَادَ أَنْ يُبَرِّئَهُ مِمَّا قَالُوا لِمُوسَى، فَخَلَا يَوْمًا وَحْدَهُ، فَوَضَعَ ثِيَابَهُ عَلَى الحَجَرِ، ثُمَّ اغْتَسَلَ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ إِلَى ثِيَابِهِ لِيَأْخُذَهَا، وَإِنَّ الحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهِ، فَأَخَذَ مُوسَى عَصَاهُ وَطَلَبَ الحَجَرَ، فَجَعَلَ يَقُولُ :ثَوْبِي حَجَرُ، ثَوْبِي حَجَرُ، حَتَّى انْتَهَى إِلَى مَلَإٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَرَأَوْهُ عُرْيَانًا أَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ، وَأَبْرَأَهُ مِمَّا يَقُولُونَ، وَقَامَ

۲۹۔ عمدۃ القاری، ج۸، ص۵۳۶ ۳۰۔ نعمۃ الباری، ج۴، ص۷۸۵

Marfat.com

الحَجَرُ، فَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَلَبِسَهُ، وَطَفِقَ بِالحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ، فَوَاللَّهِ إِنَّ بِالحَجَرِ لَنَدَبًا مِنْ أَثَرِ ضَرْبِهِ، ثَلاَثًا أَوْ أَرْبَعًا أَوْ خَمْسًا، فَذَلِكَ قَوْلُهُ :يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا "

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ يَغْتَسِلُونَ عُرَاةً، يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، وَكَانَ مُوسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ، فَقَالُوا :وَاللَّهِ مَا يَمْنَعُ مُوسَى أَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهُ آدَرُ، فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ، فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى حَجَرٍ، فَفَرَّ الحَجَرُ بِثَوْبِهِ، فَخَرَجَ مُوسَى فِي إِثْرِهِ، يَقُولُ :ثَوْبِي يَا حَجَرُ، حَتَّى نَظَرَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ إِلَى مُوسَى، فَقَالُوا :وَاللَّهِ مَا بِمُوسَى مِنْ بَأْسٍ، وَأَخَذَ ثَوْبَهُ، فَطَفِقَ بِالحَجَرِ ضَرْبًا " فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ :وَاللَّهِ إِنَّهُ لَنَدَبٌ بِالحَجَرِ، سِتَّةٌ أَوْ سَبْعَةٌ، ضَرْبًا بِالحَجَرِ (۳۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت باحیا اور ستر فرمانے والے تھے، ان کے جسم کا کوئی حصہ انتہائی حیا کی وجہ سے دیکھا نہ جاسکتا تھا۔ بنو اسرائیل کے موذی قسم کے لوگوں نے انہیں اذیت پہنچانے کے لیے یہ کہنا شروع کردیا: کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قدر ستر

۳۱۔ i- بخاری، کتاب الانبیاء، رقم ۳۴۰۴، ص ۲۷۷
ii- ایضاً، کتاب الغسل، رقم ۲۷۸، ص ۲۴
iii- ایضاً، کتاب التفسیر، رقم ۴۷۹۹، ص ۹۹۵
iv- مسلم، کتاب الفضائل، رقم ۶۱۴۶-۶۱۴۷، ص ۱۰۹۴
v- مسلم، کتاب الحیض، رقم ۷۷۰، ص ۱۵۰
vi- ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، رقم ۳۲۲۱، ص ۱۲۴۱
vii- ابن حبان، کتاب التاریخ، رقم ۶۲۱۱، ص ۱۶۵۱
viii- مسند احمد، ابوہریرہ، رقم الحدیث ۸۱۷۳، ج ۲، ص ۳۱۵ سنن بیہقی، ج ۲، ص ۹۸

Marfat.com

کرنے کی کوئی وجہ بجز اس کے نہیں کہ ان کے جسم میں کوئی عیب ہے یا تو برص ہے یا ''ادر'' (خصیوں کا مرض) ہے یا کوئی اور بیماری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ وہ عیب زنی کرتے تھے، اس سے ان کی برأت ظاہر فرمائیں، چنانچہ (اس کی صورت یہ فرمائی کہ) ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں قضائے حاجت کے لیے صحرا میں نکلے اور اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیے، پھر غسل فرمانے لگے، غسل سے فارغ ہو کر انہوں نے اپنے کپڑے اٹھانے کیلئے پتھر کی طرف رخ کیا تو پتھر ان کے کپڑے لیے تیزی سے دوڑ پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا اٹھایا (اور پتھر کی طرف دوڑے) تو لوگوں نے انہیں برہنہ دیکھ لیا اور دیکھا کہ اللہ نے انہیں بہترین اور خوبصورت جسم عطا کیا (اور وہ ہر عیب و مرض سے پاک ہیں) اور اللہ نے ان کی برأت ظاہر فرمادی، اس بات سے، جو بنی اسرائیل ان کے متعلق کہتے تھے، پھر پتھر رک گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کپڑے لئے اور انہیں پہن لیا، پھر (غصہ اور شرم کے مارے) اپنے عصاء سے پتھر پر مارنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کی قسم! پتھر پر ان کی اس ضرب کے نشانات ہیں، تین یا چار یا پانچ، اور اسی واقعہ کی جانب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذاء پہنچائی، پھر اللہ نے ان کی برأت ظاہر فرمائی، اس بات سے، جو انہوں نے (بنی اسرائیل نے) کہی اور وہ (موسیٰ علیہ السلام) اللہ کے نزدیک بہت صاحبِ وجاہت و حسن تھے۔ بخاری کی ایک دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بنو اسرائیل کی عادت تھی کہ وہ برہنہ ہو کر (سب کے سامنے) غسل کیا کرتے تھے، اور (بے شرمی سے) آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا کرتے تھے، جبکہ حضرت

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں غسل فرماتے تھے (سب سے چھپ کر جو حیا کا فطری تقاضا تھا)۔ بنی اسرائیل نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اللہ کی قسم! حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہمارے ساتھ غسل کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ ''آدر'' ہیں (وہ شخص جس کے خصیے میں مرض ہو)۔ ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کے لیے تشریف لے گئے، اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھے (اور غسل فرمانے لگے)، اُدھر وہ پتھر (اللہ کے حکم سے) ان کے کپڑے سمیت بھاگنے لگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑے: اے پتھر میرے کپڑے! یہاں تک کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (عریاناً) دیکھ لیا اور کہنے لگے: کہ اللہ کی قسم! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اندر تو کوئی عیب نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لیے اور پتھر کو مارنا شروع کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اللہ کی قسم! پتھر میں اس مار کے نشانات ہیں تقریباً چھ یا سات۔

نقد حدیث: امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ یہ واقعہ بنی اسرائیل کے وادی تیہ میں قیام کے زمانے میں پیش آیا ہے کہ وہاں عمارتیں اور مکان نہ تھے۔ (۳۲)

☆ ایک دوسرے کے سامنے ننگے ہو کر غسل کرنا بنی اسرائیل میں جائز ہوگا ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ضرور ان کو روکتے۔ (۳۳)

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں غسل افضل ہونے کی وجہ سے کرتے تھے۔ (۳۴)

☆ اگر فضا میں غسل کرے تو اپنے گرد خط ہی کھینچ لے، کیونکہ وہاں بھی خدا کے

۳۲۔ بجنوری، احمد رضا، سید، انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج ۹ ص ۲۹۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۵ھ ۳۳۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۶۱ ۳۴۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۳۸۲

Marfat.com

بندوں میں سے موجود ہوتے ہیں، جن سے شرم کرنی چاہیے۔(۳۵)

☆ ہمارے فقہا کے نزدیک تنہائی میں ستر عورت کا چھپانا واجب ہے اور یہ حکم عام ہے۔(۳۶)

☆ اللہ تعالیٰ اگر چہ مخلوق کے کھلے اور چھپے ہوئے ہر امر پر مطلع ہے اور اس کے لحاظ سے دونوں حالتوں میں کوئی فرق نہ ہے تاہم پردے کا کر لینا ادب ہے اور نہ کرنا بے ادبی ہے۔(۳۷)

☆ اس سے معلوم ہوا کہ جمادات میں بھی شعور ہے لیکن وہ فقط علم حضوری کے درجہ کا ہے اور ہر چیز کے اندر شعور کا ہونا شریعت سے ثابت ہے۔(۳۸)

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر جو ضربیں لگائیں، تو پتھر پر اس کے نشانات بھی آگئے تھے۔ یہ آپ علیہ السلام کا معجزہ تھا جیسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا پتھر پر نشانات آنا ہے۔(۳۹)

☆ بنی اسرائیل ایک دوسرے کے سامنے برہنہ نہایا کرتے تھے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام حیا کی وجہ سے خلوت میں نہاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ کیفیت دیکھ کر بنی اسرائیل نے اپنی جہالت سے رائے قائم کر لی، چونکہ آپ آدر ہیں، اس لیے ہمارے ساتھ برہنہ نہیں نہاتے۔ اللہ عزوجل نے چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس الزام سے بری ہوں تو اس کی صورت وہ ہوئی، جس کا قصہ حدیث میں سے مذکور ہے۔(۴۰)

☆ جس پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کپڑے اتار کر رکھے تھے، وہی پتھر تھا جو

۳۵۔ انوار الباری، ج۹، ص۲۹۷ ۳۶۔ عثمانی، شبیر احمد، علامہ، فتح الملہم بشرح صحیح مسلم، ج۳، ص۱۹۱، مکتبہ دار العلوم کراچی، کراچی، ۱۴۲۳ھ ۳۷۔ ایضاً
۳۸۔ انوار الباری، ج۹، ص۲۹۷ ۳۹۔ رضوی، محمود احمد، سید، فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری، ج۲، ص۲۳، مکتبہ رضوان، لاہور ۴۰۔ ایضاً

Marfat.com

آپ کے ساتھ محو سفر رہتا تھا۔اسی پتھر سے بنی اسرائیل کے لیے پانی کے چشمے جاری ہوئے تھے۔(۴۱)

☆ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خلقت اور اخلاق کے اعتبار سے کامل بنایا ہے اور ان کو عیوب ونقائص سے پاک کیا ہے۔ (۴۲)

☆ حق تعالیٰ نے مصلحت کے تحت عریانی کو بہتر و نافع جانا بہ نسبت ستر کے،جس کی وجہ سے وہ لوگ ان کی طرف سے تردد وشک میں رہتے اور ممکن تھا کہ ایسے شکوک کے باعث وہ ان کی نبوت میں یقین نہ کرتے۔(۴۳)

☆ غسل کے وقت عریانی ان کے ہاں عیب اور بے شرمی کی بات نہ تھی،وہ اس کے عادی تھے،اس لیے خود ان کے دستور وعادت کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عریاں ہو جانا بھی خلاف شان نبوت نہ تھا۔لہٰذا ان کا طعن واتہام دفع کرنے کے لیے اس فی نفسہ خلاف شان نبوت امر کو گوارا کر لیا گیا۔(۴۴)

☆ علاج اور برأت عیب کی ضرورت کے وقت شرم گاہ کی طرف دیکھنا جائز ہے۔(۴۵)

☆ ضرورت شرعیہ ہو تو ستر کا دیکھنا جائز ہے۔(۴۶)

☆ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی خلقت اور اخلاق کے اندر غایت کمال ہوتے ہیں اور جو کوئی ان کی طرف نقص وعیب خلقت کو منسوب کرے گا،وہ ان کو ایذا دینے والوں میں سے ہوگا،اور اس کے مرتکب پر کفر کا خوف ہے۔(۴۷)

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں برہنہ لوگوں کے سامنے نہانا جائز تھا۔لیکن شریعت محمدی میں لوگوں کے سامنے برہنہ نہانا حرام ہے۔(۴۸)

۴۱۔ عمدۃ القاری،ج۳،ص۶۱ ۴۲۔ ایضاً

۴۳۔ انوار الباری،ج۹،ص۲۹۸ ۴۴۔ ایضاً

۴۵۔ فتح الباری،ج۲،ص۲۷۷ ۴۶۔ فیوض الباری،ج۲،ص۲۴

۴۷۔ فتح الباری ج۲،ص۶۷۷ ۴۸۔ عمدۃ القاری،ج۳،ص۶۱

Marfat.com

☆ اس پتھر پر صرف نشان ہی پڑے، اس لیے کہ اس پتھر سے چشموں کا پھوٹنا مقدر تھا، ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بحالت غضب اس پر مارنا اس کی فناء کے لیے کافی تھا، سب کو معلوم ہے کہ ایک شخص کے صرف تھپڑ مار دیا تھا تو وہ مر گیا تھا، ملک الموت کو تھپڑ مارا تھا تو اس کی آنکھ پھوٹ گئی تھی۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے موقع پر ایک شخص کو نیزہ سے اشارہ کیا تھا تو وہ لڑکھڑاتا ہوا گر گیا تھا اور شور واویلا کرتے ہوئے سوختہ جان ہو کر مر گیا تھا۔(۴۹)

☆ بہرحال پتھر کے بھاگنے پر وہ لوگ معترض ہو سکتے ہیں جو اللہ عزوجل کی قدرت اور معجزات انبیاء کے منکر ہوں۔ لیکن ایک صحیح العقیدہ مسلمان کے لیے تو اس واقعہ میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے، کیونکہ وہ خدا جو پتھر سے پانی جاری کرنے اور شیر خوارگی کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کلام کرا کر جناب حضرت مریم علیہا السلام کی پاکدامنی کا اظہار فرما سکتا ہے، کیا وہی خدا اپنی قدرت کاملہ سے پتھر میں چلنے اور کپڑے لے کر بھاگنے کا شعور پیدا نہیں کر سکتا؟ ایک پتھر کے ذریعے ایک جلیل القدر نبی کو ان کی قوم کے جاہلانہ اعتراض سے بری نہیں کر سکتا۔(۵۰)

☆ اگر خلوت میں کوئی برہنہ نہا رہا ہے تو کسی دوسرے کا اسے دیکھنا حرام ہے۔(۵۱)

☆ مرد کا ستر (جس کی طرف دیکھنا حرام ہے) ناف سے گھٹنے تک جسم کا حصہ ہے۔ اور عورت کا پورا جسم ہی ستر ہے۔(۵۲)

☆ ضرورت کے وقت انسان اپنی شرم گاہ دوسرے کو دکھا سکتا ہے ، مثلاً علاج کی

۴۹۔ انوار الباری، ج۹، ص ۲۹۸ ۵۰۔ فیوض الباری، ج ۲، ص ۲۳۔۲۴

۵۱۔ فتح الملہم، ج ۳، ص ۱۹۱ ۵۲۔ ایضاً، ص ۱۹۲

Marfat.com

ضرورت ہو یا عیب سے خود کو بری کرنے کی ضرورت ہو۔(۵۳)

☆ انبیاء کرام ﷺ کی سیرت بے داغ اور صورت بے عیب ہوتی ہے۔(۵۴)

☆ اگر شریعت سابقہ کا قصہ مذمت کے ساتھ نہیں بیان کیا گیا تو اس کی اتباع ہم پر بھی لازم ہے۔(۵۵)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام انتہائی شرم وحیا کے مالک تھے ،تنہائی میں غسل کرتے تھے تاکہ آپ کے جسم مبارک کو کوئی دوسرا نہ دیکھے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی ان باتوں کا خود کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ اللہ تعالی نے ان کی براءت کی خود صورت پیدا فرمائی۔

☆ بنی اسرائیل کے اس گروہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے قیاس وہم کی بنا پر یہ رائے قائم کرلی: کہ آپ کو کوئی بیماری ہے، جس کی وجہ سے ہمارے ساتھ برہنہ نہیں نہاتے۔ان لوگوں نے تحقیق اور آپ سے پوچھے بغیر ہی یہ رائے قائم کی۔

☆ بنی اسرائیل کے لیے دوسروں کے سامنے برہنہ غسل کرنا جائز تھا ،جب کہ تنہائی میں تہبند کے بغیر اور تہبند کے ساتھ مستحب تھا۔

☆ شریعت محمدیہ میں پردہ کرنا ہر حال میں واجب ہے،سوائے اضطراری حالت کے۔اس پر اجماع ہے کہ غسل کے وقت دیکھنے والوں کی نگاہوں سے پردہ کرنا واجب ہے اور جس طرح یہ جائز نہیں کہ بغیر ضرورت کے اپنی شرم گاہ کسی کو دکھائے ،اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ بغیر ضرورت کے کسی کی شرم گاہ کو دیکھے۔پردہ کی اصل قرآن مجید کی

۵۳۔ نعمۃ الباری، ج۱،۷۵۷ ۵۴۔ ایضاً ۵۵۔ ایضاً

Marfat.com

حسب ذیل آیات ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! تمھارے غلام (نوکر) اور تمہارے وہ بچے ہیں جو ابھی بالغ نہیں ہوئے، ان کو چاہیے کہ وہ (آنے کے لیے)

تین اوقات میں تم سے اجازت لیا کریں:

۱۔ نماز فجر سے پہلے

۲۔ دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اتار دیتے ہو

۳۔ نماز عشاء کے بعد یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں، ان اوقات کے بعد (آنے میں) نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے۔(۱) (ا۔النور۲۴:۵۸)

یہ وہ اوقات ہیں، جن میں انسان اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے، لہٰذا ان اوقات میں اگر ان میں سے کوئی تمہارے گھر بغیر اجازت کے آیا تو وہ گناہگار ہوگا، کیونکہ ان اوقات میں یہ احتمال ہے کہ آنے والا تم کو برہنہ دیکھ لے۔

۲۔ اے اولاد آدم! بے شک ہم نے تمہارے لیے ایسا لباس اتارا ہے، جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپائے اور زینت بنے۔ (الاعراف ۷:۲۶)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرم گاہ چھپانے کو اپنی نعمت قرار دیا ہے۔ آپ مومنین سے کہیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں، یہ ان کے لیے پاکیزہ چیز ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نگاہوں کو پست رکھنے اور شرمگاہوں کو چھپانے کا حکم دیا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کرے۔(۵۶)

☆ ائمہ فتویٰ اس بات پر متفق ہیں کہ جو بغیر تہبند کے حمام میں داخل ہوا (یعنی جس

۵۶۔ i۔ بخاری، رقم ۳۶۹ ii۔ ابوداؤد، رقم ۱۹۴۶
iii۔ مسلم، رقم ۱۳۴۷ iv۔ نسائی، رقم ۲۹۵۴

Marfat.com

نے لوگوں کے سامنے برہنہ غسل کیا) اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی۔ یہ امام مالک، امام ابو حنیفہ، ان کے اصحاب اور امام شافعی کا قول ہے، اور اس میں اختلاف ہے کہ جو تہبند اتار کر حوض میں داخل ہوا اور دخول سے اس کی شرمگاہ ظاہر ہوگئی، امام مالک اور امام شافعی نے کہا: اس کی شہادت بھی ساقط ہو جائے گی اور امام ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا: وہ شخص معذور ہے۔ اور اس پر علماء کا اجماع ہے کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھ سکتے ہیں۔ (۵۷)

☆ اس قصہ میں بنی اسرائیل کے برہنہ پن کی مذمت کی گئی ہے لیکن اکٹھے نہانے کو روا رکھا گیا ہے۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی کے لیے دو دو باتیں مستخرج ہوتی ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(الف): اس قصہ سے انفرادی زندگی میں ہمارے لئے دو باتیں مترشح ہوتی ہیں۔

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے برہنہ ہو کر نہانے کی اجازت تھی، اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں غسل کرتے، تاکہ کسی دوسرے کو جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔ اسلام میں مرد کے لیے ناف سے گھٹنے تک اور عورت کے لیے سارا جسم ماسوا ہاتھ، پاؤں اور چہرہ کے، چھپانا فرض ہے۔ اس لیے ہر انسان کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص گھروں، غسل خانوں، نہروں، تالابوں، سمندر کنارے اور سوئمنگ پولز (swiming pools) میں نہاتے ہوئے ستر کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اس پر شرم و حیا کا دارومدار ہے، اور اس پر آج کل عمل نہ ہونے کے برابر ہے۔

۲۔ بنی اسرائیل کے اعتراض کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کچھ نہیں کہا،

۵۷۔ شرح ابن بطال، ج ۱، ص ۴۰۲-۴۰۱

Marfat.com

کیونکہ یہ لایعنی سوال تھا۔اسی طرزِ عمل کی طرف قرآن مجید نے بھی رہنمائی فرمائی ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَاماً (الفرقان ۲۵:۶۳)

ترجمہ: اور جب ان (رحمان کے بندوں) سے جاہل سے لوگ بات کرتے ہیں تو وہ سلام (کہتے ہوئے الگ ہو جاتے) ہیں۔

آج اکثر لوگ ہر لایعنی بات کا جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں، جس کی وجہ سے خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں اور معاشرے کا سکون برباد ہو رہا ہے۔ جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قرآن کا طرزِ عمل بتا رہا ہے کہ لغو باتوں کا جواب دینے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس پر خاموش رہنا چاہیے اور صبر کرنا چاہیے۔ اگر آدمی کا خود کوئی قصور نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ خود ہی اس کے لیے بہتری کا سامان کر دے گا۔

(ب): اس قصہ سے اجتماعی زندگی میں رہنمائی کے لیے دو باتیں مستنبط ہوتی ہیں:

۱۔ اکثر لوگ آج بھی تحقیق و تفتیش کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اپنے قیاس و وہم یا دوسروں کے کہنے سننے پر رائے قائم کر لیتے ہیں۔ یہ واقعہ اس بات کی رہنمائی کرتا ہے کہ ہمیں کوئی بھی رائے قائم کرنے سے پہلے خوب غور و خوض اور تحقیق کرنی چاہیے۔ اور متعلقہ فریق کی رائے بھی جاننی چاہیے۔

۲۔ کھلی جگہوں پر نہاتے ہوئے سترِ عورت کا چھپانا فرض ہے۔ اس لیے جب ایسی جگہوں پر نہایا جائے تو مرد کو ناف سے گھٹنے تک اور عورت کو ہاتھ، پاؤں اور چہرے کے علاوہ باقی جسم کا پردہ کر کے نہانا چاہیے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور چور کا قصہ:

۳۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :رَأَى

Marfat.com

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَجُلًا يَسْرِقُ، فَقَالَ لَهُ :أَسَرَقْتَ؟ قَالَ :كَلَّا وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، فَقَالَ عِيسَى :آمَنْتُ بِاللَّهِ، وَكَذَّبْتُ عَيْنِي "(۵۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک بار حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا: کیا تو نے چوری کی ہے؟ وہ فوراً کہنے لگا: ہرگز نہیں! اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کہ میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اپنی آنکھ کو جھٹلاتا ہوں۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ظاہری حالت دیکھتے ہوئے، اس شخص سے چوری کے متعلق سوال کیا۔ جب اس شخص نے قسم اٹھائی تو آپ کا گمان ساقط ہوگیا، تو آپ نے اپنے گمان سے رجوع کرلیا۔(۵۹)

☆ ہوسکتا ہے یہ شخص مالک سے اپنا حق لے رہا ہو یا مالک کی اجازت سے لے رہا ہو یا اس کا مقصد غصب وچوری نہ ہو۔(۶۰)

☆ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو کسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھا ہو، اور یہ سمجھا ہو کہ یہ کھانے لگا ہے، لیکن جب اس شخص نے قسم اٹھا لی تو آپ نے اپنے گمان سے رجوع کرلیا۔(۶۱)

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو جھٹلانے کی بجائے اپنی آنکھ کو جھٹلایا، یہ انسانیت کی اعلیٰ مثال ہے۔ (۶۲)

۵۸۔ i- بخاری، کتاب الانبیاء، رقم ۳۴۴۴، ص ۲۸۱

ii- مسلم، کتاب الفضائل، رقم ۶۱۳۷، ص ۱۰۹۴ ۵۹۔ شرح مسلم نووی، ص ۱۴۴۸

۶۰۔ ایضاً ۶۱۔ تکملہ فتح الملہم، ج ۵، ص ۶ ۶۲۔ ایضاً

Marfat.com

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قسم اٹھانے والے شخص کی تصدیق میں مبالغہ کے طور پر "كذبت عيني او نفسي اوبصري" کے الفاظ کہے۔(۶۳)

☆ ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پوچھنا استفہامیہ ہو اور یہاں پر کلمہ استفہامیہ محذوف ہو ۔(۶۴)

☆ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فیصلہ علم پر نہیں بلکہ گواہوں اور دلائل پر کرنا چاہیے ۔(۶۵)

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول سے مراد ظاہری حکم کی تصدیق وتکذیب مراد ہے نہ کہ امر باطن کی ۔(۶۶)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ظاہری حالت کے اعتبار سے چوری کا حکم لگایا۔

☆ جب اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے نام پر قسم اٹھائی ،تو آپ نے اپنے گمان اور آنکھ کو جھٹلایا ،لیکن اس شخص کو چور نہ کہا۔

☆ اس شخص کے چوری کے انکار پر آپ نے اسے مزید کریدنا مناسب نہ سمجھا تاکہ اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔

☆ یہ بدگمانی سے خوش گمانی کی طرف میلان کی بہت اعلیٰ مثال ہے۔

☆ یہ ایک انسان کی عزت نفس کا خیال رکھنے کا بہترین نمونہ ہے۔

☆ اس میں اپنے گمان وعلم پر دوسرے مسلمان کے قول کو ترجیح دی گئی ہے اور مسلمان کی زبان پر اعتبار کیا گیا ہے۔

۶۳۔ فتح الباری، ج ۲،ص ۳۴۱ ۶۴۔ عمدۃ القاری، ج ۱۱،ص ۱۹۹

۶۵۔ عمدۃ القاری، ج ۱۱،ص ۱۹۹ ۶۶۔ ارشاد الساری، ج ۷،ص ۴۰۳

Marfat.com

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول ہیں اور یہ شخص آپ کا امتی ہے، اس واقعہ میں ایک آقا کا اپنے امتی وغلام کی عزت نفس کا خیال رکھنا اور اس کے قول کو جھٹلانے کی بجائے، اپنے قول وفعل سے رجوع کرنا ہے۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے ہمیں اسلام کے دو اہم رویوں کا درس ملتا ہے۔

۱۔ جب کوئی شخص قسم اٹھالے تو اس کی زبان پر اعتبار کرنا چاہیے اور اس کے بارے میں مزید جرح نہیں کرنی چاہیے۔

۲۔ اسلام ہر انسان کی عزت نفس کا خیال کرتا ہے اگرچہ وہ عہدہ اور رتبہ کے اعتبار سے کم تر ہی کیوں نہ ہو، موجودہ دور میں اس بات کی بہت کمی واقع ہوگئی ہے اور دوسروں کو بے عزت کرنے کا رواج عام ہوگیا ہے۔ ہمیں ان رویوں سے بچ کر عزت نفس والا معاشرہ تشکیل دینا چاہیے۔ اور ہر چھوٹے بڑے کی عزت کرنی چاہیے۔

دودھ پیتے بچہ کا کلام کرنا:

۳۴۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَكَانَتِ امْرَأَةٌ تُرْضِعُ ابْنًا لَهَا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ رَاكِبٌ ذُو شَارَةٍ فَقَالَتْ :اللَّهُمَّ اجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهُ، فَتَرَكَ ثَدْيَهَا وَأَقْبَلَ عَلَى الرَّاكِبِ، فَقَالَ :اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى ثَدْيِهَا يَمَصُّهُ، -قَالَ :أَبُو هُرَيْرَةَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَصُّ إِصْبَعَهُ -ثُمَّ مُرَّ بِأَمَةٍ، فَقَالَتْ :اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِي مِثْلَ هَذِهِ، فَتَرَكَ ثَدْيَهَا، فَقَالَ :اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا، فَقَالَتْ :لِمَ ذَاكَ؟ فَقَالَ: الرَّاكِبُ جَبَّارٌ مِنَ الجَبَابِرَةِ، وَهَذِهِ الأَمَةُ يَقُولُونَ :سَرَقْتِ، زَنَيْتِ، وَلَمْ تَفْعَلْ "

Marfat.com

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَبَيْنَا صَبِيٌّ يَرْضَعُ مِنْ أُمِّهِ، فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلَى دَابَّةٍ فَارِهَةٍ، وَشَارَةٍ حَسَنَةٍ، فَقَالَتْ أُمُّهُ: اللهُمَّ اجْعَلِ ابْنِي مِثْلَ هَذَا، فَتَرَكَ الثَّدْيَ وَأَقْبَلَ إِلَيْهِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ، فَقَالَ :اللهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى ثَدْيِهِ فَجَعَلَ يَرْتَضِعُ ."قَالَ :فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْكِي ارْتِضَاعَهُ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ فِي فَمِهِ، فَجَعَلَ يَمُصُّهَا، قَالَ " :وَمَرُّوا بِجَارِيَةٍ وَهُمْ يَضْرِبُونَهَا وَيَقُولُونَ :زَنَيْتِ، سَرَقْتِ، وَهِيَ تَقُولُ :حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ، فَقَالَتْ أُمُّهُ :اللهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهَا، فَتَرَكَ الرَّضَاعَ وَنَظَرَ إِلَيْهَا، فَقَالَ :اللهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا، فَهُنَاكَ تَرَاجَعَا الْحَدِيثَ، فَقَالَتْ :حَلْقَى مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ فَقُلْتُ :اللهُمَّ اجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهُ، فَقُلْتَ :اللهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ، وَمَرُّوا بِهَذِهِ الْأَمَةِ وَهُمْ يَضْرِبُونَهَا وَيَقُولُونَ زَنَيْتِ، سَرَقْتِ، فَقُلْتُ :اللهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهَا فَقُلْتَ :اللهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا، قَالَ :إِنَّ ذَاكَ الرَّجُلَ كَانَ جَبَّارًا، فَقُلْتُ :اللهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ، وَإِنَّ هَذِهِ يَقُولُونَ لَهَا زَنَيْتِ وَلَمْ تَزْنِ، وَسَرَقْتِ وَلَمْ تَسْرِقْ فَقُلْتُ: اللهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا "(٦٧)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بنی اسرائیل کی ایک خاتون اپنے نومولود بچہ کو دودھ پلا رہی تھی، وہاں سے ایک سوار گذرا جو بڑا خوشحال اور بہترین شخصیت والا تھا۔ اس خاتون نے فوراً دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے۔ اس نومولود نے ماں کے سینہ سے منہ ہٹایا اور اس سوار کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے اللہ! ''مجھے اس جیسا نہ بنانا'' اور پھر ماں کی چھاتی کو چوسنے لگا۔

۶۷۔ i- بخاری، کتاب الانبیاء، رقم ۳۴۳۶، ص ۷۰۳ ii- ایضاً، رقم ۳۴۶۶، ص ۲۸۳

iii- مسلم، کتاب البر والصلۃ، رقم ۶۵۰۹، ص ۱۱۲۵

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: گویا میں دیکھ رہا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی انگلی مبارک چوس رہے ہیں (یعنی اس بچہ کی عملی کیفیت بتا رہے ہیں)۔ پھر وہاں سے ایک باندی کو گزارا گیا تو وہ خاتون کہنے لگی: اے اللہ! میرے اس بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا، اس بچہ نے پھر اپنی ماں کے سینہ کو چھوڑا اور کہنے لگا: کہ اے اللہ! مجھے اس باندی جیسا ہی بنادے۔ وہ عورت (مارے حیرت کے) کہنے لگی یہ کیوں؟ وہ بچہ کہنے لگا کہ: وہ سوار جو گذرا تھا بڑے ظالم اور جابر لوگوں میں سے ایک تھا، اور یہ باندی اس کے متعلق لوگ تو کہہ رہے ہیں کہ تو نے چوری اور زنا کیا ہے، لیکن فی الحقیقت اس نے ایسا نہیں کیا۔

مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ:

ایک نومولود بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا کہ وہاں سے ایک سوار شخص شاندار سواری پر بڑی شان وشوکت کے ساتھ گذرا۔ اس بچہ کی ماں نے دعا مانگی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنانا، بچہ نے سینہ چھوڑا اور اس شخص کی طرف رخ کیا اسے دیکھا اور کہا: اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ یہ کہہ کر دوبارہ ماں کی چھاتی کی طرف رخ کیا اور دودھ پینے لگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بچہ کی دودھ پینے کی عملی کیفیت کو نقل کر رہے ہیں، اپنی انگشت شہادت کو منہ میں لے کر چوس کر بتا رہے ہیں۔ فرمایا کہ: پھر وہاں سے ایک باندی کو لے کر لوگ گزرے اور اسے مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے بدکاری کی ہے اور چوری کی ہے اور وہ یہی کہتی کہ: مجھے میرا اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ اس بچہ کی ماں نے کہا کہ: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا۔ اس نے پھر دودھ پینا چھوڑا اور باندی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا: اے اللہ! مجھے اس جیسا ہی بنانا۔

اس عورت نے ایک درد بھری پکار کے ساتھ کہا: ایک شاندار شخصیت والا آدمی

Marfat.com

گذرا اور میں نے دعا کی: کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنانا، تو تو نے کہا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا، پھر لوگ اس باندی کو مارتے پیٹتے گذرے اور اس کے متعلق کہتے ہیں کہ تو نے زنا کیا چوری کی۔ تو میں نے کہا: اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا، تو تو کہتا ہے کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا بنانا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ وہ کہنے لگا کہ: وہ آدمی تو ایک ظالم شخص تھا، تو میں نے یہ دعا کی: کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ اور یہ جو باندی ہے لوگ اسکے متعلق کہتے ہیں کہ تو نے زنا کیا، حالانکہ اس نے زنا نہیں کیا، اور لوگ کہتے ہیں کہ تو نے چوری کی، حالانکہ اس نے چوری نہیں کی، تو اس لیے میں نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا بنانا۔

مسائل ونصائح:

☆ گزرنے والا شخص اونٹ یا گھوڑے پر سوار تھا اور بڑا حسین وجمیل تھا، اس کی سواری بھی اعلیٰ تھی اور ظاہری لباس بھی چمک دمک والا تھا۔ (۶۸)

☆ یہ عورت حبشیہ تھی لوگوں نے اس پر زنا کا الزام لگا کر پتھر مار مار کر لہولہان کر کے مار دیا تھا۔ حالانکہ اس عورت نے نہ چوری کی تھی اور نہ ہی زنا کیا تھا۔ (۶۹)

☆ یہ دونوں مرد و عورت بنی اسرائیل میں سے تھے۔ (۷۰)

☆ اس حدیث میں دلیل ہے کہ اہل دنیا ظاہری حالات وواقعات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ جب کہ اہل تحقیق حقیقت پر نظر رکھتے ہیں اور ظاہری حال واسباب سے متاثر نہیں ہوتے۔ (۷۱)

☆ انسان اولاد کو اپنے آپ پر ترجیح دیتا ہے، جیسا کہ ماں نے بیٹے کے لیے دعا

۶۸۔ i۔ عمدۃ القاری، ج ۱۱، ص ۱۹۲ ii۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۳۳۸

۶۹۔ عمدۃ القاری، ج ۱۱، ص ۱۹۲ ۷۰۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۳۳۸

۷۱۔ ایضاً، ص ۳۳۹

Marfat.com

کی، لیکن اپنے لیے نہیں کی۔ (۷۲)

☆ سوار شخص کافر تھا اور عورت مومنہ تھی۔ (۷۳)

☆ بچے کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے باری تعالیٰ! جس طرح یہ عورت گناہوں سے پاک اور محفوظ ہے، مجھے بھی اس طرح گناہوں سے پاک اور محفوظ رکھنا۔ (۷۴)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ اس واقعہ میں اس عورت نے ظاہری طور پر حسین وجمیل شخص، خوبصورت سواری اور زرق برق لباس کو دیکھا اور اس سے متاثر ہو کر اپنے بچے کے لیے دعا کر دی۔

☆ حبشی عورت کی ظاہری حالت نفرت والی تھی، اس لیے ایسی حالت سے بچنے کی دعا کر دی۔

☆ ان دونوں کے بارے مذکورہ عورت نے غور وخوض اور تحقیق وتفتیش نہ کی۔

☆ بچے نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حقیقت پر مبنی دعا اور گفتگو کی۔

☆ اس قصہ میں یہ عورت ایک عامیانہ ذہن اور سرسری نظر سے دیکھ کر ظاہر سے متاثر ہونے والے کردار کی علامت ہے۔ جو صرف ظاہری حالت سے مرعوب ہے۔

☆ اس واقعہ میں بچے کا کردار ایک تحقیق وتفتیش اور حقیقت پر مبنی کردار ہے۔ جو ظاہر سے متاثر نہیں ہوتا، بلکہ حقیقت کی تلاش میں ہے اور حقیقت کو پاتا ہے۔

☆ اس واقعہ میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ انسان کو گہرائی اور گیرائی سے اشیاء کی تہہ تک پہنچنا چاہیے۔

☆ اصل شئے انسان کا ذاتی کردار وعمل ہے نہ کہ ظاہری صورت۔

۷۲۔ ایضاً ۷۳۔ ارشاد الساری، ج ۷، ص ۳۹۴

۷۴۔ شرح مسلم نووی، ص ۱۵۳۲

Marfat.com

۳۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی کے لیے دو دو باتیں مستنبط ہوتی ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(الف): اس قصہ میں عصر حاضر میں انفرادی زندگی کے لیے دو باتیں واضح ہوتی ہیں:

۱۔ موجودہ زمانے میں بھی لوگوں کی اکثریت ظاہری حالت سے متاثر ہو جاتی ہے اور اس کے بارے میں حقیقت معلوم نہیں کرتے۔اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اشیاء کی حقیقت حال معلوم کی جائے اور پھر ردعمل ظاہر کیا جائے۔جیسا کہ آپ کی حدیث مبارکہ ہے:

ترجمہ: اے اللہ مجھے اشیاء کی اصل حالت کا علم عطا فرما۔

۲۔ اسی طرح ہمارے لوگ مغربی تہذیب وتمدن سے بہت جلد متاثر ہوتے ہیں، کیونکہ مغربی انداز زندگی بظاہر بہت دلکش ہے اور خوبصورت ہے، جبکہ اصل میں انتہائی خطرناک اور بدترین تہذیب ہے۔اسلامی طرز زندگی بظاہر کٹھن اور مشکل محسوس ہوتی ہے جبکہ حقیقت میں راحت وسکون اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم والی تہذیب ہے۔اس لیے ہمیں مغربی سوچ وفکر اور تہذیب وتمدن کو چھوڑ کر اسلامی سوچ وفکر اور طرز معاشرت اپنانا چاہیے۔

(ب): اس قصہ میں اجتماعی زندگی کے لیے دو باتیں نکلتی ہیں:

۱۔ موجودہ دور میں لوگوں کی اکثریت ظاہری مال واسباب اور حسن وجمال سے متاثر ہو جاتی ہے۔جب کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اشیاء کی حقیقت تک پہنچا جائے۔

۲۔ اکثر لوگ مال ودولت اور عہدے کے لالچ میں کردار وعمل کو خراب کر رہے ہیں۔یہ واقعہ ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ انسان کو اپنے کردار کے لحاظ سے اعلیٰ ہونا

Marfat.com

چاہیے۔ مال ودولت اور عہدہ اہم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کردار اچھا ہونا ہی ارفع مقام ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات ۴۹:۱۳)

ترجمہ: ''بے شک تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو کردار کا اعلیٰ ہے۔''

دعا سے غار کا دہانا کھل جانا:

۳۵۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ " :بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَشَّوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ، فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ، فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ :انْظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلَّهِ، فَادْعُوا اللهَ تَعَالَى بِهَا، لَعَلَّ اللهَ يَفْرُجُهَا عَنْكُمْ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ :اللهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَامْرَأَتِي، وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ أَرْعَى عَلَيْهِمْ، فَإِذَا أَرَحْتُ عَلَيْهِمْ، حَلَبْتُ، فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ، فَسَقَيْتُهُمَا قَبْلَ بَنِيَّ، وَأَنَّهُ نَأَى بِي ذَاتَ يَوْمٍ الشَّجَرُ، فَلَمْ آتِ حَتَّى أَمْسَيْتُ، فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا، فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ، فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ، فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا، وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصِّبْيَةَ قَبْلَهُمَا، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ، فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَدَأْبُهُمْ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً، نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ، فَفَرَجَ اللهُ مِنْهَا فُرْجَةً، فَرَأَوْا مِنْهَا السَّمَاءَ، وَقَالَ الْآخَرُ :اللهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِيَ ابْنَةُ عَمٍّ أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ وَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا، فَأَبَتْ حَتَّى آتِيَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ، فَتَعِبْتُ حَتَّى

Marfat.com

جَمَعْتُ مِائَةَ دِينَارٍ، فَجِئْتُهَا بِهَا، فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، قَالَتْ :يَا عَبْدَ اللهِ اتَّقِ اللهَ، وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ عَنْهَا، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً، فَفَرَجَ لَهُمْ، وَقَالَ الْآخَرُ :اللهُمَّ إِنِّي كُنْتُ اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ، فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ :أَعْطِنِي حَقِّي، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَرَقَهُ فَرَغِبَ عَنْهُ، فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرِعَاءَهَا، فَجَاءَنِي فَقَالَ :اتَّقِ اللهَ وَلَا تَظْلِمْنِي حَقِّي، قُلْتُ :اذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرِعَائِهَا، فَخُذْهَا فَقَالَ :اتَّقِ اللهَ وَلَا تَسْتَهْزِءْ بِي فَقُلْتُ :إِنِّي لَا أَسْتَهْزِءُ بِكَ، خُذْ ذَلِكَ الْبَقَرَ وَرِعَاءَهَا، فَأَخَذَهُ فَذَهَبَ بِهِ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ لَنَا مَا بَقِيَ، فَفَرَجَ اللهُ مَا بَقِيَ،(۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(بنی اسرائیل کے) تین افراد کسی سفر میں جارہے تھے کہ اچانک انہیں بارش نے آ گھیرا، انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لے لی۔غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان گر پڑی اور اس کا منہ (دہانہ) بند ہوگیا۔ان میں سے کسی ایک نے کہا: اپنے اپنے نیک اعمال کو دیکھو، وہ اعمال صالحہ جو تم نے خالص اللہ کی رضا کیلیے کئے ہوں اور ان کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمہارے لیے اس غار کا دہانہ کھول دے۔

چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! بلاشبہ میرے ساتھ میرے ضعیف العمر والدین تھے، میری بیوی تھی اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، جن کیلئے میں بکریاں چراتا تھا۔ جب شام ہوتی تو میں دودھ دوہتا اور اپنے والدین سے ابتدا کرتے ہوئے انہیں اپنے بچوں سے پہلے پلاتا تھا۔ایک روز میں درخت کے پتوں کی طلب میں دور نکل گیا اور شام گئے واپس آیا تو میں نے اپنے والدین کو سوتا ہوا پایا، میں نے حسب معمول

Marfat.com

دودھ دوہا، پھر دودھ کا برتن لایا اور والدین کے سرہانے کھڑا ہوگیا، کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ والدین کو نیند سے جگاؤں اور یہ بھی مجھ کو گوارا نہ تھا کہ والدین سے پہلے اپنے بچوں کو پلاؤں۔ حالانکہ بچے بھوک سے میرے قدموں میں بلک رہے تھے۔ لیکن میں اسی حال میں رہا اور بچے بھی اسی حال میں (بھوک سے بلکتے رہے)، یہاں تک کہ فجر کا وقت ہوگیا۔ اگر تو جانتا ہے کہ میرا یہ عمل آپ کی رضا کیلئے تھا تو (اس کی برکت سے) ہمارے واسطے اس غار کو کھول دے کہ ہم آسمان دیکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی کشادگی پیدا کردی کہ وہ آسمان کو دیکھنے لگے۔ دوسرے نے کہا: اے اللہ! میری ایک چچازاد تھی، میں اس سے شدید محبت کرتا تھا جتنی کہ مرد عورتوں سے کرسکتے ہیں۔ میں نے اسے طلب کیا (اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے) تو اس نے انکار کردیا، یہاں تک کہ میں سو دینار اسے دوں۔ میں نے سو دینار جمع کرنے میں بڑی مشقت اٹھائی۔ پھر وہ لے کر اس کے پاس گیا۔ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا، تو وہ کہنے لگی: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور مہر کو ناحق طریقہ سے نہ کھول۔ میں یہ سن کر کھڑا ہوگیا۔ اگر میں نے آپ کے علم کے مطابق یہ عمل آپ کی رضا کیلئے کیا تھا تو ہمارے لیے (اس کی برکت سے) کشادگی فرما۔ اللہ نے مزید کشادگی فرمادی۔ تیسرے نے کہا: اے اللہ! میں نے ایک مزدور کو تین صاع (ایک مقدار) چاول پر ملازم رکھا۔ جب اس کا کام ختم ہوگیا تو اس نے کہا کہ میرا حق دو۔ میں نے اس کی مقررہ مقدار اسے پیش کردیئے، اس نے اس سے منہ موڑ لیا (اور وہیں چھوڑ کر چلا گیا)۔ میں نے اس کے چاولوں کے ذریعہ زراعت شروع کردی (اور اس میں برکت ہوئی)۔ یہاں تک کہ میں نے اس سے گائیں اور مویشی جمع کرلیے، پھر وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: کہ اللہ سے ڈر اور میرے حق کے معاملہ میں مجھ پر ظلم نہ کر۔ میں نے کہا جاؤ وہ ساری گائیں اور مویشی لے لو۔ وہ

Marfat.com

کہنے لگا: اللہ سے ڈر اور مجھ سے مذاق مت کر۔میں نے کہا: میں تم سے مذاق نہیں کررہا۔جاؤوہ ساری گائیں اور مویشی تم لے لو۔اس نے وہ سب لے لیں اور چلا گیا۔اگر آپ جانتے ہیں کہ میں نے یہ کام آپ کی رضا کیلئے کیا ہے،تو ہمارے لیے جوکچھ باقی رہ گئی ہے وہ بھی کشادہ فرما،چنانچہ اللہ تعالیٰ نے باقی رکاوٹ کوبھی کھول دیا۔

ا۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ تیسرے واقعہ میں اس شخص نے اپنے خادم،ملازم اور نوکر کو بروقت اجرت ادا کرنے کا اہتمام کیا۔

☆ اس خادم نے چاولوں کی صورت میں اس وقت اجرت نہ لی،تو مذکورہ آدمی نے اسے امانت سمجھ کر سنبھالا،اوراس سے مزید کاروبار بھی کیا۔

☆ جب خادم واپس آیا تو ایمانداری سے سارا مال اور گائیں اس کے حوالے کردیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کو یہ کردار ونیکی اتنی پسند آئی،کہ اس کے طفیل میں باقی غار کے دہانے سے پتھر ہٹا دیا اور تینوں اس غار سے باہر آگئے۔

۲۔عصرِ حاضر میں اطلاق:

اس واقعہ میں ہمارے لیے دواہم امور بیان کیے ہوئے ہیں:

ا۔ آج اکثر ملازمین ونوکر حضرات کو ان کے مالکان وقت پر معاوضہ ادانہیں کرتے،جوکہ ظلم وزیادتی ہے،جب کہ آقا کریم ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

اعطو االاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقه (۷۵)

۷۵۔ ابن ماجہ،کتاب الرہون،رقم ۲۴۴۳،ج ۳،ص ۱۰۳

Marfat.com

ترجمہ: کام کرنے والوں کو اس کی اجرت پسینہ خشک ہونے سے بھی پہلے ادا کرو۔

مالکان کو ملازمین ونوکر حضرات کی اجرت وقت پر ادا کرنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کا یہی حکم وطریق ہے۔

۲۔ شراکت کے کاروبار میں آجکل لوگوں کو ایک دوسرے سے شکایات و پریشانی ہے۔ایک دوسرے کو تاجر حضرات دھوکہ دیتے ہیں۔جبکہ اس واقعہ میں حقیقتاً ایک مسلمان کے کردار کو بیان کیا گیا ہے، کہ مسلمان دوسرے بھائی کی عدم موجودگی میں بھی ایمانداری سے کام لیتا ہے۔اس لیے ہمیں امانتوں کا خیال رکھنا چاہیے اور کاروبار ومعاملات ایمانداری سے چلانے چاہیے، تاکہ ہمارے کاروبار اور رزق میں برکت ہو۔کاروباری پریشانیوں کا حل ایمانداری اور مناسب منافع سے خرید وفروخت ہے۔اسی میں اطمینان اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔

قرض کی مہلت دینے پر تاجر کی بخشش:

۳۶۔ قَالَ حُذَيْفَةُ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ " :إِنَّ رَجُلًا كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، أَتَاهُ المَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوحَهُ، فَقِيلَ لَهُ :هَلْ عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ :مَا أَعْلَمُ، قِيلَ لَهُ: انْظُرْ، قَالَ :مَا أَعْلَمُ شَيْئًا غَيْرَ أَنِّي كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا وَأُجَازِيهِمْ، فَأُنْظِرُ المُوسِرَ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ المُعْسِرِ، فَأَدْخَلَهُ اللَّهُ الجَنَّةَ "

حَدَّثَهُ أَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، حَدَّثَهُ قَالَ :قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :تَلَقَّتِ المَلاَئِكَةُ رُوحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، قَالُوا :أَعَمِلْتَ مِنَ الخَيْرِ شَيْئًا؟ قَالَ :كُنْتُ آمُرُ فِتْيَانِي أَنْ يُنْظِرُوا وَيَتَجَاوَزُوا عَنِ المُوسِرِ، قَالَ :قَالَ :فَتَجَاوَزُوا عَنْهُ "، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ :وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ: كُنْتُ أُيَسِّرُ عَلَى المُوسِرِ، وَأُنْظِرُ المُعْسِرَ، وَتَابَعَهُ شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ المَلِكِ،

Marfat.com

عَنْ رِبْعِيٍّ، وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ :عَنْ عَبْدِ المَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ :أَنْظِرُ المُوسِرَ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ المُعْسِرِ ، وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ :فَأَقْبَلُ مِنَ المُوسِرِ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ المُعْسِرِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَكَانَ يَقُولُ لِفَتَاهُ :إِذَا أَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ، لَعَلَّ اللهَ يَتَجَاوَزُ عَنَّا، فَلَقِيَ اللهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ "(۷٦)

ترجمہ: حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم سے پچھلی امتوں میں ایک شخص تھا، ملک الموت اس کی روح قبض کرنے کیلئے آئے۔ (موت کے بعد) اس شخص سے کہا گیا کیا تجھے اپنی کسی نیکی کا علم ہے؟ وہ کہنے لگا: مجھے اپنی کسی نیکی کا علم نہیں (کہ میں نے کبھی کوئی نیکی کی ہو)۔ اس سے کہا گیا: کہ ذرا غور کرو۔ کہنے لگا کہ: مجھے اپنی کوئی نیکی معلوم نہیں ہوتی، سوائے اس کے کہ میں دنیا میں لوگوں سے کاروبار کیا کرتا تھا اور ان سے درگذر کرتا تھا (اپنی رقوم کی وصولی میں)۔ چنانچہ میں مالدار کو تو مہلت دیتا تھا اور تنگدست کو معاف کر دیتا تھا (اس کے علاوہ تو کوئی نیکی میرے علم میں نہیں)۔ اللہ تعالیٰ نے اسی عمل پر اسے جنت میں داخل فرما دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ: تم سے پچھلی امتوں میں سے ایک شخص کی روح کا ملائکہ سے سامنا ہوا، تو انہوں نے کہا: کہ تجھے اپنی کوئی نیکی معلوم ہے؟ کہنے لگا کہ: میں

۷٦۔ i- بخاری، کتاب الانبیاء، رقم ۳۴۵۱، ص ۲۸۲

ii- ایضاً، کتاب البیوع، رقم ۲۰۷۷، ص ۱٦۲

iii- ایضاً، کتاب الاستقراض والدیون، رقم ۲۳۹۱، ص ۱۸۷

iv- مسلم، کتاب المساقاۃ، رقم ۳۹۹۳-۳۹۹۹، ص ٦۴۹-٦۵۰

v- ترمذی، کتاب البیوع، رقم ۱۳۰۷، ص ۵۵۰

vi- نسائی، کتاب البیوع، رقم ۴۷۰۳، ص ۱۰۸۹

vii- ابن ماجہ، کتاب الصدقات، رقم ۲۴۲۰، ص ۲۱

Marfat.com

(دنیا میں) اپنے لڑکوں (ملازموں) کو کہتا تھا: کہ وہ مالدار کو مہلت دیں اور تنگ دست سے درگذر کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ فرشتوں نے اس سے درگذر کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ: ایک تاجر تھا جو لوگوں کو قرضے وغیرہ دیا کرتا تھا، جب کسی کو تنگدست دیکھتا تو اپنے ملازم لڑکوں سے کہتا کہ: اس کو معاف کردو، شاید اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی معاف کردے، اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فردیا۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ مقروض کو مہلت دینا واجب ہے اور اسکے قرض کو معاف کردینا مستحب ہے، خواہ پورا قرض معاف کیا جائے یا اس کا کچھ حصہ معاف کیا جائے۔ (۷۷)

☆ کسی نیک کام کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، ہوسکتا ہے اسی کی وجہ سے نجات ہوجائے، اسی طرح کسی برائی کے کام کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے، کیا پتا اس پر گرفت ہوجائے۔ (۷۸)

☆ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ قرض وصول کرنا، قرض داروں کو مہلت دینا اور ان سے درگزر کرنا، نوکروں کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔ (۷۹)

☆ ہرچند کہ یہ ہم سے پہلی شریعت کا حکم ہے، لیکن چونکہ ہماری شریعت میں اس سے منع نہیں کیا گیا، اس لیے یہ احادیث حجت ہوسکتی ہیں۔ (۸۰)

☆ فرض نفل سے ستر درجہ زیادہ افضل ہوتا ہے، لیکن چند فضائل میں نفل کو فرض پر فضیلت ہے:

ا۔ تنگ دست مقروض کو مہلت دینا واجب ہے اور اس کا قرض معاف کرنا

۷۷۔ ارشاد الساری، ج ۵، ص ۳۸ ۷۸۔ شرح صحیح مسلم، ج ۴، ص ۴۸۸

۷۹۔ ایضاً ۸۰۔ ایضاً

Marfat.com

مستحب ہے اور یہ واجب سے افضل ہے۔

۲۔ سلام کرنے میں پہل کرنا جواب دینے سے افضل ہے۔

۳۔ وقت سے پہلے وضو کرنا افضل، وقت کے بعد وضو کرنے سے افضل ہے۔(۸۱)

☆ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک قرضدار سے قرض کا مطالبہ کیا تو وہ ان سے چھپ گیا، پھر قتادہ رضی اللہ عنہ اس سے ملے تو وہ کہنے لگا: میں غریب آدمی ہوں، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا! اس نے کہا: بخدا! حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو یوم قیامت کی تکلیفوں سے نجات دے، وہ کسی مفلس کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کردے۔(۸۲)

☆ اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ اگر بندے کی بہت قلیل نیکی بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس بندہ کے گناہ بخش دیتا ہے، جب کہ اس بندے نے اس نیکی میں اخلاص سے اللہ تعالیٰ کے لیے نیت کی ہو، اور اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے وہ نیک کام کیا ہو، تو وہ اکرم الاکرمین ہے اور وہ اپنے بندہ کو اپنی رحمت سے نامراد نہیں کرتا۔(۸۳)

☆ قرآن مجید میں ہے:

﴿مَن ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً فَیُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِیْمٌ﴾ (الحدید ۵۷:۱۱)

ترجمہ: کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے تو اللہ تعالیٰ اس کے قرض کو اسکے لیے بڑھاتا رہے اور اس کے لیے عزت والا اجر ہے۔

☆ حدیث مبارکہ میں ہے:

تم سے پہلے ایک شخص کا حساب لیا گیا تو اس کی نیکیوں میں اس کے سوا اور کوئی

۸۱۔ مرقات، ج ۶، ص ۹۸ ۸۲۔ مسلم، کتاب المساقاۃ، رقم ۴۰۰۰، ص ۶۵۰

۸۳۔ شرح ابن بطال، ج ۶، ص ۱۸۱

Marfat.com

نیکی نہیں تھی کہ: وہ مالدار آدمی تھا اور لوگوں سے مل جل کر رہتا تھا، وہ اپنے نوکروں کو یہ حکم دیتا تھا: کہ وہ تنگ دست سے درگزر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس سے زیادہ درگزر کرنے کے حقدار ہیں، اس سے درگذر کرو۔ (۸۴)

☆ یہ سوال وجواب اس شخص سے قبر میں ہوئے، جہاں پر رحمت اور عذاب دونوں قسم کے فرشتے آئے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرمادی۔ (۸۵)

☆ جو کسی قرضدار کو قرض ادا کرنے کی مہلت دیتا ہے تو اس مہلت دینے والے کو ہر روز اتنا مال صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (۸۶)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ اخلاص کے ساتھ کی ہوئی چھوٹی نیکی پر بھی زیادہ اجر وثواب حاصل ہوتا ہے۔

☆ یہ واقعہ عالم برزخ کا ہے اور نبی کریم ﷺ کو وحی کے ذریعے سے اس کا علم عطا کیا گیا ہے۔

☆ اس حدیث سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ کام کاج، قرض وصولی اور کاروبار کے لیے ملازم رکھنا جائز ہے۔

☆ ملازموں کو چاہیے کہ مالک جس کام کا حکم دے، اس پر عمل کریں۔

☆ مالکان کو چاہیے کہ ملازمین کی نیک تربیت کریں۔

☆ قرض دار کو بغیر کہے مہلت دینا اور ضرورت مند پر بغیر اس کے مانگے خرچ کرنا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی پسندیدہ فعل ہے۔

☆ قبر میں حساب وکتاب اور انعام وعذاب برحق ہے۔

☆ کاروباری حضرات کو سخی اور صبر وتحمل والا ہونا چاہیے۔

۸۴۔ ترمذی، کتاب البیوع، رقم ۱۳۰۷، ص ۵۵۰

۸۵۔ ارشاد الساری، ج ۵، ص ۳۷ ۸۶۔ ایضاً

Marfat.com

☆ فکر آخرت اور اللہ تعالی سے بخشش کی امید، اس دنیا کی بہترین متاع ہے۔

☆ اللہ تعالی کا رحمت و بخشش اور کرم اس کے غضب، جباریت اور قہاریت پر غالب ہے۔

☆ یہ حدیث حضور اکرم ﷺ کے علم کی وسعت اور ماقبل کے حالات وواقعات کے علم پر دلالت کرتی ہے۔

☆ ضرورت کے وقت قرض لینا جائز ہے۔

☆ اپنی تنگ دستی کا حال دوسرے لوگوں کو بتلانا جائز ہے۔

۳۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ سے موجودہ دور میں عمل کرنے کے لیے چار باتیں واضح ہوتی ہیں:

۱۔ ہمارے ہاں غربت و افلاس کا دور دورہ ہے اور ہر کوئی قرض لینے پر مجبور ہے۔قرض دینے والے کو چاہیے کہ مقروض کو قرض کی ادائیگی میں زیادہ سے زیادہ مہلت دے۔

۲۔ امراء و قرض خواہ حضرات کو چاہیے کہ مقروض کو قرضے کا کچھ حصہ معاف کردیں۔

۳۔ تنگ دست ومجبور کے لیے قرض خواہ کو قرضہ معاف کردینا چاہیے۔شاید اللہ تعالی ہمیں بھی معاف کردے۔

۴۔ کام کاج کے لیے ملازم رکھنا جائز ومستحسن ہے، البتہ ان کی تربیت نیک وبھلائی والی کرنی چاہیے۔

ماں کی نافرمانی پر حضرت جریج کی آزمائش:

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي المَهْدِ إِلَّا ثَلاَثَةٌ :عِيسَى، وَكَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ، كَانَ يُصَلِّي، جَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ، فَقَالَ :أُجِيبُهَا أَوْ

Marfat.com

أُصَلِّي، فَقَالَتْ :اللَّهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ وُجُوهَ المُومِسَاتِ، وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ امْرَأَةٌ وَكَلَّمَتْهُ فَأَبَى، فَأَتَتْ رَاعِيًا فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَتْ :مِنْ جُرَيْجٍ فَأَتَوْهُ فَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ وَأَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى ثُمَّ أَتَى الغُلَامَ، فَقَالَ :مَنْ أَبُوكَ يَا غُلَامُ؟ قَالَ الرَّاعِي، قَالُوا :نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ؟ قَالَ :لَا، إِلَّا مِنْ طِينٍ.

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ :كَانَ جُرَيْجٌ يَتَعَبَّدُ فِي صَوْمَعَةٍ، فَجَاءَتْ أُمُّهُ .قَالَ حُمَيْدٌ :فَوَصَفَ لَنَا أَبُو رَافِعٍ صِفَةَ أَبِي هُرَيْرَةَ لِصِفَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّهُ حِينَ دَعَتْهُ، كَيْفَ جَعَلَتْ كَفَّهَا فَوْقَ حَاجِبِهَا، ثُمَّ رَفَعَتْ رَأْسَهَا إِلَيْهِ تَدْعُوهُ، فَقَالَتْ :يَا جُرَيْجُ أَنَا أُمُّكَ كَلِّمْنِي فَصَادَفَتْهُ يُصَلِّي، فَقَالَ :اللهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي، فَاخْتَارَ صَلَاتَهُ، فَرَجَعَتْ،ثُمَّ عَادَتْ فِي الثَّانِيَةِ، فَقَالَتْ :يَا جُرَيْجُ أَنَا أُمُّكَ فَكَلِّمْنِي، قَالَ :اللهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي، فَاخْتَارَ صَلَاتَهُ، فَقَالَتْ: اللهُمَّ إِنَّ هَذَا جُرَيْجٌ وَهُوَ ابْنِي وَإِنِّي كَلَّمْتُهُ، فَأَبَى أَنْ يُكَلِّمَنِي، اللهُمَّ فَلَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ الْمُومِسَاتِ .قَالَ :وَلَوْ دَعَتْ عَلَيْهِ أَنْ يُفْتَنَ لَفُتِنَ .قَالَ :وَكَانَ رَاعِي ضَأْنٍ يَأْوِي إِلَى دَيْرِهِ، قَالَ :فَخَرَجَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْقَرْيَةِ فَوَقَعَ عَلَيْهَا الرَّاعِي، فَحَمَلَتْ فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقِيلَ لَهَا :مَا هَذَا؟ قَالَتْ :مِنْ صَاحِبِ هَذَا الدَّيْرِ، قَالَ فَجَاءُوا بِفُئُوسِهِمْ وَمَسَاحِيهِمْ، فَنَادَوْهُ فَصَادَفُوهُ يُصَلِّي، فَلَمْ يُكَلِّمْهُمْ، قَالَ :فَأَخَذُوا يَهْدِمُونَ دَيْرَهُ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ نَزَلَ إِلَيْهِمْ، فَقَالُوا لَهُ:

Marfat.com

سَلْ هَذِهِ، قَالَ فَتَبَسَّمَ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَ الصَّبِيِّ فَقَالَ :مَنْ أَبُوكَ؟ قَالَ :أَبِي رَاعِي الضَّأْنِ، فَلَمَّا سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْهُ قَالُوا :نَبْنِي مَا هَدَمْنَا مِنْ دَيْرِكَ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، قَالَ :لَا، وَلَكِنْ أَعِيدُوهُ تُرَابًا كَمَا كَانَ، ثُمَّ عَلَاهُ(۱۷)

۳۷۔ترجمہ:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

گہوارہ میں سوائے تین افراد کے کسی نے گفتگو نہیں کی ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ،اور بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جسے ''جریج'' کہا جاتا تھا۔وہ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اسی دوران اس کی ماں آگئی اور جریج کو بلایا۔اس نے دل میں کہا: کہ میں ماں کو جواب دوں یا نماز جاری رکھوں ۔(اور جواب نہ دیا) ماں نے کہا::

اے اللہ!اسے اس وقت تک موت نہ دینا، جب تک یہ فاحشہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے ۔ایک بار جریج اپنے صومعہ (عبادت کے لئے ایک مخصوص بلند چبوترہ جس پر حجرہ بنا ہوا تھا) میں تھا،اس کے پاس ایک عورت آئی اور اس سے (بدکاری کی)خواہش کی ،اس نے انکار کردیا (اس کے دل میں گرہ پڑگئی)،وہ پھر ایک چرواہے کے پاس گئی اور اس کو اپنے آپ پر قدرت دے دی (اور اس سے بدکاری کی)،جس کے نتیجہ میں اس کے لڑکا پیدا ہوا۔اس عورت نے الزام لگایا کہ یہ جریج کا ہے۔لوگ (غصہ میں بھرے) جریج کے پاس آئے اور اس کا صومعہ توڑ دیا ،اسے نیچے اتارا اور بہت برا بھلا کہا۔اس نے وضو کر کے نماز پڑھی ،پھر اس نومولود لڑکے کے پاس آیا،اور(اس بچہ کو مخاطب کر کے) کہا:اے لڑکے تیرا باپ کون ہے؟ بچہ نے (جو ابھی گہوارہ میں تھا) جواب دیا: چرواہا۔(لوگوں کو اپنی غلطی پر پشیمانی ہوئی اور)انہوں نے کہا کہ:ہم تمہارا صومعہ سونے کا بنا دیتے ہیں، جریج نے کہا کہ نہیں،بس گارے کا ہی بنادو۔

Marfat.com

دوسری روایت میں ہے جریج عابد اس صومعہ میں ہر وقت عبادت و بندگی میں مشغول رہتا تھا۔ ایک روز اس کی والدہ اس کے پاس آئیں، تو دیکھا کہ وہ نماز میں مشغول ہے ۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جریج کی ماں کی ہیئت عملاً بیان کی: اس نے اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھوں پر سایہ کرلیا(کیونکہ جب کسی اونچی چیز کی طرف دیکھنا ہوتو عموماً لوگ سورج کی شعاعوں سے بچنے کے لئے آنکھوں پر ہاتھوں کو چھجا بنا لیتے ہیں تو اس کی والدہ نے بھی آنکھوں پر ہاتھ کا چھجا بنا کر)،اسے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ نماز میں مشغول تھا۔ ماں نے کہا جریج !میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کر! جریج کے سامنے اس کی نماز تھی (غالباً اسے نماز میں وہ حلاوت مل رہی ہوگی کہ کسی دوسری طرف متوجہ ہونا اسے گراں گزر رہا ہوگا)،اس نے دل میں کہا: اے اللہ !ایک طرف میری ماں ہے، دوسری طرف نماز (کسے اختیار کروں؟)۔آخر اس نے نماز کو ہی اختیا کیا،ماں واپس چلی گئی۔

دوسرے دن پھر ماں آئی اور (حسب معمول اسے نماز میں مشغول دیکھا) اور کہا: اے جریج !میں تیری ماں ہوں :مجھ سے بات کر!اس نے پھر دل میں کہا:اے اللہ! ایک جانب میری ماں ہے، دوسری جانب نماز ہے (کیا کروں؟) آخر نماز کو ہی اختیار کیا،ماں (ناکام)واپس لوٹ گئی۔ تیسرے روز پھر آئی،جریج پھر نماز میں مشغول تھا، اس نے کہا :اے جریج !(میں تیری ماں ہوں)،اس نے دل میں کہا کہ : اے اللہ!ایک طرف میری ماں ہے تو دوسری طرف میری نماز: کسے اختیار کروں؟ آخر نماز کو ہی اختیار کیا۔

متواتر تین روز تک ماں، بیٹے کی ملاقات اور اس کی گفتگو میں ناکامی سے جھنجھلا گئی اور مارے غصہ کے جریج کو بد دعا دی اور کہا:اے اللہ !یہ جریج میرا بیٹا ہے اور میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں، مگر اس نے (عملاً) مجھ سے بات کرنے سے

Marfat.com

انکار کردیا ہے۔ اے اللہ !اسے اس وقت تک موت نہ دیجئے ،جب تک کہ یہ بدکار، بازاری عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ (ماں نے صرف عورتوں کا منہ دیکھنے کی بددعا دی تھی) اگران کے فتنہ میں پڑجانے کی بددعا بھی دیتی، تووہ اس میں بھی پڑجاتا (کہ ماں کی بددعا ایسی ہی تیر بہدف ہوتی ہے)۔اب ماں کی بددعا پوری ہونے کی صورت یوں ہوئی: کہ بنواسرائیل کے لوگوں میں جریج کی عبادت کے تذکرے اور چرچے ہونے لگے۔وہاں ایک فاحشہ اور بازاری عورت رہا کرتی تھی، جو اپنے حسن کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی تھی اوراس کے حسن کی مثالیں دی جاتی تھی۔اس نے لوگوں سے کہا: کہ جریج کی عبادت کے تم بہت تذکرے کرتے ہو۔حالانکہ اس کا حال یہ ہے کہ اگرتم چاہو،تو میں اسے اپنے فتنہ میں مبتلا کر کے دکھاؤں؟

چنانچہ وہ بازاری عورت اس کے پاس گئی اوراس کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا ،مگراس نے نظر اٹھا کرنہ دیکھا ،اور قطعاً اس کی طرف التفات نہ کیا،جس سے اس کے دل پر چوٹ لگی ۔ جریج کی عبادت گاہ کے قریب ایک چرواہا بھی رہا کرتا تھا، جو بھیڑ بکریاں چراتا تھا۔وہ عورت جریج کے پاس سے نکل کراس چرواہے کے پاس گئی، اوراسے اپنے آپ پر قدرت دے دی، اس نے اس سے بدکاری کی، جس سے وہ حاملہ ہوگئی، جب بچہ پیدا ہوا،تواس نے جریج سے انتقام لینے کے لئے یہ کہنا شروع کردیا: کہ یہ بچہ جریج کا ہے، جواس خانقاہ میں رہتا ہے۔

یہ سننا تھا کہ لوگ کلہاڑیاں اور گینتیاں لے کراس کی خانقاہ پر ٹوٹ پڑے، اور اسے آواز دی ،تواسے نماز میں مشغول پایا،لوگوں نے ان سے کوئی بات نہ کی،لوگوں نے اس کی خانقاہ کو گرانا اور منہدم کرنا شروع کردیا ،اوراسے نیچے اترنے پر مجبور کردیا۔ جریج

Marfat.com

نے جب یہ صورتحال دیکھی تو نیچے اتر آیا، لوگوں نے اسے مارا پیٹا، اس نے کہا کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: تو نے اس بازاری عورت سے بدکاری کی ہے، انہوں نے کہا کہ: اس عورت سے پوچھ یہ کیا کہتی ہے؟ اس نے کہا: کہ مجھے نماز پڑھنے کی مہلت دو۔ غرض اس نے نماز پڑھی، نماز پڑھ کر واپس لوٹا، تو لوگ اس بچہ کو لے آئے، جس کے متعلق کہا جارہا تھا: کہ یہ جریج کا ہے۔

جریج نے ہلکی سے مسکراہٹ کے ساتھ بچہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے پیٹ میں انگلی سے ذراسی چبن کی اور اس سے پوچھا کہ: اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا باپ فلاں چرواہا ہے، جو بھیڑیں چراتا ہے۔ نومولود کو اتنا واضح کلام کرتے دیکھ کر، اس کی زبان سے جریج کی برأت کی گواہی سن کر، لوگوں کو عقل آئی۔ (بے عقل عوام کا یہی حال ہوتا ہے کہ جہاں کسی کی کوئی بات سن لی، بغیر تحقیق اسے قبول کرلیا، خواہ وہ غلط ہو یا صحیح۔ پھر اس کے مقابلہ میں دوسری بات سنی تو اسے قبول کرلیا وہ جھوٹ سچ کی تحقیق میں نہیں پڑتے، جو جہالت اور کم علمی کی بات ہے۔)

غرض لوگوں کو احساس ہوا: کہ انہوں نے جریج کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے، چنانچہ وہ فرط عقیدت سے اسے لپٹنے اور اس کا بوسہ لینے لگے۔ اور کہنے لگے کہ: ہم تیرا صومعہ (خانقاہ) سونے چاندی سے دوبارہ تعمیر کریں گے۔ اس نے کہا: کہ نہیں! اس کی ضرورت نہیں، بس تم اسے اس کی سابقہ حالت پر لوٹا دو اور مٹی گارے ہی سے اسے کھڑا کردو، چنانچہ لوگوں نے اسے دوبارہ بلند کردیا۔

ا۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ کا نام فاحشہ عورت کے منہ سے سننا تھا، پس لوگوں نے مختلف ہتھیاروں اور اوزار سے لیس ہوکر آپ کی عبادت گاہ کو گرادیا۔

Marfat.com

☆ جب بچے کی زبان سے حضرت جریج ؒ کی برأت کا اظہار ہوا، تو تمام لوگ اپنے اس فعل پر شرمندہ ہوئے، اور آپ کو سونے کا معبد بنانے کی پیش کش کر دی۔

☆ حضرت جریج ؒ نے لوگوں سے کہا: کہ تم میرا معبد سونے کا نہ بناؤ، صرف مٹی کا ہی دوبارہ بنادو۔

۲۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ میں اجتماعی زندگی کے لیے تین باتیں مستخرج ہوتی ہیں:

۱۔ حضرت جریج ؒ کے ساتھ جو رویہ لوگوں نے اختیار کیا۔ ایسے ہی حادثات سے بچاؤ کے لیے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ۔﴾ (الحجرات ۴۹:۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے تو تم خوب تحقیق کر لیا کرو، (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کیے پر پچھتاتے رہو۔

۲۔ آج بھی اکثر لوگوں کا رویہ یہی ہے کہ کسی شریف آدمی کے بارے میں کوئی بات سنی تو بغیر تحقیق کیے، اس کو نقصان پہنچانے کے لیے درپے ہو جاتے ہیں، بعض اوقات لوگوں کی داڑھی مونڈھ دی جاتی ہے، بعض اوقات سر اور بھنوؤں کے بال بھی مونڈھ دیے جاتے ہیں، اور اسی طرح کی دیگر تکالیف دی جاتی ہیں۔ ایسے حالات میں ہمیں چاہیے کہ پہلے تو خوب تحقیق کریں، اس کے بعد خود فیصلہ کرنے کی بجائے قانونی کاروائی کرنی چاہیے۔

۳۔ موجودہ دور میں بھی صالح اور شریف لوگوں کے ساتھ عمومی معاشرتی رویہ ایسا ہی ہے، جسے، تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ ہونا:

۳۸۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ وَطُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا، ثُمَّ قَالَ :اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أُولَئِكَ مِنَ المَلاَئِكَةِ، فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّونَكَ، تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ، فَقَالَ السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ، فَقَالُوا :السَّلاَمُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ ٥، فَزَادُوهُ :وَرَحْمَةُ اللَّهِ، فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ آدَمَ، فَلَمْ يَزَلِ الخَلْقُ يَنْقُصُ حَتَّى الآنَ "(۸۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کا قد ساٹھ ذراع (میٹر) تھا، پھر فرمایا: کہ ان فرشتوں کو جا کر سلام کرو اور ان کے جواب کو غور سے سننا، کیونکہ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ انہوں نے کہا: السلام علیکم، فرشتوں نے جواب دیا: السلام علیك ورحمة الله یعنی انہوں نے رحمة الله زائد کہا۔ پس جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا، اس وقت سے اب تک لوگوں کا قد برابر گھٹتا آ رہا ہے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت قد ساٹھ گز تھا اور فوت ہونے تک قد اتنا ہی رہا۔(۸۸)

☆ حضرت آدم علیہ السلام سی حالت میں جنت میں رہے، زمین پر اترے اور پھر جنت میں یہی صورت ہوگی۔(۸۹)

☆ بہتر یہ ہے کہ لفظ "السلام علیکم" کہا جائے۔ البتہ اگر کسی نے "سلام علیك" کہا تو یہ بھی کافی ہے۔(۹۰)

۸۷۔ i- بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم ۳۳۲۶، ص ۶۷۳

ii- ایضاً، کتاب الاستئذان، رقم ۶۲۲۷، ص ۱۲۷۲

iii- مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، رقم ۷۱۶۳، ص ۱۱۲۷

۸۸۔ شرح مسلم نووی، ص ۱۶۵۷ ۸۹۔ ایضاً ۹۰۔ ایضاً

Marfat.com

☆ سلام کا جواب دینے کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ان الفاظ پر اضافہ کرے۔ البتہ جواب میں بھی " السلام علیکم " کہا جا سکتا ہے، لفظ " وعلیکم السلام " کہنا ضروری نہیں ہے۔(۹۱)

☆ اس قد کی طوالت سے مراد آسمان جتنی طوالت مراد ہو سکتی ہے، اور جب آپ زمین پر اترے ہوں تو قد چھوٹا کر دیا گیا ہو، اور جب دوبارہ جنت میں جائیں گے تو پھر قد ساٹھ گز کر دیا جائے گا۔ کیونکہ شہروں اور ملکوں کے بدلنے سے احکامات بدل جاتے ہیں۔ اسی طرح آسمانی اور زمینی جہان کے احکامات میں بھی فرق ہے جیسا کہ آسمانی ایک دن ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔(۹۲)

☆ لفظ" وعلیکم السلام " جواب دینا افضل ہے۔ اگر ہم باہم ملنے والے اکٹھے ہی ایک دوسرے کو سلام کہیں، تو دونوں طرف سے سلام کا جواب دینا واجب ہو جاتا ہے اور اکثر لوگ اس سے غفلت برتتے ہیں۔(۹۳)

☆ " وعلیکم " کے مقدم کرنے میں حکمت یہ ہے کہ عربوں کے ہاں یہ رواج ہے کہ جس کو وہ عزت دینا چاہتے ہیں، اس کے لیے ایسے ہی ذکر کرتے ہیں، اس لیے جواب دینے والا جب " وعلیکم السلام " سے جواب دیتا ہے تو اس سے وہ مخاطب کو اہمیت دے رہا ہوتا ہے۔(۹۴)

☆ اسی طرح جب کوئی سلام کرے، اس کے سلام کا جواب عمدہ طریقہ سے دینا چاہیے، ورنہ کم از کم اسی لفظ سے سلام کا جواب دیا جائے۔ مثلاً السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے، اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۹۱۔ ایضاً		۹۲۔ فیض الباری، ج ۴، ص ۱۷

۹۳۔ مرقاۃ، ج ۹، ص ۴۷		۹۴۔ حاشیۃ الکاندھلوی علی لامع الدری، ج ۸، ص ۷

Marfat.com

کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته کہے،عیسائیوں کے سلام کا طریقہ ہے کہ منہ پر ہاتھ رکھا جائے (آج کل پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہیں)، یہودی ہاتھ سے اشارہ کرتے ہیں، مجوسی جھک کر تعظیم کرتے ہیں، عرب کہتے ہیں حياك الله (الله تمہیں زندہ رکھے گا)، اور مسلمانوں کا سلام یہ ہے کہ کہیں السلام علیکم ورحمة الله بركاته، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام طریقوں سے افضل ہے، کیونکہ سلام کرنے والا مخاطب کو یہ دعا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آفتوں، بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھے، نیز جب کوئی شخص کسی کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کو ضرر اور خوف سے مامون رہنے کی بشارت دیتا ہے، مکمل سلام یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمة الله وبركاته اور تشہد میں بھی اتنا سلام ہی ہے، جب کوئی شخص فقط السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمة الله کہنا چاہیے، اور اگر کوئی السلام علیکم ورحمة الله بركاته کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته کہے اگر کوئی السلام ورحمة الله وبركاته کہے، تو اس کے جواب میں السلام علیکم ورحمة الله وبركاته کہے، اور بعض روایات میں ومغفرته کا اضافہ بھی ہے۔(۹۵)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اسلام کا کونسا وصف سب سے بہتر ہے آپ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور ہر مسلمان کو سلام کرو خواہ تم اس کو پہچانتے ہو یا نہیں۔(۹۶)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم

۹۵۔ ابوداؤد، رقم: ۵۱۹۶

۹۶۔ i۔ بخاری، رقم ۱۲ ii۔ ابوداؤد، رقم ۵۱۹۴

Marfat.com

ایمان نہیں لاؤ گے جنت میں داخل نہیں ہو گے، اور جب تم ایک دوسرے سے محبت نہیں کرو گے تمہارا ایمان کامل نہیں ہوگا، کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے کرنے کے بعد تم ایک دوسرے سے محبت کرو؟ ایک دوسرے کو بہ کثرت سلام کرو۔ (۹۷)

☆ حضرت امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ شخص وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔ (۹۸)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے اگر ہم کسی درخت کی وجہ سے جدا ہو کر پھر مل جاتے تو ایک دوسرے کو سلام کرتے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (۹۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار، پیدل کو سلام کرے، پیدل بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور کم لوگ زیادہ کو سلام کریں۔ (۱۰۰)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ کا بچوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے بچوں کو سلام کیا۔ (۱۰۱)

☆ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم عورتوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے ہم کو سلام کیا۔ (۱۰۲)

۹۷۔ i۔ مسلم، رقم: ۵۴ ii۔ ابوداؤد، رقم ۵۱۹۳
iii۔ ترمذی، رقم ۲۶۹۷ iv۔ ابن ماجہ، رقم ۳۶۹۲

۹۸۔ i۔ ابوداؤد، رقم ۵۱۹۷ ii۔ ترمذی، رقم ۲۶۹۴
iii۔ ابن حبان، رقم ۹۱۱

۹۹۔ المعجم الاوسط، رقم ۷۹۸۳

۱۰۰۔ i۔ بخاری، رقم ۶۲۳۲ ii۔ مسلم، رقم ۲۱۶۰ iii۔ ابوداؤد، رقم ۵۱۹۸ iv۔ ترمذی، رقم ۲۷۱۲

۱۰۱۔ i۔ بخاری، رقم ۶۲۴۷ ii۔ مسلم، رقم ۲۱۶۸ iii۔ ابوداؤد، رقم ۵۲۰۲
iv۔ ترمذی، رقم ۲۷۰۵

۱۰۲۔ i۔ ابوداؤد، رقم ۵۲۰۴ ii۔ ترمذی، رقم ۲۶۹۷ iii۔ ابن ماجہ، رقم ۳۷۰۱

Marfat.com

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹے !جب تم اپنے گھر میں داخل ہوتو سلام کرو، اس سے تم پر برکت ہوگی اور تمہارے گھر والوں پر برکت ہوگی۔امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔(۱۰۳)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کو اہل کتاب سلام کریں تو تم کہو و کم۔(۱۰۴)

☆ امام رازی سلام کہنے یا نہ کہنے کی تفصیل لکھتے ہیں :

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہے یہودی کوسلام کی ابتدا نہ کرو،امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس کوخط میں بھی سلام نہ لکھو،امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ نہ ان کوسلام کرواور نہ ان سے مصافحہ کرو،اور جب تم ان پر داخل ہوتو کہو السلام علی من اتبع الھدی بعض علماء نے کہا ہے کہ ضرورت کے وقت ان کو ابتداً سلام کہنا جائز ہے (مثلاً کسی کا افسر کافر یا بد مذہب ہوتو اس کو اس کے دائیں بائیں فرشتوں کی نیت کر کے سلام کرے)اور جب وہ سلام کریں تو وعلیک کہنا چاہیے ،حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ کافر کو وعلیکم السلام کہنا جائز ہے لیکن وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ یہ مغفرت کی دعا ہے اور کافر کے لیے مغفرت کی دعا جائز نہیں ،حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نصرانی کے جواب میں کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ، ان پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے کہا: کیا یہ اللہ کی رحمت میں جی نہیں رہا!

۲۔ جب جمعہ کے دن امام خطبہ دے رہا ہوتو حاضرین کوسلام نہ کرے ،کیونکہ لوگ امام کا خطبہ سننے میں مشغول ہیں۔

۱۰۳۔ ترمذی،رقم ۲۷۰۷

۱۰۴۔ i۔مسلم،رقم ۲۱۶۳ ii۔ابوداؤد،رقم ۵۲۰۷

Marfat.com

۳۔ اگر حمام میں لوگ برہنہ نہا رہے ہوں تو ان کو سلام نہ کرے، اور اگر ازار باندھ کر نہا رہے ہوں تو ان کو سلام کر سکتا ہے۔

۴۔ جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو، روایت حدیث کر رہا ہو، یا مذاکرہ میں مشغول ہو، اس کو سلام نہ کرے۔

۵۔ جو شخص اذان اور اقامت میں مشغول ہو، اس کو بھی سلام نہ کرے۔

۶۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو شخص چوسر یا شطرنج کھیل رہا ہو، یا کبوتر اڑا رہا ہو، یا کسی معصیت میں مبتلا ہو، اس کو بھی سلام نہ کرے۔

۷۔ جو شخص قضائے حاجت میں مشغول ہو اس کو سلام نہ کرے۔

۸۔ جو شخص گھر میں داخل ہو تو اپنی بیوی کو سلام کرے اور اگر اس کے ساتھ کوئی اجنبی عورت ہو تو اس کو سلام نہ کرے۔(۱۰۵)

☆ سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔ اگر جماعت مسلمین کو سلام کیا تو ہر ایک پر جواب دینا فرض کفایہ ہے، لیکن جب کسی ایک نے جواب دے دیا تو باقیوں سے جواب دینے کا فرض ساقط ہو جائے گا، فساق اور فجار کو پہلے سلام نہیں کرنا چاہیے، اگر کوئی اجنبی عورت کسی مرد کو سلام کرے تو اگر بوڑھی ہو تو اس کا جواب دینا چاہیے اور اگر جوان ہو تو اس کے سلام کا جواب نہ دے۔

☆ لوگوں کے قد گھٹنے سے مراد ان کے جسموں کا ناقص ہونا ہے، نہ یہ کہ پہلے لوگ لمبے قد والے ہوتے تھے اور اب چھوٹے قد والے ہیں۔ بلکہ انسانوں کے قد ہمیشہ لمبائی کے لحاظ سے اسی اوسط میں ہیں، جس میں آج موجود ہیں۔ البتہ جسمانی طاقت کے لحاظ سے پہلے والی اقوام طاقتور تھیں۔(۱۰۶)

۱۰۵۔ تفسیر کبیر ج ۳، ص ۲۸۰ ۱۰۶۔ تکملہ فتح الملہم، ج ۶، ص ۱۰۳

Marfat.com

☆ ہر شخص جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کی شکل پر ان کے قد کے برابر ساٹھ ہاتھ کا داخل ہوگا۔(۱۰۷)

☆ ابن متین نے کہا ہے: کہ حضرت آدم علیہ السلام ہمارے ہاتھ سے ساٹھ ہاتھ کے تھے، کیونکہ ہر کسی کا زراع اس کے چوتھائی حصہ کے برابر ہوتا ہے، اس لیے کہ اگر ان کے ہاتھ سے ان کا قد ساٹھ ہاتھ کا مانا جائے گا تو تناسب بگڑ جائے گا۔ان کے قد کے مقابلے میں ہاتھ کی وہی حیثیت ہوجائے گی جو ہماری انگلی اور ناخن کو ہمارے قد سے ہے۔یہ ہیئت احسن تقویم کے منافی ہے۔(۱۰۸)

☆ ہر امت کا قد پہلی امت کے قد سے کم ہوتا گیا ہے اور امت محمدیہ پر آ کر یہ امر رک گیا ہے۔(۱۰۹)

☆ جنت میں جو بھی داخل ہوگا وہ خوبصورتی، حسن اور قدامت کے اعتبار سے حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا۔(۱۱۰)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت آدم علیہ السلام کا قد کافی طویل اور جسم مضبوط تھا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کی طرف بھیجا، تو آپ کو فرشتوں کے پاس جانے کے آداب بھی سکھلائے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے خود سلام و جواب سکھلانے کی بجائے، عملی طور پر حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے ذریعے سکھلایا۔اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ تعلیم دینے کے لیے عملی طریقہ کار اپنانا زیادہ بہتر ہے۔

۱۰۷۔ نزہۃ القاری، ج۴،ص۳۶۲ ۱۰۸۔ عمدۃ القاری، ج۱۱،ص۹

۱۰۹۔ عمدۃ القاری، ج۱۱،ص۱۰ ۱۱۰۔ ارشاد الساری، ج۷،ص۲۳۴

Marfat.com

☆ آنے والے کو چاہیے کہ وہ سلام کی ابتدا کرے۔

☆ جس مجلس میں انسان جائے، ان اہل مجلس کی بات توجہ سے سننی چاہیے۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے سلام و جواب کا یہی طریق متعین و مروج ہے۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام کی قد کی لمبائی کے تعین میں علماء کی دو آرا ہیں:

(الف): اس حدیث مبارکہ میں بیان کردہ لمبائی کی مقدار حضرت آدم علیہ السلام کے تخلیق کے وقت کی لمبائی اور جنت میں سکونت کے وقت کی لمبائی مراد ہے، جب آپ زمین پر اترے تو قد کم کر دیا گیا، اور یہ قد آج موجود انسانوں کے قد جیسا ہی تھا، اور قد گھٹنے سے مراد انسانی جسم کی طاقت کا کم ہونا مراد ہے، اور انسان کا جسمانی طور پر کمزور ہونا مراد ہے۔

(ب): حضرت آدم علیہ السلام کا قد مبارک ساٹھ ہاتھ ہی تھا اور اس وقت سے انسانوں کے قد کم ہو رہے ہیں اور امت محمدیہ پر آ کر رک گیا ہے، اس حدیث مبارکہ کے مطابق انسانوں کے قد اور جسمانی طاقت دونوں کم ہوئی ہیں۔

☆ کم لوگوں کو چاہیے زیادہ کو سلام کریں۔

☆ سلام کرنا سنن مستحبہ میں سے ہے اور جواب دینا واجب ہے۔

☆ سلام کا جواب دینے والے کو چاہیے کہ جواب میں دعائیہ کلمات میں اضافہ کرے۔

☆ لفظ "السلام علیکم" مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے، البتہ بعض صورتوں میں کافروں کو بھی ان الفاظ کے ساتھ سلام کیا جا سکتا ہے۔ (۱۱۱)

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس حدیث مبارکہ میں اجتماعی زندگی کے لیے چار اصول مستنبط ہوتے ہیں

۱۱۱۔ تفسیر کبیر، ج۹، ص۲۸۰

Marfat.com

۱۔ اہل اسلام کو اہتمام کے ساتھ سلام اور جواب سلام کا رواج دینا چاہیے، سلام کا جواب دینے والے کو اضافی دعائیہ کلمات کے ساتھ سلام کا جواب دینا چاہیے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَإِذَا حُيِّيْتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّواْ بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيباً۔ (النسآء۴:۸۶)

ترجمہ: جب تم کو کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کا جواب دو یا اسی لفظ کو لوٹا دو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

۲۔ عام طور پر لوگ سلام کرتے ہوئے ہچکچاہٹ کا شکار ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ میں اس کو کیوں سلام کروں، یہ چھوٹا ہے، یہ غریب ہے، یہ عہدے کے اعتبار سے چھوٹا ہے، اگر فلاں مجھے سلام کرے گا تو میں سلام کروں گا، اس صورت حال کے بارے میں احادیث مبارکہ کے حوالے سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے، کہ کون کس کو، سلام کرنے میں پہل کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ، وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ، وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ۔۔۔يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي (۱۱۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹا بڑے کو سلام کرے، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، کم زیادہ لوگوں کو سلام کریں اور سواری والا پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔

۳۔ آج ہمارے ہاں بالخصوص اور عالم اسلام بالعموم ایک دوسرے کو آمنے سامنے، ٹیلی فون پر، موبائل فون پر، وائرلیس پر، انٹرنیٹ اور دیگر رابطے کے ذرائع پر ہیلو،

۱۱۲۔ ابوداؤد، کتاب الادب، رقم ۵۱۹۸۔۵۱۹۹، ص ۹۶۸

Marfat.com

ہائے، گڈ مارننگ، صبح بخیر، کیا حال ہے، کیسے ہو، بائے بائے، اوکے اور دیگر ان جیسے الفاظ رواج پائے جارہے ہیں۔ ہمیں ان الفاظ سے پرہیز کرنا چاہیے اور اہل اسلام اور جنتی لوگوں کے طریقہ لفظ ''السلام علیکم ''اور''وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته '' کورواج دینا چاہیے۔

۴۔ عام مسلمانوں کو بالعموم اور ہمارے بچوں اورنو جوانوں کو بالخصوص اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

حضرت ہاجرہ کا قبیلہ جرہم کے لوگوں کو پانی کے استعمال کی اجازت دینا:

۳۹۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :أَوَّلَ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ أُمِّ إِسْمَاعِيلَ، اتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لِتُعَفِّيَ أَثَرَهَا عَلَى سَارَةَ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ، حَتَّى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ، فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ، وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ، فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ، وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيهِ تَمْرٌ، وَسِقَاءً فِيهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفَّى إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقًا، فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَتْ :يَا إِبْرَاهِيمُ، أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا الْوَادِي، الَّذِي لَيْسَ فِيهِ إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا، فَقَالَتْ لَهُ :آللَّهُ الَّذِي أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَتْ: إِذَنْ لَا يُضَيِّعُنَا، ثُمَّ رَجَعَتْ، فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ، اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهَؤُلَاءِ

Marfat.com

الكَلِمَاتِ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ :رَبِّ (إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ) (ابراهيم ۱۴:۳۷) -حَتَّى بَلَغَ - (يَشْكُرُونَ) (إبراهيم ۱۴:۳۷) " وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تُرْضِعُ إِسْمَاعِيلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ، حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا، وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوَّى، أَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ، فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْأَرْضِ يَلِيهَا، فَقَامَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرَى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا، فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا، ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْإِنْسَانِ الْمَجْهُودِ حَتَّى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ، ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا وَنَظَرَتْ هَلْ تَرَى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا فَفَعَلَتْ ذَلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَذَلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا، فَقَالَتْ صَهٍ -تُرِيدُ نَفْسَهَا -، ثُمَّ تَسَمَّعَتْ، فَسَمِعَتْ أَيْضًا، فَقَالَتْ :قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غِوَاثٌ، فَإِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ، فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ، أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ، حَتَّى ظَهَرَ الْمَاءُ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُولُ بِيَدِهَا هَكَذَا، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُورُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ .قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :يَرْحَمُ اللَّهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ -أَوْ قَالَ :لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ -، لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا "قَالَ :فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا، فَقَالَ

Marfat.com

لَهَا الْمَلَكُ :لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ، فَإِنَّ هَا هُنَا بَيْتَ اللَّهِ، يَبْنِى هَذَا الغُلَامُ وَأَبُوهُ، وَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَهْلَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ، تَأْتِيهِ السُّيُولُ، فَتَأْخُذُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ، فَكَانَتْ كَذَلِكَ حَتَّى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمَ، أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمَ، مُقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءٍ، فَنَزَلُوا فِى أَسْفَلِ مَكَّةَ فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا، فَقَالُوا :إِنَّ هَذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلَى مَاءٍ، لَعَهْدُنَا بِهَذَا الوَادِى وَمَا فِيهِ مَاءٌ، فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ، فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ بِالْمَاءِ فَأَقْبَلُوا، قَالَ :وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ، فَقَالُوا :أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ فَقَالَتْ :نَعَمْ، وَلَكِنْ لَا حَقَّ لَكُمْ فِى الْمَاءِ، قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَأَلْفَى ذَلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُحِبُّ الْإِنْسَ فَنَزَلُوا وَأَرْسَلُوا إِلَى أَهْلِيهِمْ فَنَزَلُوا مَعَهُمْ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِهَا أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْهُمْ، وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ، وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ، فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوهُ امْرَأَةً مِنْهُمْ، وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَمَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ، فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ :خَرَجَ يَبْتَغِى لَنَا، ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ نَحْنُ بِشَرٍّ، نَحْنُ فِى ضِيقٍ وَشِدَّةٍ، فَشَكَتْ إِلَيْهِ، قَالَ :فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِى عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقُولِى لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ، فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا، فَقَالَ :هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا، فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، وَسَأَلَنِى كَيْفَ

Marfat.com

عَيْشُنَا، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ وَشِدَّةٍ، قَالَ :فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ :نَعَمْ، أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَيَقُولُ غَيِّرْ عَتبَةَ بَابِكَ، قَالَ :ذَاكِ أَبِي، وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ، الحَقِي بِأَهْلِكِ، فَطَلَّقَهَا، وَتَزَوَّجَ مِنهُمْ أُخْرَى، فَلَبِثَ عَنهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُ، فَقَالَتْ :خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا، قَالَ :كَيْفَ أَنْتُمْ؟ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ، وَأَثْنَتْ عَلَى اللَّهِ، فَقَالَ :مَا طَعَامُكُمْ؟ قَالَتِ اللَّحْمُ، قَالَ فَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتِ المَاءُ .قَالَ :اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالمَاءِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ، وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ .قَالَ :فَهُمَا لاَ يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ، قَالَ :فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَمُرِيهِ يُثْبِتُ عَتَبَةَ بَابِهِ، فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ قَالَ :هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ :نَعَمْ، أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الهَيْئَةِ، وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ، فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ، قَالَ :فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ، قَالَتْ :نَعَمْ، هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ، قَالَ :ذَاكِ أَبِي وَأَنْتِ العَتَبَةُ، أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ، ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِكَ، وَإِسْمَاعِيلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ، فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ، فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الوَالِدُ بِالوَلَدِ وَالوَلَدُ بِالوَالِدِ، ثُمَّ قَالَ يَا إِسْمَاعِيلُ، إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ، قَالَ :فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ

Marfat.com

رَبُّكَ، قَالَ :وَتُعِينُنِي؟ قَالَ :وَأُعِينُكَ، قَالَ :فَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ هَا هُنَا بَيْتًا، وَأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا، قَالَ :فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ، فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَأْتِي بِالْحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِي، حَتّٰى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ، جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ، وَهُوَ يَبْنِي وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ، وَهُمَا يَقُولَانِ: (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) (البقرة۲:۱۲۷) ، قَالَ: فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتّٰى يَدُورَا حَوْلَ الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُولَانِ :(رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ :لَمَّا كَانَ بَيْنَ إِبْرَاهِيمَ وَبَيْنَ أَهْلِهِ مَا كَانَ، خَرَجَ بِإِسْمَاعِيلَ وَأُمِّ إِسْمَاعِيلَ، وَمَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ، فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِبْرَاهِيمُ إِلَى أَهْلِهِ، فَاتَّبَعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، حَتّٰى لَمَّا بَلَغُوا كَدَاءَ نَادَتْهُ مِنْ وَرَائِهِ: يَا إِبْرَاهِيمُ إِلَى مَنْ تَتْرُكُنَا؟ قَالَ :إِلَى اللّٰهِ، قَالَتْ :رَضِيتُ بِاللّٰهِ، قَالَ :فَرَجَعَتْ فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، حَتّٰى لَمَّا فَنِيَ الْمَاءُ، قَالَتْ :لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا، قَالَ فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ، وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ (ص ۳۸:۱۴۵) أَحَدًا، فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا، فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيَ سَعَتْ وَأَتَتِ الْمَرْوَةَ، فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ أَشْوَاطًا، ثُمَّ قَالَتْ :لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ، تَعْنِي الصَّبِيَّ، فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَإِذَا هُوَ عَلَى حَالِهِ كَأَنَّهُ

Marfat.com

يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ، فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا، فَقَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ، لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا، فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا، حَتَّى أَتَمَّتْ سَبْعًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ. فَإِذَا هِيَ بِصَوْتٍ، فَقَالَتْ: أَغِثْ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ، فَإِذَا جِبْرِيلُ، قَالَ: فَقَالَ بِعَقِبِهِ هٰكَذَا، وَغَمَزَ عَقِبَهُ عَلَى الْأَرْضِ، قَالَ: فَانْبَثَقَ الْمَاءُ، فَدَهَشَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَعَلَتْ تَحْفِرُ، قَالَ: فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ تَرَكَتْهُ كَانَ الْمَاءُ ظَاهِرًا. قَالَ: فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الْمَاءِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، قَالَ: فَمَرَّ نَاسٌ مِنْ جُرْهُمَ بِبَطْنِ الْوَادِي، فَإِذَا هُمْ بِطَيْرٍ، كَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوا ذَاكَ، وَقَالُوا: مَا يَكُونُ الطَّيْرُ إِلَّا عَلَى مَاءٍ، فَبَعَثُوا رَسُولَهُمْ فَنَظَرَ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ، فَأَتَاهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ، فَأَتَوْا إِلَيْهَا فَقَالُوا: يَا أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَكُونَ مَعَكِ، أَوْ نَسْكُنَ مَعَكِ، فَبَلَغَ ابْنُهَا فَنَكَحَ فِيهِمُ امْرَأَةً، قَالَ: ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ: إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي، قَالَ: فَجَاءَ فَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيْنَ إِسْمَاعِيلُ؟ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: ذَهَبَ يَصِيدُ. قَالَ: قُولِي لَهُ إِذَا جَاءَ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ، فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ، قَالَ: أَنْتِ ذَاكِ، فَاذْهَبِي إِلَى أَهْلِكِ، قَالَ: ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ: إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي، قَالَ: فَجَاءَ، فَقَالَ: أَيْنَ إِسْمَاعِيلُ؟ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: ذَهَبَ يَصِيدُ، فَقَالَتْ: أَلَا تَنْزِلُ فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ، فَقَالَ: وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ: طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَاءُ، قَالَ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ، قَالَ: فَقَالَ أَبُو

Marfat.com

الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :بَرَكَةٌ بِدَعْوَةِ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ قَالَ :ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ :إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي، فَجَاءَ فَوَافَقَ إِسْمَاعِيلَ مِنْ وَرَاءِ زَمْزَمَ يُصْلِحُ نَبْلًا لَهُ، فَقَالَ :يَا إِسْمَاعِيلُ، إِنَّ رَبَّكَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ لَهُ بَيْتًا، قَالَ :أَطِعْ رَبَّكَ، قَالَ :إِنَّهُ قَدْ أَمَرَنِي أَنْ تُعِينَنِي عَلَيْهِ، قَالَ :إِذَنْ أَفْعَلَ، أَوْ كَمَا قَالَ :قَالَ فَقَامَا فَجَعَلَ إِبْرَاهِيمُ يَبْنِي، وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَيَقُولَانِ :(رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) (البقرة ۲:۱۲۷) .قَالَ :حَتَّى ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ، وَضَعُفَ الشَّيْخُ عَنْ نَقْلِ الْحِجَارَةِ، فَقَامَ عَلَى حَجَرِ الْمَقَامِ، فَجَعَلَ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَيَقُولَانِ :(رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) (البقرة ۲:۱۲۷)(٨٦)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سب سے پہلے جس عورت نے کمر کا پٹکا بنایا، وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (ہاجرہ) تھیں، انہوں نے یہ پٹکا اس لیے بنایا تا کہ وہ اپنے قدموں کے نشانات کو حضرت سارہ علیہا السلام کے لیے مٹا دے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو، جب کہ وہ ابھی حالت رضاعت میں تھے، لے کر بیت اللہ کے جوار میں آ گئے (اس وقت بیت اللہ تعمیری شکل میں نہیں تھا)، ان دونوں کو مسجد حرام میں موجود زمزم کے کنویں کے اوپر ایک سائبان میں چھوڑ دیا۔ مکہ میں اس وقت نہ کوئی ذی نفس تھا، نہ پانی کا وجود۔ دونوں کو وہاں چھوڑا، ان کے قریب ایک مٹکا، جس میں چند کھجوریں تھیں، رکھ دیا، پانی کا ایک مشکیزہ بھی رکھ دیا اور خود الٹے قدموں واپس چلے گئے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام ان کے پیچھے پیچھے گئیں اور کہا: اے ابراہیم! ہمیں اس (بے آب

Marfat.com

وگیاہ) وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں، جہاں نہ کوئی انسان ہے، نہ ہی کوئی دوسری چیز؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ بار بار یہی کہتی رہیں، اُدھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی جانب ذرا بھی توجہ نہ فرمائی۔ آخر انہوں نے عرض کی: کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: ہاں! تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے (ایمان ویقین سے سرشار لہجے میں) کہا تب تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا، اور واپس لوٹ گئیں۔

اُدھر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے، یہاں تک جب اس گھاٹی پر پہنچے، جہاں سے انہیں دیکھا نہ جاسکے اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کیا اور ہاتھ اٹھا کر ان کلمات سے دعا فرمائی:

﴿ رَبَّنَا إِنِّىٓ أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِى بِوَادٍ غَيْرِ ذِى زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا۟ الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِىٓ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴾ (ابراہیم ۱۴:۳۷)

ترجمہ: اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد کو، اس بے آب وگیاہ وادی میں تیرے محترم گھر کے قریب، آباد کیا ہے۔ اے میرے رب! تاکہ یہ نماز قائم کریں۔ پس تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں میووں سے رزق دے، تاکہ وہ شکر ادا کریں۔

اُدھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں اور مشکیزہ میں سے پانی پی کر گذارہ کرتی تھیں، یہاں تک کہ مشکیزہ کا پانی ختم ہوگیا، تو خود بھی پیاسی رہ گئیں اور بیٹا بھی پیاسا رہ گیا۔ بے چین و مضطرب ہو کر معصوم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف دیکھتیں (جو پیاس سے بلک رہا تھا)، حتی کہ یہ منظر ان سے دیکھا نہ گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف دیکھنے کی ناگواری سے بچنے کے لیے، وہاں سے چل پڑیں۔ اس وادی سے قریب ترین پہاڑ صفا کا تھا، حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس پر جا کھڑی

Marfat.com

ہوئیں۔ پھر وادی کی دوسری طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ شاید کسی کو دیکھ لیں لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ پھر صفا سے نیچے اتر آئیں، جب وادی میں پہنچیں، تو اپنی چادر کا کونہ اونچا کیا، ایک انسان کی جتنی بساط ہو سکتی ہے، کوشش کی، اور وادئ مکہ کو عبور کر کے مروہ پہاڑ پر آ گئیں اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر آ جائے، وہاں بھی کوئی دکھائی نہ دیا، سات مرتبہ اسی طرح کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسی وجہ سے صفا و مروہ کے مابین لوگوں کے لیے سعی شروع کی گئی''

پھر جب وہ مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز انہوں نے سنی تو کہا: خاموش، مراد اپنے آپ کو کہنا تھا۔ پھر دوبارہ کان لگا کر سننے کی کوشش کی, تو کہنے لگیں: اگر تمہارے پاس کوئی مدد ہے تو تم نے سنا دیا ہے، دیکھا تو ایک فرشتہ زمزم کی جگہ پر موجود ہے اور اس نے اپنے قدموں یا اپنے پیروں سے کھودنا شروع کیا، یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس پانی کو حوض کی شکل میں محفوظ کرنے لگیں, اور اپنے ہاتھ کے اشارے سے کہنے لگیں: کہ اس طرح۔ پھر اس پانی کو مشکیزہ میں ڈالنے لگیں اور جب مشکیزہ بھر جاتا تو وہ ابلنے لگتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اُم اسماعیل پر رحم فرمائے، اگر وہ زمزم کو یونہی چھوڑ دیتیں یا فرمایا: اسے محفوظ نہ کرتیں، تو زمزم کا چشمہ جاری پانی کی شکل میں بہتا رہتا۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے زمزم کا پانی پیا اور اپنے بچہ کو دودھ پلاتی رہیں، فرشتہ نے ان سے کہا کہ: اپنے ضائع ہونے (ہلاک ہونے) کا خوف مت کرو، اس لیے کہ یہاں پر اللہ کا گھر ہے، جسے لڑکا اور اس کے والد مل کر تعمیر کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس کے رہنے والوں کو ضائع نہیں فرماتا۔ اس زمانہ میں بیت اللہ زمین سے اونچائی پر ٹیلے کی مانند واقع تھا، کیونکہ سیلاب آیا کرتے تھے اور بیت اللہ کے دائیں بائیں حصہ کی عمارت کو نقصان

Marfat.com

پہنچاتے تھے۔

اسی طرح دن گزرتے رہے، حتیٰ کہ ایک بار وہاں سے قبیلہ جرھم کے چند لوگ یا جرھم کے گھر والوں میں سے کچھ لوگ گزرے، جو کداء کے رستے سے آرہے تھے، وہ مکہ کے نشیب میں فروکش ہوئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا: کہ ایک پرندہ منڈلا رہا ہے، وہ کہنے لگے: یہ پرندہ تو پانی کے اوپر منڈلاتا ہے، جب کہ یہاں اس وادی میں تو کہیں پانی نہیں ہے۔ انہوں ایک دو آدمیوں کو مٹکے دے کر بھیجا (کہ پانی تلاش کریں)، وہ گئے تو دیکھا کہ پانی (زمزم) ہے، وہ واپس لوٹے، اور انہیں بتلایا کہ پانی ہے، وہ سب کے سب پانی کے پاس آگئے۔ اس وقت اُم اسماعیل پانی کے پاس ہی تھیں، تو ان لوگوں نے پوچھا: کیا آپ ہمیں اپنے قریب فروکش ہونے کی اجازت دیتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں (ٹھیک ہے)! لیکن پانی پر تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا، وہ کہنے لگے ٹھیک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ام اسماعیل کو ان کی وجہ سے انس ہوا اور وہ انس چاہتی تھیں (اس لیے ان لوگوں کو اجازت دے دی)۔ جرھم کے لوگ وہیں فروکش ہوگئے اور انہوں نے اپنے گھر والوں کو بھی بلا بھیجا، وہ بھی وہاں فروکش ہوگئے۔ یہاں تک کہ وہاں ان کے کئی گھرانے ہوگئے حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی جوانی کی عمر کو پہنچ گئے، انہوں نے بنو جرھم سے عربی بھی سیکھ لی اور جب جوان ہوئے تو تمام قبیلہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ نفیس اور باوقعت تھے۔ چنانچہ وہ بالغ ہوگئے اور شعور کی عمر کو پہنچ گئے تو بنو جرھم نے اپنی ایک عورت سے ان کی شادی کردی۔

اسی دوران ام اسماعیل (حضرت ہاجرہ علیہا السلام) بھی انتقال فرما گئیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی وہاں آئے، تاکہ دیکھیں کہ بیوی اور بچہ (جسے وہ بے یار و مددگار چھوڑ گئے تھے) کا کیا حال ہے؟ جب وہ آئے تو حضرت

Marfat.com

اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا۔ آپ نے ان کی زوجہ سے سوال کیا؟ تو کہنے لگیں: ہمارے لیے کچھ رزق کی تلاش میں گئے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی اہلیہ سے ان کی زندگی اور حالات کے متعلق دریافت کیا، تو وہ عرض کرنے لگیں: ہم بہت بری حالت میں ہیں، بڑی تنگی اور سختی میں ہیں اور ان سے خوب حالات کا شکوہ کیا۔ حضرت ابرہیم علیہ السلام نے فرمایا جب تمہارے شوہر آجائیں تو ان سے میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل کرلیں۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو انہیں ماحول کچھ مانوس مانوس سا لگا۔ انہوں نے پوچھا: کہ کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ وہ کہنے لگیں: ہاں! اس اس طرح کے ایک شیخ آئے تھے۔ انہوں نے تمہارے متعلق پوچھا تو میں نے انہیں بتلا دیا، پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا: کہ ہماری زندگی کیسی گذر رہی ہے؟ تو میں نے انہیں بتلا دیا کہ ہم مشقت اور شدت میں ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا وہ کچھ کہہ کر گئے ہیں؟ کہنے لگیں ہاں! انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کو سلام کہوں اور وہ کہہ کر گئے ہیں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل کرلیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا: وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے تم سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ تم اپنے گھر والوں سے جاملو، اسے طلاق دے کر اسی قبیلہ کی ایک دوسری خاتون سے شادی کرلی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم سے، جب تک اس نے چاہا، رکے رہے، پھر کچھ عرصہ بعد دوبارہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر آئے تو انہیں پھر موجود نہ پایا، وہ ان کی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق سوال کیا؟ انہوں نے عرض کی: کہ وہ ہمارے لیے رزق کی تلاش میں گئے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا: تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ اور ان کی زندگی اور حالات کے

Marfat.com

زندگی اور حالات کے متعلق دریافت کیا، وہ عرض کرنے لگیں: ہم بہت اچھے حال میں ہیں ،خوب فراوانی ہے اور اللہ کی تعریف کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہارا کھانا کیا ہے؟ کہنے لگیں کہ گوشت۔ پوچھا کہ تمہارا مشروب کیا ہے؟ عرض کیا: پانی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی: اے اللہ! انکے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر والوں کے پاس اس وقت ذرا بھی گندم اور غلہ وغیرہ نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے لیے بھی دعا فرماتے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا: جب تمہارے شوہر آجائیں تو ان سے سلام کہنا اور انہیں حکم دینا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو برقرار رکھیں۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس تشریف لائے تو پوچھا: کیا کوئی آیا تھا؟ کہنے لگیں: ہاں! ہمارے پاس ایک بہت اچھی حالت وصورت والے شیخ آئے تھے اور ان کی خوب تعریف کی۔ انہوں نے مجھ سے آپ کے متعلق دریافت کیا، تو میں نے انہیں بتلادیا۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہماری زندگی کیسی گزر رہی ہے؟ تو میں انہیں بتلایا کہ بہت اچھی، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان سے پوچھا: کہ کیا وہ کچھ کہہ کر گئے ہیں؟ اس نے عرض کی ہاں! وہ آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ برقرار رکھیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: وہ میرے والد تھے اور چوکھٹ سے مراد تم ہو، انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں اپنے پاس روک رکھوں۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ عرصہ مزید ٹھہرے رہے، اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا، پھر اس کے بعد تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک سائبان میں تیر کمان ٹھیک کر رہے ہیں۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے، اور دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ وہی سلوک کیا، جو

Marfat.com

ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ اور بیٹا اپنے باپ کے ساتھ کرتا ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ سعادت مند بیٹے نے جواب دیا: آپ کے رب نے جو حکم دیا ہے، اسے کر گزریئے۔ پوچھا: کیا تم میری اعانت کرو گے؟ کہا: میں آپ کی بھرپور اعانت کروں گا۔ فرمایا کہ: مجھے اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے کہ وہاں پر ایک گھر تعمیر کروں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاتھ سے زمزم کے اردگرد ایک بلند ٹیلہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر اس ٹیلہ کے مقام پر ہی ان دونوں حضرات نے بیت اللہ کی بنیادیں اٹھائیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لے کر آتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر فرماتے، یہاں تک کہ جب عمارت بلند ہوگئی تو یہ پتھر (جسے مقام ابراہیم کہا جاتا ہے اور جسے قرآن کریم میں اللہ رب العالمین نے اپنی نشانی قرار دیا ہے) لائے اور اسے رکھ دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر تعمیر فرماتے رہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اُٹھا اُٹھا کر انہیں دیتے رہے اور دونوں حضرات یہ دعا کرتے رہے کہ: "اے ہمارے پروردگار! ہماری اس خدمت کو ہماری طرف سے قبول فرما، بلاشبہ تو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے" (البقرہ ۲: ۱۲۷)

دونوں اس کی تعمیر میں لگے رہے، یہاں تک کہ دونوں بیت اللہ کے گرد گھومتے رہے (تعمیر کے ساتھ ساتھ) اور (تعمیر سے فراغت پر یہ دعا مانگی): اے ہمارے پروردگار! ہماری طرف سے (اس خدمت کو) قبول فرمائیے، بلاشبہ آپ بہت سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ (البقرہ ۲: ۱۲۷)

ا۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے قبیلہ جرہم کے لوگوں نے ٹھہرنے کی اجازت مانگی،

Marfat.com

تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اس شرط پر اجازت دی کہ پانی میری ملکیت ہوگا اور تمہارا اس پر ملکیتی حق نہ ہوگا۔

☆ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے قبیلہ جرہم کے لوگوں کو پانی کے استعمال کی اجازت بھی دے دی۔

☆ قبیلہ جرہم کے لوگوں نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی شرط قبول کر لی اور یہاں پر آباد ہو گئے۔

☆ قبیلہ جرہم سے ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی سیکھی۔

☆ اس قبیلہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کیں۔

☆ قبیلہ جرہم والوں نے پہلی لڑکی کو طلاق کے باوجود، دوسری لڑکی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نکاح میں دی۔

۲۔عصر حاضر میں اطلاق:

حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور قبیلہ جرہم کے درمیان جو مذاکرات ہوئے، اس سے دو باتیں قابل عمل مترشح ہوتی ہیں:

۱۔ اجتماعی زندگی میں باہم معاملات طے کرتے وقت شرائط وضوابط کو تفصیل سے بیان کرنا چاہیے۔

۲۔ قابل استعمال اشیاء اگر کوئی استعمال کرنے کے لیے مانگے، تو اسے دے دینی چاہیے۔قرآن مجید استعمال کی چیزیں نہ دینے والوں کی مذمت کرتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ (الماعون،۱۰۷:۷)

ترجمہ: وہ برتنے کی معمولی چیز بھی مانگنے سے نہیں دیتے۔

Marfat.com

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام بنو جرہم کی ایک عورت کو طلاق دے کر دوبارہ اسی قبیلہ کی دوسری عورت سے شادی کر لی، اس عمل کے دو پہلو قابل اتباع ہیں:

۱۔ ہمارے زمانے میں جب کوئی مرد کسی دوسری عورت کو طلاق دیتا ہے، تو خود مرد بھی اور اس کا سارا خاندان بھی لڑکی والے خاندان میں برائیاں نکالنا شروع کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں اچھائیاں بھی برائیاں بنادی جاتی ہیں۔ دونوں خاندان ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں، ایسا کرنا اسلام کے خلاف اور سکون برباد کرنے کے مترادف ہے۔ بلکہ بعض اوقات طبائع کے اختلاف یا دیگر وجوہات کی وجہ سے نبھا اگر نہیں ہوتا تو شرعاً علیحدگی ہو جانی چاہیے۔ دونوں خاندانوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کی بجائے، اس کا مناسب حل نکالیں، نہ کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قطع رحمی کریں۔

۲۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دوسری شادی بھی بنو جرہم میں کی، یہ دونوں خاندانوں کی اعلیٰ ظرفی اور باہمی اعتماد ہے۔ آج بھی اگر میاں بیوی میں طلاق واقع ہو جائے، تو دونوں خاندانوں کو چاہیے کہ: اس بات کو بھلا کر دوبارہ سیر شتہ داری میں پیوستہ ہو جائیں، تاکہ یہ بات بھی طاق نسیاں ہو جائے اور نئی قرابت داریاں بھی پیدا ہو جائیں۔ آج کے دور میں ان باتوں کی بہت کمی ہو گئی ہے۔ اگر اسلامی تہذیب و تمدن کو قائم رکھنا اور پروان چڑھانا ہے تو مسلمانوں کو انہیں روایات کو آگے بڑھانا ہوگا۔

بت پرستی کی ابتداء کا قصہ:

۴۰۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، صَارَتِ الْأَوْثَانُ الَّتِي كَانَتْ فِي قَوْمِ نُوحٍ فِي الْعَرَبِ بَعْدُ أَمَّا وَدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدَوْمَةِ الْجَنْدَلِ، وَأَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ، وَأَمَّا يَغُوثُ فَكَانَتْ لِمُرَادٍ، ثُمَّ لِبَنِي غُطَيْفٍ بِالْجَوْفِ، عِنْدَ

Marfat.com

سَبَإٍ، وَأَمَّا يَعُوقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ، وَأَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِآلِ ذِي الْكَلَاعِ، أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ، فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ، أَنِ انْصِبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوا يَجْلِسُونَ أَنْصَابًا وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ، فَفَعَلُوا، فَلَمْ تُعْبَدْ، حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولَئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ (۱۱۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

جو بت حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں پوجے جاتے تھے، وہی بعد میں اہل عرب نے اپنے معبود بنا لیے۔ ''ود'' بنی کلب کا بت تھا جو دومۃ الجندل کے مقام پر رکھا ہوا تھا۔ ''سواع'' بت بنی ہزیل کا تھا۔ ''یغوث'' یہ بنی مراد کا تھا، پھر بنی غطیف کا جو سبا کے پاس جوف میں تھا۔ ''یعوق'' یہ ہمدان کا تھا اور ''نسر'' یہ ذی الکلاع کی آل حمیر کا بت تھا۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک آدمیوں کے نام ہیں، جب وہ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ: جن جگہوں پر وہ اللہ والے بیٹھا کرتے تھے، وہاں ان کے مجسمے بنا کر رکھ دو اور ان بتوں کے نام بھی ان نیکوں کے نام پر ہی رکھ دو۔ لوگوں نے از راہ عقیدت ایسا کر دیا، لیکن ان کی پوجا نہیں کرتے تھے۔ جب وہ لوگ دنیا سے چلے گئے اور علم بھی گھٹ گیا تو ان کی پوجا ہونے لگ گئی۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صالحین کی تصویریں بنا کر گھر میں رکھنا بہ نسبت

۱۱۳۔ بخاری، کتاب التفسیر، رقم ۴۹۲۰، ص ۱۰۳۰

Marfat.com

عوام کے زیادہ مضر ہے۔قوم نوح نے اپنے صالحین کی تصویریں ابتداء برکت ہی کے لیے بنا کر رکھی تھیں، اس لیے کہ ان کی زیارت کریں، لیکن رفتہ رفتہ ان کی پوجا ہونے لگی ۔عوام کی تصویریں گھر میں ہوتی ہیں تو اس کی کوئی تعظیم نہیں کرتا ،لیکن مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے کہ اگر کسی بزرگ کی تصویر ہوتی ہے تو لوگ اس کی حد درجہ تعظیم کرتے ہیں، اسے سلام کرتے ہیں، چومتے ہیں،خوشبو لگاتے ہیں ،اگر بتی سلگاتے ہیں۔اس لیے بزرگوں کی تصویریں گھر میں رکھنا بہ نسبت عوام کے زیادہ حرام ہے۔(۱۱۴)

☆ بت پرستی سب سے پہلے قوم نوح میں شروع ہوئی ،پھر ہندوستان میں اور پھر عرب میں آئی۔(۱۱۵)

☆ حضرت یغوث علیہ السلام حضرت شیث بن آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔(۱۱۶)

☆ یہ پانچوں نام کے بت پہلے ہندوستان میں پوجے جاتے تھے، پھر عمرو بن لحی کے ذریعے عرب میں آئے۔(۱۱۷)

☆ محمد بن کعب القرظی فرماتے ہیں:

یہ پانچوں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے اور نہایت نیک و پارسا تھے، جب یہ فوت ہو گئے تو لوگ غمگین ہوئے۔اس وقت شیطان ان کے پاس آیا اور ان کی تصویریں بنا کر ان لوگوں کو دیں ۔پہلے لوگ صرف تعظیم وتکریم کرتے تھے، پھر انہیں تصاویر کی پوجا شروع کر دی گئی۔(۱۱۸)

☆ جس آدمی نے سب سے پہلے وہ تصویر بنائی، جس کی پوجا ہوئی، وہ قابیل بن آدم کی اولاد سے تھا۔(۱۱۹)

۱۱۴۔ نزھۃ القاری، ج۵،ص۲۳۲ ۱۱۵۔ فتح الباری، ج۲،ص۸۹۶

۱۱۶۔ ایضاً ۱۱۷۔ ایضاً

۱۱۸۔ ایضاً ۱۱۹۔ ایضاً

Marfat.com

☆ ود: یہ قبیلہ کلب بن وبرہ بن قضاعہ کا بت تھا، جو دومۃ الجندل نامی بستی میں رہتا تھا، یہ علاقہ عراق کی سرحد پر ملک شام میں واقع تھا۔(۱۲۰)

☆ سواع: یہ قبیلہ معذیل کا بت تھا، اور یہ قبیلہ ارض حجاز میں ساحل کے قریب آباد تھا۔(۱۲۱)

☆ یغوث: یہ قبیلہ بنو غطیف کا بت تھا۔ یہ قبیلہ ملک سبا کے قریب، مقام جرف، ملک یمن میں آباد تھا۔(۱۲۲)

☆ یعوق: حی بن مذحج قبیلے کا بت تھا، جو کہ بستی ہمدان عراق میں آباد تھا۔(۱۲۳)

☆ نسر: یہ بت قبیلہ آل ذی کلاع کا تھا اور یہ بستی حمیر میں آباد تھا۔ ذی کلاع یمن کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کا نام ہے۔(۱۲۴)

☆ یہ پانچوں نام صالحین اور اولیاء کرام کے ہیں، جو کہ قوم نوح میں سے ہوئے ہیں، بعد میں علم کم ہو گیا اور جاہل لوگوں نے ان کی پرستش شروع کر دی اور یہ تینوں بت کے نام سے مشہور ہو گئے۔(۱۲۵)

☆ ابتدأ جو لوگ تھے، انہوں نے ان کی تصاویر صرف اطمینان وتسلی کے لیے رکھی تھیں، وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ جب یہ لوگ فوت ہو گئے تو ان کی اولادوں نے ان تصاویر کو پوجنا شروع کر دیا اور انہیں سے بت پرستی کی ابتدا ہوئی۔(۱۲۶)

☆ یہ بت طوفان نوح میں پانی میں غرق ہو گئے تھے۔ ابلیس لعین نے انہیں مٹی سے نکال کر دوبارہ زمین میں پھیلا دیا۔(۱۲۷)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت ود، حضرت سواع، حضرت یغوث، حضرت یعوق اور حضرت نسر ﷺ

۱۲۰۔ عمدۃ القاری، ج ۱۳، ص ۴۳۹ ۱۲۱۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۸۹۶
۱۲۲۔ عمدۃ القاری، ج ۱۳، ص ۴۳۹ ۱۲۳۔ ایضاً
۱۲۴۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۸۹۶ ۱۲۵۔ ارشاد الساری، ج ۱۱، ص ۱۷۴
۱۲۶۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۸۹۶ ۱۲۷۔ ارشاد الساری، ج ۱۱، ص ۱۷۴

Marfat.com

خود، حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے صالح اور متقی لوگ تھے۔

☆ ان بزرگوں کی وفات کے بعد ان سے مانوس لوگ بہت غمگین و پریشان ہوئے۔

☆ اس پریشانی کو دور کرنے کا طریقہ شیطان نے ان کی تصاویر بنانے کا سکھلا دیا۔

☆ لوگوں کی پہلی نسل ان تصاویر کا عزت واحترام اور ان سے اطمینان وسکون حاصل کرتی رہی، لیکن ان کی پرستش نہیں کرتی تھی۔ یہ نسل شرک میں مبتلا نہیں ہوئی تھی۔

☆ دوسری نسل آئی تو انہوں نے ان تصاویر کو، یہ سمجھتے ہوئے کہ: ہمارے آباؤ واجداد نے بنائی تھیں، ان تصاویر کی پرستش شروع کر دیا اور یہیں سے دنیا میں پہلی دفعہ شرک کی ابتدا ہوئی۔

☆ ان ناموں کے بتوں کی پوجا پہلے قوم نوح پھر ہندوستان اور پھر عرب میں ہوئی۔

☆ شرک علم سے دوری کی وجہ سے پھیلا۔

☆ قابل احترام لوگوں کی تصاویر کی وجہ سے شرک کی ابتدا ہوئی۔ اسی لیے عام لوگوں کی بہ نسبت قابل احترام لوگوں کی تصاویر کا ہونا زیادہ قبیح اور زیادہ حرام فعل ہے۔

☆ لوگ نیک و متقی لوگوں سے عقیدت ومحبت کی بناء پر شرک وبدعت کے راستے پر نکل پڑتے ہیں جس سے اسلام کے تصور توحید پر زد پڑتی ہے۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس قصہ میں ہمارے لیے عبرت ونصیحت کے تین پہلو ہیں:

۱۔ شریعت کے علم کو زیادہ سے زیادہ پھیلانا ضروری ہے۔ علم کی کمی کی وجہ سے لوگ گمراہی، بت پرستی اور شرک جیسی لعنت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ آج بھی اکثر جاہل لوگ بزرگوں کے مزارات کو سجدے کرتے نظر آتے ہیں اور ان کی تصاویر کے آگے

Marfat.com

جھکے نظر آتے ہیں ۔یہ سب شریعت اسلامیہ سے دوری کے سبب ہے ،عوام الناس کو چاہیے کہ اہل علم لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھیں اور شرعی مسائل علماء سے پوچھیں ۔آج بھی لوگوں کی اکثریت جاہل پیروں اور جھوٹے صوفیا کی وجہ سے گمراہ ہو رہی ہے۔اس لیے دینی امور میں رہنمائی کے لیے اہل علم سے رجوع کرنا چاہیے اور پھر اس علم کو پھیلانا چاہیے۔

۲۔ شرک کی ابتدا تصاویر کے بنانے سے ہوئی اور خاص طور پر صالح لوگوں کی تصاویر کی عزت وتکریم کی بناء پر بت پرستی نے رواج پایا تھا۔آج کل بھی لوگ اپنے بڑوں ،اساتذہ ،پیران عظام اور دیگر نیک ہستیوں کی تصاویر کو سجا کر تعظیم وتکریم کرتے ہیں ۔جب کہ شریعت میں یہ حرام ہے ۔اس لیے ہمیں اپنے گھروں ،اداروں اور دیگر مقامات کو ان تصاویر سے پاک رکھنا لازم ہے ۔کسی بھی ہستی کی تصویر، چاہے وہ کتنی ہی مقدس ہستی کیوں نہ ہو،اس کی تصویر تعظیم وتکریم کے لیے رکھنا حرام اشد حرام ہے۔

۳۔ ہمارے معاشرے میں اکثر لوگ اس سے غفلت برت رہے ہیں اور لاشعوری طور پر فعل حرام کے مرتکب ہو رہے ہیں ۔اس لیے ہمیں چاہیے کہ شرعی ضرورت کے علاوہ ہر قسم کی تصاویر سے پرہیز کریں اور خاص طور پر نیک ہستیوں کی تصاویر کی عزت وتکریم سے بچیں۔

آسمانی دسترخوان میں خیانت کی وجہ سے بندر اور خنزیر بننا:

۴۱۔ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُنْزِلَتِ الْمَائِدَةُ مِنَ السَّمَاءِ خُبْزًا وَلَحْمًا، وَأُمِرُوا أَنْ لَا يَخُونُوا وَلَا يَدَّخِرُوا لِغَدٍ، فَخَانُوا وَادَّخَرُوا وَرَفَعُوا لِغَدٍ، فَمُسِخُوا قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ :هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ قَدْ رَوَاهُ أَبُو عَاصِمٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ،

Marfat.com

عَنْ خِلَاسٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، مَوْقُوفًا، وَلَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْحَسَنِ بْنِ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ قَالَ :حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ الْحَسَنِ بْنِ قَزَعَةَ وَلَا نَعْلَمُ لِلْحَدِيثِ الْمَرْفُوعِ أَصْلًا (۱۲۸)

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آسمان سے ایسا دستر خوان نازل کیا گیا، جس میں روٹی اور گوشت تھا، پھر انہیں حکم دیا گیا کہ اس میں خیانت نہ کریں اور کل کیلئے نہ رکھیں، لیکن ان لوگوں نے خیانت بھی کی اور دوسرے دن کیلئے جمع بھی کیا۔ چنانچہ ان کے چہرے مسخ کر کے بندروں اور خنزیروں کی صورتیں بنادی گئیں۔

نقد حدیث: امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب مرفوع ہے اور اس طرح کی حدیث اور طرق سے بھی مروی ہے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ دستر خوان اور اس واقعہ کے تفصیلی حالات درج ذیل ہیں:

حضرت سلمان الخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مائدہ (طعام کے خوان) کا سوال کیا، تو آپ نے اس کو سخت ناپسند کیا اور فرمایا: اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اللہ نے جو تم کو رزق حلال زمین میں دیا ہے، اس پر قناعت کرو اور آسمان سے مائدہ کا سوال نہ کرو، کیونکہ اگر وہ تم پر نازل کیا گیا تو وہ تمہارے رب کی طرف سے نشانی ہوگی۔ تم سے پہلے قوم ثمود نے اپنے نبی سے سوال کیا تھا، وہ اس نشانی میں مبتلا کیے گئے، پھر اس نشانی کے تقاضے پورے نہ کرنے کی وجہ سے وہ ہلاک کردیے گئے۔ جب ان

۱۲۸۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، رقم ۳۰۶۱، ص ۱۱۷۷

Marfat.com

کی قوم نے اصرار کیا ،تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نماز پڑھی اور بہت گریہ وزاری سے دعا کی:اے اللہ !اس خوان کو رحمت بنا نا اوراس کو غضب نہ بنانا ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعا کررہے تھے کہ وہ دستر خوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کرٹھہر گیا ،حواریوں کو اس سے ایسی خوشبو آئی جیسے انہوں نے اس پہلے کبھی نہ سونگھی تھی ،حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا شکرادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گئے ،یہود اس خوان کو دیکھ کرغیظ وغضب میں جل گئے ۔حواری اس دستر خوان کے گرد بیٹھ گئے ،وہ خوان ایک رومال سے ڈھکا ہوا تھا ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا :جوشخص سب سے زیادہ شکرگزار ہوگا ،وہ اس کو کھولے گا ، حواریوں نے کہا:یاروح اللہ ! آپ ہی اس کے کھولنے کے لائق ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ وضوکیا ،نماز پڑھی اوراللہ سے رورو کراپنے اورقوم کے لیے برکت کی دعا کی ، پھراسکو کھولا،تو اس میں بہت بڑی بھنی ہوئی مچھلی تھی ،جس میں کانٹے نہیں تھے،اس سے گھی بہہ رہاتھا اوراس کے گرد ہرقسم کی سبزیاں تھیں،نمک تھا،سرکہ تھا اور پانچ روٹیاں تھیں ۔ایک روٹی پرزیتون ،ایک پرکھجور اور باقیوں پرانار تھے ۔شمعون نے کہا: یاروح اللہ!یہ طعام دنیا کے طعام میں سے ہے یا آخرت کے طعام میں سے ہے؟ آپ نے فرمایا:یہ نہ دنیا کا طعام ہے نہ آخرت کا،اس کواللہ نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا :تم بسم اللہ پڑھ کرکھانا شروع کرواوراپنے رب کاشکرادا کرو ،وہ تم کومزید عطافرمائے گا۔ انہوں نے کہایاروح اللہ !ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اس نشانی میں ایک اورنشانی دکھائیں ۔حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایاسبحان اللہ ! کیاتمہارے لیے یہ نشانی کافی نہیں ہے ، جواورنشانی کاسوال کرتے ہو۔جب انہوں نے اصرارکیا ،تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس مچھلی سے کہا :اے مچھلی !تو اللہ کے حکم سے دوبارہ پہلے کیطرح زندہ ہوجا،وہ مچھلی اللہ کے حکم سے دوبارہ زندہ ہوگئی ۔وہ شیر کیطرح

Marfat.com

منہ پھاڑنے لگی اوراس کی آنکھیں گردش کرنے لگیں اور پھڑ کنے لگی ،حواری خوف زدہ ہوکر بھاگنے لگے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پہلے تم نے نشانی کا مطالبہ کیا تھا،اب نشانی کو دیکھ کر ڈرتے کیوں ہو؟ پھرآپ نے مچھلی سے فرمایا اے مچھلی !اللہ کے حکم سے دوبارہ پہلے کی طرح بھنی ہوئی ہوجا۔پھرانہوں نے کہا: اے روح اللہ !آپ کھانے کی ابتدا کریں ۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: سبحان اللہ !وہی کھانے کی ابتدا کرے گا جس نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔حواری اوران کے اصحاب ڈرتے تھے کہ اس کے کھانے سے کہیں وہ مثلہ نہ ہوجائیں ،یاان پرکوئی آفت نہ آجائے ۔تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فقراء اوراپاہجوں کوبلایا کہ: تم اللہ کے رزق کواوراپنے نبی کی دعاسے کھاؤ،اللہ کے نام سے شروع کرو اوراللہ کے شکر پرختم کرو،تم پرکوئی آفت نہیں آئے گی ۔سواس مائدہ سے تیرہ سومردوں اورعورتوں نے کھایا،اوران میں سے ہرشخص سیر ہوگیا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اورحواریوں نے دیکھا: وہ طعام اس طرح تھااس میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی ۔پھروہ مائدہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا،جس فقیر نے اس مائدہ سے کھایاتھا وہ غنی ہوگیا،جس اپاہج نے کھایاوہ تندرست ہوگیا اوروہ لوگ تادم حیات اسی طرح رہے ۔پھرحواری اوران کے اصحاب اس میں سے کھانے پرپشیمان ہوئے اورتادم مرگ ان کے دل میں سے اس سے کھانے کی حسرت رہی ۔چنددن بعد پھریہ مائدہ نازل ہوا،پھرہرجگہ سے امیرغریب ، صحت منداوربیمار،چھوٹے اوربڑے ،بنواسرائیل اس پرٹوٹ پڑے ۔جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا تو آپ نے باری مقرر کردی ۔ایک دن مائدہ نازل ہوتا اورایک دن نازل نہ ہوتا ،چالیس دن تک یہی معمول رہا،جب تک وہ کھاتے رہتے مائدہ ان کے سامنے رہتااور جب کھاچکتے تو مائدہ آسمان کی طرف اٹھ جاتا ،وہ اسکودیکھتے رہتے ،حتیٰ کہ وہ ان کی نگاہوں سے غائب ہوجاتا۔پھراللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف

Marfat.com

وحی کی: کہ اس مائدہ سے، یتیموں، فقیروں اور اپاہجوں کو کھلایا جائے اور امیر لوگوں کو نہ کھلایا جائے۔ تب امیروں نے اس میں شک کرنا شروع کر دیا اور اس کے متعلق بری باتیں پھیلا دیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ ہمیں مائدہ کے بارے میں مطمئن کریں، کیونکہ بہت سے لوگ اس میں شک کرتے ہیں (کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے یا نہیں)۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا: بخدا! اگر تم نے اس میں شک کیا تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: کہ میں نے اسی شرط سے نازل کیا تھا کہ جو اس کے بعد کفر کرے گا میں اسکو ایسا عذاب دونگا کہ دنیا میں ایسا کسی کو عذاب نہ دیا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت غالب حکمت والا ہے۔ شام کو جب شک کرنیوالے بستروں پر اپنی عورتوں کے ساتھ لیٹے تو ان کی اچھی صورتیں تھیں اور رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر کے خنزیر بنا دیا، صبح کو وہ کوڑے اور گندگی کے ڈھیروں پر گندگی تلاش کرنے لگے، پھر بنو اسرائیل خوف زدہ ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کرنے لگے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام باہر نکلتے تو وہ خنزیر دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آتے، آپ کے پیروں پر گرتے اور زار و قطار روتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان میں سے ہر ایک شخص کا نام لے کر پکارتے، ان میں سے ہر ایک اپنا سر ہلاتا اور بول نہیں سکتا تھا۔ آپ فرماتے: میں تم کو اللہ کے عذاب سے ڈراتا تھا، گویا میں پہلے سے یہ دیکھ رہا تھا، وہ تین دن تک اسی طرح بلکتے رہے اور ان کے گھر والے ان کو دیکھ کر روتے رہے، لوگوں کے دل ان کا حال دیکھ کر پگھل گئے، پھر چوتھے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ ان پر موت طاری کر دے، سو چوتھے روز وہ مر گئے اور زمین پر ان کا مردہ جسم دکھائی نہیں دیا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان کے مردہ جسم کہاں گئے۔ البتہ! یہ ایسا عذاب تھا جس سے ان لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور روئے زمین پر ان

Marfat.com

کا نام ونشان باقی نہ رہا۔(۱۲۹)

☆ اس حدیث کو بعض مفسرین نے اختصار سے، بعض نے تفصیل سے، بعض نے اپنی سند سے اور بعض نے بغیر سند کے بیان کیا ہے۔(۱۳۰۔۱۴۰)

☆ دستر خوان اور میز پر کھانا کھانے کا شرعی حکم:

سلمان الخیر کی حدیث میں مائدہ کا بیان ہے اوراس میں یہ مذکور ہے کہ وہ سفرہ (چمڑے کا دستر خوان) تھا، وہ کوئی خوان (میز) نہیں تھی جس کے پائے ہوں اور نبی کریم ﷺ اور عربوں کا مائدہ سفرہ (چمڑے کا دستر خوان تھا)۔حکیم ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے کبھی دستر خوان کے اوپر کھانا کھایا، نہ پیالی میں اور نہ کبھی آپ کے لیے چپاتی پکائی گئی۔حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: پھر وہ کس چیز پر کھانا کھاتے تھے؟ انہوں نے کہا: سفرہ پر۔میں کہتا ہوں یہ حدیث صحیح ہے۔امام ترمذی نے کہا: کہ خوان ایک نئی چیز ہے جس کو عجمیوں نے ایجاد کیا ہے، عرب سفرہ پر کھانا کھاتے تھے، سفرہ چمڑے کا دستر خوان ہے۔حسن نے کہا: کہ میز پر کھانا کھانا بادشاہوں کا فعل ہے، کپڑے کے دستر خوان پر کھانا عجمیوں کا فعل ہے، اور سفرہ پر کھانا عربوں کا طریقہ ہے اور یہی سنت ہے۔ (۱۴۱)

۱۲۹۔ کتاب العظمہ، ص۳۶۷۔۳۶۳ ۱۳۰۔ زاد المسیر، ج۲، ص۴۶۱۔۴۵۹

۱۳۱۔ تفسیر کبیر، ج۳، ص۴۷۲ ۱۳۲۔ الجامع الاحکام القرآن، ج۶، ص۲۸۲

۱۳۳۔ تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۶۸۵۔۶۸۲

۱۳۴۔ البیضاوی مع الکازرونی، ج۲، ص۳۸۲۔۳۸۱

۱۳۵۔ الدر المنثور، ج۲، ص۳۴۷۔۳۴۶

۱۳۶۔ تفسیر ابو السعود علی ہامش التفسیر الکبیر، ج۴، ص۹۷۔۹۵

۱۳۷۔ تفسیر الجمل، ج۱، ص۵۴۶۔۵۴۵ ۱۳۸۔ روح المعانی، ج۷، ص۶۴۔۶۳

۱۳۹۔ قصص الانبیاء للثعلبی ص۴۰۲۔۴۰۱ ۱۴۰۔ تفسیر السمرقندی، ج۱، ص۴۶۸

۱۴۱۔ الجامع لاحکام القرآن، ج۶ ص۲۸۸۔۲۸۷

Marfat.com

☆ امام مسلم نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اگر گوہ حرام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مائدہ پر نہ کھائی جاتی۔(۱۴۲)

☆ اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے کے دسترخوان اور چمڑے کے دسترخوان دونوں پر کھانا سنت ہے، اور میز ایک نئی چیز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کھانے سے منع نہیں فرمایا، اس لیے اس پر کھانا مباح ہے اور اگر میز پر کپڑے یا چمڑے کا دسترخواں بچھالیا جائے اور اس پر کھانا کھایا جائے تو سنت پر عمل ہوگا۔(۱۴۳)

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: یا اللہ! یہ تیری قدرت کی ایک نشانی ہوگی اور میری سچائی بھی، کہ تو نے میری دعا قبول فرمالی۔ پس لوگوں تک ان باتوں کو جو تیرے نام سے ہیں، انہیں پہنچاؤں گا، یقین کرلیا کریں گے۔ یا اللہ! تو ہمیں یہ روزی بغیر مشقت و تکلیف کے محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرما۔ تو بہترین رازق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا کی قبولیت کا وعدہ فرمالیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا: کہ اس کے اترنے کے بعد تم میں سے جو بھی کوئی جھٹلائے گا اور کفر کرے گا، تو میں اسے عذاب دونگا، جو تمہارے زمانے میں کسی اور کو نہ دیا ہو۔ جیسے آل فرعون کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ تم سخت عذاب میں داخل ہو جاؤ، اور جیسے منافقوں کے لیے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: کہ قیامت کے دن بدترین عذاب تین قسم کے ہوں گے۔ ۱۔ منافقوں کو ۲۔ مائدہ آسمانی کے بعد انکار کرنیوالوں کو ۳۔ فرعونیوں کو۔ (۱۴۴)

۱۴۲۔ i- مسلم، کتاب الصید، رقم ۴۹۵۰ ii- بخاری، رقم ۲۵۷۵
iii- ابوداؤد، رقم ۳۷۹۳ iv- نسائی رقم ۴۳۱۸

۱۴۳۔ تبیان القرآن، ج ۳، ص ۳۷۴ ۱۴۴۔ جامع البیان، ج ۱۱، ص ۱۴۵۲۳۳۔

Marfat.com

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: کہ تم اللہ کے لیے ایک مہینے کے روزے رکھو، پھر رب سے دعا کرو، وہ قبول فرمائے گا۔ انہوں نے تیس روز پورے کر کے کہا: اے بھلائیوں کے بتانے والے! ہم اگر کسی کا کام ایک ماہ کامل کرتے تو بعد فراغت ضرور ہماری دعوت کرتا، آپ بھی اللہ (کی طرف) سے بھرے ہوئے خوان کے آسمانوں سے اترنے کی دعا کیجیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے تو انہیں سمجھایا، لیکن ان کی نیک نیتی کے اظہار پر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی، ساتھ ہی دھمکا بھی دیا۔ پھر فرشتوں کے ہاتھوں آسمان سے خوان نعمت اتارا، جس پر سات مچھلیاں تھیں، سات روٹیاں تھیں۔ جہاں یہ تھے، وہیں ان کے کھانے کو رکھ گئے، سب بیٹھ گئے اور شکم سیر ہو کر اٹھے۔ (۱۴۵)

☆ حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس میں جنت کے میوے تھے۔ آپ فرماتے ہیں: کہ اگر وہ لوگ خیانت اور ذخیرہ نہ کرتے، تو خوان یوں ہی رہتا، لیکن شام ہونے سے پہلے انہوں نے چوریاں شروع کر دیں۔ پھر سخت عذاب دیے گئے۔ اے عرب بھائیو: یاد کرو تم اونٹوں اور بکریوں کی دُمیں مروڑتے تھے، اللہ نے تم پر احسان کیا، خود تم ہی میں سے رسول بھیجا، جن سے تم واقف تھے، جن کے حسب ونسب سے تم آگاہ تھے، اس رسول نے تمہیں بتا دیا کہ عجمیوں کے ملک تمہارے ہاتھ میں ہوں گے، لیکن خبردار! تم سونے چاندی کے خزانوں کے درپے نہ ہو جانا۔ لیکن واللہ دن رات وہی ہیں اور تم وہ نہ رہے، تم نے خزانے جمع کرنے شروع کر دیے۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر اللہ کا خوف برس نہ پڑے۔ حضرت اسحاق بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جن لوگوں نے مائدہ آسمانی میں سے چرایا، ان کا خیال تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ختم ہو جائے اور کل کے لیے ہمارے پاس کچھ نہ رہے۔ (۱۴۶)

☆ مجاہد سے مروی ہے کہ جب وہ اترتے تو مائدہ ان پر اترتا۔ عطیہ فرماتے ہیں:

۱۴۵۔ ایضاً ۱۴۶۔ ایضاً، ج ۵، ص ۱۳۴

Marfat.com

گو وہ تھی تو مچھلی لیکن اس میں ذائقہ ہر چیز کا تھا۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں: ہر دن اس مائدہ پر آسمان سے میوے اترتے تھے، قسم قسم کی روزیاں کھاتے تھے، چار ہزار آدمی ایک وقت اس پر بیٹھ جاتے۔ پھر اللہ کی طرف سے غذا تبدیل ہو جاتی۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر روٹیاں جو کی تھیں۔ (۱۴۷)

☆ قریشیوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے: کہ وہ صفا پہاڑ کو ہمارے لیے سونے کا بنادے، تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔ آپ نے فرمایا: کہ بالکل سچا وعدہ ہے، انہوں نے کہا: کہ نہایت پختہ اور بالکل سچا۔ آپ ﷺ نے دعا کی۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: کہ آپ چاہیں تو میں کوہ صفا کو سونے کا بنادوں لیکن، اگر پھر انہوں نے کفر کیا تو میں انہیں وہ عذاب دوں گا جو کسی کو نہ دیا ہو۔ اس پر بھی اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دوں۔ آپ نے فرمایا: یا اللہ معاف فرما، توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دے۔ (۱۴۸)

☆ جب حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آسمان سے مائدہ کے اترنے کا مطالبہ کیا تو آپ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: کہ اگر تم ایماندار ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان دار بندہ کو لائق نہیں کہ اس قسم کی فرمائشیں کر کے خدا کو آزمائے، اور اس طرح خرق عادت کی چیزوں کا مطالبہ کرے، بلکہ اسکو چاہیے کہ روزی وغیرہ کو انہی ذرائع سے طلب کرے، جو قدرت نے مقرر کر رکھے ہیں۔ (۱۴۹)

☆ جب نعمت غیر معمولی اور نرالی ہوگی تو اس کی شکر گزاری کی تاکید بھی معمولی سے بہت بڑھ کر ہونی چاہیے، اور ناشکری پر عذاب بھی غیر معمولی اور نرالا آئے گا۔ (۱۵۰)

۱۴۷۔ ایضاً ۱۴۸۔ مسند احمد، ج ا، ص ۲۴۲

۱۴۹۔ معارف القرآن، ج ۳، ص ۲۶۹ ۱۵۰۔ ایضاً

Marfat.com

☆ بعض جلیل القدر تابعین، مجاہد اور حسن کی رائے تو یہ ہے کہ جب انہوں نے ناشکری پر سخت ترین عذاب کی دھمکی سنی تو اپنا مطالبہ واپس لے لیا۔لیکن جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ مائدہ بالفعل نازل ہوا۔اس میں کون کون سے کھانے تھے؟اس کی تفصیل کا نہ یقینی علم ہے اور نہ جاننے کی ضرورت۔(۱۵۱)

☆ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس میں کھاتے بھی تھے، جیسا کہ ناکل میں ان کی یہ غرض بھی مذکور ہے،البتہ آگے کے لیے رکھ لینا ممنوع تھا۔(۱۵۲)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ یہ قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں رونما ہوا۔

☆ حواریوں کے لیے آسمان سے مختلف کھانوں سے مزین دسترخوان اترتا تھا۔

☆ دسترخواں ان کے مطالبے پر اتارا گیا،اس لیے اس کا شکرادا کرنا بھی اتنا ہی ضروری تھا۔

☆ ان لوگوں کو خیانت نہ کرنے اور ذخیرہ نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا،لیکن انہوں نے بدعہدی بھی کی اور ذخیرہ بھی کیا۔

☆ اس لیے ان پر سخت ترین عذاب آیا: کہ ان کی انسانی شکلیں بدل کر بندروں اور خنزیروں کی شکلیں بنادی گئیں۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو اس فرمائش سے منع کیا تھا۔

☆ سیاق وسباق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نافرمانی والا فعل ان کا اجتماعی تھا۔

☆ ان پر عذاب بھی اجتماعی صورت میں نازل ہوا۔

☆ جب معجزہ طلب کیا جائے پھر اس پر عمل نہ کیا جائے، تو عذاب لازمی آتا ہے، یہ قانون فطرت ہے۔

۱۵۱۔ ضیاء القرآن، ج۱،ص۵۲۴ ۱۵۲۔ معارف القرآن، ج۳،ص۲۶۹

Marfat.com

☆ اللہ تعالیٰ کا جتنا بڑا کرم ہو، اس کا شکر بھی اسی اہتمام کے ساتھ کرنا چاہیے۔

☆ ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقوں کو چھوڑ کر رزق طلب کیا، اور اس کا حق ادا نہ کیا۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس واقعہ سے ہمارے لیے چار اہم رہنما اصول مترشح ہوتے ہیں:

۱۔ کسی قول و فعل کو اپنانے کے لیے اہل رائے اصحاب اور دلائل کو دیکھنا چاہیے اور غور و فکر کرنا چاہیے، نہ کہ بھیڑ چال دیکھتے ہوئے۔ اس واقعہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام صائب الرائے اور اہل دلیل تھے۔ جب کہ بنی اسرائیل کی اکثریت بھیڑ چال اور ظاہری ہوا کی نظر ہوئی۔

۲۔ پروردگار نے ہمیں رزق کمانے کے لیے اور ضروریات پوری کرنے کے لیے، جو قدرتی طریقے بتلائے ہیں، اسی کو اختیار کرتے ہوئے محنت کے ذریعے رزق حلال کمانا چاہیے اور اسی سے ضروریات پوری کرنی چاہیے۔

۳۔ اس واقعہ میں ان لوگوں نے محنت سے رزق کمانے کے قدرتی طریقوں کو چھوڑ کر معجزہ طلب کیا اور بعد میں نقصان اٹھایا۔

۴۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے، ان کو اس کا شکر بھی اسی طرح اہتمام سے کرنا چاہیے۔ کہیں ناشکری کی وجہ سے پکڑ میں نہ آجائیں۔ اس میں احتیاط کی بہت ضرورت ہے۔

جنت اور جہنم کی پیدائش کا قصہ:

۴۲۔ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :لَمَّا

Marfat.com

خَلَقَ اللّٰهُ الجَنَّةَ وَالنَّارَ أَرْسَلَ جِبْرِيلَ إِلَى الجَنَّةِ فَقَالَ :انْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا "، قَالَ :فَجَاءَهَا وَنَظَرَ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعَدَّ اللّٰهُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ " :فَرَجَعَ إِلَيْهِ، قَالَ :فَوَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالمَكَارِهِ، فَقَالَ :ارْجِعْ إِلَيْهَا فَانْظُرْ إِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا "، قَالَ " :فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالمَكَارِهِ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ :وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خِفْتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ، قَالَ :اذْهَبْ إِلَى النَّارِ فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، فَقَالَ: ارْجِعْ إِلَيْهَا، فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ :وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَنْجُوَ مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا :"هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ(۱۵۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو پیدا فرمایا تو حضرت جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور حکم دیا: اسے دیکھو اور اس میں رہنے والوں کے لئے جو میں نے اس میں تیار کیا ہے، انہیں دیکھو۔ حضرت جبریل علیہ السلام جنت کے پاس آئے، اسے دیکھا اور اس میں رہنے والوں کیلئے جو اللہ نے تیار کیا ہے، اسے دیکھا، واپس اللہ کے پاس آئے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! جو بھی اس کا سنے گا، اس میں داخل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے متعلق حکم دیا: پس اسے دشوار کاموں کے ساتھ گھیر دیا گیا اور فرمایا: اس کے پاس دوبارہ جاؤ اور جو میں نے اس میں رہنے والوں کے لئے تیار کیا ہے،

۱۵۳۔ i-ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، رقم ۲۵۶۰، ص ۹۹۹-۱۰۰۰

ii-ابوداؤد، کتاب السنۃ، رقم ۴۷۴۴، ص ۸۸۸

iii-نسائی، کتاب الایمان والنذور، رقم ۷۶۸، ص ۹۰۷-۹۰۸

Marfat.com

اسے دیکھو۔ حضرت جبریل علیہ السلام واپس آئے تو جنت دشوار کاموں سے محیط تھی، واپس اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! مجھے خوف ہے کہ اس میں ایک بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جہنم کی طرف جاؤ، اسے غور سے دیکھو اور جو میں نے اس میں رہنے والوں کے لئے تیار کیا ہے، اسے دیکھو۔ پس دیکھا: تو اس کے بعض اجزا کو بعض دوسرے اجزا پر چڑھا ہوا اور سوار پایا، واپس گئے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! اس کا جو سنے گا، اس میں داخل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے متعلق حکم کیا اور اسے شہوات کے ساتھ گھیر دیا گیا، پھر فرمایا: اس کی طرف دوبارہ جاؤ۔ حضرت جبریل علیہ السلام دوبارہ جہنم کی طرف آئے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! تحقیق میں ڈرتا ہوں کہ اس سے کوئی بھی نجات نہ پا سکے گا، ہر کوئی اس میں داخل ہوگا۔

نقد حدیث: امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ علما نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث انتہائی فصیح اور جامع کلام پر مشتمل ہے، کیونکہ جب تک کوئی انسان احکام شرعیہ کی تکلیف اور مشقت کو برداشت نہ کرے، جنت میں نہیں جائے گا، اور جب تک کوئی شخص نفسانی خواہشوں پر اندھا دھند عمل نہ کرے، جہنم میں نہیں جائے گا، عبادات میں جدوجہد کرنا، عبادات کی مشقتوں پر صبر کرنا، مثلاً غصہ کو پینا، عفو و درگزر سے کام لینا، صدقہ وخیرات کرنا، برائی اور بدی کرنے والے کے ساتھ اچھائی اور نیکی کے ساتھ پیش آنا، اور شہوانی تقاضوں کے وقت ضبط نفس کرنا، یہ وہ تکلیفیں اور مشقتیں ہیں، جن کی وجہ سے کوئی شخص دخول جنت کا مستحق ہوتا ہے۔ شراب نوشی، زنا، اجنبی عورتوں کو دیکھنا، غیبت کرنا، ناجائز لہو ولعب میں مشغول رہنا، چوری، ڈاکہ، جھوٹ، تہمت، قتل اور خونریزی، سود، رشوت خوری اور فرائض کو ترک

Marfat.com

کرنا، یہ وہ نفسانی عمل ہیں، جن کی وجہ سے کوئی شخص جہنم کا مستحق ہوتا ہے۔ جائز شہوات پر عمل کرنا، اس میں داخل نہیں ہیں، لیکن ان پر زیادہ عمل کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، تا کہ ان کی کثرت کی وجہ سے انسان کسی حرام کام میں مبتلا نہ ہو جائے، یا اس کا دل سخت ہو، یا ان کی وجہ سے دنیاوی لذتوں میں منہمک ہو جائے۔(۵۴)

☆ پہلی دفعہ جنت دیکھنے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: کہ ہر کوئی جنت میں داخل ہونے کا مشتاق ہوگا اور اس میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔(۱۵۵)

☆ دنیاوی مشکلات ومصائب دین کے معاملے میں جھیلنے سے جنت ملے گی اور دنیاوی خواہشات ولذتوں میں پڑنے سے جہنم ملے گی۔(۱۵۶)

☆ جنت میں پہنچ کر مشکلات نہیں ہوں گی بلکہ خواہشات پوری کی جائیں گی، اسی طرح دوزخ میں پہنچ کر مشکلات ہوں گی اور خواہشات پوری نہ ہوں گی۔(۱۵۷)

☆ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے جب جنت کو مشکلات سے گھرے ہوئے دیکھا تو عرض کی! اے باری تعالیٰ اتنی تکالیف ومشکلات کی وجہ سے تو شاید کوئی بھی جنت میں داخل نہ ہو سکے۔(۱۵۸)

☆ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جہنم کو پہلے دیکھا تو عرض کی! اس میں آنے سے ہر کوئی بچاؤ کا طریقہ اختیار کرے گا، لیکن دوبارہ خواہشات سے گھری ہوئی دیکھا تو عرض کی! اے باری تعالیٰ اس میں آنے سے شاید کوئی بھی نہ بچ سکے۔(۱۵۹)

۱۵۴۔ شرح صحیح مسلم، ج۷، ص۶۷۰ ۱۵۵۔ عارضۃ الاحوذی، ج۵، ص۲۶۵

۱۵۶۔ العرف الشذی، ج۴، ص۹۹ ۱۵۷۔ ایضاً

۱۵۸۔ تحفۃ الاحوذی، ج۲، ص۱۹۷۰ ۱۵۹۔ ایضاً

Marfat.com

☆ اللہ تعالیٰ نے جنت کو ان مشکلات سے گھیر دیا، جو عبادات کے ادا کرنے میں انسانوں پر گراں گزرتی ہیں۔(۱۶۰)

☆ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ پیدا شدہ مخلوق ہیں اور اس میں معتزلہ کا رد ہے، جو کہتے ہیں کہ: جنت اور دوزخ قیامت کے دن پیدا ہوں گی۔(۱۶۱)

☆ بہت ساری سخت تکالیف، نفس کی مخالفت اور خواہشات کا ختم کرنا، جنت کے حصول میں رکاوٹ ہیں۔(۱۶۲)

☆ خواہشات کو چھوڑے بغیر دوزخ سے چھٹکارا نہیں ملے گا۔(۱۶۳)

☆ خواہشات کا میلان آدمی کو جہنم میں لے جائے گا۔(۱۶۴)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ جنت اور دوزخ کی تخلیق ہو چکی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ کی تخلیق خود کی اور اس کے مشاہدے اور اظہار رائے کے لیے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم دیا۔

☆ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے پہلے جنت کی نعمتوں اور آسائشوں کو دیکھا تو رائے دی کہ ہر کوئی اس میں داخل ہوگا، لیکن جب جنت کے لیے مشکلات و مصائب کا مشاہدہ کیا تو اپنی رائے کو بدل دیا اور کہا کہ اس میں کوئی بھی داخل نہ ہو سکے گا۔

☆ اسی طرح دوزخ کے بارے میں پہلے رائے قائم کی کہ اس میں کوئی بھی نہیں آئے گا، لیکن جب دوسرا پہلو خواہشات کا دیکھا تو کہا: کہ کوئی اس سے نہیں بچ سکے گا۔

۱۶۰۔ سہارنپوری، خلیل احمد، علامہ محدث، بذل المجہود فی حل ابی داؤد، ج ۱۸، ص ۱۵۳، قدیمی کتب خانہ کراچی، س ن

۱۶۱۔ ایضاً

۱۶۲۔ عظیم آبادی، شمس الحق، ابوطیب محمد، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، ج ۱۳، ص ۲۷، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن

۱۶۳۔ ایضاً ۱۶۴۔ ایضاً

Marfat.com

☆ رائے قائم کرنے اور اظہار رائے کے لیے کسی بھی امر کے سارے پہلوؤں کا مشاہدہ یا ان پر غور وفکر ضروری ہے۔

☆ رائے کا حقائق کی روشنی میں تبدیل کرنا مستحسن ہے۔

☆ جنت میں داخلے کے لیے مصائب ومشکلات میں صبر کرنا چاہیے۔

☆ دوزخ سے چھٹکارے کے لیے خواہشات سے بچنا چاہیے۔

۳۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس واقعہ میں پانچ پہلو ہمارے لیے مشعل راہ ہیں:

۱۔ اپنے افعال واقوال وکردار کے حوالے سے دوسرے مخلص لوگوں کی رائے لینی چاہیے اور ان کی رائے کا احترام بھی کرنا چاہیے۔

۲۔ کسی بھی امر کے بارے میں رائے قائم کرنے کے لیے ،اس کے تمام پہلوؤں، خاص طور پر مثبت اور منفی پہلوؤں کا مشاہدہ اور احاطہ کرنا چاہیے۔

۳۔ مشاہدات ،حقائق اور دلائل کی روشنی میں رائے تبدیل کرنا مستحسن ہے ،ہمارے دور میں اس کی بہت کمی واقع ہوگئی ہے کہ لوگ اپنی غلط رائے کو بھی انا کا مسئلہ بنالیتے ہیں ،جس کی وجہ سے فرقہ بندی اور فسادات جنم لیتے ہیں ،شاید آج فرقہ بندی ، دہشت گردی، سیاست بندی، گروہ بندی ،اور برادری بندی کی ایک بڑی وجہ غلط رائے میں اڑ جانا ہے۔اس لیے ان سے بچنا لازمی ہے۔

۴۔ مصائب ومشکلات میں صبر کرنا اور ناجائز راستہ اختیار نہ کرنا ،جنتی ہونے کی علامات میں سے ہے۔ایک بندہ مومن کو ان راستوں کو اپنانا چاہیے۔

۵۔ خواہشات کی پیروی ،لعو ولعب اور شیطانی کاموں کی رغبت دوزخ کا راستہ ہے،اس سے بچنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

Marfat.com

شراب کی وجہ سے ولایت کا چھن جانا اور کفر پر موت کا واقع ہونا:

۴۳۔ عَنْ أَبِی بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ :سَمِعْتُ عُثْمَانَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ " :اجْتَنِبُوا الْخَمْرَ فَإِنَّهَا أُمُّ الْخَبَائِثِ، إِنَّهُ كَانَ رَجُلٌ مِمَّنْ خَلَا قَبْلَكُمْ تَعَبَّدَ، فَعَلِقَتْهُ امْرَأَةٌ غَوِيَّةٌ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ جَارِيَتَهَا، فَقَالَتْ لَهُ :إِنَّا نَدْعُوكَ لِلشَّهَادَةِ، فَانْطَلَقَ مَعَ جَارِيَتِهَا فَطَفِقَتْ كُلَّمَا دَخَلَ بَابًا أَغْلَقَتْهُ دُونَهُ، حَتَّى أَفْضَى إِلَى امْرَأَةٍ وَضِيئَةٍ عِنْدَهَا غُلَامٌ وَبَاطِيَةُ خَمْرٍ، فَقَالَتْ :إِنِّی وَاللَّهِ مَا دَعَوْتُكَ لِلشَّهَادَةِ، وَلَكِنْ دَعَوْتُكَ لِتَقَعَ عَلَیَّ، أَوْ تَشْرَبَ مِنْ هَذِهِ الْخَمْرَةِ كَأْسًا، أَوْ تَقْتُلَ هَذَا الْغُلَامَ، قَالَ :فَاسْقِينِی مِنْ هَذَا الْخَمْرِ كَأْسًا، فَسَقَتْهُ كَأْسًا، قَالَ :زِيدُونِی فَلَمْ يَرِمْ حَتَّى وَقَعَ عَلَيْهَا، وَقَتَلَ النَّفْسَ، فَاجْتَنِبُوا الْخَمْرَ، فَإِنَّهَا وَاللَّهِ لَا يَجْتَمِعُ الْإِيمَانُ، وَإِدْمَانُ الْخَمْرِ إِلَّا لَيُوشِكُ أَنْ يُخْرِجَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ "(حكم الألبانی) صحيح موقوف

أَخْبَرَنَا سُوَيْدٌ، قَالَ :أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللَّهِ يَعْنِی ابْنَ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، قَالَ :حَدَّثَنِی أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ أَبَاهُ، قَالَ :سَمِعْتُ عُثْمَانَ يَقُولُ " :اجْتَنِبُوا الْخَمْرَ، فَإِنَّهَا أُمُّ الْخَبَائِثِ، فَإِنَّهُ كَانَ رَجُلٌ مِمَّنْ خَلَا قَبْلَكُمْ يَتَعَبَّدُ وَيَعْتَزِلُ النَّاسَ -فَذَكَرَ مِثْلَهُ -قَالَ :فَاجْتَنِبُوا الْخَمْرَ فَإِنَّهُ وَاللَّهِ لَا يَجْتَمِعُ وَالْإِيمَانُ أَبَدًا إِلَّا يُوشِكُ أَحَدُهُمَا أَنْ يُخْرِجَ صَاحِبَهُ(حكم الألبانی) صحيح(۱۶۵)

۱۶۵۔ نسائی، کتاب الاشربۃ، رقم ۵۶۷۷-۵۶۷۸، ص ۱۲۶۳

Marfat.com

نقدرجال:

ا۔سوید:

پورانام ابوالفضل سوید بن نصر بن سوید المروزی اورلقب الشاہ (م:۲۴۰ھ) ہے۔آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ روای ہیں۔آپ نے نوے سال کی عمر میں وفات پائی۔آپ اکثر حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایات کرتے ہیں۔/ت س

(الف) تقریب التہذیب، ج۱،ص ۳۲۸

(ب) الثقات، ج۸،ص ۲۹۵

۲۔عبداللہ بن محمد النفیلی :

پورا نام ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن نفیل الحرانی (م:۲۳۴ھ) ہے نفیل کی وجہ سے النفیلی کے لقب سے مشہور ہیں۔آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ حافظ راوی ہیں۔/خ ۴

(الف) تقریب التہذیب، ج۱،ص۴۲۰ (ب) الجرح والتعدیل، ج۵،ص۱۵۹

(ج) الثقات، ج۸،ص۳۵۶

۳۔معمر:

پورا نام ابوعروۃ معمر بن راشد الازدی البصری (م:۱۵۴ھ) ہے۔آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ کبار سے ہیں۔آپ کی عمر اٹھاون (۵۸) برس ہوئی۔

(الف) تقریب التہذیب، ج۲،ص۲۷۱ (ب) الثقات، ج۷،ص۴۸۴

(ج) الجرح والتعدیل، ج۸،ص۲۵۵

Marfat.com

۴۔الزہری:

پورانام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب القرشی الزہری (م:۱۲۵ھ) ہے۔آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ کبار سے ہیں اور اہل علم آپ کے تقویٰ، ثقاہت وجلالت اور فقاہت پر متفق ہیں۔

(الف)الطبقات، ج۴،ص۱۲۶ (ب)تقریب التہذیب، ج۲،ص۲۱۶

۵۔ابوبکر بن عبدالرحمٰن:

پورانام ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث ابن ہشام بن مغیرہ مخزومی مدنی (م:۹۴ھ) ہے۔آپ کا نام محمد اور مغیرہ بھی ذکر کیا گیا ہے اور کنیت ابوعبدالرحمان ہے۔بعض تاریخ نگاروں نے آپ کے نام کو ہی آپ کی کنیت لکھا ہے۔آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، عابد راوی ہیں۔آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔/ع

(الف)تقریب التہذیب، ج۲،ص۴۰۵ (ب)الثقات، ج۵،ص۵۶۰

(ج)تاریخ الثقات، ص۴۹۲

۶۔عبدالرحمٰن بن الحارث:

پورانام ابومحمد عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ مخزومی مدنی (م:۴۳) ہے۔آپ کا شمار ثقہ کبار تابعین میں ہوتا ہے۔آپ طبقات کے دوسرے طبقہ سے ہیں۔ایک قول کے مطابق انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے۔/خ ۴

(الف)تقریب التہذیب، ج۱،ص۴۴۴

۷۔عثمان رضی اللہ عنہ:

پورانام ابوعمرو امیر المؤمنین عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیۃ بن عبد شمس الاموی (م:۳۵ھ) اور لقب غنی وذوالنورین ہے۔آپ السابقون الاولون میں سے ہیں،

Marfat.com

آپ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ راشد اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، جمہور اہل سنت کے نزدیک صحابہ کرام میں رتبہ کے اعتبار سے حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بارہ سال مسلمانوں کے خلیفہ رہے اور اسی سال عمر پائی۔/ع

(الف) تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۱۵ (ب) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۳، ص ۵۷۸

(ج) سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۵٦٦ (د) تدریب الراوی، ص ۴۹۸

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث سے روایت ہے اور وہ اپنے والد سے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

شراب سے اجتناب کرو، کیونکہ وہ تمام خبائث ومفاسد کی جڑ ہے۔ تم سے پچھلی امتوں میں ایک شخص بڑا عابد وزاہد تھا، ایک بدکار وبدکردار عورت اس پر فریفتہ وعاشق ہوگئی اور اپنی باندی کو اس کے پاس بھیجا، اس نے جا کر اس عابد سے کہا کہ: ہم آپ کو ایک معاملہ میں گواہی کیلئے بلا رہے ہیں (سچی گواہی دینا ثواب کی بات ہے، نیک اور صالح لوگ نیکی کے ہر کام کیلئے تیار رہتے ہیں)۔ لہٰذا وہ اس باندی کے ہمراہ چل پڑا، وہ باندی یہ کرتی کہ جس دروازہ میں وہ داخل ہوتا، پیچھے سے اسے بند کردیتی۔ یہاں تک کہ کئی دروازوں سے ہوکر وہ ایک روشن چہرہ والی عورت تک جا پہنچا، جس کے پہلو میں ایک کم سن لڑکا اور ایک شراب کا جام پڑا تھا۔ وہ عورت کہنے لگی: کہ اللہ کی قسم! میں نے تمہیں گواہی کیلئے نہیں بلایا، میں نے تو تجھے اس لیے بلایا ہے کہ تو مجھ سے زنا کر یا اس شراب میں سے ایک پیالہ پی لے یا اس بچہ کو قتل کردے۔ وہ زاہد کہنے لگا: مجھے شراب کا پیالہ پلادے (کہ تینوں باتوں میں سے سب سے ہلکی بات بظاہر یہی ہے)۔ چنانچہ

Marfat.com

اس زانیہ نے اسے شراب کا پیالہ پلا دیا۔ (شراب کا پینا تھا کہ اس کی مستی اور نشہ چڑھ گیا) کہنے لگا: کہ اور پلاؤ (غرض خوب شراب پی)، زیادہ دیر نہ گزری کہ اس مستی کے عالم میں اس سے زنا بھی کر بیٹھا اور اس بچہ کو بھی قتل کر ڈالا۔ لہٰذا شراب سے بچو: اس لیے کہ یہ ایسی چیز ہے کہ اللہ کی قسم! ایمان اور مسلسل شراب پینا دونوں جمع نہیں ہو سکتے، مگر قریب ہے کہ دونوں میں سے ایک دوسرے کو نکال دے گا (یا ایمان شراب سے نجات دے دیگا یا شراب کی مداومت ایمان کو ختم کر دیگی)۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ یونس عن الزھری کے طریق سے راویت کرتے ہیں: کہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: کہ شراب سے بچا کرو کہ وہ اُم الخبائث ہے۔

☆ شراب کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (المائدہ ۵:۹۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں، شیطانی کاموں سے ہیں سو تم ان سے اجتناب کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔

☆ محمد بن قیس بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو لوگ شراب پیتے تھے اور جوا کھیلتے تھے، مسلمانوں نے آپ سے اس سوال کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے کہ اس میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے (وقتی) فائدے ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدوں سے زیادہ بڑا ہے۔ (البقرہ ۲:۲۱۹)

Marfat.com

تو لوگوں نے کہا اس میں ہمارے لیے رخصت ہے، ہم شراب پئیں گے اور جوا کھیلیں گے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کریں گے، حتی کہ ایک شخص نے سورۃ کافرون کی پہلی آیت اس طرح پڑھی ''قل یاایھاالکفرون اعبدماتعبدون'' آپ کہیے کہ اے کافرو! میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی تم بات کرتے ہو اور ان کو پتا نہیں چلا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو! تم نماز کے قریب مت جاؤ درآنحالیکہ تم نشہ میں ہو۔ (النساء۴:۴۳)

پھر وہ لوگ شراب پیتے رہے اور جب نماز کا وقت آتا تو شراب پینا چھوڑ دیتے اور اس وقت نماز پڑھتے جب انہیں علم ہوتا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں وہ اسی معمول پر برقرار تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں۔۔۔کیا تم باز آنے والو ہو، تم مسلمانوں نے کہا اے رب! ہم باز آگئے۔ (۱۶۶)

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری وجہ سے کئی آیات نازل ہوئی ہیں۔ (لقمان ۳۱:۱۵) (انفال ۸:۱) (حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کی تفصیل بیان کی ہے)۔ اور ایک آیت ہے اس کی تفصیل یہ ہے، میں مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے پاس گیا، انہوں نے کہا چلو ہم تمہیں کچھ کھلائیں اور شراب پلائیں اور یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، میں ان کے ساتھ باغ میں گیا۔ وہاں ان کے پاس ایک اونٹ کا بھنا ہوا سر تھا، اور ایک مشک میں شراب تھی۔ میں نے اس میں کھایا اور شراب پی، پھر ان کے درمیان مہاجرین اور انصار کا ذکر چھڑ گیا۔ میں نے کہا کہ مہاجرین انصار سے زیادہ اچھے ہیں، ایک شخص نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی میری

۱۶۶۔ جامع البیان، ج۷، ص۴۵

Marfat.com

ناک پر ماری جس سے میری ناک زخمی ہوگئی، میں نے جا کر رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ تب اللہ عزوجل نے میری وجہ سے شراب کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں۔ (۱۶۷)

☆ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مجلس شراب میں بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے، اس وقت شراب حلال تھی، اچانک میں اٹھا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام پیش کیا، اس وقت شراب کی تحریم کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں۔ (المائدہ ۵:۹۰)

اور اس کے آخر میں تھا، کیا تم باز آنے والے ہو؟ میں اپنے اصحاب کے پاس گیا اور ان پر یہ دو آیتیں پڑھیں۔ بعض کے ہاتھ میں شراب کا گلاس تھا، جس سے انہوں نے شراب پی لی تھی اور بعض کی شراب برتن میں تھی، انہوں نے گلاس سے شراب انڈیل دی اور برتن کی شراب بہادی اور کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم باز آگئے۔ اے ہمارے رب! ہم باز آگئے۔ (۱۶۸)

☆ قرآن مجید، احادیث متواتر اور اجماع فقہاء سے خمر حرام ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حقیقت میں خمر انگور کے اس کچے شیرہ کو کہتے ہیں، جو پڑے پڑے سڑ کر جھاگ چھوڑ دے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لغت میں خمر کا یہی معنی ہے اور یہی حقیقت ہے، البتہ مجازاً ہر نشہ آور مشروب کو خمر کہا جاتا ہے۔ احادیث اور آثار میں جہاں ہر نشہ آور مشروب کو خمر کہا گیا ہے وہ اطلاق مجازی ہے اور ہر نشہ آور مشروب حقیقتاً خمر ہے۔

۱۶۷۔ i۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، رقم ۶۱۲۱ ii۔ مسند احمد، ج ۱، رقم ۱۵۶۷۔ ۱۶۱۴
iii۔ سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۸، ص ۲۸۵

۱۶۸۔ i۔ جامع البیان، ج ۷، ص ۴۷ ii۔ المستدرک، ج ۱، ص ۱۴۱
iii۔ السنن الکبریٰ، ج ۸، ص ۲۸۶۔ ۲۸۵

Marfat.com

☆ ہمارے نزدیک خمر کی تعریف یہ ہے، انگور کا کچا پانی جب نشہ آور ہو جائے۔ اہل لغت اور اہل علم کے نزدیک بھی خمر کا یہی معنی معروف ہے، بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ہر نشہ آور چیز کو خمر کہتے ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔ (۱۶۹)

☆ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے خمر ان دو درختوں سے (بنائی جاتی) ہے یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کی بیل اور کھجور کے درخت کی طرف اشارہ فرمایا۔ (۱۷۰)

نیز خمر کا لفظ مخامرۃ العقل سے بنا ہے اور یہ وجہ اشتقاق ہر نشہ آور چیز میں پائی جاتی ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ انگور کے نشہ آور شیرہ کو خمر کہتے ہیں۔ اسی بناء پر خمر کا استعمال صرف اسی معنی میں مشہور ہے۔ نیز خمر کی حرمت قطعی ہے اور باقی نشہ آور مشروبات کی حرمت ظنی ہے۔ اور ان کی حرمت کے دلائل بھی ظنی ہیں اور باقی نشہ آور مشروبات کو خمر کہا جاتا ہے، وہ مخامرۃ العقل کی وجہ سے نہیں کہا جاتا، بلکہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کا ذائقہ بھی خمر کی طرح کڑوا ہوتا ہے۔ (یعنی یہ اطلاق بطور مجاز و استعارہ ہے) نیز اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ خمر کا لفظ مخامرۃ العقل سے مشتق ہے، تب بھی یہ وجہ اشتقاق اس بات کی منافی نہیں ہے کہ خمر انگور کے ساتھ مخصوص ہو، کیونکہ نجم کا لفظ نجوم سے ماخوذ ہے جس کا معنی ظہور ہے، اس کے باوجود نجم کا لفظ ثریا کے ساتھ مخصوص ہے اور ہر ظاہر چیز کو نجم نہیں کہا جاتا۔ آئمہ ثلاثہ نے جو پہلی حدیث پیش کی ہے (ہر نشہ آور چیز خمر ہے) اس کو یحیٰی بن معین نے مطعون قرار دیا ہے۔ (یحیٰی بن معین نے کہا جس حدیث کو یحیٰی بن معین نہ پہچانتے ہوں وہ حدیث نہیں ہے۔ عنایہ)

۱۶۹۔ i۔ مسلم، کتاب الاشربہ، رقم ۵۱۱۳ ii۔ بخاری، رقم ۲۴۲
iii۔ ابوداؤد، رقم ۳۶۸۲ iv۔ نسائی، رقم ۵۵۹۲

۱۷۰۔ i۔ مسلم، کتاب الاشربہ، رقم ۵۰۵۰ ii۔ ابوداؤد، رقم ۳۶۷۸
iii۔ نسائی، رقم ۵۵۷۴۔۵۵۷۳۔۵۵۷۲

Marfat.com

اوردوسری حدیث: خمران دو درختوں سے بنائی جاتی ہے اس سے رسول اللہ ﷺ کا منشاء کھجور کی شراب کا حکم بیان کرنا تھا اور یہی منصب رسالت کے لائق ہے۔(یعنی کھجور کی شراب کی مقدار کثیر نشہ آور ہو، تو وہ بھی خمر کی طرح حرام ہے، اور اس سے حد لازم آتی ہے۔(۱۷۱)

☆ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب مطلقا حرام ہے، خواہ اسکی مقدار کثیر ہو یا قلیل، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر تو مطلقاً حرام ہے اور خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات جس مقدار میں نشہ آور ہوں، اس مقدار میں حرام ہیں اور اس سے کم مقدار میں حرام ہیں نہ نجس، اور ان کا پینا حلال ہے، امام ابوحنیفہ کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خمر کو بعینہ حرام قرار کیا گیا ہے، خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) کو حرام کیا گیا ہے۔(۱۷۲۔۱۷۳)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس وقت زانی زنا کرتا ہے، وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت شراب پینے والا خمر (شراب) پیتا ہے، وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت چور چوری کرتا ہے، وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت لٹیرا لوگوں کے سامنے لوٹ مار کرتا ہے، وہ مومن نہیں ہوتا۔(۱۷۴)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی نشہ کرے تو اس کو کوڑے مارو، پھر اگر نشہ کرے تو پھر کوڑے مارو، پھر اگر نشہ کرے تو پھر کوڑے مارو، اور چوتھی بار فرمایا اس کی گردن اڑا دو۔(۱۷۵)

۱۷۱۔ ہدایہ اخیرین، ص ۴۹۲ ۱۷۲۔ i۔ نسائی، رقم ۵۷۰۲۔۵۷۰۱۔۵۷۰۰۔۵۶۹۹
ii۔ سنن کبریٰ، ج ۸، ص ۲۹۷ iii۔ کتاب الآثار لابی یوسف، ص ۲۲۸
iv۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۵، ص ۸ v۔ سنن دار قطنی، ج ۴، رقم ۴۶۱۹
vi۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۰، رقم ۱۰۸۴۰۔۱۰۸۴۰۔۱۸۰۳۹۔۱۸۰۴۰۔۱۰۸۳۷، ج ۱۱، رقم ۱۲۶۳۳۔۱۲۳۸۹ vii۔ مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۵۳
۱۷۳۔ تبیان القرآن، ج ۳، ص ۲۹۷۔۲۹۹ ۱۷۴۔ i۔ نسائی، رقم ۵۶۷۸
ii۔ بخاری، رقم ۲۴۷۵ iii۔ مسلم، رقم ۱۰۲۔۱۰۱ iv۔ ابن ماجہ، رقم ۳۹۳۶
۱۷۵۔ i۔ نسائی، رقم ۲۶۷۸ ii۔ ابوداؤد، رقم ۴۴۸۴ iii۔ ابن ماجہ، رقم ۲۵۷۲

Marfat.com

☆ عروہ بن رویم بیان کرتے ہیں کہ ابن الدیلمی سوار ہوکر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی تلاش میں گئے، جب ان کے پاس پہنچے تو کہا: اے عبداللہ بن عمرو! کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خمر (انگور کی شراب) کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص میری امت میں سے خمر پئے گا، اللہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں فرمائے گا۔(١٧٦)

☆ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا خمر سے اجتناب کرو، یہ تمام گناہوں کی اصل ہے، تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص عبادت گزار تھا اس پر ایک بدکار عورت فریفتہ ہوگئی، اس نے اپنی باندی بھیج کر اس کو گواہی کے بہانے بلایا، جب وہ اس کے پاس پہنچا تو دروازہ بند کردیا، اس نے دیکھا وہاں ایک حسین عورت ہے، ایک غلام ہے اور ایک شراب کا برتن ہے، اس عورت نے کہا خدا کی قسم! میں تم کو گواہی کے لیے نہیں بلایا، لیکن میں نے تم کو اس لیے بلایا ہے کہ تم میری خواہش پوری کرو۔ یا اس شراب سے ایک پیالہ پیو یا اس غلام کو قتل کردو۔ اس عابد نے کہا مجھے اس شراب سے ایک پیالا پلا دو، اس نے اس کو ایک پیالہ شراب پلائی۔ اس نے کہا اور پلاؤ، پھر اس نے اس عورت سے بدکاری کی اور اس غلام کو بھی قتل کردیا۔ سو تم خمر سے اجتناب کرو، کیونکہ خدا کی قسم! دائماً شراب نوشی کے ساتھ ایمان باقی نہیں رہتا۔(١٧٧)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ جس شخص نے خمر کو پیا، چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی، پھر اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے، پھر اگر دوبارہ شراب پئے، تو چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی، پھر اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے،

١٧٦۔ i۔نسائی، رقم ۵٦٨٠ ii۔ابن ماجہ، رقم ٣٣٧٧

١٧٧۔ نسائی، رقم ۵٦٨٢

Marfat.com

پھر اگر وہ شراب پیے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اس کو دوزخیوں کی پیپ پلائے۔(۱۷۸)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا، نہ ماں باپ کا نافرمان اور نہ دائمی شراب نوش۔(۱۷۹)

☆ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ۝﴾ (المائدہ۵:۹۰-۹۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور فال کے تیر صرف شیطانی کام ہیں سو تم ان کاموں سے بچو تاکہ تم کامیاب ہوسکو، شیطان تو صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کردے اور تمہیں اللہ کو یاد کرنے اور نماز پڑھنے سے روک دے، تو کیا تم (ان کاموں سے) باز آنے والے ہو۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اس آیت شراب میں جوئے، بت اور فال کے تیروں کو نجس اور شیطانی کام قرار دیا ہے، اوران کا شیطانی کام ہونا بھی، ان کی نجاست کو موکد کرتا ہے کیونکہ شیطان نجس اور خبیث ہے، کیونکہ وہ کافر ہے اور کفار نجس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ''انما المشرکون نجس ''مشرکین نجس ہیں، اور جو نجس ہو وہ نجاست کو دعوت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جب ان کاموں سے اجتناب کا حکم دیا تو ان کی دو خرابیاں بیان کیں ایک دنیاوی خرابی اور ایک اخروی خرابی، دنیاوی خرابی شراب اور جوئے کی وجہ سے

۱۷۸۔ i۔نسائی، رقم ۵٦۸٦ ii۔ابن ماجہ رقم ۳۳۷۷

۱۷۹۔ نسائی، رقم ۵٦۸۸

Marfat.com

بغض اور عداوت ہے اور اخروی خرابی اللہ کی یاد اور نماز سے محرومی ہے، شراب اور جوئے سے بغض اور عداوت پیدا ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ، جو شخص اپنے ساتھیوں کیساتھ شراب پیتا ہے اس کا مقصد اپنے ساتھیوں کے ساتھ لطف و محبت کیساتھ وقت گزارنا ہوتا ہے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہو جاتا ہے کیونکہ شراب عقل کو زائل کر دیتی ہے اور عقل زائل ہونے کے بعد شہوت اور غضب کا غلبہ ہو جاتا ہے اور اس بنا پر ساتھیوں سے لڑائی ہو جاتی ہے اور آپس میں بغض اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے، اور جوئے میں جب ایک امیر آدمی اپنے کسی ساتھی سے جوا کھیل کے اپنی تمام جمع پونجی ہار کر مفلس اور قلاش ہو جاتا ہے اور اس کا ساتھی اس کی تمام دولت پر قابض ہو جاتا ہے تو ہارنے والے کے دل جیتنے والے کیخلاف بغض اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ شراب اور جوئے کا اللہ کی یاد اور نماز سے روکنا بھی واضح ہے، کیونکہ شراب پی کر انسان لذت دنیاویہ میں مستغرق ہو جاتا ہے اور جب انسان دنیاوی لذتوں میں منہمک اور مستغرق ہو جائے تو دل میں خدا کی یاد رہتی ہے نہ نماز پڑھنے کی کوئی تحریک ہوتی ہے اور جو شخص جوئے کا رسیا ہو جائے اسے مخالفت سے جیتنے کی دھن کے سوا اور کسی چیز کا ہوش نہیں ہوتا۔ (۱۸۰)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت شراب حرام کی گئی اس وقت مدینہ میں انگوروں سے بنی ہوئی شراب بہت کم تھی اور ہماری عام شرابیں کچی کھجوروں اور چھواروں سے بنی ہوئی ہوتی تھیں۔ (۱۸۱)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے شراب پر، شراب پینے پر، شراب پلانے پر، شراب فروخت کرنے والے پر، شراب

۱۸۰۔ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۴۴۶۔۴۴۵

۱۸۱۔ i۔ بخاری، ج ۲، ص ۸۳۶ ii۔ مسلم، ج ۲، ص ۱۶۳

Marfat.com

خریدنے والے پر، شراب نچڑوانے والے پر، شراب نچوڑنے والے پر، شراب اٹھا کر لانے والے پر، اور شراب منگوانے والے پر لعنت کی ہے۔ (۱۸۲)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے شراب پی، اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں کی جائیں گی، اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا اور اگر اس نے دوبارہ شراب پی تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں کرے گا اور اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا اور اگر اس نے پھر شراب پی تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں کرے گا اور اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا اور اگر اس نے چوتھی بار شراب پی لی تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں کرے گا، اور اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا، اور اس کو نہر خبال سے پلائے گا کہا گیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! نہر خبال کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ جہنمیوں کی پیپ کی نہر ہے۔ (۱۸۳)

☆ نشہ آور مشروبات کی تحریم بالکل واضح ہے کیونکہ یہ عقل کو زائل کر دیتی ہے جس سے خطاب الٰہی متعلق ہوتا ہے اور جس پر احکام کا مکلّف ہونا موقوف ہے، البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر شرائع سابقہ میں شراب کو کیوں حلال قرار دیا گیا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کی عمریں بہت لمبی تھیں اور ان کے اجسام بہت مضبوط تھے ان کے جسموں میں ایسی قوت مدافعت رکھی گئی تھی جو شراب کی خرابیوں کا توڑ کر لیتی تھی، اس کے برخلاف ان کی عمریں کم ہیں اور اجسام کمزور ہیں اس وجہ سے شراب کی فتنہ انگیزیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس لیے ان کی بھلائی اسی میں تھی، کہ ان پر شراب کلیۃً حرام کر دی جائے، اور ابتداء اسلام میں شراب کو حرام نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ لوگ شراب کی خرابیوں

۱۸۲۔ ابوداؤد، ج ۲، ص ۱۶۱ ۱۸۳۔ ترمذی، ج ۲، ص ۲۷۹

Marfat.com

کا خود مشاہدہ کرلیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام نے احکام تدریجاً نازل کیے تا کہ لوگوں پر ان کا عمل کرنا دشوار نہ ہو۔(۱۸۴)

☆ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۹۰۔۹۱ نازل ہونے سے پہلے خمر حرام نہیں تھی، اس کی تحریم تین ہجری میں غزوہ احد کے بعد نازل ہوئی اور غزوہ احد تین ہجری، شوال کے مہینہ میں ہوا تھا، خمر کی تحریم تدریجاً کئی حادثات کے بعد نازل ہوئی، کیونکہ عرب کے لوگ شراب پینے کے خوگر تھے اور رسیا تھے، اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ (البقرہ ۲۱۹:۲)

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ کہیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ فائدے بھی ہیں اور انکے فائدے سے ان کا گناہ زیادہ بڑا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض لوگوں نے شراب کو ترک کر دیا اور کہنے لگے ہمیں اس کام کو کرنے کی ضرورت نہیں ہے جس میں بڑا گناہ ہو، اور بعض دوسرے لوگوں نے شراب کو ترک نہیں کیا ہم اس گناہ کو ترک کریں گے اور اس کی منفعت کو حاصل کریں گے تب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ (النساء۴:۴۳)

ترجمہ: نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ، حتیٰ کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ پھر بعض لوگوں نے شراب کو ترک کر دیا اور کہا جس چیز کی وجہ سے ہم کو نماز ترک کرنی پڑی ہمیں اس کو پینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور بعض دوسرے لوگ اوقات

۱۸۴۔ عمدۃ القاری، ج ۴، ص ۳۲۲

Marfat.com

نماز کے علاوہ شراب پیتے رہے حتیٰ کہ پھر یہ آیت نازل ہوگئی۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (المائدہ۵:۹۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور فال کے تیر صرف شیطانی کام ہیں سو تم ان کاموں سے بچو تاکہ تم کامیاب ہوسکو۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد شراب کلیۃً حرام ہوگئی، ابومیسرہ نے کہا شراب کی تحریم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سبب سے نازل ہوئی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کی خامیاں بیان کیں، اور یہ بیان کیا کہ شراب پینے سے لوگوں کی کیا حالت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے شراب کی تحریم نازل کرنے کی دعا کی اور کہا: ''اللهم بين لنا في الخمر بيانا شافيا''

ترجمہ: اے اللہ ہمارے لیے شراب کے متعلق واضح حکم نازل فرما تب یہ آیات نازل ہوئیں۔(۱۸۵)

☆ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابی بن کعب، حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، فقہاء تابعین میں سے عطاء، طاؤس، مجاہد، قاسم، قتادہ، اور عمر بن عبدالعزیز، آئمہ میں سے امام احمد، امام مالک اور امام شافعی کا یہ مسلک ہے کہ ہر نشہ آور مشروب خمر ہے اور خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر حرام ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو انگور کے کچے شیرہ (جب کہ وہ سڑ جائے اور جھاگ چھوڑ دے) کا ہے اور اس کے پینے پر حد واجب ہے، اور امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ انگور کا شیرہ جب پکالیا جائے تو اس کا دوثلث اڑ جائے اور چھواروں اور منقی کا پکا ہوا پانی خواہ اس کا دوثلث نہ اڑا ہو، گندم، جوار، جو وغیرہ کا نبیذ کچا ہو یا پکا ہو یہ

۱۸۵۔ الجامع لاحکام القرآن ج ۶، ص ۲۸۶۔۲۸۵

Marfat.com

تمام مشروبات اگر نشہ آور نہ ہوں تو حلال ہیں، (یعنی اتنی کم مقدار جو نشہ نہ دے وہ حلال ہے اور جس مقدار میں یہ نشہ آور ہوں وہ حرام ہے اور نشہ پر حد واجب ہے۔لیکن انگور کا کچا شیرہ جب گاڑھا ہو جائے اور جھاگ چھوڑ دے یا جوش دینے کے بعد اس کا دو تہائی سے کم اڑ جائے یا چھواروں اور منقیٰ کا کچا پانی جب گاڑھا ہو جائے تو یہ مطلقاً حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حرمت الخمرة لعينها والمسكر من كل شراب ۔(۱۸۶)

ترجمہ: خمر کو بعینہ حرام کیا گیا اور باقی مشروبات بشرط نشہ حرام کیے گئے ہیں۔

☆ دس وجوہ سے جوئے اور شراب کی حرمت بیان کی گئی ہے:

۱۔ شراب اور جوئے کو بتوں اور فال کے تیروں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور بت اور فال کے تیر حرام ہیں، سو شراب اور جوا بھی حرام ہیں۔

۲۔ شراب اور جوئے کو رجس یعنی ناپاک فرمایا اور ناپاک چیز حرام ہے، اس لیے شراب اور جوا بھی حرام ہیں۔

۳۔ ان کو شیطان کا عمل فرمایا اور شیطان کا عمل حرام ہے۔

۴۔ ان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور جس سے اجتناب کرنا واجب ہو اس کا ارتکاب کرنا حرام ہے۔

۵۔ ان سے اجتناب کرنے پر اخروی فوز و فلاح موقوف ہے اور انکا ارتکاب فوز و فلاح کے منافی ہے اور جو چیز فوز و فلاح کے منافی ہو، وہ حرام ہے۔

۶۔ ان کے ذریعہ شیطان تمہارے درمیان بغض پیدا کرتا ہے اور بغض حرام ہے۔

۷۔ ان کے ذریعہ شیطان تمہارے درمیان عداوت پیدا کرتا ہے اور عداوت حرام

۱۸۶۔ المغنی ج۹،ص ۱۳۶

Marfat.com

ہے اور یہ دونوں اجتماعی ضرر ہیں۔

۸۔ ان کے ذریعے شیطان تمہیں اللہ کی یاد سے روکتا ہے اور جو چیز اللہ کی یاد سے روکے، وہ حرام ہے۔

۹۔ ان کے ذریعہ شیطان تمہیں نماز سے روکتا ہے اور جو چیز نماز سے روکے، وہ حرام ہے۔

۱۰۔ پھر فرمایا کیا تم باز آنے والے ہو؟ سو شراب اور جوئے سے باز آنا فرض ہے، اور ان میں مشغول ہونا حرام ہے۔ اس وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا خمر (شراب) ام الخبائث ہے۔ (۱۸۷۔۱۸۸)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دائمی شرابی، ماں باپ کا نافرمان اور احسان جتانے والا فردوس کی جنتوں میں داخل نہیں ہوگا۔ (۱۸۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ دائمی شرابی تھا، وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا جیسے بتوں کو پوجنے والا ہو۔ (۱۹۰)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خمر پر، خمر کے پینے والے پر، خمر کے پلانے والے پر، انگور نچوڑنے والے پر، شراب بنانے والے پر، خمر اٹھانے والے پر، اس پر جس کے لیے خمر لائی جائے، خمر بیچنے والے پر، خمر خریدنے والے پر، اور خمر کی قیمت کھانے والے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔ (۱۹۱)

☆ خمر انسان کی عقل کو زائل کر دیتی ہے اور انسان نشہ کی حالت میں ایسے کام کرتا ہے جن کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں میں اس کی عزت و آبرو گر جاتی ہے اور اس

۱۸۷۔ نسائی، ج۸، ص۵۶۸۲ ۱۸۸۔ تبیان القرآن، ج۳، ص۳۰۹

۱۸۹۔ مسند البزار، ج۳، ص۲۹۳۱ ۱۹۰۔ ایضاً، ج۳، ص۲۹۳۴

۱۹۱۔ ایضاً، ج۳، ص۲۹۳۷

Marfat.com

کا وقار نہیں رہتا، نیک کاموں کی قدرت جاتی رہتی ہے اور برائی سے دور نہیں ہوسکتا، اس کے علاوہ شراب نوشی سے اس کی صحت تباہ ہوجاتی ہے اور اعصاب کمزور ہوجاتے ہیں، اس کا اثر اس کی اولاد پر بھی پڑتا ہے اور اس کی اولاد کمزور پیدا ہوتی ہے اور اس میں کئی بیماریوں کی استعداد ہوتی ہے اور نشہ کی حالت میں انسان اپنی بیوی کو طلاق دے ڈالتا ہے اور اس سے گھر تباہ ہوجاتا ہے اور بچے ویران ہوجاتے ہیں۔(۱۹۲)

☆ جوئے سے ایک فریق کو بغیر کسی محنت اور عمل کے فائدہ ہوتا ہے اور دوسرا فریق ناگہانی طور پر بہت سے نقصانات سے دوچار ہوتا ہے۔اس وجہ سے وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوجاتے ہیں، اور بسا اوقات یہ دشمنی قتل اور خون ریزی کی طرف پہنچاتی ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ شراب اور جوئے میں شخصی اور اجتماعی اور دینی اور دنیاوی خرابیاں ہیں۔(۱۹۳)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ یہ قصہ سابقہ امتوں کے قصوں میں سے ہے۔

☆ اس قصہ کے پانچ بنیادی کردار ہیں، اور ہر کردار کا علیحدہ کردار ہے:

۱۔عابد کا کردار: بنیادی طور پر ایک پارسا اور پرہیز گار شخص تھا، جسے نیکی کے نام پر جھوٹ بول کر بلایا گیا اور شراب کے ذریعے زنا اور قتل جیسے کبائر گناہ کروائے گئے، یہ اپنے صاف دل اور سادگی کی وجہ سے گواہی کے لیے تیار ہوگیا تھا۔

۲۔باندی کا کردار: بدکردار عورت کے جال میں پھنسانے کے لیے، اس نے عابد شخص کو جھوٹ بول کر، نیکی کی حرص دلا کر، نہایت گھناؤنا کردار ادا کیا۔اس کی وجہ سے شراب پینے، زنا کرنے اور قتل کرنے جیسے قبیح فعل سرزد ہوئے۔ان تمام کا گناہ اس کے ذمے بھی ہے۔

۳۔بدکردار عورت کا کردار: یہ اس تمام قصے کا مرکزی کردار ہے، اس نے باندی کو جھوٹ کے ذریعے سازش پر تیار کیا، یہی عورت صالح شخص سے اپنی خواہش پوری کرنے کی

۱۹۲۔ تبیان القرآن، ج۳،ص۳۱۰ ۱۹۳۔ ایضاً

Marfat.com

کرنے کی آرزو مند تھی، اسی نے شراب پلا کر عابد وزاہد شخص کو زنا اور قتل جیسے قبیح فعل کرنے پر آمادہ کیا۔ اس پورے واقعہ میں سب سے برا کردار اسی عورت کا ہے، جس کی بنا پر ایک ولی کو ولایت سے ہاتھ دھونا پڑا۔

۴۔ جھوٹ کا کردار: باندی نے ایک پارسا شخص کو جھوٹ بول کر کہا: کہ گواہی دلوانی ہے اور نیک آدمی کو گواہی دے کر نیکی کرنی چاہیے، یہ تحریص دلوا کر، اس سارے جال میں پھنسایا، گویا کہ جھوٹ ایک بہت بڑی لعنت ہے، ایک شریف آدمی کو بدکار عورت کے پاس لے جانے میں جھوٹ کا سہارا لیا گیا۔

۵۔ شراب کا کردار: عابد وزاہد کو بدکار عورت نے تینوں چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا کہا۔ اس شریف آدمی نے زنا اور قتل کو زیادہ برا جانا اور شراب کو کم برا جانتے ہوئے اختیار کیا۔ لیکن شراب میں جب مبتلا ہوا تو نشہ کی وجہ سے پہلے زنا کیا اور پھر قتل بھی کر دیا۔ تو گویا شراب زنا اور قتل کا سبب بنی، اس لیے شراب تمام خباثتوں کی جڑ ہے۔

☆ نیک لوگوں کو بغیر کسی تحقیق کے کسی کے پاس نہیں جانا چاہیے۔

☆ نیک لوگوں کو چل کر کسی کے پاس نہیں جانا چاہیے، بلکہ جن کو ضرورت ہو، وہ خود علماء وصلحا کے پاس چل کر آئیں۔

☆ برے کام میں کسی کی مدد نہیں کرنی چاہیے۔

☆ شراب سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔

☆ زنا اور قتل بدترین افعال ہیں، لیکن شراب ان تمام سے بری ہے۔

☆ جھوٹ کی وجہ سے بہت بڑے بڑے فسادات ہوتے ہیں۔

☆ بظاہر صورت حال سے یہ ایک اغوا اور زبردستی کا معاملہ لگتا ہے۔

Marfat.com

۳۔عصر حاضر میں اطلاق:

اس واقعہ سے ہمارے لئے اجتماعی زندگی کے لیے آٹھ اصول مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ شراب اکثر خباثتوں کی جڑ ہے ،اس سے بچنا ہمارا دینی فرض بھی ہے اور دنیاوی خرابیوں سے بچاؤ کے لیے بھی ضروری ہے۔

۲۔ جھوٹ ایک لعنت ہے ،جس سے چھٹکارا ہمیں ہر حال میں ضروری ہے اور جھوٹ صرف بولنے والے کے لیے ہی تباہی نہیں لاتا، بلکہ بعض دفعہ دوسروں کے لیے بہت بڑے دینی اور دنیاوی نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔

۳۔ آج کا دور فتنوں کا دور ہے اور ہر روز اغوا برائے تاوان کی وارداتیں معمول ہیں ،اس لیے ہم میں سے ہر کسی کو چاہیے کہ وہ محض کسی نیک کام کی تحریص یا کسی کی ہمدردی کے چند الفاظوں پر نہ جائے ، بلکہ ہر کام کے لیے اور کہیں جانے کے لیے پہلے مکمل تحقیق کرے ،ورنہ جس طرح اس واقعہ میں عابد اور ولی کو عبادت اور ولایت سے ہاتھ دھونا پڑا، کہیں ہمیں بھی بڑے نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے۔

۴۔ نیک اور صالح لوگوں کو کسی کے پاس چل کر نہیں جانا چاہیے ،بعض لوگ ان کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں ،اس لیے تحقیق کے بغیر نہیں جانا چاہیے اور پھر انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔

۵۔ آج بھی اس طرح کے بہت سارے واقعات سامنے آرہے ہیں کہ بدکار عورتیں اور مرد شرفاء کو ان کاموں میں پہلے زبردستی ملوث کرتے ہیں اور پھر بلیک میل کرتے ہیں۔اس لیے ایسے کردار والی عورتوں اور مردوں سے بچنا ہر کسی کے لیے ضروری ہے۔

۶۔ باندی کا کردار انتہائی خبیثانہ ہے،اس نے جھوٹ کے ذریعے ایک شریف آدمی کو بدکردار عورت کی خواہش پوری کرنے کے لیے پھنسایا۔ہم میں سے ہر کسی کو کسی بھی

Marfat.com

برائی والے کام میں مددگار نہیں بننا چاہیے۔

۷۔ اپنی نفسانی خواہشات کے لیے کسی کی عزت وشرافت سے نہیں کھیلنا چاہیے۔ یہ شیطانی سوچ وفکر ہے، اس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

۸۔ زنا اور قتل گھناؤنا فعل ہے، ان دونوں کے ارتکاب اور تلویث سے بچنا ہر انسان کے لیے ضروری ہے۔

عالم ارواح کا وعدہ اور اس کی تفصیل:

۴۴۔ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، سُئِلَ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ :(وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ) (الأعراف ۷:۱۷۲) فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ :سَمِعْتُ، رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنْهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ": إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى خَلَقَ آدَمَ، ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِيَمِينِهِ، فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً، فَقَالَ :خَلَقْتُ هَؤُلَاءِ لِلْجَنَّةِ، وَبِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَعْمَلُونَ، ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً، فَقَالَ :خَلَقْتُ هَؤُلَاءِ لِلنَّارِ، وَبِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ يَعْمَلُونَ "، فَقَالَ رَجُلٌ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَفِيمَ الْعَمَلُ؟ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ اللَّهَ إِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ، اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَمُوتَ عَلَى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيُدْخِلُهُ بِهِ الْجَنَّةَ، وَإِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ، اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ

Marfat.com

أَهْلِ النَّارِ، حَتَّى يَمُوتَ عَلَى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ النَّارِ فَيُدْخِلُهُ بِهِ النَّارَ (۱۹۴)

قال ابو عیسیٰ هذاحدیث حسن

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا: ''واذاخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ...... الآية'' ''یعنی یاد کرو اس وقت کو جب تیرے پروردگار نے آدم کی پیٹھ سے، ان کی تمام اولاد کو نکالا اور ان کو گواہ کیا ان پر، اس بات کا کیا میں نہیں ہوں پرودگار تمہارا؟ بولے کیوں نہیں! تو ہمارا پروردگار ہے۔ ہم نے اس واسطے گواہ کیا ہے کہ کہیں ایسا نہ کہو قیامت کے روز کہ ہم تو اس سے غافل تھے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس آیت کی تفسیر کا سوال ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، پھر ان کی پیٹھ پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرا اور اولاد نکالی اور فرمایا: میں نے ان کو جنت کے لیے پیدا کیا اور یہ لوگ جنتیوں کے کام کریں گے۔ پھر ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور اولاد نکالی اور فرمایا: میں نے ان کو جہنم کے لیے پیدا کیا اور یہ جہنمیوں کے کام کریں گے۔ ایک شخص بولا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر عمل کرنے سے کیا فائدہ؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو جنت کے واسطے پیدا کرتا ہے تو اس سے جنتیوں کے کام کرواتا ہے، اور موت کے وقت بھی وہ نیک عمل کر کے مرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔ جب کسی بندے کو جہنم کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے جہنمیوں کے عمل کراتا ہے، یہاں تک

۱۹۴۔ i- موطا، کتاب القدر، رقم ۲، ص ۵۹۷ ii- ابوداؤد، کتاب السنۃ، رقم ۴۷۰۳، ص ۱۵۸۱
iii- ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، رقم ۳۰۷۵، ص ۱۱۸۲
iv- مسند احمد، عمر بن الخطاب، رقم ۳۱۳، ج ۱، ص ۵۵
v- ابن حبان، کتاب التاریخ، رقم ۶۱۶۶، ص ۱۶۳۹
vi- مستدرک حاکم، کتاب الایمان، رقم ۸۲، ج ۱، ص ۱۸۳

Marfat.com

کہ وہ موت کے وقت بھی برے کام پر مرتا ہے، تو اسے جہنم میں داخل کرتا ہے۔

نقد حدیث: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

ا۔ مسائل و نصائح:

☆ روایت میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ کوئی ان میں جذامی ہے، کوئی کوڑھی ہے، کوئی اندھا ہے، کوئی بیمار ہے، تو پوچھا: کہ یا اللہ! اس میں مصلحت کیا ہے؟ فرمایا: یہ کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا: کہ یا اللہ ان میں یہ زیادہ روشن اور نورانی چہروں والے کون ہیں؟ فرمایا یہ انبیاء علیہم السلام ہیں، کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں، یہ ہمارا ذاتی عمل ہے یا کہ فیصل شدہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی پیٹھوں سے نکالا، انہیں گواہ بنایا، پھر اپنی دونوں مٹھیوں میں لے لیا اور فرمایا: یہ جنتی ہیں اور یہ جہنمی۔ پس اہل جنت پر تو نیک کام آسان ہوتے ہیں اور دوزخیوں پر برے کام آسان ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور قضیہ ختم کیا تو جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملنے والا ہے، انہیں اپنی داہنی مٹھی میں لے لیا اور بائیں والوں کو بائیں مٹھی میں لے لیا، پھر فرمایا: اے دائیں طرف والو! انہوں نے کہا: لبیك و سعدیك، فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! پھر سب کو ملا دیا، کسی نے پوچھا یہ کیوں کیا؟ فرمایا: اس لیے کہ ان کے لیے اور اعمال ہیں جنہیں یہ کرنیوالے ہیں، یہ تو صرف اس لیے کہلوایا گیا ہے کہ انہیں یہ عذر نہ رہے کہ ہم اس سے غافل تھے، پھر سب کو صلب آدم میں لوٹا دیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس میدان میں اس دن سب کو جمع کیا، صورتیں دیں، بولنے کی طاقت دی، پھر عہد و میثاق لیا اور اپنے رب ہونے پر خود انہیں گواہ

Marfat.com

بنایا اور ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں اور حضرت آدم علیہ السلام کو گواہ کیا، تا کہ قیامت کے دن کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں علم نہ تھا جان لو! کہ میرے سوا کوئی اور معبود نہیں، نہ میرے سوا کوئی اور مربی ہے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، میں اپنے رسولوں کو بھیجوں گا جو تمہیں یہ وعدہ یاد دلائیں گے، میں اپنی کتابیں اتاروں گا، تا کہ تم یہ عہد و میثاق یاد دلاتی رہیں، سب نے جواب میں کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ہمارا رب ہے، تو ہی ہمارا معبود ہے، تیرے سوا کوئی مربی نہیں، پس سب کی اطاعت کا وعدہ لیا۔ اب جو حضرت آدم علیہ السلام نے نظر اٹھا کر دیکھا تو امیر و غریب اور اس کے سوا مختلف قسم کے لوگوں پر نظر پڑی، تو آپ کہنے لگے: کیا اچھا ہوتا کہ سب برابر ایک ہی حالت کے ہوتے، تو جواب ملا: یہ اس لیے ہے کہ ہر شخص میری شکر گزاری کرے، آپ نے دیکھا کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بھی ہیں۔ ان سے پھر علیحدہ ایک اور میثاق لیا جس کا بیان ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ﴾ الخ، آیت میں ہے۔ (الاحزاب ۳۳:۷)(۱۹۵)

☆ حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن، حضرت قتادہ، حضرت سدی رضوان اللہ اجمعین اور بہت سے سلف سے ان احادیث کے مطابق اقوال مروی ہیں طوالت سے بچنے کے لیے چند اصحاب کے نام درج کر دیے ہیں، ماحصل سب کا یہی ہے جو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو آپ کی پیٹھ سے نکالا، جنتی دوزخی الگ الگ کئے اور وہیں ان کے رب ہونے پر گواہ کر لیا۔ یہ جن دو احادیث میں ہے وہ دونوں مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہیں۔ اس لیے سلف و خلف میں اس بات کے قائل گزرے ہیں کہ اس سے مراد فطرت پر پیدا کرنا ہے، جیسے کہ مرفوع احادیث میں وارد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "من بنی آدم او من ظهورهم" کہا ورنہ

۱۹۵۔ جامع البیان، ج۹، ص۱۴۸

Marfat.com

''من آدم او من ظھرہ ہوتا۔ان کی نسلیں اس روز نکالی گئیں، جو کہ یکے بعد دیگرے مختلف قرنوں میں پیدا ہونے والی تھیں، جیسے فرمان ہے " وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ'' (انعام ۶:۱۶۵)

اللہ ہی نے تمہیں زمین میں دوسروں کا جانشین کیا ہے۔(۱۹۶)

☆ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کیجیے) جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا اور ان کو خود ان کے نفسوں پر گواہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! ہم (اس پر) گواہی دیتے ہیں، (یہ گواہی اس لیے لی ہے) تاکہ قیامت کے دن تم یہ (نہ) کہہ دو ہم اس سے بے خبر تھے۔ تاکہ تم یہ (نہ) کہہ سکو کہ شرک تو ابتداءً ہمارے آباء نے کیا تھا اور ہم تو اس کے بعد کی اولاد ہیں کیا باطل پرستوں کے فعل کی وجہ سے ہمیں ہلاک کرے گا؟ اور ہم اسطرح تفصیل سے آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں۔(الاعراف ۷:۱۷۴۔۱۷۲)

☆ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورۃ الاعراف کی اس آیت کے متعلق میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر ان کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا، پھر اس پشت سے اولاد نکالی اور پھر فرمایا ان کو میں نے جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ اہل جنت کے عمل کریں گے۔ پھر ان کی پشت پر اپنا ہاتھ پھیرا اور ان سے ایک اور اولاد نکالی اور فرمایا میں نے ان کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ اہل دوزخ کے عمل کریں گے۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر عمل کس چیز میں ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ کسی بندہ کو جنت کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل جنت کے عمل کراتا ہے، حتیٰ کہ وہ شخص

۱۹۶۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۹، ص ۳۲۰

Marfat.com

اہل جنت کے اعمال پر مرتا ہے پھر اللہ اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے، اور جب کسی کو دوزخ کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل دوزخ کے عمل کراتا ہے حتیٰ کہ وہ اہل دوزخ کے اعمال پر مرتا ہے پھر اللہ اس کو دوزخ میں داخل کر دیتا ہے۔

امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔(۱۹۷)

☆ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرتے ہی ان کی پشت سے ان کی اولاد کو نکال کر ان سے عہد لیا تھا۔ امام ابن ابی حاتم، امام ابن مندہ اور امام ابوالشیخ نے کتاب العظمۃ میں اور امام ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا، اور اس سے ہر اس روح کو نکالا، جس کو وہ قیامت تک پیدا کرنے والا ہے۔(۱۹۸)

☆ امام احمد، امام نسائی، امام ابن جریر، امام ابن مردودیہ، امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یوم عرفہ کے دن وادی نعمان میں آدم علیہ السلام کی پشت سے میثاق لیا اور ان کی پشت سے تمام اولاد آدم کو نکالا اور فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟(۱۹۹)

☆ جس جگہ میثاق لیا گیا تھا اس کی تعین میں اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں چار اقوال ہیں: ا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ یہ میثاق عرفہ کی ایک جانب وادی نعمان میں لیا گیا تھا۔ ۲۔ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ سرزمین ہند میں

۱۹۷۔ i۔ترمذی، رقم ۳۰۸۶ ii۔ابوداؤد رقم ۴۷۰۳
iii۔موطا امام مالک، رقم ۱۶۶۱ iv۔مسند احمد ج ا ص ۳۱۱
v۔صحیح ابن حبان، رقم ۶۱۶۶

۱۹۸۔ i۔الدر المنثور ج ۳، ص ۶۰۱ ii۔جامع البیان، ج ۹، ص ۱۴۹

۱۹۹۔ الدر المنثور، ج ۳، ص ۶۰۱

Marfat.com

جہاں حضرت آدم علیہ السلام کو اتارا گیا تھا وہیں ان سے میثاق لیا گیا تھا۔۳۔ کلبی سے روایت ہے کہ مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ یہ میثاق لیا گیا تھا۔۴۔ حضرت آدم کو جنت سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا تو وہاں ان سے یہ میثاق لیا گیا تھا۔(۲۰۰)

☆ قرآن مجید کی اس آیت میں مذکور ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکال کر ان سے یہ میثاق لیا اور احادیث میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکال کر یہ میثاق لیا، بظاہر یہ تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ: اس آیت میں جو بنی آدم مذکور ہے، اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہیں۔ اور اولاد کو ان کی پشتوں سے نکالنے کا معنی یہ ہے کہ بعض لوگ بعض لوگوں سے اپنے زمانے میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ حدیث میں صرف حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام اصل ہیں اور اصل کا ذکر کرنے کے بعد فرع کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ اصل کا ذکر فرع سے ذکر سے مستغنی کر دیتا ہے، اور حدیث میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت پر ہاتھ پھیرا، اس میں یہ احتمال ہے کہ یہ ہاتھ پھیرنے والا فرشتہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس لیئے اسناد کر دیا کہ وہ حکم دینے والا ہے۔(۲۰۱)

☆ بعض علماء نے کہا ہے کہ حدیث کا معنی یہ نہیں ہے کہ تمام اولاد کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے بالذات نکالا، بلکہ اس کا معنی یہ ہے: کہ جو اولاد ان سے بالذات اور براہ راست پیدا ہوئی، اس کو نکالا، پھر ان کے بیٹوں کی پشت سے ان کی براہ راست پیدا ہونے والی اولاد کو نکالا، چونکہ حضرت آدم علیہ السلام مظہر اصلی تھے اس لیے کل اولاد کا اسناد ان کی طرف

۲۰۰۔ الجامع لاحکام القرآن، ج ۷، ص ۲۸۳ ۲۰۱۔ روح المعانی، ج ۹، ص ۱۰۶

Marfat.com

کردیا۔خلاصہ یہ ہے کہ تمام اولاد کوتفصیلاً حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کی پشت سے نکالا گیا اور اجمالاً حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا گیا۔قرآن میں تفصیلاً بیٹوں کی پشت سے تمام اولاد کونکالنے کاذکر ہے اورحدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام اولاد کواجمالاً نکالنے کاذکر ہے۔(۲۰۲)

☆ امام رازی نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی استعباد نہیں ہے کہ دومرتبہ میثاق لیا گیا ہوایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام اولاد کونکال کر میثاق لیا گیا ہو، اوردوسری بار ان کے بیٹوں کی پشت سے اولاد نکال کر میثاق لیا گیا ہو۔قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کی پشتوں سے اولاد کونکال کر میثاق لینے کاذکر ہے اورحدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے اولاد نکال کران سے میثاق لینے کاذکر ہے۔(۲۰۳)

☆ حضرت ذی النون سے پوچھا گیا: کہ کیا آپ کو میثاق یاد ہے؟انہوں نے کہا: گویا کہ اب بھی میرے کانوں میں اس عہداور میثاق کی آواز آرہی ہے اوربعض عارفین نے یہ کہا: کہ لگتا ہے کہ یہ میثاق کل لیا گیا تھا۔(۲۰۴)

☆ بعض اہل اللہ نے یہ کہا ہے کہ جب حضرت آدم کی پشت سے ان کی اولاد کے ذروں کونکالا گیا تو سب سے پہلے نبی ﷺ کے ذرہ نے جواب دیا تھا اورجب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اورزمینوں سے یہ فرمایا:

﴿ اِئْتِیَا طَوْعاً أَوْ كَرْهاً قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِيْنَ ﴾ (حم سجدہ ۴۱:۱۱)

ترجمہ: خوشی یاناخوشی سے دونوں حاضر ہوجاؤ(تو) دونوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہوئے۔

۲۰۲۔ ایضاً ۲۰۳۔ تفسیر ابن کثیر، ج۹،ص۳۲۰

۲۰۴۔ روح المعانی، ج۹،ص۱۰۶

Marfat.com

اس وقت زمین کے جس ذرہ نے سب سے پہلے جواب دیا تھا وہ نبی ﷺ کا ذرہ تھا۔ اور یہ کعبہ کی مٹی کا ذرہ تھا اور سب سے پہلے زمین کا یہی حصہ بنایا گیا تھا، پھر اسی کو پھیلایا گیا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور جب آپ کی تربت (مٹی) شریفہ کعبہ کی مٹی تھی تو آپ ﷺ کا مدفن بھی مکہ میں ہونا چاہیے تھا، کیونکہ روایت ہے: کہ جس مٹی سے انسان بنایا جاتا ہے، اس جگہ دفن ہوتا ہے، لیکن کہا گیا ہے کہ جب طوفان آیا تھا تو ایک جگہ کی مٹی دوسری جگہ پہنچ گئی تھی اور مٹی کا وہ مبارک اور پاک ذرہ جو نبی ﷺ کا مبدأ تھا اس جگہ پہنچ گیا جہاں اب مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کا مدفن اقدس ہے۔ اور اس کلام سے یہ مستفاد ہوا کہ نبی کریم ﷺ تخلیق کی اصل ہیں اور تمام کائنات آپ ﷺ کی تابع ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چونکہ آپ ﷺ کا ذرہ تمام مخلوق کی ام (اصل) ہے اسی وجہ سے آپ کا لقب امی ہے۔ (۲۰۵)

☆ حضرت ابن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے اللہ نے سب اولاد آدم علیہ السلام کو جمع کیا، پھر ان کی قسمیں جدا جدا چھانٹیں، پھر ان کو صورتیں عطا کیں، پھر ان کو گویا کیا۔ چنانچہ سب نے سلام کیا، پھر ان سے عہد و میثاق لیا، اور ان سے خود انہی پر اقرار طلب کیا اور فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں؟ (سب نے کہا کیوں نہیں)؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں (تمہارے اس اقرار پر) ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو شاہد بناتا ہوں، تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے کو بھی گواہ بناتا ہوں، تا کہ قیامت کے دن تم یہ نہ کہنے لگو: کہ ہم کو تو اس (توحید) کا علم بھی نہ تھا۔ خوب سمجھ لو! کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں،، میرا کسی کو شریک نہ بنانا۔ میں تمہارے پاس اپنے پیغمبر بھیجوں گا، جو تم کو میرے اس عہد و میثاق کی یاددہانی کرائیں گے، اور میں تم پر اپنی کتابیں اتاروں گا۔

۲۰۵۔ روح المعانی، ج ۹، ص ۱۱۱

Marfat.com

سب نے جواب دیا: ہم شہادت دیتے ہیں کہ تو ہی بلاشک ہمارا رب ہے، ہمارا معبود ہے، تیرے سوا نہ ہمارا کوئی رب ہے، نہ کوئی معبود۔اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے لایا گیا حضرت آدم علیہ السلام نے اوپر سے معائنہ کیا۔اس میں مالدار، نادار، خوبصورت، بدصورت سبھی موجود تھے، اور انبیاء علیہم السلام سے خاص طور پر رسالت ونبوت کے متعلق ایک میثاق علیحدہ لیا گیا تھا۔اسی میثاق کی بابت اللہ نے فرمایا ہے:

﴿واذاخذنامن النبین میثاقھم ۔۔۔وعیسیٰ بن مریم﴾ تک۔(۲۰۶)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ اللہ تعالیٰ قادر مطلق اور حکمت وتدبر والا ہے۔

☆ یہ میثاق جس کا اس حدیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے، اس کے مقام کے تعین میں چار اقوال ہیں:

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے فوراً بعد ان کی پشت سے تمام اولاد کو نکال کر یہ عہد لیا گیا، اس صورت میں یہ آسمان دنیا پر عہد لیا گیا۔

۲۔ یوم عرفہ (۹ ذی الحج) کو وادی نعمان میں عہد لیا گیا۔

۳۔ سرزمین ہند میں جہاں حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا گیا، وہیں یہ عہد لیا گیا۔

۴۔ مکہ اور طائف کے درمیان یہ میثاق لیا گیا۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت پر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پھیرنے سے یہ مراد ہے: کہ ہاتھ فرشتے نے پھیرا اور حکم اللہ تعالیٰ نے دیا، اور حکم کی وجہ سے اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

☆ اولاد کو حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کی پشت سے تفصیلاً اور حضرت آدم علیہ السلام کی

۲۰۶۔ تفسیر مظہری، ج۴، ۲۹۷

Marfat.com

پشت سے بالذات اجمالاً نکالا گیا۔

☆ ہر پیدا ہونے والے انسان کی مدت حیات، رزق، مشکلات اور دیگر لوازمات زندگی تقدیر میں لکھ دیے گئے ہیں۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام بنی نوع انسان کے لیے اصل ہیں اور تمام انسان آپ کی فرع ہیں۔

☆ یہ عہد حقیقی واقعی منکشف کرنے کے بعد اور عین الیقین سے مشاہدہ کروانے کے بعد لیا گیا۔

☆ اس عہد کی یاد تازہ کرنے کے لیے انبیاء و رسل کا سلسلہ جاری کیا گیا۔

☆ تقدیر برحق ہے۔

☆ جنتی ہونا یا دوزخی ہونا، لکھ دیا گیا ہے۔

☆ جنتی اور جہنمی کی پہچان اس دنیا میں کاموں سے ہوگی۔

☆ تقدیر کا بہانہ بنا کر بیٹھ جانا اور عمل نہ کرنا، درست نہیں ہے، بلکہ انسان کو ہر وقت نیک عمل کے لیے کوشاں رہنا چاہیے۔

☆ جہد مسلسل اور اعمال صالحہ کی تگ و دو ہی جنتی ہونے کی علامت ہے۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل چار اصول مترشح ہوتے ہیں:

۱۔ ہر انسان عہد الست کے وقت موجود تھا اور تمام نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اس روز حقیقت منکشفہ اور عین الیقین کے بعد اقرار کیا تھا۔ اس لیے خدا کا موجود ہونا ایک حقیقت ہے، اور وہ اس کائنات کا صانع ہے۔ اس کا انکار اپنے آپ کو جھٹلانا اور خود فریبی ہے۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ کائنات خود بخود وجود میں آ گئی ہے،

Marfat.com

اوراس میں دہریت اورخدا کونہ ماننے والوں کی بھی تردید ہے ۔ہمیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ،حاکمیت ،قدرت اور حکمت پر کامل یقین ہونا چاہیے ۔اس میں تزلزل دراصل اپنی دنیااور آخرت خراب کرنا ہے۔

۲۔ ہرانسان کی تقدیر لکھی ہوئی ہے ،اس سے مراد ہے کہ جو کچھ انسان نے اس دنیا میں کرنا تھا ،اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے لکھ دیا ہے۔ ہر مسلمان کے لیے یہ بنیادی عقیدہ ہے ،تقدیر پر ایمان ہر مسلمان پر لازم ہے ۔موجودہ مسلمانوں کواس پر خصوصی علم وتوجہ کی ضرورت ہے ،کسی مستند استاد سے اس کا علم حاصل کرنا چاہیے۔

۳۔ ہمیں اس دنیامیں رہتے ہوئے ،اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرنی چاہیے ،اوردوزخیوں والے کاموں سے بچنا چاہیے۔اس لیے ہر مسلمان کواپنا کردار جنتی والا اپنانا چاہیے ۔اچھے کاموں سے محبت ،برے کاموں سے نفرت،ہی کامیابی اورناکامی ہے۔ دنیاوی کاموں سے بھی اخروی زندگی کا پتہ چلتا ہے۔اس لیے ہمیں عمل وکردار پر توجہ دینی چاہیے۔

۴۔ عہدالست ،تقدیر ،جنتی اوردوزخی ہونے کاعلم ،یہ سارے امور ہمیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی عطافرمائے ہیں ۔عقل ان امور کاادراک حاصل نہیں کرسکتی ۔ان پر ایمان اس لیے ضروری ہے کہ ان کواللہ تعالیٰ اوراس کے رسولوں نے بیان فرمایاہے،اس لیے موجوہ دور کی ایک گمراہی یہ بھی ہے کہ ہر چیز کوعقل پر پرکھنا مشروع قرار پایاہے ۔لیکن یہ حدیث مبارکہ ہمیں یہ سبق دے رہی ہے کہ ہماری عقل وفکراورعلم کسی چیز کا احاطہ یاادراک کرسکیں یانہ کریں ،اگر اللہ تعالیٰ نے اسے بیان کیاہے تو اس کاماننا ہرانسان پرلازم ہے ۔اس وجہ سے بعض لوگ معجزات کاانکار کرنا شروع کردیتے ہیں یاان کی ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ جس سے اصل مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے۔اس لیے ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ قرآنی سوچ اپنائے اور گمراہی والی فکر سے دور رہے۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، سامری اور بنی اسرائیل کا بچھڑے کی پوجا کرنے کا قصہ:

۴۵۔ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ " :لَمَّا تَعَجَّلَ مُوسَى إِلَى رَبِّهِ عَمَدَ السَّامِرِيُّ فَجَمَعَ مَا قَدَرَ عَلَيْهِ مِنَ الْحُلِيِّ، حُلِيِّ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَضَرَبَهُ عِجْلًا، ثُمَّ أَلْقَى الْقَبْضَةَ فِي جَوْفِهِ، فَإِذَا هُوَ عِجْلٌ لَهُ خُوَارٌ فَقَالَ لَهُمُ السَّامِرِيُّ :هَذَا إِلَهُكُمْ وَإِلَهُ مُوسَى فَقَالَ لَهُمْ هَارُونُ :يَا قَوْمِ أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا. فَلَمَّا أَنْ رَجَعَ مُوسَى إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ وَقَدْ أَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ أَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ فَقَالَ لَهُ هَارُونُ مَا قَالَ فَقَالَ مُوسَى لِلسَّامِرِيِّ مَا خَطْبُكَ؟ قَالَ السَّامِرِيُّ : قَبَضْتُ قَبْضَةً مِنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي .قَالَ :فَعَمَدَ مُوسَى إِلَى الْعِجْلِ فَوَضَعَ عَلَيْهِ الْمَبَارِدَ فَبَرَدَهُ بِهَا وَهُوَ عَلَى شِفِّ نَهَرٍ، فَمَا شَرِبَ أَحَدٌ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ مِمَّنْ كَانَ يَعْبُدُ ذَلِكَ الْعِجْلَ إِلَّا اصْفَرَّ وَجْهُهُ مِثْلَ الذَّهَبِ، فَقَالُوا لِمُوسَى :مَا تَوْبَتُنَا؟ قَالَ يَقْتُلُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا .فَأَخَذُوا السَّكَاكِينَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَقْتُلُ أَبَاهُ وَأَخَاهُ وَلَا يُبَالِي مَنْ قَتَلَ حَتَّى قُتِلَ مِنْهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى مُوسَى مُرْهُمْ فَلْيَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لِمَنْ قُتِلَ وَتُبْتُ عَلَى مَنْ بَقِيَ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ (۲۰۷)

(التعليق -من تلخيص الذهبی) -علی شرط البخاری ومسلم

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۲۰۷۔ مستدرک حاکم، التفسیر، رقم ۳۴۸۶، ج ۳، ص ۱۳۴-۱۳۵

Marfat.com

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ،تو سامری (جوایک جادوگرتھا) نے (بچھڑا بنانے کا) ارادہ کیا،اورجس قدرممکن ہوسکا،زیورات جمع کرلیے، جو بنی اسرائیل کے پاس تھے۔ پھران زیورات کوایک بچھڑے کی شکل میں ڈھال لیا۔ پھر اس کے پیٹ میں ایک مٹھی مٹی ڈال دی،تو وہ ایک زندہ آواز والا بچھڑا بن گیا۔ پھرسامری نے بنی اسرائیل سے کہا: کہ ''یہی تمہارا معبود ہےاور موسیٰ کا بھی''

حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا: ''اے قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے ایک اچھا وعدہ نہیں کررکھا۔ پھرحضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف اس حال میں واپس لوٹے: کہ سامری ان کو گمراہ کرچکا تھا۔ تو (مارے غصہ کے) انہوں نے اپنے بھائی (حضرت ہارون علیہ السلام) کے سر (کے بال) پکڑ لیے ،حضرت ہارون علیہ السلام نے ان سے کہا، جوکہا۔

پھرحضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا: کہ تیرا کیا معاملہ ہے؟ (آخرتونے کس طرح یہ زندہ آوازوالا بچھڑا بنا کر قوم کو اس کی پوجا میں لگا دیا) اس نے کہا کہ: میں نے رسول(حضرت جبریل) کےنقش قدم سے ایک مٹھی مٹی اُٹھالی تھی، اسے میں نے اس بچھڑے کے قلب میں ڈال دیا اور میرے دل کو یہی بات اچھی لگی ۔ پھرحضرت موسیٰ علیہ السلام اس بچھڑے کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے اوپر ایک رندہ رکھ کر اسے چھیل دیا، وہ اس وقت نہر کے کنارے پر تھے(اس کی چھیلن ساری پانی میں گھرگئی)۔ چنانچہ بچھڑے کے پجاریوں میں سے جس نے بھی اس

نہر کا پانی پیا تو اس کا چہرہ سونے کی طرح پیلا ہوگیا،اب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہماری توبہ کیا ہے؟۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: تم آپس میں ایک دوسرے کوقتل کرو۔ چنانچہ انہوں نے چھریاں اٹھائیں اورکسی نے اپنے باپ کو، کسی نے اپنے بھائی کوقتل کرنا شروع

Marfat.com

کردیا اور کسی کو یہ پرواہ نہ تھی کہ کس نے کس کو قتل کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے ستر ہزار افراد قتل ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم فرمایا: کہ انہیں حکم دیں کہ ہاتھ اُٹھالیں۔ پس جو لوگ قتل کردیے گئے، میں نے ان کی مغفرت کردی اور جو باقی رہ گئے انکی توبہ قبول کرلی۔

نقد حدیث: امام حاکم فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔ علامہ ذہبی نے بھی موافقت کی ہے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ اس واقعہ کو قرآن مجید نے بھی تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَى مِن بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلاً جَسَداً لَّهُ خُوَارٌ أَلَمْ يَرَوْاْ أَنَّهُ لاَ يُكَلِّمُهُمْ وَلاَ يَهْدِيهِمْ سَبِيلاً اتَّخَذُوهُ وَكَانُواْ ظَالِمِينَ ٥ وَلَمَّا سُقِطَ فَي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْاْ أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّواْ قَالُواْ لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ٥ وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَى إِلَى قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفاً قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِيَ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ وَأَلْقَى الأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُواْ يَقْتُلُونَنِي فَلاَ تُشْمِتْ بِيَ الأَعْدَاء وَلاَ تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ٥ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ٥ إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُواْ الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ٥ وَالَّذِينَ عَمِلُواْ السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُواْ مِن بَعْدِهَا وَآمَنُواْ إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ٥ وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الأَلْوَاحَ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ٥ وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلاً لِّمِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

Marfat.com

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاء مِنَّا إِنْ هِيَ إِلاَّ فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاء وَتَهْدِي مَن تَشَاء أَنتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ٥ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَـذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَـا إِلَيْكَ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاء وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَـاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ٥﴾ (الاعراف ۷:۱۴۸۔۱۵۶)

ترجمہ: اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے (کوہ طور پر جانے کے) بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنالیا (جو) ایک جسم تھا، اس کی آواز گائے کی تھی، کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ نہ ان سے بات کرسکتا ہے اور نہ انہیں راستہ دکھا سکتا ہے۔ انہوں نے اسی کو (معبود) بنالیا اور وہ ظالم تھے اور جب وہ اپنے کئے پر شدید نادم ہوئے اور انہوں نے دیکھ لیا کہ واقعی وہ گمراہ ہوگئے ہیں (تو) کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ اور جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف نہایت غم وغصہ سے بھرے ہوئے پلٹے تو کہنے لگے کہ تم نے میرے (جانے کے) بعد میرے پیچھے بہت ہی برا کام کیا ہے۔ کیا تم نے اپنے رب کے حکم پر جلد بازی کی اور (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی) تختیاں نیچے رکھ دیں اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا (تو) حضرت ہارون (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے ماں کے بیٹے! بیشک اس قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ (میرے منع کرنے پر) مجھے قتل کرڈالیں، سو آپ دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالم لوگوں (کے زمرے) میں شامل نہ کریں۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) عرض کیا: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف کردے اور ہمیں اپنی

Marfat.com

رحمت (کے دامن) میں داخل فرمالے اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانیوالا ہے۔ بیشک جن لوگوں نے بچھڑے کو (معبود) بنالیا ہے انہیں ان کے رب کی طرف سے غضب بھی پہنچے گا اور دنیوی زندگی میں ذلت بھی، اور ہم اس طرح افترا پردازوں کو سزا دیتے ہیں۔ جن لوگوں نے برے کام کیے، پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور ایمان لے آئے (تو) بے شک آپ کا رب اس کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا غصہ تھم گیا تو انہوں نے تختیاں اٹھالیں اور ان (تختیوں) کی تحریر میں ہدایت اور ایسے لوگوں کے لیے رحمت (مذکور) تھی جو اپنے رب سے بہت ڈرتے ہیں۔ اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے ستر مردوں کو ہمارے مقرر کردہ وقت (پر ہمارے حضور معذرت کی پیشی) کے لیے چن لیا، پھر جب انہیں (قوم کو برائی سے منع کرنے پر تادیباً) شدید زلزلہ نے آ پکڑا تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام نے) عرض کیا: اے رب! اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی ان لوگوں کو اور مجھے ہلاک فرمادیتا، کیا تو ہمیں اس (خطا) کے سبب ہلاک فرمائے گا، جو ہم میں سے بیوقوف لوگوں نے انجام دی ہے، یہ تو محض تیری آزمائش ہے، اس کے ذریعے تو جسے چاہتا ہے گمراہ ٹھہراتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے۔ تو ہی ہمارا کارساز ہے، سو تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ اور تو ہمارے لیے اس دنیا (کی زندگی) میں (بھی) لکھ دے اور آخرت میں (بھی)، بیشک ہم تیری طرف تائب و راغب ہو چکے، ارشاد ہوا: میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اسے پہنچاتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز پر وسعت رکھتی ہے، سو میں عنقریب اس (رحمت) کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں اور وہی لوگ ہی ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

Marfat.com

قرآن مجید میں دوسری جگہ اس واقعہ کے بعد توبہ کا ذکر ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرہ۲:۵۴)

ترجمہ: اور جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو (اپنا معبود) بنا کر اپنی جانوں پر (بڑا) ظلم کیا، سو تم اپنے پیدا فرمانے والے (حقیقی رب) کے حضور توبہ کرو۔ پس (آپس میں) ایک دوسرے کو قتل کر ڈالو (اس طرح کہ جنہوں نے بچھڑے کی پرستش نہیں کی اور اپنے دین پر قائم رہے وہ بچھڑے کی پرستش کر کے دین سے پھر جانے والوں کو سزا کے طور پر قتل کر دیں)، یہی (عمل) تمہارے لیے تمہارے خالق کے نزدیک بہترین (توبہ)، پھر اس نے تمہاری توبہ قبول فرمالی، یقیناً وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنیوالا اور مہربان ہے۔

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر توریت لینے کے لیے جانے کے بعد پیش آیا۔

☆ سامری کا قبیلہ گائے کا پجاری تھا، یہ بنی اسرائیل سے نہیں تھا، اس نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے نقش قدم یا آپ کی سواری کے نقش قدم کی مٹی اٹھائی تھی۔ یہ مٹی جب اس بے جان بچھڑے میں رکھی، تو اس سے عجیب وغریب آواز آتی تھی۔

☆ سامری کی ترغیب پر اور بچھڑے سے حیرت انگیز آواز پر بنی اسرائیل کے اکثر لوگ اس پر ایمان لائے۔

☆ حضرت ہارون علیہ السلام نے قوم کی بچھڑے کی پوجا سے ہر ممکن روکنے کی کوشش کی۔

Marfat.com

☆ سامری پہلے ہی گائے کی پرستش اپنے قبیلے میں دیکھ چکا تھا، اس لیے وہ اس سے فطری مانوس تھا۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنا کر گئے تھے، اس لیے واپسی پر غصے سے ان کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ کر کھینچے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سختی کے جواب میں حضرت ہارون علیہ السلام نے نرمی سے اپنا موقف بیان کیا۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری پر بھی سختی کی اور بچھڑے کو توڑ کر نہر میں پھینک دیا۔

☆ بنی اسرائیل جب اس پر نادم ہوئے اور غلطی کا احساس ہوا تو توبہ کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کی اور بنی اسرائیل کو ستر ہزار قتل کے بعد معافی دی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قاتل ومقتول دونوں کی مغفرت فرمادی۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس واقعہ سے اجتماعی زندگی کے لیے چار اصول مستنبط ہوئے ہیں:

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت مزاج اور حضرت ہارون علیہ السلام نرم خو تھے، اس لیے بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں حضرت ہارون علیہ السلام کی نرمی سے غلط فائدہ اٹھایا اور سرکشی اختیار کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سختی کی بناء پر توبہ وندامت کی طرف آئے۔ اس لیے کسی قوم، قبیلے، افراد، گھرانے، خاندان، جماعت یا ادارہ کے سربراہ کے لیے سخت مزاج ہونا چاہیے اور اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ماتحتوں کو اس کی اجازت دینی چاہیے۔

Marfat.com

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سخت گیر رویے اور سلوک کے جواب میں حضرت ہارون علیہ السلام نے نرمی اور صلہ رحمی یاد دلا کر اپنا موقف بیان کیا۔اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ اگر کسی بھائی ،دوست ،یا دیگر تعلق والوں کو کوئی غلط فہمی پیدا ہو جائے اور وہ اسی بنا پر سختی کریں ،تو انہیں نرمی سے سمجھایا جائے اور صلہ رحمی کا یاد دلایا جائے۔

۳۔ عوام الناس کی اکثریت محسوس اشیاء اور ظاہری ماحول سے متاثر ہوتی ہے ،اہل اسلام کو چاہیے کہ اپنا ظاہر بھی اسلامی تشخص کے مطابق بنائیں ،تاکہ لوگ غلط روش اور طریقوں سے بچ سکیں۔

۴۔ اگر غلطی اجتماعی ہو تو توبہ بھی اجتماعی ہی کرنی چاہیے ۔آج مسلم اقوام میں احساس زیاں کا فقدان ہے ،تمام مسلمانوں کو اس پر سوچ بچار کرنی چاہیے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام کا چار ہزار مردوں کو زندہ کرنا:

۴۶۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى :(أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ، وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ) (البقرة۲: ۲۴۳)قَالَ " :كَانُوا أَرْبَعَةَ آلَافٍ، خَرَجُوا فِرَارًا مِنَ الطَّاعُونِ، وَقَالُوا :نَأْتِي أَرْضًا لَيْسَ بِهَا مَوْتٌ. فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ :مُوتُوا فَمَاتُوا فَمَرَّ بِهِمْ نَبِيٌّ، فَسَأَلَ اللَّهَ أَنْ يُحْيِيَهُمْ فَأَحْيَاهُمْ، فَهُمُ الَّذِينَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ :(وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ) (البقرة۲: ۲۴۳) هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ (۲۰۸)

(التعليق -من تلخيص الذهبي) ميسرة لم يرويا له

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت سے بچنے کے لیے

۲۰۸۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، رقم ۳۱۶۷، ج ۲، ص ۶۷۷

Marfat.com

اپنے گھروں سے نکلے اور ان کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ چار ہزار لوگ تھے اور طاعون کی بیماری سے بچنے کے لیے نکلے تھے۔ انہوں نے کہا: ہم ایسی جگہ پر آئے ہیں، جہاں موت نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سب کی موت کا حکم دیا، تو وہ مر گئے۔ وہاں سے ایک اللہ کے نبی کا گذر ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے انہیں زندہ کرنے کی دعا کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا۔ تو یہ وہی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وہ موت سے بچنے والے ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

نقد حدیث: یہ روایت بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے لیکن انہوں نے اسے روایت نہیں کیا۔ علامہ ذہبی نے میسرہ نہدی پر تنقید کی ہے۔

ا۔ مسائل ونصائح:

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ لوگ چار ہزار تھے، ایک روایت میں ہے کہ آٹھ ہزار تھے، بعض نو ہزار کہتے ہیں، بعض چالیس ہزار بتاتے ہیں، بعض تیس ہزار سے کچھ اوپر بتاتے ہیں۔ یہ لوگ داوردان نامی بستی کے تھے جو واسط کی طرف ہے، بعض کہتے ہیں: اس بستی کا نام اذرعات تھا۔ یہ لوگ طاعون کے مارے اپنے شہر کو چھوڑ کر بھاگے تھے۔ اس بستی میں جب پہنچے، وہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مر گئے، اتفاق سے ایک نبی علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا، ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر دوبارہ زندہ کر دیا۔ (۲۰۹)

☆ بعض لوگ کہتے ہیں، ایک چٹیل صاف اور ہوادار کھلے پرفضا میدان میں ٹھہرے تھے اور دو فرشتوں کی چیخ سے ہلاک کیے گئے تھے۔ جب ایک لمبی مدت گزر چکی، ان کی ہڈیوں کا بھی چونا ہو گیا، اس جگہ بستی بس گئی۔ تب خرقیل نامی ایک نبی وہاں سے نکلے۔ انہوں نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور حکم دیا: کہ تم کہو: کہ اے بوسیدہ

۲۰۹۔ مستدرک حاکم، ج ۲، ص ۲۸۱

Marfat.com

ہڈیو!اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم سب جمع ہوجاؤ، چنانچہ ہر جسم کی ہڈیوں کا ڈھانچہ کھڑا ہوگیا ،پھراللہ کا حکم ہوا: ندا کرو کہ ہڈیو!اللہ فرماتا ہے کہ تم گوشت پوست ،رگیں پٹھے بھی جوڑلو، چنانچہ اس نبی اللہ کے دیکھتے ہوئے یہ بھی ہوگیا۔ پھرآواز آئی کہ اے روحو!اللہ تعالیٰ کا تمہیں حکم ہورہاہے کہ ہر روح اپنے اپنے قدیم جسم میں آجائے ،چنانچہ اس سے یہ سب جس طرح ایک ساتھ مرے تھے ،اس طرح ایک ساتھ جی اٹھے، اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا " سبحانك لااله الا انت "اے اللہ تو پاک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ دلیل ہے قیامت کے دن اسی جسم کے ساتھ دوبارہ جی اٹھنے کی۔ پھر فرماتا ہے: کہ اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بڑا بھاری فضل وکرم ہے کہ وہ زبردست ٹھوس نشانیاں اپنی قدرت کی دکھا رہا ہے لیکن باوجود اس کے بھی اکثر لوگ ناقدرے اور ناشکرے ہیں ،اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی جگہ بچاؤ اور پناہ نہیں۔ یہ لوگ وبا سے بھاگے تھے اور زندگی کے حریص تھے، تو اس کے خلاف عذاب آیا اور فوراً ہلاک ہوگئے۔(۲۱۰)

☆ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف چلے اور سرغ میں پہنچے تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح وغیرہ سرداران لشکر ملے اور خبر دی کہ شام میں آج کل وبا ہے۔ چنانچہ اس میں اختلاف ہوا کہ اب وہاں جائیں یا نہ جائیں۔ بالآخر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جب آئے اور فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب وبا کسی جگہ آئے اور تم وہاں ہو،تو وہاں سے اس کے ڈر سے مت بھاگو، جب تم کسی جگہ وبا کی خبر سن لو تو وہاں مت جاؤ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اللہ تعالیٰ کی حمد ثنا کی۔ پھر وہاں سے واپس چلے گئے۔(۲۱۱)

۲۱۰۔ الدر المنثور، ج۱،ص۳۱۰

۲۱۱۔ i۔بخاری، کتاب الطب، رقم ۵۷۲۹ ii۔مسلم، کتاب السلام، رقم ۲۲۱۹

Marfat.com

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ اللہ کا عذاب ہے جو اگلی امتوں پر ڈالا گیا تھا۔(۲۱۲)

قرآن مجید میں ہے: ﴿ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴾ (یونس ۱۰:۴۹)

ترجمہ: ہر گروہ کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور جب ان کا وقت آجائے گا تو وہ اس سے ایک ساعت پیچھے نہیں ہٹیں گے نہ آگے بڑھیں گے۔

پھر طاعون سے بھاگنے والے ان لوگوں کو وقت سے پہلے موت کیسے آگئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ موت وہ نہیں تھی جو طبعی حیات مکمل ہونے کے بعد طاری ہوتی ہے، وہ موت اپنا وقت پورا کرنے کے بعد ان پر طاری ہوئی، یہ موت طاعون سے بھاگنے کی سزا کے طور پر تھی اور اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت حزقیل علیہ السلام کی وجاہت کو ظاہر فرمایا کہ: ان کی دعا سے مردوں کو زندہ کر دیا۔(۲۱۳)

☆ تقدیر الٰہی کے مقابلے میں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی، اور جہاد سے یا طاعون وغیرہ سے بھاگنا جان بچانے کا ذریعہ نہیں ہو سکتا اور نہ ان میں قائم رہنا موت کا باعث ہوتا ہے، بلکہ موت کا ایک وقت متعین ہے نہ اس میں کمی ہو سکتی ہے اور نہ زیادتی۔

☆ جس بستی میں کوئی وباء طاعون وغیرہ ہو، اس میں جانا یا وہاں سے بھاگ کر کہیں اور جانا دونوں ناجائز ہیں۔(۲۱۵)

☆ ہمارے نزدیک تاریخ بنی اسرائیل کا یہی جزو ہے جس کی طرف آیت زیر بحث میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ جب انہوں نے خوف اور بزدلی کی زندگی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس ایمانی واخلاقی موت کے حوالہ کر دیا، جس کی تعبیر "موتوا" سے فرمائی، یہ

۲۱۲۔ مسند احمد، ج۱، ص۱۹۳ ۲۱۳۔ تبیان القرآن، ج۱، ص۹۱۶

۲۱۴۔ معارف القرآن، ج۱، ص۵۸۵ ۲۱۵۔ ایضاً

Marfat.com

معاملہ ٹھیک ٹھیک اس سنت اللہ کے مطابق ہوا جس کی طرف " فلما زاغوا ازاغ الله قلوبهم " میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی جب انہوں نے گمراہی پسند کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہی میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر جب ان کے اندر تجدید واحیائے ملت کی دعوت اٹھی اور انہوں نے از سر نو ایمان واسلام کی حیات تازہ اختیار کر لینے کا عزم کر لیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو از سر نو زندہ ومتحرک کر دیا۔ اس چیز کو یہاں "ثم احیاهم" کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس اصول پر ہے، اگر کوئی قوم اپنے لیے ذلت ونامرادی کو پسند کرتی ہے تو خدا اس کو ذلت ونامرادی کے حوالہ کر دیتا ہے اور اگر کوئی قوم عروج وسربلندی کی طالب ہوتی ہے اور اس کے طلب کے جو تقاضے ہیں، ان کو پورا کرنے کی ہمت دکھاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو عزت وسربلندی بخشتا ہے اور یہ مرتبہ دے کر اس کا امتحان کرتا ہے۔ (۲۱۶)

☆ کئی مفسرین نے کوشش کی ہے کہ جس قوم کا واقعہ بیان ہو رہا ہے، اس کا تعین کریں کہ وہ کونسی قوم تھی، لیکن علامہ قرطبی نے ابن عطیہ سے نقل کیا ہے کہ سب قصے ناقابل اعتماد ہیں۔ آیت کا مقصد مسلمانوں کو کسی گزشتہ قوم کے (جس کی تعیین مقصود نہیں) عمل سے عبرت دلانا ہے، جو موت کے ڈر سے بھاگ نکلی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ موت، جس سے وہ بھاگے تھے، مسلط کر دی۔ پھر کچھ عرصہ بعد انہیں نئی زندگی عطا فرمائی۔ اور اس طرح مارنے اور جلانے سے مدعا ان کو یہ سمجھانا تھا کہ موت سے بھاگنے کی کوشش کرنا بے سود ہے۔ نہ تم اپنی سعی وکوشش سے اپنی موت کو ٹال سکتے ہو اور نہ زندگی بڑھا سکتے ہو۔ اور اس واقعہ کے ذکر کرنے سے امت مصطفیٰ علیہ التحیة والثناء کو یہ بتانا مقصود تھا کہ تم ایسا مت کرنا، وہ کون تھے؟ کہاں سے بھاگے ہوئے تھے؟ کیوں

۲۱۶۔ تدبر قرآن، ج ۱، ص ۵۶۵۔۵۶۶

Marfat.com

بھاگے تھے؟ یہ ایسی تنقیحات ہیں جن میں الجھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔اس لیے قرآن نے ان کا ذکر نہیں کیا۔(۲۱۷)

☆ جمہور کا قول یہ ہے کہ الـــوف جمع ہے الف کی، جس کا معنی ہزار ہے یعنی وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔اور بعض آئمہ لغت (ابن زید) سے یہ بھی منقول ہے کہ الوف الف یاالف کی جمع ہے۔اب معنی ہوگا کہ وہ ایسی حالت میں اپنے گھروں سے نکلے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ پیار و محبت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔اس آیت سے علماء کرام نے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا ہے کہ اگر کہیں وبا پھوٹ پڑے تو وہاں کے لوگوں کو بھاگ کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔کیونکہ اگر تندرست بھاگ نکلے تو بیماروں کی تیمارداری کون کریگا۔ نیز اس بھگدڑ سے ایسی خرابیاں پیدا ہوں گی، جن کا پہلے اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔نیز اگر متعدی مرض ہے تو ممکن ہے کہ ان کی وجہ سے بیماری کے جراثیم صحت مند علاقوں میں پھیل جائیں اور اس حکم کی وجہ سے بڑی حکمت جو بحیثیت دین، اسلام کے پیش نظر ہے، وہ یہ ہے کہ اس طرح لوگوں کا عقیدہ متزلزل ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے اسباب کو وہ محی و ممیت سمجھنے لگیں گے، جس طرح اسلام نے وبازدہ علاقہ سے بھاگنے سے منع فرمایا، اسی طرح اس میں داخل ہونے سے بھی روکا۔(۲۱۸)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے کا ہے۔

☆ دعا کرنے والے نبی حضرت حزقیل علیہ السلام تھے اور اس وقت بادشاہ حضرت سموئیل علیہ السلام تھے۔

☆ تقدیر الٰہی برحق ہے۔

۲۱۷۔ ضیاالقرآن، ج۱،ص۱۶۷ ۲۱۸۔ یضاً

Marfat.com

☆ موت کا ایک وقت معین ہے۔

☆ طاعون اور دیگر وبائی امراض والی جگہ سے موت کے ڈر سے بھاگنا درست نہیں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعا قبول کرتا ہے۔

☆ معجزہ ایک حقیقت ہے۔

☆ وبائی امراض والی جگہ پر آنا بھی منع ہے۔

☆ یہ بستی داوردان نامی تھی اور واسط شہر کے قریب تھی۔

☆ ان لوگوں کی تعداد چار ہزار، آٹھ ہزار، تیس ہزار یا چالیس ہزار تھی۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس واقعہ میں اجتماعی زندگی کے لیے تین اصول مترشح ہوتے ہیں:

۱۔ تقدیر برحق ہے، معجزہ برحق ہے اور موت کا وقت معین ہے، اس پر ہر مسلمان کا ایمان ہونا لازم ہے۔

۲۔ جس بستی، شہر یا ملک میں وبائی مرض پھیل جائے، وہاں کے رہنے والوں کو باہر کہیں اور نہیں جانا چاہیے، تاکہ دوسرے لوگ اس بیماری سے محفوظ رہیں۔ جیسا کہ آج کل ڈینگی مچھر کی صورت حال ہے۔ جس شہر، گاؤں یا ملک میں ہو تو متاثرہ افراد کو وہیں رہنا چاہیے۔

۳۔ وبائی امراض والی جگہ پر دوسرے لوگوں کو آنا بھی نہیں چاہیے۔

مرد و عورت کے اختلاط کے نقصانات:

۴۷۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ :(وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى) (الأحزاب ۳۳:۳۳) قَالَ " :كَانَتْ فِيمَا بَيْنَ نُوحٍ وَإِدْرِيسَ أَلْفُ سَنَةٍ، وَأَنَّ بَطْنَيْنِ مِنْ وَلَدِ آدَمَ كَانَ أَحَدُهُمَا يَسْكُنُ السَّهْلَ،

Marfat.com

وَالْآخَرُ يَسْكُنُ الْجَبَلَ وَكَانَ رِجَالُ الْجَبَلِ صِبَاحًا وَفِي النِّسَاءِ دَمَامَةٌ، وَكَانَتْ نِسَاءُ السَّهْلِ صِبَاحًا، وَفِي الرِّجَالِ دَمَامَةٌ، وَإِنَّ إِبْلِيسَ أَتَى رَجُلًا مِنْ أَهْلِ السَّهْلِ فِي صُورَةِ غُلَامِ الرُّعَاةِ، فَجَاءَ فِيهِ بِصَوْتٍ لَمْ يَسْمَعِ النَّاسُ مِثْلَهُ، فَاتَّخَذُوا عِيدًا يَجْتَمِعُونَ إِلَيْهِ فِي السَّنَةِ، وَإِنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَبَلِ هَجَمَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ فِي عِيدِهِمْ ذَلِكَ، فَرَأَى النِّسَاءَ وَصَبَاحَتَهُنَّ، فَأَتَى أَصْحَابَهُ فَأَخْبَرَهُمْ بِذَلِكَ فَتَحَوَّلُوا إِلَيْهِنَّ وَنَزَلُوا
مَعَهُنَّ فَظَهَرَتِ الْفَاحِشَةُ فِيهِنَّ، فَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى) (الأحزاب ۳۳:۳۳)" (۲۱۹)

(التعليق -من تلخيص الذهبي) سكت عنه الذهبي في التلخيص

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کی مدت ہے، بنو آدم دو کی نسلیں آباد تھیں ایک میدانی علاقے میں اور دوسری پہاڑی علاقے میں آباد تھی، پہاڑیوں کے مرد خوش شکل تھے اور عورتیں سیاہ فام تھیں، اور میدانی علاقے والوں کی عورتیں خوبصورت اور مرد سانولے تھے۔ ابلیس چرواہے کی صورت اختیار کر کے میدانی علاقے والوں میں سے ایک شخص کے پاس آیا، پھر اس نے (بانسری جیسی) خوبصورت آواز گنگنائی، لوگوں کو یہ آواز بہت پسند آئی۔ میدانی لوگوں نے اس خوبصورت گنگناہٹ کو سننے کے لیے سال میں ایک دن مقرر کر لیا، اس دن میدانی علاقے والے مرد وعورت اکٹھے ہوتے، اس دن کو انہوں نے عید کا دن قرار دیا۔ اتفاقاً ایک عید کے دن، ایک پہاڑی آدمی بھی آ گیا اور ان کی خوبصورت عورتوں کو دیکھ کر، واپس

۲۱۹۔ i- مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین الانبیاء والمرسلین، رقم ۴۰۶۷، ج ۲، ص ۶۱۶

ii- بیہقی، احمد بن حسین، ابوبکر، شعب الایمان، فی تحریم الفرج، رقم ۵۴۵۱، ج ۴، ص ۳۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

Marfat.com

جا کر اپنے قبیلے والوں میں ان کے حسن کا چرچا کرنے لگا۔ اب وہ لوگ بکثرت آنے لگے اور آہستہ آہستہ ان عورتوں مردوں میں اختلاط بڑھ گیا اور بدکاری وزنا کاری کا عام رواج ہو گیا۔ اس آیت مبارکہ سے یہی مراد ہے: اور تم جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ کرو۔

نقد حدیث: اس حدیث پر امام حاکم اور علامہ ذہبی دونوں نے سکوت فرمایا ہے۔

۱۔ مسائل ونصائح:

☆ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان آٹھ سو سال تھے، ان کی عورتیں بدصورت اور مرد خوب صورت ہوتے تھے، ان کی عورتیں مردوں کو اپنی طرف مائل اور راغب کرنے کے لیے بناؤ سنگھار کرتی تھیں اور یہ قدیم جاہلیت ہے۔ (۲۲۰)

☆ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا عرصہ تھا، حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ایک گروہ میدانوں میں رہتا تھا اور ایک گروہ پہاڑوں میں رہتا تھا، سال میں ایک بار ان کی عید ہوتی تھی اور ان کی باہم ملاقات ہوتی تھی، ایک مرتبہ عید کے موقع پر ایک گروہ نے دوسرے گروہ پر حملہ کر دیا اور ان میں فواحش کا ظہور ہوا اور یہ جاہلیت اولیٰ ہے۔ عامر سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی عرصہ کو جاہلیت اولیٰ کہا جاتا ہے۔ (۲۲۱)

☆ معرور بیان کرتے ہیں کہ میری حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملاقات ہوئی ان پر ایک حلہ تھا اور ان کے غلام پر بھی ایک حلہ تھا، میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا: انہوں نے کہا: میں نے ایک شخص کو برا کہا اور اس کو ماں سے عار دلایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم نے اس کو اس کی ماں سے عار دلایا ہے؟ تم ایسے شخص ہو کہ تم میں زمانہ جاہلیت کی خصلت ہے، تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے ان کو تمہارا ماتحت کر دیا ہے، سو جس کے ماتحت اس کا بھائی ہو، وہ اس کو وہ طعام کھلائے جس

۲۲۰۔ جامع البیان، ج ۲۲، ص ۶ ۔ ۲۲۱۔ ایضاً

Marfat.com

کو وہ خود کھاتا ہے، اس کو وہ لباس پہنائے جس کو وہ خود پہنتا ہو اور اس کو اس کام کا مکلف نہ کرے جو اس پر دشوار ہو اور اگر تم ان کو مکلف کرو تو انکی مدد کرو۔(۲۲۲)

☆ جاہلیت سے مراد اسلام سے پہلے فترت ہے، اس کو جاہلیت اس لیے فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں کفار کی بہ کثرت جہالات تھیں۔(۲۲۳)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں چار خصلتیں زمانہ جاہلیت کی ہیں، جن کو لوگ ہرگز نہیں ترک کریں گے، نوحہ کرنا، حسب اور نسب میں طعن کرنا، مرض کو از خود متعدی یقین کرنا، کہ اونٹ کو خارش ہوئی تو گمان کرنا اس سے دوسرے اونٹ کو خارش ہوگی، پہلے اونٹ میں خارش کس نے پیدا کی؟ ستاروں کے سبب سے بارش کو گمان کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ بارش ہوئی۔ (۲۲۴)

☆ یہ کام گناہ ہیں، اور امت کے لوگ ان کاموں کو حرام جاننے کے باوجود کرتے رہیں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غیب کی خبریں دی ہیں، جن کا انبیاء کے سوا اور کسی کو علم نہیں ہوتا اور آپ کی دی ہوئی تمام خبروں کا حق ہونا ظاہر ہو گیا۔(۲۲۵)

☆ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرا کرتی تھیں، اسلام نے بے پردگی کو حرام قرار دیا ہے۔ ناز سے اٹھلا کر چلنا، دوپٹہ گلے میں ڈالنا، دوپٹہ سے سر، گلہ اور کانوں کو نہ ڈھانپنا، یہ سب جاہلیت کے بناؤ سنگھار تھے، جسے اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔(۲۲۶)

☆ زمانہ جاہلیت میں عورتیں ناز و ادا سے مٹکتی اور لچکتی ہوئی سر بازار ٹہلا کرتی تھیں۔ اس سے باز رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اسلام کے نزدیک عفت و عصمت کی

۲۲۲۔ i۔ بخاری، رقم ۳۰ ii۔ مسلم، رقم ۱۶۶۱ iii۔ ابوداؤد، رقم ۵۱۵۷
iv۔ ترمذی، رقم ۱۹۴۵ v۔ ابن ماجہ، رقم ۳۶۹۰

۲۲۳۔ عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۳۲۳۔۳۲۲

۲۲۴۔ i۔ ترمذی، رقم ۱۰۰۱ ii۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۲۹۱

۲۲۵۔ عارضۃ الاحوذی، ج ۴، ص ۱۷۸ ۲۲۶۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۴۷۳

Marfat.com

جوقدر ومنزلت ہے ۔اس کے پیش نظر یہ احکام صادر فرمائے جارہے ہیں ۔ان راستوں کو ہی بند کیا جارہا ہے ۔ان اسباب کا ہی قلع قمع کیا جارہا ہے ۔جن کے ذریعے اس متاع گرانمایہ کے لٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے ۔کوئی زیرک قیمتی جواہرات رکھ کر اپنے گھر کے دروازے چوروں کے لیے نہیں کھولتا ،جولوگ اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ ان کے گھروں کی خواتین ،ان کی بچیاں ،بہنیں پختہ کردار کی مالک ہیں ،وہ اگرچہ قیمتی اور بھڑ کیلے ملبوسات پہن کر بے پردہ گھومتی رہیں تو ان کی عزت و اقارب پر کوئی آنچ نہیں آسکتی ۔انہیں ہم نرم سے نرم الفاظ میں ''بھولا'' کہہ سکتے ہیں ۔اوران کا یہ بھولا پن انہیں ایک روز ایسے گڑھے میں پھینک دے گا جس سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی ۔فطرت انسانی کے حیوانی تقاضوں کی شدت سے، ان کی دانستہ چشم پوشی انہیں ایسے بھیانک نتائج سے دوچار کردے کہ ان کا قلبی سکون برباد اور ذہنی توازن بگڑ کر رہ جائے گا ۔اس وقت پچھتائیں گے جب چڑیاں کھیت چگ گئی ہوں گی ۔اس وقت وہ زار زار روئیں گے ،لیکن ان کو اپنے درد کا درماں نہیں ملے گا ۔(۲۲۷)

☆ اسلام نے مسلمانوں کو جو ثقافت اور تہذیب عطا کی ہے ،وہ تو ان آیات میں مذکور ہے ،اب اگر ہمارے قائدین اپنی ملت کی بچیوں کو کوئی دوسری ثقافت سکھانا چاہیں اور مغربی تمدن و معاشرت کے آداب کی تعلیم دینا چاہیں تو ان کی مرضی ۔اسلام نے ، قرآن نے اور حامل قرآن نے تو مسلمان عورتوں کے لیے اس حیا سوز اور غیرت باختہ طرز معاشرت سے سختی سے روکا ہے ۔بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عورتیں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !مرد ساری فضیلتیں لے گئے ۔جہاد میں شرکت کا شرف بھی

۲۲۷۔ ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۴۵

Marfat.com

صرف انہیں نصیب ہوتا ہے۔کیا کوئی عمل ایسا ہے جو ہم کریں اور ہمیں مجاہدین کا درجہ حاصل ہو۔"

فقال علیه الصلوٰة والسلام: من قعدت منكن فی بیتها فانها تدرك عمل المجاهدین فی سبیل الله ۔ارشاد فرمایا: تم میں سے جو عورت اپنے گھر میں بیٹھے گی اسے مجاہدین فی سبیل اللہ کا درجہ ملے گا۔(۲۲۸)

☆ عن النبی ﷺ قال ان المرأة عورة فاذا خرجت من بیتها استشرفها الشیطان واقرب ماتكون من رحمت ربها وهی فی قعر بیتها: یعنی حضور ﷺ نے فرمایا

۔عورت کو مستور اور باپردہ رہنا ہی بہتر ہے ،جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکنے لگتا ہے۔ جب تک وہ اپنے گھر کی چاردیواری میں رہتی ہے،وہ رحمت الٰہی سے قریب تر ہوتی ہے۔پاکستان جیسے مملکت اسلامیہ ہونے کا دعویٰ ہے۔وہاں مردوں اور عورتوں کا بے دریغ اختلاط ،کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم ،عورتوں کا ان دفتروں میں ملازمت کرنا جہاں مرد ہوتے ہیں ،ایسے اجتماعات اور مذاکروں میں شرکت کرنا،عام بازاروں اور شاہراہوں پر ننگے سر،چست پہناوے پہنے ،نیم عریاں ہو کر گھومنا پھرنا ایک بہت بڑا المیہ ہے، اور ہمارا طرز عمل اسلام کی تہذیب وثقافت پر ناروا زیادتی بلکہ اسے مسخ کرنے کے مترادف ہے۔(۲۲۹)

☆ قرآن مجید کے اس صاف اور صریح حکم کی موجودگی میں اس بات کی آخر کیا گنجائش ہے کہ مسلمان عورتیں کونسلوں اور پارلیمنٹوں کی ممبر بنیں، بیرون خانہ کی سوشل سرگرمیوں میں دوڑتی پھریں ،سرکاری دفتروں میں مردوں کے ساتھ کام کریں ،کالجوں میں

۲۲۸۔ روح المعانی، ج۹،ص۱۲۲ ۲۲۹۔ ضیاء القرآن، ج۴،ص۴۶

Marfat.com

لڑکوں کے ساتھ تعلیم پائیں، مردانہ، ہسپتالوں میں نرسنگ کی خدمت سرانجام دیں، ہوائی جہازوں اور ریل کاروں میں مسافرنوازی کے لیے استعمال کی جائیں اور تعلیم وتربیت کے لیے انگلستان وامریکہ بھیجی جائیں؟۔عورت کے بیرون خانہ سرگرمیوں کے جواز میں بڑی سے بڑی دلیل جو پیش کی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنگ جمل میں حصہ لیا تھا۔لیکن یہ استدلال جولوگ پیش کرتے ہیں، انہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا خیال اس باب میں کیا تھا۔حضرت عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد الزھد میں، اور ابن المنذر، ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے اپنی کتابوں میں مسروق کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب تلاوت قرآن کرتے ہوئے اس آیت ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ (الاحزاب ۳۳:۳۳) پر پہنچتی تھی تو بے اختیار رو پڑتی تھیں۔یہاں تک کہ ان کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا، کیونکہ اس پر انہیں اپنی وہ غلطی یاد آجاتی تھی جو ان سے جنگ جمل میں ہوئی تھی۔(۲۳۰)

☆ جاہلیت کا لفظ قرآن مجید میں اس مقام کے علاوہ تین اور جگہ استعمال ہوا ہے، ایک آل عمران کی آیت ۱۵۴ میں، جہاں اللہ کی راہ میں لڑنے سے جی چرانے والوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ کے بارے میں حق کے خلاف جاہلیت کیا سا گمان رکھتے ہیں'' دوسرا سورۃ مائدہ آیت ۵۰ میں، جہاں خدا کے قانون کے بجائے کسی اور قانون کے مطابق اپنے مقدمات کا فیصلہ کرانے والوں کے متعلق فرمایا گیا، کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، تیسرا سورۃ فتح، آیت ۲۶ میں، جہاں کفار مکہ کے اس فعل کو ''حمیت جاہلیہ'' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ انہوں نے محض تعصب کی بناء پر مسلمانوں کو عمرہ نہ کرنے دیا۔حدیث میں آتا ہے کہ کہ ایک مرتبہ حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ نے کسی شخص سے جھگڑا

۲۳۰۔ تفہیم القرآن، ج۴، ص۹۵

Marfat.com

کرتے ہوئے اس کو ماں کی گالی دے دی، رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا "تم میں ابھی جاہلیت موجود ہے" ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "تین کام جاہلیت کے ہیں، دوسروں کے نسب پر طعن کرنا، ستاروں کی گردش سے فال لینا، اور مردوں پر نوحہ کرنا"۔ ان تمام استعمالات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کہ جاہلیت سے مراد اسلام کی اصطلاح میں ہر وہ طرز عمل ہے جو اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی اخلاق و آداب اور اسلامی ذہنیت کے خلاف ہو۔ اور جاہلیت اولیٰ کا مطلب وہ برائیاں ہیں جن میں اسلام سے پہلے عرب کے لوگ اور دنیا بھر کے دوسرے لوگ مبتلا تھے۔ (۲۳۱)

☆ اس تشریح سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرز عمل سے عورتوں کو روکنا چاہتا ہے، وہ ان کا اپنے حسن کی نمائش کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکلنا ہے، وہ ان کو ہدایت فرماتا ہے کہ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو، کیونکہ تمہارا اصل کام گھر میں ہے نہ کہ اس سے باہر، لیکن اگر باہر نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو اس شان سے نہ نکلو جس کے ساتھ دور جاہلیت میں عورتیں نکلا کرتی تھیں۔ بن ٹھن کر نکلنا، چہرے اور جسم کے حسن کو زیب و زینت اور چست لباسوں یا عریاں لباسوں سے نمایاں کرنا، اور ناز و ادا سے چلنا، ایک مسلم معاشر کی عورتوں کا کام نہیں ہے۔ یہ جاہلیت کے طور طریقے ہیں جو اسلام میں نہیں چل سکتے۔ اب یہ بات ہر شخص خود دیکھ سکتا ہے کہ جو ثقافت ہمارے ہاں رائج کی جا رہی ہے وہ قرآن ک رو سے اسلام کی ثقافت ہے یا جاہلیت کی ثقافت۔ البتہ اگر کوئی اور قرآن ہمارے کارفرماؤں کے پاس آگیا ہے جس سے اسلام کی یہ نئی روح نکال کر مسلمانوں میں پھیلائی جا رہی ہے تو بات دوسری ہے۔ (۲۳۲)

☆ وقرن فی بیوتکن کے مفہوم سے باشارات قرآن اور بعمل نبی کریم ﷺ

۲۳۱۔ ایضاً، ص ۹۱ ۲۳۲۔ ایضاً، ص ۹۲

Marfat.com

اور باجماع صحابہ مواقع ضرورت مستثنیٰ ہیں ۔جن میں عبادات حج وعمرہ بھی داخل ہیں، اور ضروریات طبعیہ والدین اوراپنے محارم کی زیارت عیادت وغیرہ بھی ،اسی طرح اگر کسی نفقہ اور ضروریات زندگی کا کوئی اور سامان نہ تو پردہ کے ساتھ محنت ومزدوری کے لیے نکلنا بھی ،البتہ مواقع ضرورت میں خروج کے لیے شرط یہ ہے کہ اظہار زینت کے ساتھ نہ نکلیں ،بلکہ برقعہ ،جلباب (بڑی چادر) کیساتھ نکلیں ۔(۲۴۳)

☆ جاہلیت کے ساتھ یہاں اولیٰ کی صفت کی بنا پر ہمارے مفسرین نے اس سے حضرت نوح علیہ السلام یا حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ کی جاہلیت مراد لی ہے ۔لیکن اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے ۔ہمارے نزدیک یہ نہایت بلیغ طریقہ سے اس جاہلی تہذیب کے ختم ہونے کی طرف اشارہ ہے جس کو منافقین ومنافقات اب تک اپنے سینوں سے لگائے، یہ امید لیے بیٹھے تھے کہ اسلام کے ظہور سے اس کو جودھکا لگا ہے یا لگنے کا اندیشہ ہے، اس کے باوجود یہ باقی رہے گی ۔قرآن نے ان کی اسی امید پر ضرب لگانے کے لیے اس کو ''جاہلیت اولیٰ'' سے تعبیر فرمایا ہے کہ اب اسکو قصہ ماضی سمجھو ،اس کا دور اب ختم ہو چکا ہے، جو لوگ اس کے ازسرنو فروغ پانے کے خواب دیکھ رہے ہیں وہ جنت الحمقاء میں بس رہے ہیں، اسلام اور اسلامی تہذیب نے اس کی جڑیں کھوکھلی کر دی ہیں اور اگر اس کے آثار کچھ باقی ہیں تو وہ بہت جلد مٹ کے رہیں گے ۔اب جو لوگ اس گھر کی دربانی کر رہے ہیں وہ ایک اجڑے گھر کی دربانی کر رہے ہیں ۔اگر انہوں نے اپنے رویہ میں تبدیلی نہ کی تو جس دن گھر گرے گا یہ بھی اس کے نیچے دفن ہو کے رہ جائیں گے ۔(۲۴۴)

۲۔تجزیاتی مطالعہ:

☆ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا وقفہ تھا۔

۲۴۳۔ معارف القرآن ،ج ۷،ص ۱۳۴۔۱۳۵ ۲۴۴۔ تدبر قرآن ،ج ۶،ص ۲۲۲

Marfat.com

☆ شیطان نے لوگوں کو بہکانے کے لیے ایک ملازم اور خادم کا روپ دھارا۔

☆ شیطان نے بانسری کی طرز پر میوزک سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی ابتداء کی۔

☆ شیطان کی اس آواز کو پہلے مرد پھر عورتیں اور پھر مرد وزن اختلاط کے ساتھ سنتے تھے۔

☆ پہلے میدانی علاقوں کے مرد وزن کا اختلاط ہوا، پھر پہاڑی لوگ بھی آنے جانے لگے، اسی سے دونوں قبائل کے اختلاط سے حرام کاری وزنا کاری کی ابتدا ہوئی ۔

☆ اس میلے میں مرد وزن بناؤ وسنگھار کر کے آتے تھے۔ جس کے ذریعے ایک دوسرے کے لیے شیطان نے کشش پیدا کی۔

☆ عورتوں کا حسن اور بناؤ سنگھار اس فتنے اور زنا کاری کا سبب بنا۔

۳۔ عصر حاضر میں اطلاق:

اس واقعہ سے مسلمانوں کے لیے اجتماعی زندگی کے تین اصول مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ شیطان انسان کو بہکانے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتا ہے، میوزک شیطان کا ہتھیار ہے۔ اس لیے گانے بجانے اور میوزک مسلم معاشرے کے لیے زہر قاتل ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کو اس سے بچنا لازم ہے۔

۲۔ مرد وعورت کا اختلاط غیر محرموں کے ساتھ شر ہی شر ہے۔ اس لیے ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے اس سے حتیٰ الامکان بچنا لازم ہے۔

۳۔ عورتوں کا بناؤ سنگھار اپنے خاوند کے علاوہ کے لیے حرام ہے، اسی طرح دوسروں کے سامنے بے پردہ ہو کر جانا بھی حرام ہے۔ اس لیے مسلمان عورتوں کو اس سے بچنا لازم ہے۔

Marfat.com

باب ہفتم

قصص الحدیث کی روشنی میں اسلامی معاشرت کے اصولوں کی تشکیل و ترتیب

Marfat.com

Marfat.com

باب ہفتم:

قصص الحدیث کی روشنی میں اسلامی معاشرت کے اصولوں کی تشکیل وترتیب

قصص الحدیث میں اسلامی معاشرت کے انفرادی، عائلی زندگی اوراجتماعی زندگی کے لیے اصول ضوابط بیان ہوئے ہیں، جن کی تفصیل علیحدہ علیحدہ درج ذیل ہے:

ا۔انفرادی زندگی کے لیے اصول:

قصص الحدیث کی روشنی میں انفرادی زندگی کے لیے معاشرتی اصول درج ذیل ہیں:

☆ عورت کی اس زندگی میں سب سے بڑی عزت، ذمہ داری اور کردار اپنی عصمت کی حفاظت ہے۔اس لیے ہر عورت کو اپنی عصمت کی حفاظت ہر حال میں کرنی چاہیے۔

☆ زنا ذلت اور رسوائی کا راستہ ہے۔آج کے دور میں زنا عام ہوتا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے معاشرے میں بے سکونی بڑھ رہی ہے۔ہماری نوجوان نسل کو اس ذلت ورسوائی والے راستہ سے بچنے کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے برہنہ ہوکر نہانے کی اجازت تھی، اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں غسل کرتے، تاکہ کسی دوسرے کو جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔ اسلام میں مرد کے لیے ناف سے گھٹنے تک اور عورت کے لیے سارا جسم ماسوا ہاتھ، پاؤں اور چہرہ کے، چھپانا فرض ہے۔اس لیے ہر انسان کو بالعموم اور مسلمانوں کو

Marfat.com

بالخصوص گھروں، غسل خانوں، نہروں، تالابوں، سمندر کنارے اور سوئمنگ پولز (swiming pools) میں نہاتے ہوئے ستر کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اس پر شرم وحیا کا دارومدار ہے، اور اس پر آج کل عمل نہ ہونے کے برابر ہے۔

☆ بنی اسرائیل کے اعتراض کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کچھ نہیں کہا، کیونکہ یہ لایعنی سوال تھا۔ اسی طرزِ عمل کی طرف قرآن مجید نے بھی رہنمائی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَاماً (الفرقان ۲۵:۶۳)

ترجمہ: اور جب ان (رحمان بندوں) سے جاہل سے لوگ بات کرتے ہیں تو وہ سلام (کہتے ہوئے الگ ہو جاتے) ہیں۔

آج اکثر لوگ ہر لایعنی بات کا جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں، جس کی وجہ سے خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں اور معاشرے کا سکون برباد ہو رہا ہے۔ جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قرآن کا طرزِ عمل بتا رہا ہے کہ لغو باتوں کا جواب دینے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس پر خاموش رہنا چاہیے اور صبر کرنا چاہیے۔ اگر آدمی کا خود کوئی قصور نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ خود ہی اس کے لیے بہتری کا سامان کر دے گا۔

☆ موجودہ زمانے میں لوگوں کی اکثریت ظاہری حالت سے متاثر ہو جاتی ہے اور اس کے بارے میں حقیقت معلوم نہیں کرتے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اشیاء کی حقیقت حال معلوم کی جائے اور پھر ردِعمل ظاہر کیا جائے۔ جیسا کہ آپ کی حدیث مبارکہ ہے:

ترجمہ: اے اللہ مجھے اشیاء کی اصل حالت کا علم عطا فرما۔

☆ ہمارے لوگ مغربی تہذیب وتمدن سے بہت جلد متاثر ہوتے ہیں، کیونکہ

Marfat.com

مغربی انداز زندگی بظاہر بہت دلکش ہے اور خوبصورت ہے، جبکہ اصل میں انتہائی خطرناک اور بدترین تہذیب ہے۔ اسلامی طرز زندگی بظاہر کٹھن اور مشکل محسوس ہوتی ہے جبکہ حقیقت میں راحت وسکون اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم والی تہذیب ہے۔ اس لیے ہمیں مغربی سوچ وفکر اور تہذیب وتمدن کو چھوڑ کر اسلامی سوچ وفکر اور طرز معاشرت اپنانا چاہیے۔

☆ دور حاضر میں دو برائیاں عام ہوتی جارہی ہیں:

i- زنا ii- رشتہ داروں سے بدسلوکی

حقیقت یہ ہے آج اگر ہم نے دکھ اور پریشانیوں سے بچنا ہے تو ہمیں زنا بھی چھوڑنا چاہیے اور اپنے اعزا و اقارب کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا چاہیے۔ اس سے خیر وبرکت ہوگی اور ہماری زندگیاں بھی پرسکون ہوں گی۔ یہ کام ہم میں سے ہر کسی کو انفرادی طور پر کرنے چاہیے۔

☆ ہر مسلمان کو کردار میں حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہونا چاہیے۔ آج مسلم معاشرے میں ایسے لوگوں کی کمی واقع ہو گئی ہے، کہ جو کردار کے ساتھ پہچانے جائیں۔ بعض واقعات تو ایسے سامنے آرہے ہیں کہ اچھے بھلے دینی ماحول والے لوگ بھی بدکرداریوں میں ملوث ہیں۔

☆ آج مسلمان عبادت گاہوں سے دور بھاگتا ہے۔ آج ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر وفکر سے اپنے ضمیر کو روشن کیا جائے۔

☆ فاحشہ اور بدنام عورتوں سے دور رہنا چاہیے۔ کیونکہ یہ باکردار اور صالح لوگوں کو بدنام کرنے کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔ موجودہ دور میں مسلم معاشرے کے ہر فرد کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان، نوجوان ہو یا بچہ، ہر برائی سے بالعموم اور زنا سے

Marfat.com

بالخصوص بچنا چاہیے، زنا تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

☆ گھروں، ڈیروں، زمینوں اور حویلیوں میں جو پالتو جانور رکھے جاتے ہیں، ان کو کھانا پلانا چاہیے، کیونکہ ان کا خیال رکھنا مالکان پر واجب ہے۔

☆ ہمیں چاہیے کہ اپنے پالتو جانوروں کے حقوق کا خیال رکھیں، ورنہ ان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دینا پڑے گا۔

☆ آج معاشرے میں جانوروں کے حقوق کے تحفظ کے حوالے سے آگاہی کی ضرورت ہے، اس کے لیے ہر کسی کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس امر کی کوشش کرنی چاہیے۔

☆ آج اکثر مرد حضرات شلوار، تہبند، پینٹ اور پاجامے ٹخنوں سے نیچے رکھتے ہیں، بلکہ زمین پر گھسیٹ کر بھی چل رہے ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والی بات ہے۔

☆ مردوں کو چاہیے شلوار، تہبند، پینٹ اور پاجامے کی لمبائی نصف پنڈلی یا کم از کم ٹخنوں سے اوپر رکھیں، تاکہ ایک تو سنت نبوی ﷺ کو ادا کر سکیں اور دوسرے کپڑے بھی گرد وغبار اور راستوں کی دوسری گندگی سے بچ سکیں۔

☆ عورتوں کو چاہیے کہ وہ شلوار یا دیگر کپڑے ٹخنوں سے نیچے رکھیں، کیونکہ یہ ان کے لیے پردے کے حکم میں شامل ہے۔

☆ ہمارے ہاں جانوروں کی بہت دور کی بات ہے، ہم انسانوں کا خیال بھی نہیں کرتے۔ ہمیں چاہیے کہ جیسے گرمیوں کے دنوں میں انسانوں اور حیوانوں کو پانی کی پیاس بڑی شدت سے ہوتی ہے، پانی پلانے کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں۔ اس حوالے سے دو طریقے سے کام کیا جا سکتا ہے:

۱۔ انسانوں کے لیے عام شاہراہوں، راستوں، گلیوں، محلوں، پبلک پارکوں،

Marfat.com

مساجد، مدارس، سکولوں، کالجوں، ہسپتالوں اور اپنے گھروں میں پانی کی سبیلوں، پانی کے ٹھنڈے کولروں اور سادہ پانی پلانے کا انتظام وانصرام کریں۔

۲۔ جانوروں، پرندوں اور دوسرے حیوانات کے لیے پانی کے تالابوں، حوضوں، نلکوں اور دوسرے ذرائع کے ذریعے پانی پلانے کا اہتمام کریں۔

☆ ہم میں سے ہر کسی کو انفرادی طور پر بھی ہر وقت کوشاں رہنا چاہیے کہ: خود محسوس کریں کہ کسی انسان یا حیوان کو پانی پینے کی حاجت ہے تو خود ہی پانی پلانے کا اہتمام کریں۔

☆ پیشاب کے قطرے جسمانی اور روحانی نفاست وبالیدگی کے لیے زہر قاتل ہیں، موجودہ دور میں پیشاب کے قطروں سے بچاؤ کا خیال بہت ہی کم رکھا جاتا ہے۔ بعض لوگ کھڑے کھڑے پیشاب کرتے ہیں اور استنجا نہیں کرتے، اسی طرح بعض لوگ استنجا کرنے کو مناسب ہی نہیں سمجھتے۔ قصص الحدیث سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ استنجا ہر حال میں کرنا لازم ہے اور اس کا خیال نہ کرنا عذاب کا سبب ہوسکتا ہے۔ البتہ یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ استنجا پانی سے کیا جاسکتا ہے، مٹی سے بھی، پتھر سے بھی، جنس مٹی سے بھی، کسی ناکارہ کپڑے سے بھی، ٹشو پیپر سے بھی اور اس کے علاوہ ان چیزوں سے بھی، جن کی شریعت مطہرہ میں ممانعت نہیں ہے۔

☆ چغلی اور غیبت حرام ہے اور اسکی تعریف میں یہ بات ہے کہ: جو کلام وگفتگو کسی فتنے، فساد اور لڑائی جھگڑے کا سبب بنے۔ ہم میں سے اکثر لوگ دوسرے کی بات کرتے ہی لڑائی جھگڑے کے لیے ہیں، یا انہیں پتہ تو ہوتا ہے کہ اس بات سے فساد ہوگا، اس کے باوجود ہمدرد بن کر ایسی بات کر دیتے ہیں، جب کہ اسلام کا حکم ہے کہ ایسی سچی بات بھی نہ کرو، جس سے فساد پھیل سکتا ہو۔ (۱)

۱۔ شرح مسلم نووی، ص ۱۴۴۹

Marfat.com

☆ حضرت سارہ علیہا السلام نے غصہ میں اٹھائی قسم میں تخصیص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشورہ پر کی۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ہم میں سے کوئی غصہ یا جوش وجذبہ کی حالت میں کسی سخت قسم کے ردعمل کا اظہار کرتا ہے، تو بڑوں کے کہنے یا دوست احباب کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے نرمی کا پہلو اختیار کرنا چاہیے۔

☆ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو جب حضرت سارہ علیہا السلام کی قسم کا علم ہوا تو آپ نے سامنا کر کے جھگڑے کو طول دینے کی بجائے، گھر سے نکل پڑیں اور قدموں کے نشان بھی مٹا دیے، تا کہ پیچھا کرنے کے باوجود حضرت سارہ علیہا السلام نہ ڈھونڈ سکیں۔ اس سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ ہمارے گھروں میں جو عورتوں کے درمیان لڑائی جھگڑے ہو جاتے ہیں، اس میں عورتوں کو چاہیے کہ جھگڑا سے بچنے کے لیے وقتی طور پر خاموشی اختیار کریں اور اس ماحول سے علیحدہ ہو جائیں۔ عورتوں کو حتی الامکان جھگڑے سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرنی چاہیے۔ اس سے ہمارے گھر، خاندان، شہر اور ملک کو سکون میسر آئے گا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا یہ عمل بہت اعلیٰ اقدار و کردار کا نمونہ ہے، ہماری ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں کو یہ کردار اپنانا چاہیے۔

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صرف پیغام پر بیوی کو طلاق دے دی اور تھکاوٹ کے باوجود والد گرامی کے حکم پر پتھر ڈھونڈنے چل نکلے۔ یہ ایک بیٹے کا بہت اعلیٰ انفرادی کردار ہے۔ ہمارے زمانے میں بیٹے بیوی کے کہنے پر ماں باپ کو چھوڑ دیتے ہیں، یہ بہت بڑی مصیبت ہے۔ اسی لیے زندگیاں اجیرن ہیں اور سکون و اطمینان سے خالی ہیں۔ والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ہی خیر و برکت ہے۔ آج کے نوجوان کو اس طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا کردار اسلامی تہذیب وتمدن اور معاشرت کا آئینہ دار ہے۔ اگر معاشرے میں سکون لانا ہے تو اسلامی

Marfat.com

اقدار وخیالات کو پروان چڑھانا ہوں گے۔آج مغربی تہذیب نے ہماری خاندانی ومعاشرتی روایات کو بری طرح متاثر کیا ہے، جوکہ بربادی ہی بربادی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی روایات واقدار کو پروان چڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ کفل کا کردار بطور مذمت بیان کیا گیا ہے،اس لیے ہمیں ہر قسم کے گناہ سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔خاص طور پر زنا کی لعنت آج عام ہوتی جارہی ہے،اہل اسلام کے لیے اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

☆ کفل والے قصہ میں عورت کے کردار کو حدیث مبارکہ میں بطور مدح بیان کیا گیا ہے،اسی نیک پارسا عورت کی استقامت اور خشیت کی وجہ سے کفل کو بھی توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔اس لیے ہماری ہر عورت کو اسی کردار کو اپنانا چاہیے کہ خواہ مجبوری کی حالت ہو، لیکن پھر بھی گناہ سے نفرت اور اپنی پاکدامنی کے لیے بھرپور استقامت دکھلانی چاہیے اور گناہ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

☆ ایک مجبور عورت کی مدد کرنے کی وجہ سے،کفل کو توبہ کی توفیق عطا ہوئی۔اس طرح اس فعل سے دو باتیں ہمارے عمل کے لیے مشعل راہ بنیں:

(الف): ہمیں اپنی توفیق کے مطابق مجبور لوگوں کی مدد کرنی چاہیے۔

(ب): اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے،کسی بھی حالت میں اس سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔کفل نے زندگی کی آخری رات میں توبہ کی،تو اللہ تعالیٰ نے سارے گناہ معاف فرمادیے۔ہمیں بھی چاہیے کہ ہم نے کتنے بھی گناہ کیے ہوں،اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے اور اس کے فضل وکرم سے حصہ حاصل کرنا چاہیے۔وہ ایک دفعہ کی توبہ سے زندگی بھر کے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

☆ ہمیں لباس میں سادگی اپنانی چاہیے، ہمارے ہاں بہت سارا پیسہ اور وقت

Marfat.com

لباس کی بناوٹ اور پہناوے پر ضائع کر دیا جاتا ہے۔ اس سے ہم بحیثیت قوم اور ملک نقصان کی طرف جا رہے ہیں۔

☆ مسلمانوں کا اصل راستہ انبیاء کرام علیہم السلام کے طریق پر چلنا ہے، یہ راستہ ہماری پہچان بھی ہے۔اس لیے ہمیں اپنا لباس اسلامی تشخص کا آئینہ دار بنانا چاہیے۔ ہمارے ہاں زیادہ رواج مغربی اور غیر مسلم تشخص رکھنے والے لباس کا ہوتا جا رہا ہے۔اس لیے ہمیں انبیاء کرام علیہم السلام کے لباس اور تہذیب وتمدن کو اجاگر کرنا چاہیے۔

☆ اہل اسلام کو چادر، جبہ، کرتا، شلوار، پگڑی اور ٹوپی کو رواج دینا چاہیے۔ یہ اسلامی تہذیب ہے۔

☆ مردہ جانوروں کی جن چیزوں کو عصر حاضر میں استعمال میں لایا جا سکتا ہے، ضرور لانا چاہیے۔ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مردہ گدھے کی کھال کا جوتا بنایا تھا، اس وقت یہی ضرورت تھی، آج مردہ جانوروں کی ہر چیز کو استعمال میں لایا جا سکتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ اولاد، رشتہ دار، شاگرد اور متعلقین کو نیک اعمال اور صحیح عقائد کی نصیحت بھی کرنی چاہیے اور وصیت بھی کرنی چاہیے۔

☆ ہر انسان کو یہ اصول خداوندی ذہن میں ہر وقت رکھنا چاہیے، کہ جو اسے ملا ہے وہ اس سے رک نہیں سکتا تھا اور جو نہیں ملا وہ کسی صورت نہیں مل سکتا، اس سے تین فائدے حاصل ہوں گے۔

(الف): انسان کو حرص، لالچ اور طمع سے نجات مل جائے گی۔

(ب): حسد سے نجات ملے گی، جو اکثر برائیوں کی جڑ ہے۔

Marfat.com

(ج): انسان کو دلی سکون واطمینان حاصل ہوگا، اور زندگی پرسکون ہوگی۔

☆ تقدیر برحق ہے، اسے قرآن سنت کے دلائل کی بناء پر ماننا چاہیے، اسکے لیے عقل کی کسوٹی مناسب نہیں ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے، جہاں تک عقل کی رسائی ممکن نہیں ہے۔

☆ کھڑے کھڑے پیشاب کرنا انتہائی معیوب فعل ہے۔ ہمارے زمانے میں بھی اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے، بلکہ پینٹ کوٹ، یا اسی طرح کے دیگر تنگ کپڑے پہننے والے تو اس کا اکثر اوقات خیال نہیں کرتے۔ اسی طرح اکثر پبلک مقامات پر کھڑے کھڑے پیشاب کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، قصص الحدیث کی رو سے ان کے لیے سخت وعید ہے۔ اس قبیح امر سے ہم سب کو بچنا چاہیے۔

☆ پیشاب کرنے کے لیے خواہ مرد ہوں یا عورتیں، تمام کو پردے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، یہ اسلام کی روح ہے اور ہر مسلمان کو اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہر کسی کو انفرادی طور پر اس کا خیال کرنا چاہیے۔

☆ شراب اکثر خباثتوں کی جڑ ہے، اس سے بچنا ہمارا دینی فرض بھی ہے اور دنیاوی خرابیوں سے بچاؤ کے لیے بھی ضروری ہے۔

☆ جھوٹ ایک لعنت ہے، جس سے چھٹکارا ہمیں ہر حال میں ضروری ہے اور جھوٹ صرف بولنے والے کے لیے ہی تباہی نہیں لاتا، بلکہ بعض دفعہ دوسروں کے لیے بہت بڑے دینی اور دنیاوی نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔

☆ آج کا دور فتنوں کا دور ہے اور ہر روز اغوا برائے تاوان کی وارداتیں معمول ہیں، اس لیے ہم میں سے ہر کسی کو چاہیے کہ وہ محض کسی نیک کام کی تحریص یا کسی کی ہمدردی کے چند الفاظوں پر نہ جائے، بلکہ ہر کام کے لیے اور کہیں جانے کے لیے پہلے

Marfat.com

مکمل تحقیق کرے، ورنہ جس طرح ایک قصہ میں عابد اور ولی کو عبادت اور ولایت سے ہاتھ دھونا پڑا، کہیں ہمیں بھی بڑے نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے۔

☆ نیک اور صالح لوگوں کو کسی کے پاس چل کر نہیں جانا چاہیے، بعض لوگ ان کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لیے تحقیق کے بغیر نہیں جانا چاہیے اور پھر انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔

☆ آج بھی اس طرح کے بہت سارے واقعات سامنے آرہے ہیں کہ بدکار عورتیں اور مرد شرفاء کو ان کاموں میں پہلے زبردستی ملوث کرتے ہیں اور پھر بلیک میل کرتے ہیں۔اس لیے ایسے کردار والی عورتوں اور مردوں سے بچنا ہر کسی کے لیے ضروری ہے۔

☆ ایک قصہ میں باندی کا کردار انتہائی خبیثانہ ہے، اس نے جھوٹ کے ذریعے ایک شریف آدمی کو بدکردار عورت کی خواہش پوری کرنے کے لیے پھنسایا۔ہم میں سے ہر کسی کو کسی بھی برائی والے کام میں مددگار نہیں بننا چاہیے۔

☆ اپنی نفسانی خواہشات کے لیے کسی کی عزت وشرافت سے نہیں کھیلنا چاہیے۔یہ شیطانی سوچ وفکر ہے، اس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

☆ زنا اور قتل گھناؤنا فعل ہے، ان دونوں کے ارتکاب اور تلویث سے بچنا ہر انسان کے لیے ضروری ہے۔

☆ ہر مسلمان کا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کامل یقین کے ساتھ ہونا چاہیے، موجودہ دور کے مسلمانوں کی اکثریت ظاہری علل واسباب پر تو بہت بھروسہ کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ پر توکل میں کمی واقع ہوگئی ہے۔

☆ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ دنیا وآخرت کی بہتری کے لیے دنیاوی حرص ولالچ اور طمع سے بچنے کی کوشش کرے۔

Marfat.com

☆ موجودہ دور کا اہم مسئلہ معاشی ہے اور اکثریت انسانوں کی اسی وجہ سے پریشان ہے لیکن یہ بہت کم لوگ سوچتے ہیں کہ یہ تمام مسائل تصنع، بناوٹ اور تکلفات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔اس لیے اگر ہم معاشرے کو سکون واطمینان دینا چاہیے اور دکھ پریشانیوں سے بچانا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم سادگی کو اپنائیں، اس سے ہمارے اکثر مسائل، جو پریشانی کی وجہ سے ہیں، خودبخود ختم ہوجائیں گے۔

☆ مشروب دونوں ہاتھوں سے پینا چاہیے، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طریق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ہاتھ مشروب سے مشروب پینے کو ناپسند فرمایا۔

☆ مہمان نوازی اسلام کا اہم اخلاقی فریضہ ہے۔اس لیے اسے بوجھ نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے کرم کا ذریعہ سمجھنا چاہیے اور اس کے قرب والوں کی سنت ہے۔

☆ ختنے مسلمان کے لیے لازم ہیں، حدیث مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت، جبکہ دوسری کتب سماویہ میں یہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بیان ہوئی ہے، اور یہ جسمانی صفائی ونفاست کا حصہ ہے۔

☆ ہر مسلمان کو چہرے کی خوبصورتی کا بھی خیال رکھنا چاہیے، یہاں پر مونچھوں کے کترنے کا ذکر ہے اور اس سے مراد چہرے کی ظاہری حسن کا خیال رکھنا ہے۔

☆ سفید بال اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور عزت ووقار کی علامت ہے۔آج اکثر لوگ خضاب لگاتے ہیں جبکہ کالا خضاب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں زیادہ ناپسندیدہ ہے۔اس لیے بال سفید ہی رکھنے چاہیے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا سوال کرتے رہنا چاہیے، اس کے فضل وکرم والے کا کرتے رہنا چاہیے۔اس سے عزت ووقار کا بھی سوال کرتے رہنا چاہیے۔قصص الحدیث کی رو سے سفید بال عزت وقار کی علامت ہیں اور اصل عزت ووقار وہی ہے جسے

Marfat.com

رب تعالیٰ عزت وقار کہے۔

☆ ہمیں اپنی زندگیوں میں اچھے کلمات وافعال کوترویج دینا چاہیے۔آج ہمارے معاشرے اس امر کا بہت فقدان ہے، ہر طبقہ کے لوگ علماء کرام،صوفیاء کرام، اساتذہ کرام، دانشور حضرات، والدین تقریباً ہر فرد اپنے افعال والفاظ سے ایک تعفن وبیزاری پھیلا رہا ہے۔اچھے بھلے لوگ بہت ہی قبیح الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔اس لیے ایک مسلم معاشرے کی بہتری وتشکیل کے لیے ضروری ہے کہ برے آدمی کے لیے بھی برے الفاظ استعمال نہ کیے جائیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے خنزیر جو بدترین اور دشمن آدم جانور ہے، اس کو بھی برے کلمات نہیں کہے۔اس لیے انسان تو بہت اعلیٰ مخلوق ہے، اس کے بارے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

☆ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے، اس جانور کو اگرچہ شرعاً مارنا بھی جائز ہے، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مارنا تو قضا اس کے بارے میں برے الفاظ بھی استعمال نہیں کیے۔اس لیے وہ لوگ جو جانوروں کو مارتے ہیں یا ان پر سختیاں کرتے ہیں، ان کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے، اور ہم تمام کو ہی جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔

☆ اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو اللہ تعالیٰ کے دین کیلئے بھی تیار کرنا چاہیے، بلکہ وقف کرنا چاہیے۔آج مسلمانوں میں اس امر کی شدید قلت واقع ہوگئی ہے کہ باقی تمام شعبہ جات کے لئے اولاد کی تعلیم وتربیت کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے باقاعدہ اولاد کی ذہن سازی بہت کم کرتے ہیں۔

☆ بہت ساری عورتیں عزت، عصمت، دین داری اور صلاحیتوں کے اعتبار سے بہت سارے مردوں سے فائق ہوتی ہیں۔اس لئے بیٹی کو کسی طرح بھی کم تر خیال نہیں

Marfat.com

کرنا چاہیے۔ بلکہ بیٹوں سے بڑھ کر ان کی تعلیم و تربیت پر توجہ دینی چاہیے۔ آج ہمارے معاشرے میں بیٹیوں کو واقعی بیٹوں جیسی اہمیت نہیں دی جاتی۔ یہ امر تشویشناک ہے۔ ہر مسلمان کو اس پر توجہ دینی چاہیے۔

☆ نیک اولاد کی تمنا اور اس کے لئے دعا رب تعالیٰ سے کرتے رہنا چاہیے۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں پر خاص فضل و کرم فرماتا ہے۔ انہیں اسباب سے ہٹ کر مال و اولاد عطا فرماتا ہے۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کو پھل اور حضرت زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے میں اولاد۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ جہد مسلسل اور اس سے طلب ہمیشہ رہنے چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے خاص فضل و کرم مانگنا بھی چاہیے اور اس کے ملنے کی امید بھی رکھنی چاہیے۔

☆ دینِ اسلام کی حقانیت واضح کرنے کے لئے انفرادی طور پر ہر مسلمان کو علمی اعتبار سے پختگی حاصل کرنی چاہیے۔

☆ کسی دکھ، تکلیف، مصیبت اور پریشانی میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نیک کام کی نذر ماننا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتِ مبارکہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوتی ہے۔

☆ مخالفینِ اسلام کی طرف سے اسلام پر وارد سوالات کے جوابات کے لئے ہر مسلمان کو کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ ہر عورت کو حضرت مریم علیہا السلام کی طرح بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔ عبادت برائیوں سے بچاتی ہے اور نفسانی خواہشات سے دور رکھتی ہے۔

☆ اجنبی مردوں کے میل جول سے ہر مسلمان عورت کو بچنا لازم ہے۔ اس لئے

Marfat.com

آج مسلم معاشرے میں جو مغربی تہذیب اور مرد وزن کے اختلاط کے اثرات نمودار ہو رہے ہیں، ہر مسلمان عورت کو حضرت مریم علیہا السلام کو اپنا رول ماڈل بنانا چاہئے، نہ کی عریانی اور فحاشی کی علمبردار مغرب زدہ خواتین کو۔اس ماحول سے بچنا ہر مسلم عورت پر لازم ہے۔

☆ زنا اور مقدمات زنا سے پرہیز ہر مسلمان مرد وعورت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم حکم ہے۔اس سے دنیا اور آخرت خراب ہوتی ہے۔اس لئے ہر مسلمان مرد وعورت کا اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

☆ ہر انسان کے پاس مال و دولت، اولاد، ذکر وفکر کی طاقت، نیکی کی طرف رغبت اور کاربندی محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہے۔اس پر انسان کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔اور فخر ومباح نہیں کرنا چاہیے۔

☆ اللہ تعالیٰ کو عاجزی اور انکساری پسند ہے۔ ہر انسان کو عاجز بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور پسندیدہ بندوں کو آزماتا ہے۔اس لئے اگر زندگی میں کوئی مالی، دنیاوی یا گھریلو پریشانی آئے تو اس پر صبر کرنا چاہیے۔آزمائش میں صبر کرنے پر اللہ تعالیٰ ایک مسلمان کو اپنا قرب عطا فرماتا ہے۔

☆ شیطان اللہ تعالیٰ سے دور کرنے کے لئے مسلمان کے ذہن میں گناہ اور برے کاموں کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔آج کے دور میں ایک مسلمان کو بڑا سوچ سمجھ کر ہر کام کرنا چاہیے۔صرف ظاہری چمک دمک سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔

☆ عورت شیطان کے بہکاوے میں جلد آجاتی ہے اور مرد کو بہکانے کے لئے بھی بطور ہتھیار استعمال ہوتی ہے۔اس لئے اس فتنے پر نظر رکھنی چاہیے۔آج کے دور میں یہ فتنہ زیادہ ہوگیا ہے اور ہماری نیکی کی صلاحیت بھی کم ہوگئی ہے۔

Marfat.com

☆ انفرادی رویے ہی اجتماعی رویوں کی بنیاد ہوتے ہیں۔اس لئے ہم میں سے ہر کسی کو انفرادی طور پر اپنا رویہ اور کردار مثبت کرنا چاہیے۔

☆ شیطان ہر وقت انسانوں کے درمیان تفریق اور منفی خیالات و کردار کے لئے کوشاں رہتا ہے۔اس لئے انسان کو ہر لمحے اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام تینوں نے عام رویہ اور اصول بیان کیا کہ: کوئی باپ بھی بیٹے کو ذبح کرسکتا ہے۔اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ دینی واخلاقی رویہ، کردار اور سوچ ہماری یہی ہونی چاہیے کہ کوئی غیر اخلاقی، غیر انسانی اور خلافِ شرع ہمارا فعل نہیں ہونا چاہیے۔اسی طرح ہماری سوچ اور فکر بھی مثبت ہونی چاہیے۔

☆ تینوں نے اللہ کے حکم پر کہا: کہ اس سے بہتر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔اس سے ہر مسلمان کے لیے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہر وقت ہر قربانی کے لئے تیار رہنا چاہیے۔اور ایک مسلمان کی شان اور کردار یہی ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی قسم کے لیت ولعل سے کام نہ لے۔

☆ والدین کو اولاد کو شیطانی کاموں اور شیطانی ماحول سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے پناہ کی دعا بھی کرنے چاہئے،اور اس کے لئے عملی اقدامات بھی کرنے چاہئیں۔

☆ اولاد کی تربیت اللہ کی محبت، دین سے لگاؤ اور وفاداری کے ماحول میں کرنی چاہئے۔

☆ والدہ اگر فوت ہوجائے تو بچے کی تربیت خالہ کے زیرِ سایہ ہونی چاہئے، بشرطیکہ وہ صالحہ ہو۔

☆ نیک لوگوں کی دعاؤں میں اثر ہوتا ہے۔اور بعض دفعہ یہ اثر کئی نسلوں تک باقی رہتا ہے۔اس لئے صالحین کی دعائیں لیتے رہنا چاہئے۔

☆ غلطی کسی بھی انسان سے سرزد ہوسکتی ہے،لیکن مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس

Marfat.com

غلطی پر ندامت کا اظہار کرے، اس پر فخر و مباح نہ کرے، اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔

☆ سارے انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں وجیہ ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص وجاہت و شرف ہے۔ اس لئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی محبت، عزت و احترام ہماری پوری زندگی میں اولین ترجیح ہونا چاہیے۔ یہ ایک مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش میں اللہ تعالیٰ کی بہت ساری حکمتیں پنہاں ہیں۔ اس وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کے عزت و وقار میں کوئی کمی نہیں آئی، بلکہ اس سے آپ علیہ السلام کی شان میں اضافہ ہوا ہے۔

☆ عہدہ، مال و دولت اور حسن و جمال شیطان کے بڑے ہتھیار ہیں، یہ ہوتے ہوئے خواہش زلیخا آج بھی اکثر عورتوں کی کمزوری ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں دی ہیں، تو اس کی نافرمانی والے کام نہ کرے، اگر ایسا کرے گی تو بدترین مخلوق کہلائے گی۔

☆ قصص الحدیث میں ایک بہت اہم کردار حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے، جو ایک غلام، ماتحت، احسان مند ہونے کے باوجود زنا میں مبتلا نہیں ہوتا، بلکہ اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔ یہ کردار اللہ تعالیٰ کو ہر مسلمان مرد و عورت سے مطلوب ہے۔ اکثر اوقات موجودہ زمانے میں بھی یہی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے کہ: لوگ اپنے احسانات اور نیکیاں جتلا کر برائی کی طرف مائل اور آمادہ کرتے ہیں، ایسی صورت میں کردار یوسف یہ کہتا ہے کہ نیکی احسان کا بدلہ برائی نہیں ہونی چاہیے، بلکہ اس کا بدلہ نیکی ہی ہونا چاہیے، اور وہ برائی سے خود بھی بچتا ہے اور دوسروں کو بھی بچاتا ہے۔

☆ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی برہان کا ہونا ہے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو ہر وقت اللہ کی پناہ مانگتے رہنا چاہیے، اور اصل الاصول اس کی پناہ اور کرم و فضل ہی گناہوں سے بچاتا ہے۔

Marfat.com

☆ بینائی، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، ناک، دل ودماغ اور دوسری زندگی کی بے شمار نعمتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت وفضل ہیں، جن کا احسان وشکر کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔اس لیے اس سے فضل ہی مانگنا چاہیے۔

☆ نیکی کی قوت صرف اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہے، اس پر فخر ومباح کرنا مناسب نہیں ہے۔

☆ انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی ضرورت ہے، وہ انسان پر مہربان ہے لیکن احساس کی ضرورت ہے، احساس ہونے پر وہ اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

Marfat.com

۲۔ عائلی زندگی کے لیے اصول:

قصص الحدیث کے مطالعہ سے عائلی زندگی کے لیے درج ذیل اصول مستنبط ہوتے ہیں:

☆ آج اکثر گھریلو لڑائی جھگڑے میاں بیوی کی باہمی اعتماد میں کمی اور باہمی مشورہ نہ ہونے کی وجہ سے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام نے تمام معاملات میں ایک دوسرے سے مشورہ بھی کیا اور حالات وواقعات بھی سامنے رکھے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے سے حالات وواقعات بھی بیان کریں اور باہم مشورے سے معاملات طے کریں۔

☆ آج زوجین میں باہمی اعتماد کی کمی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمیں رہنمائی ملتی ہے کہ میاں بیوی میں انتہائی کمال کا اعتبار واعتماد ہونا چاہیے۔

☆ حضرت سارہ علیہا السلام نے ظالم بادشاہ سے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو بطور تحفہ قبول کیا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بعد میں آکر بتلایا تو آپ نے اسے رد نہیں کیا۔ اس سے یہ درس ملتا ہے کہ اگر کچھ معاملات میں بیوی اپنی مرضی سے فیصلہ کرتی ہے تو خاوند کو اسے منع نہیں کرنا چاہیے۔

☆ موجودہ دور میں عورتیں اپنے حسن پر تو خصوصی توجہ دیتی ہیں، لیکن اپنے کردار پر کم توجہ کرتی ہیں اور خاوند کی اطاعت وفرمانبرداری میں تو بہت کمی واقع ہوگئی ہے۔ حضرت سارہ علیہا السلام کے کردار سے رہنمائی مل رہی ہے کہ: عورت کو حسن کیساتھ ساتھ کردار پر خصوصی توجہ دینی چاہیے، اور خاوند کی فرمانبرداری میں ہی عورت کی عزت ہے اور دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔ اس لیے آج ہماری ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کو حسن کے ساتھ ساتھ کردار اور خاوند کی فرمانبرداری پر خصوصی توجہ دینی چاہیے، تاکہ ہمارے گھر امن اور سکون کا گہوارہ بن سکیں۔

Marfat.com

☆ ہمارے زمانے میں اولاد کو والدین سے یہ شکایت ہے کہ: والدین اپنا نفع ونقصان سوچتے ہیں اور اولاد کے نفع ونقصان کو مدنظر نہیں رکھتے، جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔کہ ماں باپ ہمیشہ اپنی ذات پر اپنی اولاد کوترجیح دیتے ہیں اور ان کے نفع ونقصان کومقدم رکھتے ہیں۔اس لیے بچوں کواپنا نقطہ نظر درست کرنا چاہیے۔

☆ ماں باپ اگر بات غلط کریں یا نا مناسب مشورہ دیں، تو اولاد کو چاہیے کہ والدین کواحسن انداز اور موثر دلیل کے ساتھ قائل کرنے کی کوشش کریں۔

☆ والدین کوبچوں کی بات اور مشورہ توجہ سے سننا چاہیے اور اگران کا موقف درست ہوتو اسے ماننا چاہیے۔

☆ ہمارے معاشرے میں عام طور پر نوجوان شادی کے بعد ماں باپ پر بیوی بچوں کوترجیح دیتے ہیں۔بلکہ اکثر اوقات ماں باپ کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں،اور بعض والدین کواولڈ ہاؤس میں چھوڑ آتے ہیں،جوکہ انتہائی بداخلاقی ہے۔اس سے بچنا ہم تمام کی دینی واخلاقی ذمہ داری ہے۔

☆ ہمیں چاہیے کہ والدین کو ہمیشہ بیوی بچوں پر ترجیح دیں اور ان کی خدمت کریں۔اس سے دنیا خوشحال ہوگی اور اللہ تعالی بھی خوش ہوگا۔

☆ اسلام اور ہماری مشرقی روایات بھی یہی ہیں کہ والدین کی خدمت کی جائے اوران کا عزت واحترام کیا جائے۔

☆ والدین کو اہمیت نہ دینا اور انہیں بوجھ سمجھنا، یہ مغربی تہذیب اور لادین سوچ ہے،جس سے ان معاشروں میں تباہی وبربادی پھیلی ہے۔مغربی معاشرہ ٹوٹ پھوٹ اور بےچینی کا شکار ہے،جبکہ اسلامی معاشرہ والدین کی خدمت سے دنیا بھی سنوارتا ہے اور اس کی خیروبرکات بھی حاصل کرتا ہے۔اس لیے ہمیں اسلامی سوچ وفکر کوپروان

Marfat.com

چڑھانا چاہیے۔

☆ والدین کی خدمت میں عظمت ہے اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دکھ پریشانیاں دور کرتا ہے۔ ہمیں اپنی پریشانیوں کو والدین کی خدمت کر کے دور کرنا چاہیے۔

☆ آج معاشرے میں والدین کی نافرمانی بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ صالح اور ولی اللہ تھے، اس کے باوجود والدہ کی بددعا سے جو حال ہوا ہے، وہ ہمارے سامنے ہے۔ اس لیے ہمیں خصوصاً مسلمانوں کو والدین کی بالعموم اور والدہ کی نافرمانی اور دل شکنی سے بالخصوص بچنا چاہیے۔

☆ والدہ خدا کی نعمت ہے اس کی قدر کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ والدہ کو اللہ تعالیٰ کی نفلی عبادت پر فضیلت حاصل ہے۔

☆ بیویوں سے بہت ساری ناپسندیدہ باتوں اور افعال کا صدور غیر اختیاری یا ترغیب وتحریص کی وجہ سے ہو جاتا ہے، جنہیں خود عورتیں درست سمجھتی ہیں لیکن حقیقت میں ایسے نہیں ہوتیں، ایسی صورت میں خاوند حضرات کو خوب غور وخوض اور صبر تحمل سے کام لینا چاہیے۔ ہمارے ہاں اکثر گھروں میں جھگڑے کا سبب ایسے ہی امور ہوتے ہیں، ایسی صورت حال میں مردوں کو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

☆ اکثر خاوند ہر وقت اپنی بیویوں پر ناراض ہوتے رہتے ہیں

قصوروار چاہے کوئی اور ہی ہو، لیکن خاوند کا غصہ بیوی پر نکلتا ہے۔ ایسی صورت میں ڈانٹ ڈپٹ اور جھگڑے کی بجائے خاوند کو خاموشی اور صبر وتحمل سے کام لینا چاہیے۔

☆ خاوندوں کو چاہیے کہ بیویوں کی لایعنی باتوں کو نظر انداز کریں، اسلامی تہذیب وتمدن کا یہی بنیادی نقطہ اور رویہ ہے۔

☆ حضرت سارہ علیہا السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشورے پر عمل

Marfat.com

کرنا، ایک بہت بڑے جھگڑے کے خاتمے کا سبب بنا۔ اس سے عمل کے تین پہلو نکلتے ہیں:

(الف): گھر میں جب کچھ افراد یا دو افراد کے درمیان باہمی جھگڑا ہو جائے، تو گھر کے سربراہ یا خاندان کی بات، دونوں فریقین کو ماننی چاہیے، اگرچہ دونوں کو کچھ نقصان ہی ہو۔

(ب): سربراہ کو کسی ایک فریق کا شریک وفریق نہیں بننا چاہیے، بلکہ سب کے لیے ثالث کا کردار ادا کرنا چاہیے۔

(ج): اس جھگڑے میں حضرت سارہ علیہا السلام نے اپنی قسم میں کچھ میں تخصیص کی اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا نچھید وانے اور ختنے کروانے پر رضامند ہوئیں، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جھگڑے کے فریق اگر کچھ نرمی دکھلائیں اور اپنے موقف میں لچک پیدا کرلیں تو معاملات حل ہو جاتے ہیں۔ ہمیں روزمرہ کے معاملات کو ایسے ہی حل کرنا چاہیے۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام (جن کی عمر دو سال تھی) کو مکہ چھوڑ کر شام کی طرف روانہ ہوئے تو بیوی نے کوئی گلہ شکوہ نہ کیا۔ جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واپسی کا وقت بھی نہیں بتایا تھا۔ آج ہمارے ہاں اکثر گھروں میں بیویاں خاوندوں کے ہر وقت گلے شکوے کر رہی ہوتی ہیں۔ اگر خاوند کچھ دیر سے گھر آئے تو باقاعدہ ہنگامہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس سے دو باتیں سبق کے طور پر یاد رکھنی چاہیے:

(الف): خاوند کو بیوی کے ساتھ باہم اعتماد کا رشتہ قائم رکھنا چاہیے۔ تاکہ بیوی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ خاوند کسی غلط راہ کا انتخاب کیے ہوئے ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہی اعتماد کا رشتہ تھا۔

(ب): خاوند اگر دیر سے آتا ہے یا کہیں بغیر بتلائے جاتا ہے تو بیوی کو بھی جذباتی نہیں ہونا چاہیے، بلکہ سوچنا چاہیے کہ شاید کوئی انتہائی ضروری کام ہو یا کوئی مجبوری بھی ہو سکتی

Marfat.com

ہے۔بیوی کو ہر حال میں خاوند کی اطاعت وفرمانبرداری کرنی چاہیے۔یہی اسلامی تہذیب ومعاشرت ہے۔

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پہلی بیوی کو شکوہ کرنے کی وجہ سے طلاق ہوئی اور دوسری بیوی کو شکر ادا کرنے کی وجہ سے اولاد ونعمتیں نصیب ہوئیں۔اس سے دو باتیں مترشح ہوتی ہیں:

(الف): خاوند کی ناشکری اور حالات کا شکوہ کرنے والی عورت اسلام کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہے،اس لیے عورت کو ناشکری اور شکوہ کرنے والی نہیں ہونا چاہیے۔یہ عادت عورتوں کے لیے دنیا وآخرت کی بربادی ہے۔

(ب): اللہ تعالیٰ اور خاوند کا ہر حال میں شکر ادا کرنے والی عورت خوش بخت ہوتی ہے،ہر عورت کو ہر حال میں شکر ادا کرنا چاہیے۔یہ اس کے لیے دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا پہلی بیوی کو طلاق دینا اور دوسری کو بسانا،حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشورے سے ہوا۔اس سے تین امور مستنبط ہوتے ہیں:

(الف): والد کو شادی کر دینے کے بعد اولاد کے حالات پر نظر رکھنی چاہیے۔

(ب): اولاد کو اچھائی وبرائی کے اعتبار سے والدین کو مناسب مشورے بھی دینے چاہیے۔

(ج): اولاد کو والدین کے مناسب مشورے پر عمل کرنا چاہیے۔

☆ ہر باپ کو اپنی اولاد کی تربیت کرنی چاہیے اور انہیں اچھی اچھی نصیحتیں کرنی چاہیے۔تربیت کرنا والدین پر لازم ہے۔آج مسلمان والدین اس سے کوتاہی برت رہے ہیں۔اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

☆ ہر باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو دین اور اس کی محبت سکھلائے۔

☆ اولاد کی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ باپ اولاد کو عملی طور پر کر کے بھی دکھلائے اور اولاد کو شریک کار بھی کرے۔ موجودہ دور میں اولاد کی تربیت کا فقدان ہے۔ اس لیے بھی ضروری ہے کہ والدین خود عملی کام کرتے نہیں اور اولاد سے توقع کرتے ہیں کہ وہ کام کرے۔ یہی بنیادی خرابی ہے، اسے دور کرنے کی سعی کرنی چاہیے۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جب حجر اسود کی جگہ لگانے کے لیے پتھر کو ڈھونڈنے کی ہر ممکن کوشش کر چکے، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے حجر اسود لے کر حاضر ہوئے۔ اس سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ اگر انسان کسی کام کو کرنے کے لیے آخری حد تک کوشش کرے، اللہ تعالیٰ پھر ہی انسان کی مدد کرتا ہے۔ آج کل مسلمانوں کی اکثریت خود عملی کوشش کرتی نہیں اور توکل علی اللہ کی بات کرتے ہیں۔ اسی لیے ہمیں کامیابی نہیں ملتی۔ ہمیں چاہیے کہ کوشش آخری حد تک کریں، پھر اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے گا۔

☆ اولاد کو مشکل سے مشکل حالات سے گزاریں، پھر ہی تربیت ہوگی، ہم میں سے ہر کوئی اولاد کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے، لیکن انہیں مشکل حالات سے نہیں گزارتے، جس سے احساس بالکل ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے اولاد کو مشکلات سے گزار کر اچھا انسان بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

☆ ہر عورت کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ دنیا کے ہر گھر میں اس کا کردار بنیادی اور ہمہ جہتی نوعیت کا ہے، اسی وجہ سے شیطان سب سے زیادہ حملے بھی عورت ہی پر کرتا ہے۔ چونکہ عورت کا احترام اور عزت ماں، بیٹی، بہن اور دیگر رشتوں کی وجہ سے زیادہ ہے۔ اس لیے اسے ہر بات سوچ سمجھ کر کرنی چاہیے اور اپنی رائے تدبر و تفکر کے

Marfat.com

بعد قائم کرنی چاہیے۔

☆ ہر خاوند کو اپنی زوجہ کے مشوروں پر بغیر غور وفکر عمل نہیں کرنا چاہیے۔

☆ بیوی کی خلاف اسلام باتیں نہیں ماننی چاہیے۔

☆ ہر مسلمان کو نیکی کا کام کرتے ہوئے، اپنے بیوی بچوں کو بھی اپنے ساتھ شریک کرنا چاہیے، اس سے تین فائدے حاصل ہوں گے۔

(الف): بیوی بچوں کی نیک تربیت ہوگی۔

(ب): اللہ کے فضل وکرم سے حصہ ملے گا۔

(ج): اسلام کی محبت دلوں میں پیدا ہوگی۔

☆ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسلام کی خدمت کے لیے اگر بیوی بچوں کو آزمائش سے گزارنا پڑے، تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

☆ گھر میں کوئی بھی مہمان آئے تو مہمان نوازی سب افراد کو مل کر اور اچھے انداز سے کرنی چاہیے۔ موجوہ زمانے میں ہمارے مسلم گھرانوں میں بھی یہ باتیں سامنے آرہی ہیں کہ یہ فلاں کا عزیز یا جاننے والا ہے، اس لیے میں مہمان نوازی کیوں کروں؟ اسلام اس رویے کی مذمت کرتا ہے اور مہمان نوازی کا سب کو یکساں حکم دیتا ہے۔

☆ عزت والا گھرانہ وہی ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، فرشتوں کی آمد ہو، اس کے احکامات پر عمل ہو، مہمان نوازی ہو اور عبادت واعمال صالحہ کا دور دورہ ہو۔ اس لیے آج جو عمومی مغربی وشیطانی تصور ہے کہ عیش وعشرت کا سامان عزت کا معیار ہے، قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ ہمیں اپنے گھروں کو اسلام کا گہوارہ بنانا چاہیے، نہ کہ شیطانی امور کا۔

Marfat.com

☆ گھریلو باتیں اور معاملات کا تذکرہ باہر والے افراد سے نہیں کرنا چاہیے، اگر چہ وہ قریبی دوست ہی ہو، بلکہ خود صبر وتحمل سے حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

☆ ماں باپ کو اولاد کی طرف سے ملنے والے مصائب وآلام اور مشکلات پر صبر کرنا چاہیے۔اس پر واویلا کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔اس لیے اس پر صبر جمیل ضروری ہے۔

☆ والدین کو چاہیے کہ وہ اولاد کی بہتری کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔

☆ اولاد کے بارے میں شکوے اور شکایات کا رویہ اسلام میں پسندیدہ نہیں ہے۔

☆ اپنے آپ کو، گھر کو، اور اولاد کو دکھ، پریشانی اور مصیبتوں سے بچانے کے لیے صدقہ وخیرات کرتے رہنا چاہیے، غربا اور مساکین کو کھانا کھلانا چاہیے۔

☆ حضرت لوط علیہ السلام نے بد بخت بیوی کی زیادتیوں اور کج رویوں کے باوجود اسے طلاق نہیں دی، بلکہ اسے سمجھانے کی ہر ممکنکوشش کی اور اس کے ساتھ نبھا کیا۔اس لیے ایک مسلمان مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ آخری حد تک نبھا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

☆ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں نے باپ کی فرمانبرداری کی، اور آپ کے مشن میں آپ کی ہر ممکن مدد کی، اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیٹیوں پر بھی فضل وکرم کیا اور عذاب سے بچایا۔اس سے پتہ چلا کہ صالح، نیک اور خوش بخت اولاد وہی ہے، جو اپنے نیک ماں باپ کے نقش قدم پر چلے۔اس بات سے موجودہ دور کے سجادہ نشین حضرات، علماء کی اولاد اور دوسرے نیک صالحین کی اولاد کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔

☆ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ایک بدبختی کی علامت ہے، جس کو نبی کی بیوی ہونے نے بھی فائدہ نہ دیا، بلکہ وہ بد بخت قوم کی حمایتی بنی رہی اور اپنے خاوند کی مخالفت کرتی رہی۔اس لیے جہنم کا ایندھن بنی۔اس امر سے ان عورتوں کو سبق سیکھنا چاہیے

Marfat.com

جو نیک وصالح خاوند کی مخالفت کرتی ہیں اور اپنے خاوندوں کو رسم زمانہ اور شیطان کی پیروکار بنانے کی کوشش کرتی رہتی ہیں ،جس کا انجام وعبرت بہت سارے قصوں میں موجود ہے۔

☆ حضرت ایوب علیہ السلام اور آپ کی زوجہ نے حالت فراخی کے بعد تنگی وآزمائش میں کمال صبر کا مظاہرہ کیا اور کسی ایک سے بھی شکوہ شکایت نہ کی ،دونوں نے ایک دوسرے کو سہارا دیا۔موجودہ زمانے میں اکثر میاں بیوی حالت فراخی میں خوش وخرم ہوتے ہیں ،لیکن تنگ وعسر کی صورت میں صبر وتحمل کی بجائے لڑائی جھگڑے اور فساد شروع کر دیتے ہیں۔ہر خاوند وبیوی کو حضرت ایوب علیہ السلام اور آپ کی زوجہ کا کردار اپنانا چاہیے۔

☆ خاندان کے دو افراد مشکل حالات میں بھی حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آتے رہے اور حال احوال پوچھ کر دلاسہ دلاتے رہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ مشکل آنے پر دوست احباب چھوڑ جاتے ہیں ،لیکن خاندان کے کچھ لوگ ہر حال میں ساتھ دیتے رہتے ہیں۔اس لیے خاندان ایک نعمت خداوندی ہے ،آج یہ نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے ،اہل مشرق کو بالعموم اور اہل اسلام کو بالخصوص اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

☆ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس جب اپنے دوست کی غلط فہمی کا حال پہنچا،تو آپ علیہ السلام نے اس سے کوئی گلہ شکوہ نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔آج ہمیں بھی اس امر پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ اگر کسی طرف سے دکھ پہنچے تو شکوہ شکایت یا لڑائی جھگڑے کی بجائے اسے نظر انداز کرنا چاہیے۔اس سے خالق بھی خوش ہوتا ہے اور مخلوق بھی قدر کرتی ہے۔

☆ میاں بیوی کا رشتہ محض دو افراد کا معاملہ نہیں ہے ،بلکہ اس سے کئی خاندان اور افراد وابستہ ہوتے ہیں ،جو کہ بلاواسطہ یا بالواسطہ اس سے متاثر ہوتے ہیں اور بعض دفعہ اس کے اثرات کئی نسلوں تک چلتے ہیں۔اس لیے میاں بیوی دونوں کو ہر قدم پر انتہائی سوچ

Marfat.com

وبچار کے بعد قدم اٹھانا چاہیے۔

☆ زوجین کے درمیان عداوت، لڑائی جھگڑا اور پھر طلاق کرانا شیطان کا سب سے مکروہ فعل ہے، جس پر وہ سب سے زیادہ فرحت محسوس کرتا ہے۔ اس لیے ان معاملات کو ظاہری اسباب وعدل سے ہٹ کر اس تناظر میں بھی دیکھنا چاہیے۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان شیطانی شکنجوں سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے، شیطان کا ہتھیار نہ بنے، بلکہ اس کے مکروفریب کا احسن انداز سے توڑ کرے۔

☆ آج مسلم معاشروں میں بھی طلاق کا رواج ہوتا جا رہا ہے، جو کہ انسانی رویوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو انتہائی ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے اور شیطان اس کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمیں چاہیے کہ ہم رشتوں کو جوڑ کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں اور مسلم معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کریں۔

☆ خاندان کے ہر فرد کے درمیان ذہنی ہم آہنگی اور اعتماد کامل ہونا چاہیے۔ آج یہ امر ایک بیماری کی شکل اختیار کر گیا ہے، کہ خاوند کو بیوی پر اور بیوی کو خاوند پر اعتبار واعتماد نہیں ہے، اسی طرح والدین کو اولاد اور اولاد کو والدین پر اعتماد نہیں ہے، جب کہ مسلمان گھرانے کے لیے یہ طرز فکر زہر قاتل ہے، اس لیے ہمیں ابراہیمی گھرانے کے فکر وعمل کو پروان چڑھانا چاہیے۔

☆ شیطان کی سب سے بڑی کوشش خاندان کے افراد میں غلط فہمیاں پیدا کرنا اور ان کو آپس میں لڑانا ہوتا ہے، اس لیے ایک مسلمان شوہر، بیوی، باپ، ماں اور اولاد کو یہ امر بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کہیں شیطان تو کوئی چال نہیں چل رہا۔ اس لیے اپنے درمیان غلط فہمیوں اور عدم اعتماد کو جگہ نہیں دینی چاہیے۔

Marfat.com

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کرنے سے پہلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سامنے اپنا خواب بیان کیا اور ان سے رائے لی، یہ عمل اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ باپ کو اپنے کاموں میں اولاد سے مشورہ کرنا چاہیے، اس میں برکت ہی برکت اور اتحاد ہوتا ہے۔

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے باپ کی خواہش اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ یہ بیٹے کی اپنے والد کے لیے اتباع کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ آج ہمارے بچے ہی ہماری بات نہیں مان رہے، تو اس امر کے بارے میں والدین اور اولاد کو سوچنا چاہیے، کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام باپ کے کہنے پر ذبح ہونے کے لیے تیار ہو گئے اور ہماری اولاد جائز بات ہی نہیں مانتی، اس میں تعلیم و تربیت کا نقص ہے، ہمیں اگر اولاد کو آداب فرزندی سکھلانے ہیں تو تعلیم و تربیت بھی ابراہیمی نصاب کی دلوانی چاہیے، وگرنہ مغربی تعلیم و تربیت کا حال ہمارے سامنے ہے۔

Marfat.com

۳۔اجتماعی زندگی کے لیے اصول:

قصص الحدیث کے مطالعہ سے اجتماعی زندگی کے لیے درج ذیل اصول مترشح ہوتے ہیں:

☆ حکومت اگر کفر وظلم کی بھی ہو، پھر بھی لوگوں کو تعاون کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے۔

☆ معاملات لڑنے جھگڑنے کی بجائے دلائل سے حل کرنے چاہیے۔

☆ مصیبت ،دکھ، پریشانی اور غم والم اللہ تعالیٰ سے دوری کی علامت نہیں ، بلکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ صالحین کو ان کے درجات میں بلندی کے لیے آفات اور مصائب میں مبتلا کرتا ہے ۔جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں ڈالا ۔ہمیں چاہیے کہ ان حالات میں صبر ،استقامت اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ مقابلہ کریں۔

☆ ظلم سے بچنے کے لیے ظاہراً جھوٹ بولنا جائز ہے۔

☆ اگر معلوم ہو کہ بغیر جھوٹ بولے جان نہیں بچے گی تو جھوٹ بولنا جائز ہے۔(۲)

☆ مسلمان کو جان اور امانت بچانے کے لیے بھی جھوٹ بولنا جائز ہے۔(۳)

☆ نقصان پر مسلمان کو تعریض ،توریہ اور حیلہ کر لینا چاہیے۔

☆ اکثر لوگ آج بھی تحقیق و تفتیش کی کوشش نہیں کرتے ، بلکہ اپنے قیاس و وہم یا دوسروں کے کہنے سننے پر رائے قائم کر لیتے ہیں ۔قصص الحدیث سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ہمیں کوئی بھی رائے قائم کرنے سے پہلے خوب غور وخوض اور تحقیق کرنی چاہیے۔

۲۔ عمدۃ القاری، ج۸،ص ۵۳۶ ۳۔ نعمۃ الباری، ج۴،ص ۷۸۵

Marfat.com

اور متعلقہ فریق کی رائے بھی جاننی چاہیے۔

☆ کھلی جگہوں پر نہاتے ہوئے ستر عورت کا چھپانا فرض ہے۔اس لیے جب ایسی جگہوں پر نہایا جائے تو مرد کو ناف سے گھٹنے تک اور عورت کو ہاتھ، پاؤں اور چہرے کے علاوہ باقی جسم کا پردہ کر کے نہانا چاہیے۔

☆ جب کوئی شخص قسم اٹھالے تو اس کی زبان پر اعتبار کرنا چاہیے اور اس کے بارے میں مزید جرح نہیں کرنی چاہیے۔

☆ اسلام ہر انسان کی عزت نفس کا خیال کرتا ہے اگرچہ وہ عہدہ اور رتبہ کے اعتبار سے کم تر ہی کیوں نہ ہو، موجودہ دور میں اس بات کی بہت کمی واقع ہوگئی ہے اور دوسروں کو بے عزت کرنے کا رواج عام ہوگیا ہے۔ہمیں ان رویوں سے بچ کر عزت نفس والا معاشرہ تشکیل دینا چاہیے۔اور ہر چھوٹے بڑے کی عزت کرنی چاہیے۔

☆ موجودہ دور میں لوگوں کی اکثریت ظاہری مال واسباب اور حسن وجمال سے متاثر ہوجاتی ہے۔جب کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اشیاء کی حقیقت تک پہنچا جائے۔

☆ اکثر لوگ مال ودولت اور عہدے کے لالچ میں کردار وعمل کو خراب کر رہے ہیں۔انسان کو اپنے کردار کے لحاظ سے اعلیٰ ہونا چاہیے۔مال ودولت اور عہدہ اہم نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک کردار اچھا ہونا ہی ارفع مقام ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات ۴۹:۱۳)

ترجمہ: بے شک تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا، وہ ہے جو کردار کا اعلیٰ ہے۔

☆ آج اکثر ملازمین ونوکر حضرات کو ان کے مالکان وقت پر معاوضہ ادا نہیں کرتے، جو کہ ظلم وزیادتی ہے، جب کہ آقا کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

Marfat.com

أُعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ، قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ (۴)

ترجمہ: کام کرنے والوں کو اس کی اجرت پسینہ خشک ہونے سے بھی پہلے ادا کرو۔

مالکان کو ملازمین ونوکر حضرات کی اجرت وقت پر ادا کرنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کا یہی حکم وطریق ہے۔

☆ شراکت کے کاروبار میں آجکل لوگوں کو ایک دوسرے سے شکایات و پریشانی ہے۔ایک دوسرے کو تاجر حضرات دھوکہ دیتے ہیں۔جبکہ قصص الحدیث میں حقیقتاً ایک مسلمان کے کردار کو بیان کیا گیا ہے، کہ مسلمان دوسرے بھائی کی عدم موجودگی میں بھی ایمانداری سے کام لیتا ہے۔اس لیے ہمیں امانتوں کا خیال رکھنا چاہیے اور کاروبار ومعاملات ایمانداری سے چلانے چاہیے، تاکہ ہمارے کاروبار اور رزق میں برکت ہو۔کاروباری پریشانیوں کا حل ایمانداری اور مناسب منافع سے خرید وفروخت ہے۔اسی میں اطمینان اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔

☆ ہمارے ہاں غربت وافلاس کا دور دورہ ہے اور ہر کوئی قرض لینے پر مجبور ہے۔ قرض دینے والے کو چاہیے کہ مقروض کو قرض کی ادائیگی میں زیادہ سے زیادہ مہلت دے۔

☆ امراء وقرض خواہ حضرات کو چاہیے کہ مقروض کو قرضے کا کچھ حصہ معاف کردیں۔

☆ تنگ دست ومجبور کے لیے قرض خواہ کو قرضہ معاف کردینا چاہیے۔شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بھی معاف کردے۔

☆ کام کاج کے لیے ملازم رکھنا جائز ومستحسن ہے،البتہ ان کی تربیت نیک وبھلائی والی کرنی چاہیے۔

☆ حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جوروبیہ لوگوں نے اختیار کیا۔ایسے ہی حادثات

۴۔ ابن ماجہ، کتاب الرہون، رقم ۲۴۴۳، ج ۳، ص ۱۰۳

Marfat.com

سے بچاؤ کے لیے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾(۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے تو تم خوب تحقیق کرلیا کرو، (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کیے پر پچھتاتے رہو۔

☆ آج بھی اکثر لوگوں کا رویہ یہی ہے کہ کسی شریف آدمی کے بارے میں کوئی بات سنی تو بغیر تحقیق کیے، اس کو نقصان پہنچانے کے لیے درپہ ہو جاتے ہیں، بعض اوقات لوگوں کی داڑھی مونڈھ دی جاتی ہے، بعض اوقات سر اور بھنوؤں کے بال بھی مونڈھ دیے جاتے ہیں، اور اسی طرح کی دیگر تکالیف دی جاتی ہیں۔ ایسے حالات میں ہمیں چاہیے کہ پہلے تو خوب تحقیق کریں، اس کے بعد خود فیصلہ کرنے کی بجائے قانونی کاروائی کرنی چاہیے۔

☆ مساجد و عبادت گاہوں کو ہر قسم کے جانداروں کی تصاویر سے پاک رکھنا چاہیے۔

☆ مساجد و عبادت گاہوں کو منقش و مرصع نہیں ہونا چاہیے، بلکہ سادہ ہونا چاہیے۔

☆ بغیر ضرورت شرعی کے تصاویر، ویڈیو اور سی ڈیز وغیرہ نہ بنانی چاہیے۔

☆ قبرستان یا قبروں کے قریب مساجد اور عبادت گاہیں نہیں بنانی چاہیے۔

☆ مساجد اور عبادت گاہوں کے صحنوں میں قبریں نہیں بنانی چاہیے۔

☆ موجودہ زمانے میں اکثر متولی حضرات، پیران عظام، علماء کرام اور واقف

۵۔ الحجرات ۴۹:۶

Marfat.com

حضرات مساجد اور عبادت گاہوں کے صحن میں اپنی قبروں کی جگہ مقرر کر لیتے ہیں ،اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔مدفن قبرستان ہی سب کے لیے ہونا چاہیے۔

☆ موجودہ دور میں صلہ رحمی کی بہت کمی واقع ہوگئی ہے، ہر کوئی اپنی ذات اور مفاد تک محدود ہو گیا ہے ،اسی کی وجہ سے مشرقی معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہا ہے،لڑائی جھگڑے بڑھ رہے ہیں ،طلاق کی شرح زیادہ ہو رہی ہے،رشتہ دار جائیداد کے تنازعے پر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہے ہیں،استاد اور شاگرد باہم دست و گریباں ہیں ،اولاد ماں باپ کے ساتھ بدسلوکی کر رہی ہے،رشتوں کا حیا ختم ہوتا جا رہا ہے، بھائی چارے کی فضا مفقود ہو رہی ہے ، یہ تمام برائیاں صلہ رحمی کی کمی کی وجہ سے ہیں ۔اس لیے آج پورے معاشرے کو بالعموم اور مسلم مشرقی معاشرے کو بالخصوص اپنی روایات واقدار اور نسلوں کو محفوظ بنانے کے لیے صلہ رحمی کو فروغ دینا چاہیے۔

☆ دہشت گردی ،عدم برداشت ، بربریت ،فرقہ واریت اور خون خرابے قطع رحمی کی بدترین شکلیں آج ہمارے سامنے موجود ہیں ،ان سے چھٹکارا اسی صورت ممکن ہے جب ہم صلہ رحمی کو فروغ دیں ۔اس لیے صلہ رحمی کو اپنانے کی آج معاشرے کو بہت زیادہ ضرورت ہے۔ہمیں صلہ رحمی کے شعور کو اجاگر کرنا چاہیے،اور خود اسکے لیے عملی نمونہ بننا چاہیے۔

☆ اہل ذکر و اہل علم و دانش کی موجودہ دور میں بہت کمی واقع ہوگئی ہے،اور جو ہیں وہ زیادہ تر گوشہ تنہائی میں رہنا پسند کرتے ہیں ،اس لیے اہل ذکر و علم و دانش کو چاہیے کہ وہ اس پرفتن دور میں لوگوں کی رہنمائی کے لیے اپنی مجالس عام کریں اور لوگوں کی رسائی کو آسان بنائیں۔

☆ موجودہ زمانے میں بچے ،نوجوان اور جوان بڑوں ، بزرگوں اور اہل ذکر و علم و دانش سے اپنا رشتہ تقریباً منقطع کر چکے ہیں ،یہی امر اس نسل کو تباہی کی طرف لے جا رہا

Marfat.com

ہے، اس لیے بچوں، نوجوانوں اور جوانوں کو چاہیے کہ وہ اہل ذکر کی صحبتوں میں جائیں اور ان سے علم وحکمت کی باتیں سیکھیں، اور اس پر عمل کر کے اپنی دنیا اور آخرت سنواریں۔

☆ اہل اسلام کو اہتمام کے ساتھ سلام اور جواب سلام کا رواج دینا چاہیے، سلام کا جواب دینے والے کو اضافی دعائیہ کلمات کے ساتھ سلام کا جواب دینا چاہیے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيباً ۔(۶)

ترجمہ: جب تم کو کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کا جواب دو یا اسی لفظ کو لوٹا دو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

☆ عام طور پر لوگ سلام کرتے ہوئے ہچکچاہٹ کا شکار ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ میں اس کو کیوں سلام کروں، یہ چھوٹا ہے، یہ غریب ہے، یہ عہدے کے اعتبار سے چھوٹا ہے، اگر فلاں مجھے سلام کرے گا تو میں سلام کروں گا، اس صورت احوال کے بارے میں احادیث مبارکہ کے حوالے سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے، کہ کون، کس کو، سلام کرنے میں پہل کرے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ، وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ، وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ۔۔۔يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي (۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹا بڑے کو سلام کرے، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، کم زیادہ لوگوں کو سلام کریں اور سواری والا پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔

۶۔ النسآء ۴:۸۶ ۷۔ ابوداود، کتاب الادب، رقم ۵۱۹۸۔۵۱۹۹، ص ۹۶۸

Marfat.com

☆ آج ہمارے ہاں بالخصوص اور عالم اسلام بالعموم ایک دوسرے کو آمنے سامنے، ٹیلی فون پر، موبائل فون پر، وائرلیس پر، انٹرنیٹ اور دیگر رابطے کے ذرائع پر ہیلو، ہائے، گڈ مارننگ، صبح بخیر، کیا حال ہے، کیسے ہو، بائے بائے، او کے اور دیگر ان جیسے الفاظ رواج پاتے جارہے ہیں۔ ہمیں ان الفاظ سے پرہیز کرنا چاہیے اور اہل اسلام اور جنتی لوگوں کے طریقہ لفظ "السلام علیکم" اور "وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته" کو رواج دینا چاہیے۔

☆ آج فریج، ڈیپ فریزر اور دوسری سائنسی ایجادات برائے ذخیرہ اندوزی کا دور ہے، جو کہ اشیاء کو جمع کرنے اور ذخیرہ اندوزی کی ایک جدید شکل ہے۔ قصص الحدیث سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ روز کے لیے جتنی کھانے پینے کی اشیاء کی ضرورت ہے، اتنی ہی خریدنی چاہیے اور ذخیرہ اندوزی نہیں کرنی چاہیے۔ تاکہ یہ اشیاء خوردنی غریب لوگ خرید کر استعمال کرسکیں۔

☆ امراء کا اشیاء کو جمع کرنا، اس سے اشیاء کی قلت واقع ہوتی ہے اور قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر اس چیز سے رئیس وامراء رک جائیں تو اشیاء کی قلت اور قیمتوں کے عدم استحکام سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔

☆ ذخیرہ اندوزی سے پرہیز کرنا ملک وقوم کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ ہم میں سے ہر کسی کو انفرادی واجتماعی طور پر اس پر عمل کرنا چاہیے۔

☆ قابیل کا کردار ایک سرکش، نافرمان، حاسد، اور قاطع رحم کا ہے اور اس کا انجام وآخرت عبرتناک ہے۔ اس سے ہمیں عبرت پکڑنی چاہیے کہ دنیاوی شہوتیں اور لذتیں عارضی ہیں، شیطان ان چیزوں کو مزین کر کے انسان کے سامنے پیش کرتا ہے، جس کے ارتکاب سے سوائے ذلت ورسوائی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے ہمیں ان قبیح حرکات سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اور ماں باپ کی نافرمانی اور بد دعا سے بچنا

Marfat.com

چاہیے۔ حسد اور قتل جیسے برے فعل کا سوچنا بھی نہیں چاہیے۔ افسوس! کہ آج مسلمان بالخصوص اور باقی معاشرہ بالعموم ان ہی برائیوں میں مبتلا ہے اور مزید اس میں دھنستا چلا جا رہا ہے۔ قابیل نے قتل جیسے قبیح فعل کی رسم ایجاد کی اور قیامت تک کے قاتلوں کا وبال اس پر ہوگا۔ اسی طرح اگر ہم بھی کسی برائی کی ایجاد کریں گے تو اس کا وبال بھی قیامت تک ہم پر ہوگا۔ معاشرے کی بے سکونی ان ہی امور کی وجہ سے ہے۔ اگر ہم معاشرے کو باعث اطمینان وسکون بنانا چاہتے ہیں تو ان امور سے پرہیز ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ حضرت ہابیل علیہ السلام کا کردار ایک فرمانبردار و مطیع انسان اور صلہ رحمی کرنے والوں کا ہے۔ حضرت ہابیل علیہ السلام دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہوئے۔ آج مسلم معاشرے کو ان کے کردار کو اپنانے کی ضرورت ہے، کہ قابیل نے قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو کہا: کہ میں ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ یہ صلہ رحمی کی انتہائی اعلیٰ مثال ہے۔ ہمارے ہاں چھوٹا بھائی بڑے بھائی پر ظلم کر رہا ہے، اسی طرح اولاد ماں باپ کی نافرمان ہے۔ حضرت ہابیل علیہ السلام انتہائی متقی اور صلہ رحمی کرنیوالے تھے۔ ہمیں بھی خدا خوفی اور صلہ رحمی کو فروغ دینا چاہیے۔ جس کی آج بہت کمی واقع ہوگئی ہے۔

☆ اجتماعی زندگی میں باہم معاملات طے کرتے وقت شرائط وضوابط کو تفصیل سے بیان کرنا چاہیے۔

☆ قابل استعمال اشیاء اگر کوئی استعمال کرنے کے لیے مانگے تو اسے دے دینی چاہیے۔ قرآن مجید استعمال کی چیزیں نہ دینے والوں کی مذمت کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ﴾ (۸)

ترجمہ: وہ برتنے کی معمولی چیز بھی مانگنے سے نہیں دیتے۔

۸۔ الماعون، ۱۰۷:۷

Marfat.com

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بنو جرہم کی ایک عورت کو طلاق دے کر دوبارہ اسی قبیلہ کی دوسری عورت سے شادی کر لی، اس عمل کے دو پہلو قابل اتباع ہیں:

۱۔ ہمارے زمانے میں جب کوئی مرد کسی دوسری عورت کو طلاق دیتا ہے، تو خود مرد بھی اور اس کا سارا خاندان بھی لڑکی والے خاندان میں برائیاں نکالنا شروع کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں اچھائیاں بھی برائیاں بنادی جاتی ہیں۔ دونوں خاندان ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں، ایسا کرنا اسلام کے خلاف اور سکون برباد کرنے کے مترادف ہے۔ بلکہ بعض اوقات طبائع کے اختلاف یا دیگر وجوہات کی وجہ سے نبھا اگر نہیں ہوتا تو شرعاً علیحدگی ہو جانی چاہیے۔ دونوں خاندانوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کی بجائے، اس کا مناسب حل نکالیں، نہ کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قطع رحمی کریں۔

۲۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دوسری شادی بھی بنو جرہم میں کی، یہ دونوں خاندانوں کی اعلیٰ ظرفی اور باہمی اعتماد ہے۔ آج بھی اگر میاں بیوی میں طلاق واقع ہو جائے، تو دونوں خاندانوں کو چاہیے کہ: اس بات کو بھلا کر دوبارہ سے رشتہ داری میں پیوستہ ہو جائیں، تاکہ یہ بات بھی طاق نسیاں ہو جائے اور نئی قرابت داریاں بھی پیدا ہو جائیں۔ آج کے دور میں ان باتوں کی بہت کمی ہو گئی ہے۔ اگر اسلامی تہذیب و تمدن کو قائم رکھنا اور پروان چڑھانا ہے تو مسلمانوں انہیں روایات کو آگے بڑھانا ہوگا۔

☆ شریعت کے علم کو زیادہ سے زیادہ پھیلانا ضروری ہے۔ علم کی کمی کی وجہ سے لوگ گمراہی، بت پرستی اور شرک جیسی لعنت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ آج بھی اکثر جاہل لوگ بزرگوں کے مزارات کو سجدے کرتے نظر آتے ہیں اور ان کی تصاویر کے آگے جھکے نظر آتے ہیں۔ یہ سب شریعت اسلامیہ سے دوری کے سبب ہے، عوام الناس کو چاہیے کہ اہل علم لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھیں اور شرعی مسائل علماء سے پوچھیں۔ آج بھی لوگوں کی

Marfat.com

اکثریت جاہل پیروں اور جھوٹے صوفیا کی وجہ سے گمراہ ہو رہی ہے۔اس لیے دینی امور میں رہنمائی کے لیے اہل علم سے رجوع کرنا چاہیے اور پھر اس علم کو پھیلانا چاہیے۔

☆ شرک کی ابتدا تصاویر کے بنانے سے ہوئی اور خاص طور پر صالح لوگوں کی تصاویر کی عزت وتکریم کی بناء پر بت پرستی نے رواج پایا تھا۔آج کل بھی لوگ اپنے بڑوں،اساتذہ، پیران عظام اور دیگر نیک ہستیوں کی تصاویر کو سجا کر تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔جب کہ شریعت میں یہ حرام ہے۔اس لیے ہمیں اپنے گھروں،اداروں اور دیگر مقامات کو ان تصاویر سے پاک رکھنا لازم ہے۔کسی بھی ہستی کی تصویر، چاہے وہ کتنی ہی مقدس ہستی کیوں نہ ہو،اس کی تصویر تعظیم وتکریم کے لیے رکھنا حرام اشد حرام ہے۔

☆ ہمارے معاشرے میں اکثر لوگ اس سے غفلت برت رہے ہیں اور لاشعوری طور پر فعل حرام کے مرتکب ہو رہے ہیں۔اس لیے ہمیں چاہیے کہ شرعی ضرورت کے علاوہ ہر قسم کی تصاویر سے پرہیز کریں اور خاص طور پر نیک ہستیوں کی تصاویر کی عزت وتکریم سے بچیں۔

☆ پروردگار نے ہمیں رزق کمانے کے لیے اور ضروریات پوری کرنے کے لیے، جو قدرتی طریقے بتلائے ہیں،اسی کو اختیار کرتے ہوئے محنت کے ذریعے رزق حلال کمانا چاہیے اور اسی سے ضروریات پوری کرنی چاہیے۔

☆ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے نوازا ہے،ان کو اس کا شکر بھی اسی طرح اہتمام سے کرنا چاہیے۔کہیں ناشکری کی وجہ سے پکڑ میں نہ آجائیں۔اس میں احتیاط کی بہت ضرورت ہے۔

☆ اپنے افعال واقوال وکردار کے حوالے سے دوسرے مخلص لوگوں کی رائے لینی چاہیے اور ان کی رائے کا احترام بھی کرنا چاہیے۔

Marfat.com

☆ کسی بھی امر کے بارے میں رائے قائم کرنے کے لیے ،اس کے تمام پہلوؤں ،خاص طور پر مثبت اور منفی پہلوؤں کا مشاہدہ اور احاطہ کرنا چاہیے۔

☆ مشاہدات ،حقائق اور دلائل کی روشنی میں رائے تبدیل کرنا مستحسن ہے ، ہمارے دور میں اس کی بہت کمی واقع ہوگئی ہے کہ لوگ اپنی غلط رائے کو بھی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں ،جس کی وجہ سے فرقہ بندی اور فسادات جنم لیتے ہیں ،شاید آج فرقہ بندی ، دہشت گردی ،سیاست بندی ،گروہ بندی ،اور برادری بندی کی ایک بڑی وجہ غلط رائے میں اڑ جانا ہے۔اس لیے ان سے بچنا لازمی ہے۔

☆ مصائب ومشکلات میں صبر کرنا اور ناجائز راستہ اختیار نہ کرنا ،جنتی ہونے کی علامات میں سے ہے۔ایک بندہ مومن کو ان راستوں کو اپنانا چاہیے۔

☆ خواہشات کی پیروی ،لھو ولعب اور شیطانی کاموں کی رغبت دوزخ کا راستہ ہے ،اس سے بچنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

☆ رنگ ونسل کے اعتبار سے کسی کو کوئی فضیلت نہیں ہے ،بلکہ تمام انسان اصل کے اعتبار سے برابر ہیں۔اور تمام انسانوں کے ساتھ بحیثیت انسان حسن سلوک کیا جائے گا۔انسانی اقدار کی حوصلہ افزائی کی جائے گی ،نہ کہ رنگ ونسل کے اعتبار سے۔آج ہمارے ہاں رنگ ونسل اور ملک کی بنیاد پر تفریق کردی گئی۔یہی انسانیت کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ہم سب کو ایک دوسرے کی قدر انسان ہونے کے ناطے کرنی چاہیے۔

☆ نرم مزاج ہونا اور دوسروں کے بارے میں مثبت خیالات ورویہ رکھنا انسانیت کی بنیادی خصوصیت ہے۔اس لیے ہمیں مزاج میں نرمی اور فکر میں مثبت پن اور کردار میں دوسروں کو نفع دینی والی سوچ اپنانی چاہیے۔

☆ سخت مزاجی ،دوسروں کو نقصان دینے کی سوچ ،رویہ میں منفی انداز فکر انسانیت

Marfat.com

اور معاشرے کے لیے تباہی کا باعث ہے۔اس لیے ہر انسان کو ان امور سے احتراز کرنا چاہیے۔

☆ شراب اکثر خباثتوں کی جڑ ہے،اس سے بچنا ہمارا دینی فرض بھی ہے اور دنیاوی خرابیوں سے بچاؤ کے لیے بھی ضروری ہے۔

☆ جھوٹ ایک لعنت ہے،جس سے چھٹکارا ہمیں ہر حال میں ضروری ہے اور جھوٹ صرف بولنے والے کے لیے ہی تباہی نہیں لاتا، بلکہ بعض دفعہ دوسروں کے لیے بہت بڑے دینی اور دنیاوی نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔

☆ آج بھی اس طرح کے بہت سارے واقعات سامنے آرہے ہیں کہ بدکار عورتیں اور مرد شرفاء کو ان کاموں میں پہلے زبردستی ملوث کرتے ہیں اور پھر بلیک میل کرتے ہیں۔اس لیے ایسے کردار والی عورتوں اور مردوں سے بچنا ہر کسی کے لیے ضروری ہے۔

☆ ہر انسان عہد الست کے وقت موجود تھا اور تمام نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اس روز حقیقت منکشفہ اور عین الیقین کے بعد اقرار کیا تھا۔اس لیے خدا کا موجود ہونا ایک حقیقت ہے،اور وہ اس کائنات کا صانع ہے۔اس کا انکار اپنے آپ کو جھٹلانا اور خود فریبی ہے۔اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ کائنات خود بخود وجود میں آگئی ہے، اور اس میں دھریت اور خدا کو نہ ماننے والوں کی بھی تردید ہے۔ہمیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت،حاکمیت،قدرت اور حکمت پر کامل یقین ہونا چاہیے۔اس میں تزلزل دراصل اپنی دنیا اور آخرت خراب کرنا ہے۔

☆ ہر انسان کی تقدیر لکھی ہوئی ہے،اس سے مراد ہے کہ جو کچھ انسان نے اس دنیا میں کرنا تھا،اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے لکھ دیا ہے۔ہر مسلمان کے لیے یہ بنیادی عقیدہ ہے،تقدیر پر ایمان ہر مسلمان پر لازم ہے۔موجودہ مسلمانوں کو اس پر خصوصی علم وتوجہ کی

Marfat.com

ضرورت ہے، کسی مستند استاد سے اس کا علم حاصل کرنا چاہیے۔

☆ ہمیں اس دنیا میں رہتے ہوئے ،اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرنی چاہیے ،اور دوزخیوں والے کاموں سے بچنا چاہیے ۔اس لیے ہر مسلمان کو اپنا کردار جنتی والا اپنانا چاہیے ۔اچھے کاموں سے محبت ،برے کاموں سے نفرت، ہی کامیابی اور ناکامی ہے۔ دنیاوی کاموں سے ہی اخروی زندگی کا پتہ چلتا ہے۔ اس لیے ہمیں عمل و کردار پر توجہ دینی چاہیے۔

☆ عہد الست ،تقدیر ،جنتی اور دوزخی ہونے کا علم ،یہ سارے امور ہمیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی عطا فرمائے ہیں ۔عقل ان امور کا ادراک حاصل نہیں کرسکتی ۔ان پر ایمان اس لیے ضروری ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے بیان فرمایا ہے ،اس لیے موجوہ دور کی ایک گمراہی یہ بھی ہے کہ ہر چیز کو عقل پر پرکھنا مشروع قرار پایا ہے۔

☆ قصص الحدیث سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہماری عقل وفکر اور علم کسی چیز کا احاطہ یا ادراک کرسکیں یا نہ کریں ،اگر اللہ تعالیٰ نے اسے بیان کیا ہے تو اس کا ماننا ہر انسان پر لازم ہے ۔اس وجہ سے بعض لوگ معجزات کا انکار کرنا شروع کر دیتے ہیں یا ان کی ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ جس سے اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔اس لیے ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ قرآنی سوچ اپنائے اور گمراہی والی فکر سے دور رہے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت مزاج اور حضرت ہارون علیہ السلام نرم خو تھے ،اس لیے بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں حضرت ہارون علیہ السلام کی نرمی سے غلط فائدہ اٹھایا اور سرکشی اختیار کی ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سختی کی بناء پر توبہ وندامت کی طرف آئے ۔اس لیے کسی قوم ،قبیلے ،افراد، گھرانے ،خاندان ،جماعت یا ادارہ کے سربراہ کے لیے سخت مزاج ہونا چاہیے اور اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ماتحتوں کو اس

Marfat.com

کی اجازت دینی چاہیے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سخت گیر رویے اور سلوک کے جواب میں حضرت ہارون علیہ السلام نے نرمی اور صلہ رحمی یاد دلا کر اپنا موقف بیان کیا۔اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ اگر کسی بھائی ،دوست ،یا دیگر تعلق والوں کو کوئی غلط فہمی پیدا ہو جائے اور وہ اسی بنا پر سختی کریں ،تو انہیں نرمی سے سمجھایا جائے اور صلہ رحمی کا یاد دلایا جائے۔

☆ عوام الناس کی اکثریت محسوس اشیاء اور ظاہری ماحول سے متاثر ہوتی ہے، اہل اسلام کو چاہیے کہ اپنا ظاہر بھی اسلامی تشخص کے مطابق بنائیں ،تاکہ لوگ غلط روش اور طریقوں سے بچ سکیں۔

☆ اگر غلطی اجتماعی ہو تو توبہ بھی اجتماعی ہی کرنی چاہیے۔آج مسلم اقوام میں احساس زیاں کا فقدان ہے،تمام مسلمانوں کو اس پر سوچ بچار کرنی چاہیے۔

☆ تقدیر برحق ہے، معجزہ برحق ہے اور موت کا وقت معین ہے ،اس پر ہر مسلمان کا ایمان ہونا لازم ہے۔

☆ جس بستی ،شہر یا ملک میں وبائی مرض پھیل جائے ،وہاں کے رہنے والوں کو باہر کہیں اور نہیں جانا چاہیے،تاکہ دوسرے لوگ اس بیماری سے محفوظ رہیں۔جیسا کہ آج کل ڈینگی مچھر کی صورت حال ہے۔جس شہر،گاؤں یا ملک میں ہو تو متاثرہ افراد کو وہیں رہنا چاہیے۔

☆ وبائی امراض والی جگہ پر دوسرے لوگوں کو آنا بھی نہیں چاہیے۔

☆ شیطان انسان کو بہکانے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتا ہے ،میوزک شیطان کا ہتھیار ہے۔اس لیے گانے بجانے اور میوزک مسلم معاشرے کے لیے زہر قاتل ہے۔اس لیے ہر مسلمان کو اس سے بچنا لازم ہے۔

Marfat.com

☆ مردوعورت کا اختلاط غیرمحرموں کے ساتھ شر ہی شر ہے۔اس لیے ہر مسلمان مردوعورت کے لیے اس سے حتیٰ الامکان بچنا لازم ہے۔

☆ عورتوں کا بناؤ سنگھار اپنے خاوند کے علاوہ کے لیے حرام ہے ،اسی طرح دوسروں کے سامنے بے پردہ ہو کر جانا بھی حرام ہے۔اس لیے مسلمان عورتوں کو اس سے بچنا لازم ہے۔

Marfat.com

خلاصہ تحقیق

☆ اس کتاب کے پہلے باب میں اسلام میں حدیث کا مقام و حیثیت، دوسرے باب میں معنی و مفہوم اور ضرورت و اہمیت، تیسرے باب میں قصص الحدیث کی حیثیت اور قصص القرآن سے تعلق کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے، اور باب چہارم پنجم، ششم میں معاشرتی حوالے سے گفتگو کی گئی ہے، اور باب ہفتم میں قصص الحدیث کی روشنی میں اسلامی معاشرت کے اصولوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں سنتالیس (۴۷) قصص الحدیث پر بحث کی گئی ہے۔ باب اول، دوم اور سوم کا خلاصہ تحقیق ان ابواب کے آخر میں ذکر کر دیا گیا ہے، جبکہ باب چہارم، پنجم، ششم اور ہفتم کی علیحدہ علیحدہ تلخیص حسب ذیل ہے:

۱۔ باب چہارم میں انفرادی زندگی سے متعلق قصص الحدیث پر بحث کی گئی ہے اس باب میں کل انیس (۱۹) قصص الحدیث بیان ہوئے ہیں، خلاصہ حسب ذیل ہے:

☆ عورت کی سب سے بڑی ذمہ داری عزت و کردار و عصمت کی حفاظت ہے۔

☆ زنا ذلت و رسوائی کا راستہ ہے۔

☆ مرد کے لیے ناف سے گھٹنے تک جسم کا حصہ اور عورت کے لیے سارا جسم ماسواء ہاتھ پاؤں اور چہرہ کے، ہر حال میں دوسروں سے چھپانا لازم ہے۔

☆ لایعنی باتوں کا جواب نہیں دینا چاہیے اور ایسی صورت میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔

☆ مغربی تہذیب بظاہر خوبصورت لیکن حقیقت میں انتہائی خطرناک ہے اور اسلامی تہذیب بظاہر مشکل لیکن حقیقت میں راحت و سکون والی ہے۔

☆ جانوروں کے کھلانے، پلانے اور حفاظت کرنے پر اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتا ہے۔

☆ انسانوں اور جانوروں کو پانی پلانے پر بہت زیادہ اجر و ثواب ہے۔

☆ انسان کو پاکدامنی کی حفاظت کرنی چاہیے۔

☆ مسلمانوں کا راستہ انبیاء اور رسولوں کا راستہ ہے جبکہ غیر مسلموں کا راستہ شیطان کا راستہ ہے۔

☆ شراب، پیشاب کے قطرے، چغل خوری، حسد اور جھوٹ سے انسان کو بچنا چاہیے۔

Marfat.com

☆ مشروب دونوں ہاتھ سے پینا چاہیے، مہمان نوازی کرنی چاہیے اور سفید بالوں کو کالا خضاب نہیں لگانا چاہیے۔
☆ اچھے کلمات ہی زبان سے نکالنے چاہیے۔
☆ ہر انسان و جانور سے حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔

۲۔ باب پنجم میں عائلی زندگی سے متعلق قصص الحدیث سے بحث کی گئی ہے۔اس باب میں گیارہ (۱۱) قصص الحدیث بیان ہوئے ہیں، خلاصہ حسب ذیل ہے:

☆ میاں بیوی اور اولاد میں باہمی اعتماد کا رشتہ قائم ہونا چاہیے۔
☆ عورت کو ظاہری حسن کے ساتھ ساتھ کردار پر خاص توجہ دینی چاہیے۔
☆ مرد گھر کا سربراہ ہے لیکن بعض معاملات میں عورت کی رائے کو تفوق حاصل ہے، البتہ بہترین راہ اعتدال باہم مشورہ کی ہے۔
☆ والدین اولاد کے بارے میں ہمیشہ مثبت سوچتے ہیں، اس لیے اولاد کو ماں باپ کی فرمانبرداری کرنی چاہیے، البتہ والدین کو چاہیے کہ وہ گھریلو امور میں بچوں کو بھی شریک مشورہ کریں۔
☆ بوڑھے والدین کی خدمت کرنی چاہیے۔ ہر مسلمان کو بیوی بچوں پر والدین کو فوقیت دینی چاہیے۔
☆ عورتوں کی ناپسندیدہ باتوں اور افعال کو مردوں کو برداشت اور نظرانداز کرنا چاہیے۔
☆ عورتوں کو خاوندوں کی ناشکری نہیں کرنی چاہیے۔
☆ والدین کو شادی کے بعد بھی اولاد پر نظر رکھنی چاہیے۔
☆ والدین کو چاہیے کہ تربیت کے لیے اولاد کو مشکل حالات سے گزاریں۔
☆ میاں بیوی کو تنگی و فراخی ہر حال میں ایک دوسرے کا خیال رکھنا چاہیے۔
☆ میاں بیوی کے درمیان غلط فہمیاں پیدا نہیں کرنی چاہیے۔

۳۔ باب ششم میں اجتماعی زندگی سے متعلق قصص الحدیث کا بیان ہے۔اس باب میں

Marfat.com

سترہ (۱۷) قصص الحدیث بیان ہوئے ہیں، تلخیص حسب ذیل ہے:

☆ معاملات لڑنے جھگڑنے کی بجائے دلائل سے حل کرنے چاہیے۔
☆ مسلمان کا ظلم سے بچنے، جان بچانے، امانت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے۔
☆ مسلمان کو تعریض، توریہ اور حیلہ کرنا جائز ہے۔
☆ وہم و قیاس سے رائے قائم نہیں کرنی چاہیے۔
☆ مال و دولت کی حرص میں کردار و عمل خراب نہیں کرنا چاہیے۔
☆ تجارت ایمانداری سے کرنی چاہیے اور ملازم کو اجرت بروقت دینی چاہیے۔
☆ غریب و مجبور کو قرض معاف کرنا چاہیے اور قرضدار کو مہلت دینی چاہیے۔
☆ غیر ضروری تصاویر و مجسمے حرام ہیں، بزرگ ہستیوں کی تصاویر زیادہ حرام ہیں۔
☆ دہشت گردی عدم برداشت، بربریت، فرقہ واریت، خون خرابہ، طلاق دینا، قطع رحمی کی بدترین شکلیں ہیں، ہر انسان کو صلہ رحمی کو فروغ دینا چاہیے۔
☆ مسلمانوں کو سلام کو رواج دینا چاہیے اور صالحین کی مجلسوں میں بیٹھنا چاہیے۔
☆ ذخیرہ اندوزی سے بچنا چاہیے۔
☆ شرک کی ابتداء صالحین کی تصاویر کی عزت و تکریم سے ہوئی، اس لیے تصاویر سے بچنا بالخصوص صالحین کی تصاویر سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔
☆ مشاہدات، حقائق اور دلائل کی روشنی میں رائے تبدیل کر لینا مستحسن ہے۔
☆ تقدیر برحق ہے۔
☆ جس بستی یا شہر میں وبائی مرض پھیلے، اس شہر سے جانا اور اس شہر میں آنا ممنوع ہے۔
☆ مرد و عورت کا اختلاط فتنہ ہے۔

۴۔ باب ہفتم میں اسلامی معاشرت کے اصولوں کی تشکیل و ترتیب ہے، جو کہ قصص الحدیث سے مستنبط ہیں۔

Marfat.com

اطراف الحدیث

Marfat.com

Marfat.com

اطراف الحدیث

اتانی الله القرآن---	٦٣
اتیت النبی ﷺ وفی عنفی -----	٨٤،٨٧
اجْتَنِبُوا الْخَمْرَ فَإِنَّهَا ---	٥٥٨
احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى ---	١٤٧
أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَاب---	١٠٢
أَلَا هَلْ عَسَى رَجُل---	١٠٣
أَلَا وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدِثَات---	١٢٦
الم تعلموا امالقی---	٢٦٩
إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَمَّا أَرَادَ ---	١٦١،٣٧٠
إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ ---	٤٣٤
أَنَّ إِسْرَائِيلَ، أَخَذَهُ ---	٢٩٢
إِنَّ أَيُّوبَ نَبِيَّ اللَّهِ لَبِث---	٤٢٦
ان خزاعة رجلاً-----	١٠٢
إِنَّ رَجُلًا كَانَ فِيمَنْ---	٥٠٢
أُنْزِلَتِ الْمَائِدَةُ مِنَ ---	٥٤٢
ان عیسیٰ ابن مریم لقی-----	٢٨٠

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ تبارَكَ وتَعَالَى خَلَقَ ---	۵٦۲
ان سالما قد بلغ---------	۱۰٦
انما الاعمال بالنيات---	۱۹۹
إِنَّ مُوسَى كَانَ رَجُلاً---	۱۸۴، ۴۷۹
إِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ القَتْلَ	۱۰۴
إِنَّهُ قَدْ كَانَ فِيمَا مَضَى---	۱۲۷
إِنَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ مِنْ أَمْرِهِ	۱۲۵
أنه ذكر رجلا من بنى اسرائيل---	۱۵۰
انى قدتركت فيكم---	۱۰۹
انى لااحل مااجل -----	۸۱
انى قدوهبت نفسى -----	۱۰۳
أَوَّلَ مَا اتَّخَذَ النِّسَاء---	۲۴۴، ۳۵۴، ۵۲۳
أَلَا أُقَاتِلُ مَنْ أَدْبَرَ	۸۹
أَرْضِعِيهِ تَحْرُمِى عَلَيْه	۱۰۹
بعثنى رسول الله ﷺ----	۸۸
بينماامرأتان---	۱۷۸
بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ ---	۲۰۷، ۳۴۹، ۳۹۸
بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ---	۲۳۳

Marfat.com

بینمارجل یسوق بقرة---	۱۷۷
بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِی---	۱۵۰
بینمانحن جلوس----	۱۰۵
تکون الارض یوم---	۱۸۱
جَلَسَ مِنهَا مَجْلِسَ---	۳۳۰
حدثوا الناس بمایعرفون---	۱۲۸
حدثنی جبریل ان---	۱۳۰
خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ وَطُولُه---	۵۱۴
خَرَجَ مِنْ عِنْدِی---	۳۴۰
خطب النبی ﷺ-----	۱۰۱
ذکر صهر اله فاثنی---	۱۲۷
رَأی عِیسَی ابْن مریم---	۴۸۹
سیئل عن هذاالمائة-----	۵۷۶
صَارَتِ الْأَوْثَانُ---	۵۳۷
عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِی---	۲۲۹
غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُومِسَةٍ---	۲۴۰
قام موسیٰ النبی ﷺ خطیبا---	۱۷۱
قَدِ اخْتَلَفَ عَلَیْنَا---	۴۴۳

Marfat.com

لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ---	٦٢
لاالفینك تاتی----	١٢٦
لاتکتبوا عنی---	١٩٢
لاعرفن مابلغ---	٦٣
لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ	١٠٣
لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ ---	٣٢٤
لَمَّا خَرَجَتِ الْمَلَائِكَةُ---	٤١١
لَمَّا أَكَلَ آدَمُ مِنَ---	٣٧٧
لَمَّا أُمِرَ إِبْرَاهِيمُ ---	٣٨٧
لَمَّا تَعَجَّلَ مُوسَى إِلَى---	٥٩٠
لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ ---	٥٥٣
لمانزلت(حتیٰ یتبین)---	٨٢
لمانزلت (الذین امنوا)----	٨٦
ایفالماالبنی ابراهیم البیت----	٥٠٦
لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ ---	٢١٧،٥٠٧
لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيث---	١٢٨
لَوْلَا حَدَاثَةُ قَوْمِك---	١٢٨
مَا أَصَابَ دَاوُدَ ---	٣٠٦

Marfat.com

كَانَ الكِفْلُ مِنْ بنی---	۲۲۴
كَانَتْ سَارَةُ بِنْت---	۳۹۴
كَانَتْ فِيمَا بَيْنَ نُوحٍ ---	٦٠١
کان ابراهیم اول الناس----	۲۷٦
كَانَ جِبْرِيلُ يَنْزِلُ عَلَى---	٦۴
كَانَ رَاهِبٌ يَتَعَبَّدُ---	۳۱۳
کان رجل من بنی اسرائیل---	۱۸۰،
کان فی علمه---	۲۹۸
كَانَ لِيَعْقُوبَ النَّبِيِّ ---	۴۰۳
کان ملك فیمن کان---	۱۹۴
کانوا اربعة الاف ----	۵۹۵
كَرْمٌ قَدْ أَنْبَتَتْ عَنَاقِيدُهُ ---	۱۷۰
كَفَلَهَا زَكَرِيَّا فَدَخَل---	۲۸۲
كُلُّ وَلَدِ آدَمَ الشَّيْطَانُ---	۳۱۸
کل مجدثة، بدعة---	۱۲۴
کنا تسلم فی الصلاة---	۱۲۳
کنت عند رسول الله ﷺ---	۸۲
کیف سمعت اباك---	۸۸

Marfat.com

مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِك۔۔۔ ۱۲۳

من كذب علي متعمدا۔۔۔ ۳۷

وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۔۔۔ ۱۲۷

وَكَانَتِ امْرَأَةٌ تُرْضِع۔۔۔ ۴۹۲

هاجرا ابراهيم بسارة۔۔۔ ۴۶۷

هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا ۱۰۵

هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟ ۱۰۷

يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى ۔۔۔ ۱۲۶

يارسول الله اى البلدان۔۔۔ ۶۵

يسلم الصغير على الكبير۔۔۔ ۵۲۲، ۶۴۸

يوشِكُ الرَّجُلُ مُتَّكِئًا۔۔۔ ۶۳

Marfat.com

مصادر و مراجع

Marfat.com

Marfat.com

مصادر ومراجع

قرآن حکیم

۱۔ ابن ابو حاتم، عبدالرحمن، ابومحمد رازی، الجرح والتعدیل، مطبوعہ مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ط۱، ۱۹۵۲

۲۔ ایضاً، المراسیل، مطبوعہ موسستہ الرسالہ، بیروت، ط۲، ۱۹۸۲

۳۔ ابن اثیر، عزالدین علی بن محمد، ابوالحسن الجزری، اسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط۲، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

۴۔ ایضاً، الکامل فی التاریخ، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۰ھ

۵۔ ابن اسحاق، محمد، ابن یسار، کتاب المبدأ والمبعث والمغازی (سیرۃ)، (تحقیق، ڈاکٹر حمیداللہ) دارالنفائس، لاہور، پاکستان، ط۱، ۱۴۲۶/ ۲۰۰۵ء

۶۔ ابن بطال، علی بن خلف، ابوالحسہ قرطبی، شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

۷۔ ابن تیمیہ، احمد، عبدالحلیم، مقدمۃ فی اصول التفسیر، دارالقرآن الکریم، لاہور، ط۱، ۱۹۷۱ء

۸۔ ابن جوزی، عبدالرحمان بن علی، المنتظم، دارالفکر، بیروت، لبنان ۱۴۱۵ھ

۹۔ ایضاً، کشف المشکل، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۴ھ

۱۰۔ ابن حبان، محمد، ابوحاتم البستی، الجروحین من الحدثین والضعفاء والمتروکین، مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۹۹۲ء

۱۱۔ ابنِ حبان، محمد، ابوحاتم خراسانی، صحیح ابن حبان، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ط۱، ۲۰۰۴ء/ ۱۴۲۵ھ

۱۲۔ ابن حجر، احمد بن علی عسقلانی، ابوالفضل شہاب الدین، تقریب التھذیب، مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

۱۳۔ ایضاً، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳

Marfat.com

۱۴۔ ایضاً، دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء

۱۵۔ ایضاً، لسان المیزان، مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ط۱، ۱۹۶۷ء

۱۶۔ ایضاً، نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، مکتبہ رحمانیہ، لاہور

۱۷۔ ابن حجر مکی، احمد، علامہ، الصواعق المحرقۃ، مکتبۃ القاھرۃ، مصر، ۱۳۸۵ھ

۱۸۔ ابن حنبل، احمد، ابوعبداللہ، العلل ومعرفۃ الرجال، مطبوعہ الدار السلفیہ بومبائی، الھند، ط۱، ۱۹۸۸ء

۱۹۔ ایضاً، المسند، بیت الافکار الدولیۃ، عمان، اردن، ط۱، ۲۰۰۴ء

۲۰۔ ایضاً، نشرالسنہ، ملتان، س ن

۲۱۔ ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق، ابوبکر، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ط۳، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء

۲۲۔ ابن خیاط، ابوعمرو، خلیفہ، الطبقات، مطبوعہ دار طیبۃ الریاض، السعودیۃ، ط۱، ۱۹۸۲ء

۲۳۔ ابن سعد، محمد، ابوعبداللہ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر، بیروت، لبنان، ۱۹۶۰ء

۲۴۔ ابن صلاح، عثمان بن عبدالرحمان، حافظ، رسالۃ فی وصل البلاغات الاربع فی الموطاء، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۱۸ھ/ ۱۳۳۲ھ

۲۵۔ ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، ابوعمر قرطبی، التمھید لمافی الموطا من المعانی والاسانید، المکتبۃ التجاریۃ مصطفیٰ احمد الباز، مکۃ المکرّمۃ، السعودیۃ العربیۃ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء

۲۶۔ ایضاً، الاستذکار، دارالوعی، القاہرہ، مصر، ط۱، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء

۲۷۔ ابن عدی، عبداللہ، ابواحمد الجرجانی، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۹۸۴ء

۲۸۔ ابن عربی محمد بن عبداللہ، ابوبکر قاضی اندلسی مالکی، القبس فی شرح موطا ابن انس، دارلکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء

۲۹۔ ایضاً، عارضۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۲۵ھ۔ ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء

۳۰۔ ابن عربی محمد بن علی، ابوبکر محی الدین، تفسیر ابن عربی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء

Marfat.com

۳۱۔ ابن عباس، عبداللہ، تنویر المقیاس، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن
۳۲۔ ابن عساکر، علی بن حسین، ابوالقاسم، تاریخ دمشق، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۷ھ
۳۳۔ ابن قیم، محمد، شمس الدین ابوعبداللہ جوزی، کتاب الروح، حیدآباد، دکن، ط۲، س ن
۳۴۔ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، ابومحمد حنبلی، المغنی، دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ
۳۵۔ ابن کثیر، عمادالدین، ابولفداء، تفسیر القرآن العظیم، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط۱، ۱۹۸۵ء
۳۶۔ ایضاً تفسیر القران العظیم، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۳ء
۳۷۔ ایضاً قصص الانبیاء، مطبوعہ مکتبۃ العلم، لاہور، معلوم ندارد
۳۸۔ ایضاً، البدایۃ والنہایۃ، دارابن حزم، بیروت، لبنان، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء
۳۹۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، حافظ قزوینی، سنن ابن ماجہ، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء
۴۰۔ ابن مدینی، علی بن عبداللہ بن جعفر، ابوالحسن السعدی، العلل، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ط۲ ۱۹۸۰ء
۴۱۔ ابن معین، یحییٰ، ابوزکریا، معرفۃ الرجال، مطبوعہ مجمع اللغۃ العربیہ، دمشق، ط۱، ۱۹۸۵ء
۴۲۔ ابن منبہ، ہمام، الصحیفۃ الصحیحۃ، (تحقیق: ڈاکٹر محمد حمید اللہ)، کرمانوالہ بک شاپ، لاہور، ط۱، ۲۰۰۷ء
۴۳۔ ابن نجیم، زین الدین، حنفی، البحر الرائق، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، س ن
۴۴۔ ابن ہمام، کمال الدین، فتح القدیر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، س ن
۴۵۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، حافظ سجستانی، سنن ابوداؤد، دارالفکر، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۵-۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء
۴۶۔ ابوزرعۃ، عبدالرحمن بن عمرو، الدمشقی، تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی، مطبوعۃ جامعہ بغداد، عراق، ۱۹۷۳ء۔
۴۷۔ ابوشہبۃ، محمد بن محمد، اسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر، مکتبہ السنۃ، بیروت، ط۱، ۱۴۲۲ھ
۴۸۔ ابونعیم، احمد بن عبداللہ، اصفہانی، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۲، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

Marfat.com

۴۹۔ ارسلان، ابن اختر، میمن، حضورؐ کے بیان کردہ دلچسپ واقعات، مکتبہ ارسلان، کراچی، ط۱، ۲۰۰۷ء

۵۰۔ اصلاحی، امین احسن، مبادی تدبر حدیث، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ط۳، ۲۰۰۸

۵۱۔ ایضاً، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ط۱۱، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۵ء

۵۲۔ الازہری، کرم شاہ، محمد پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۰۵ھ

۵۳۔ ایضاً، سنت خیر الانام، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳

۵۴۔ الباجی، سلیمان بن خلف، ابوالید قاضی اندلسی، کتاب المنتقی شرح موطاء دار الکتب العربی، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۳۳۲ھ

۵۵۔ البانی، ناصر الدین، محمد، حجیت حدیث، مکتبہ محمدیہ، لاہور، ط۱، ۲۰۰۸ء

۵۶۔ الجزائری، طاہر بن صالح، توجیہ النظر الی اصول الاثر، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان ۱۳۲۸ھ

۵۷۔ الطحان، محمود، الدکتور، تیسیر مصطلح الحدیث، دار القرآن الکریم، بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ء

۵۸۔ العطار، صدقی جمیل، حاشیہ سنن ابی داؤد، دار الفکر، بیروت، لبنان، ط۱، ۲۶۔۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۵ء

۵۹۔ الفلاح، محمد عبدہ، تفسیر الحدیث المسمیٰ اشرف الحواشی، شیخ محمد اشرف ناشران، لاہور، س ن

۶۰۔ امجدی، شریف الحق، محمد، نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، فرید بک سٹال، لاہور، ط۱، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء

۶۱۔ انصاری، عبداللہ، خواجہ کشف الاسرار وعدۃ الابرار، مطبوعہ شہر طہران، ط۵، ۱۳۷۱ھ

۶۲۔ آلوسی، محمود احمد، ابوالفضل، روح المعانی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ط۴، ۱۴۱۸ھ

۶۳۔ آمدی، علی بن ابی علی، سیف الدین، الاحکام فی اصول الاحکام، مطبع محمد علی واولادہ، مصر، ۱۳۴۷ھ

۶۴۔ بجنوری، احمد رضا، سید، انوار الباری شرح صحیح البخاری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۵ھ

۶۵۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، صحیح بخاری، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء

۶۶۔ ایضاً، الضعفاء الصغیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ط۱، ۱۹۸۶ء

۶۷۔ ایضاً، کتاب التاریخ الکبیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

۶۸۔ برقانی، احمد بن محمد، ابوبکر، سؤالات البرقانی للدارقطنی، مطبوعہ نشرۃ احمد میاں تھانوی،

Marfat.com

لاہور، پاکستان، ط۱، ۱۹۸۴ء

۶۹۔ بزار، احمد بن عمرو، ابوبکر الدخار، مسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینۃ المنورۃ، ط۱، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

۷۰۔ بغوی، حسین بن مسعود، امام، معالم التنزیل، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ

۷۱ بیسونی، حامد بن احمد، ابوانس طاہر، مقدمۃ موطاامام مالک، دارالفجر للتراث، قاہرہ، مصر، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

۷۲۔ بیضاوی، عبداللہ بن عمر، ناصرالدین قاضی، انوارالتنزیل واسرارالتاویل، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۷۳۔ بیہقی، احمد بن حسین، الحافظ ابوبکر، السنن الکبریٰ، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء

۷۴ ایضاً شعب الایمان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

۷۵۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ، جامع الترمذی، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

۷۶۔ ایضاً علل الترمذی، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، ط۱، ۱۹۸۹ء

۷۷۔ تفتازانی، سعدالدین، شرح عقائد نسفی، نور محمد اصح المطابع، کراچی، س ن

۷۸۔ تقی عثمانی، محمد، حجیت حدیث، ادارہ اسلامیات، لاہور، ط۱، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء

۷۹۔ ایضاً تکملۃ فتح الملہم بشرح صحیح الامام مسلم، مکتبہ دارالعلوم کراچی، کراچی، ط۱، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء

۸۰۔ ایضاً، علوم القرآن، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء

۸۱۔ تھانوی، شیخ محمد، التقریرات الرائحۃ علی النسائی، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن

۸۲۔ ثعلبی، احمد بن ابراہیم، ابواسحاق، الکشف والبیان، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۲ھ

۸۳۔ جوزجانی، ابراھیم، ابواسحاق، احوال الرجال، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت، ط۱، ۱۹۸۵ء

۸۴۔ حاکم، محمد بن عبداللہ، ابوعبداللہ نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ط۲، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

۸۵۔ ایضاً، سوالات الحاکم النیسابوری للدارقطنی، مطبوعہ مکتبۃ المعارف، الریاض، ط۱، ۱۹۸۴ء

۸۶۔ حصکفی، محمد بن علی، علامہ حنفی، الدرالمختار، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۷ھ

۸۷۔ حماد، عبدالستار، ابومحمد، حجیت حدیث، دارالسلام، الریاض، السعودیہ، س ن

Marfat.com

۸۸۔ حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ط۹، ۲۰۰۳ء

۸۹۔ خازن، علی بن محمد، علاؤ الدین، لباب التاویل، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان ۱۴۱۵ھ

۹۰۔ خالد علوی، ڈاکٹر، حفاظت حدیث، الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۰۸ء

۹۱۔ ختلی، ابراھیم بن عبداللہ، ابواسحاق، سؤالات ابن جنید، مطبوعہ مکتبۃ الدار، المدینۃ المنورۃ، السعودیۃ، ۱۹۸۸ء

۹۲۔ خضری بک، محمد، اصول الفقہ، مکتبہ التجاریہ الکبری، بیروت، لبنان، ۱۹۲۹ء

۹۳۔ خطابی، حمد بن محمد، ابو سلیمان بستی، معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، مکتبۃ العارف للنشر والتوضیع، الریاض، ط۱، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

۹۴۔ خطیب بغدادی، احمد بن علی، ابوبکر، الکفایۃ فی علم الروایۃ، دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن، ۱۳۵۷ھ

۹۵۔ ایضاً، تاریخ بغداد، مطبوعہ مکتبۃ الخانجی، القاھرۃ، ط۱، ۱۹۳۰ء

۹۶۔ دار قطنی، علی بن عمر، ابوالحسن، الضعفاء والمتروکین، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۴ء

۹۷۔ دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، حافظ، سنن الدارمی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن

۹۸۔ دارمی، عثمان بن سعید، تاریخ عثمان بن سعید الدارمی عن ابن معین، مطبوعہ مرکز البحث العلمی، مکۃ المکرمۃ، ط۱، ۱۹۸۰ء

۹۹۔ دشتانی، محمد بن خلفہ، ابوعبداللہ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ۱۴۰۵ھ

۱۰۰۔ ذہبی، احمد بن عثمان، ابوعبداللہ، تذکرۃ الحفاظ، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء

۱۰۱۔ ایضاً، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، مکتبۃ عیسیٰ البابی الحلبی، القاھرہ، ط۱، ۱۹۶۳ء

۱۰۲۔ ذہبی، محمد بن احمد، شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء۔

۱۰۳۔ ذہبی، محمد حسین، ڈاکٹر، التفسیر والمفسرون دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ط۲، ۱۹۹۶ء

۱۰۴۔ رزمانی، محمد بن عبدالباقی، ابوعبداللہ، شرح موطا الامام مالک، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ط۱، ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء

۱۰۵۔ رضوی، محمود احمد، سید، فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری، مکتبہ رضوان، لاہور، س ن

۱۰۶۔ سبکی، محمد خطاب، محمود، المنہل العذب المورود شرح سنن الامام ابی داؤد، مطبوعہ مؤسسۃ

Marfat.com

التاریخ العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ
۱۰۷ سراج الدین، محمد بن عبدالرشید، سجاوندی حنفی، السراجی فی المیراث، المیزان، لاہور ۲۰۰۴ء
۱۰۸۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور، ط ۳، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
۱۰۹ ایضاً، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، لاہور، ط ۱۰، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
۱۱۰۔ ایضاً، نعمۃ الباری فی شرح صحیح بخاری، فرید بک سٹال، لاہور، ط ۲، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء
۱۱۱۔ سہارنپوری، خلیل احمد، علامہ محدث، بذل المجھود فی حل ابی داؤد، قدیمی کتب خانہ کراچی، س ن
۱۱۲۔ سوہاروی، حفظ الرحمان، محمد، قصص القرآن، مکتبہ رحمانیہ لاہور، معلوم ندارد
۱۱۳۔ سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن دارالکتاب العربی، بیروت۔ ط ۸ لبنان، ۸، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء
۱۱۴۔ ایضاً، تدریب الراوی، تحقیق احمد عمر ہاشم، دارالکتب العربی، بیروت، لبنان، ۱۳۸۸ھ
۱۱۵۔ ایضاً، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، کراچی، ۹۲، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء
۱۱۶۔ ایضاً، زہر الربی علی ھامش سنن النسائی، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی، معلوم ندارد
۱۱۷۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، ابواسحاق، الموافقات فی اصول الشریعۃ، المطبعۃ الرحمانیۃ، القاھرۃ، مصر، ۱۴۰۲ھ
۱۱۸۔ شافعی، محمد بن ادریس، امام، الرسالۃ، مصطفیٰ البابی الحلبی، القاھرہ، المصر، ط ۳، ۱۹۸۳ء
۱۱۹۔ شامی، محمد امین، ابن عابدین، ردالمحتار علی درالمختار، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
۱۲۰۔ شعرانی، عبدالوہاب، میزان الشریعۃ الکبریٰ، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ط ۱، ۱۳۵۹ھ
۱۲۱۔ شمس الحق، محمد، ابوطیب عظیم آبادی، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن
۱۲۲۔ شوکانی، محمد بن علی، شیخ، نیل الاوطار، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر، ۱۳۹۸ھ
۱۲۳۔ شیخ نظام، مولانا، الفتاویٰ العالمگیریۃ، المکتبۃ الرشید، کوئٹہ، س ن
۱۲۴۔ صدیق حسن، بھوپالی، مسک الختام، مکتبہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن، س ن
۱۲۵۔ صدیقی، محمد سعد، ڈاکٹر، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، شعبہ تحقیق قائداعظم

Marfat.com

لائبریری، لاہور، ط۱، ۱۹۸۸ء

۱۲۶۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، ابوالقاسم، المعجم الاوسط، مکتبۃ المعارف، الریاض، السعودیۃ العربیۃ، ط۱، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

۱۲۷۔ طبری، محمد بن جریر، ابوجعفر، جامع البیان، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ھ

۱۲۸۔ عبدالرزاق، صنعانی، ابوبکر، المصنف، المجلس العلمی، کراچی، ط۲، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء

۱۲۹۔ عتر، نورالدین، منہج النقد فی علوم الحدیث، دارالفکر، دمشق، شام، ۱۹۸۱ء

۱۳۰۔ عثمانی، شبیر احمد، علامہ، فتح الملہم بشرح صحیح مسلم، مکتبہ دارالعلوم کراچی، کراچی، ۱۴۲۳ھ

۱۳۱۔ ایضاً، تفسیر عثمانی، پاک کمپنی، لاہور، س ن

۱۳۲۔ عجاج، محمد الخطیب، السنۃ قبل التدوین، مکتبہ وھبہ، القاھرہ، مصر، ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء

۱۳۳۔ عجلی، احمد بن عبداللہ، ابوالحسن، تاریخ الثقات، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ط۱، ۱۹۸۴ء

۱۳۴۔ عقیلی، محمد بن عمرو، ابوجعفر، الضعفاء الکبیر، مکتبہ علمیہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۹۸۴ء

۱۳۵۔ علامہ اقبال، محمد، ڈاکٹر، بالِ جبریل (کلیاتِ اقبال)، علم وعرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۲ء

۱۳۶۔ علوش، عبدالسلام بن محمد، ابوعبداللہ، تعلیقات علی المستدرک علی الصحیحین، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ط۲، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء

۱۳۷۔ علی قاری، ملا، حنفی، مرقات، شرح مشکوۃ، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ۱۳۹۲ھ

۱۳۸۔ عیاض مالکی، قاضی، ابوالفضل بن موسیٰ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء

۱۳۹۔ عینی، محمود بن احمد، بدرالدین، ابومحمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دارالحدیث، ملتان، ط۱، س ن

۱۴۰۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، المورد، لاہور، ط۳، ۲۰۰۹ء

۱۴۱۔ غزالی، محمد بن محمد، ابوحامد امام، المستصفی من علم الاصول، امیریہ کبری، بولاق، مصر، ۱۲۹۴ھ

۱۴۲۔ قاسمی، جمال الدین، قواعد التحدیث، مکتبہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۸ھ

۱۴۳۔ قاضی، ثناء اللہ، محمد پانی پتی، تفسیر مظہری، خزینہ علم وادب، لاہور، س ن

Marfat.com

۱۴۴۔ قرطبی، احمد بن عمر، ابو عباس ابراہیم مالکی، المفہم، دار ابن کثیر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۷ھ

۱۴۵۔ قرطبی، محمد بن احمد، ابو عبداللہ مالکی، الجامع لاحکام القرآن، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۴۶۔ قسطلانی، احمد بن محمد، ابو العباس شہاب الدین، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۲، ۲۰۰۹ء

۱۴۷۔ قطب شہید، سید، فی ظلال القران، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، ط۴، ۱۹۹۸ء

۱۴۸ کاسانی، ابوبکر بن مسعود، علاؤ الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

۱۴۹۔ کاندھلوی، محمد ادریس، حجیت حدیث، مکتبہ عثمانیہ، لاہور، ط۲، ۱۹۹۶ء

۱۵۰۔ کاندھلوی، محمد زکریا، شیخ، اوجز المسالک الی موطا مالک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء

۱۵۱۔ ایضاً، بذل المجہود فی حل ابی داؤد، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء

۱۵۲۔ کشمیری، انور شاہ محمد، العرف الشذی شرح جامع الترمذی، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ط۱، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء

۱۵۳۔ مالک، ابن انس، امام، الموطا، دار الفجر للتراث، القاہرہ، مصر، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء

۱۵۴۔ مبارکپوری، عبد الرحمٰن، ابو العلی محمد، تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، بیت الافکار الدولیۃ، عمان، اردن، س ن

۱۵۵۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء

۱۵۶۔ مراد آبادی، نعیم الدین، سید محمد، خزائن العرفان، حافظ کمپنی، لاہور، س ن

۱۵۷۔ مروزی، محمد بن نصر، امام فقیہ شیخ الاسلام، المسند، مکتبہ مصطفیٰ البابی، بولاق، مصر، ۱۴۰۲ھ

۱۵۸۔ مزی، جمال الدین یوسف، ابو الحجاج، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط۱، ۱۹۹۲ء

۱۵۹۔ مسلم، ابن حجاج، ابو الحسین قشیری، صحیح مسلم، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء

Marfat.com

۱۶۰۔ ملا جیون، احمد، نور الانوار، محمد سعید اینڈ سنز، کراچی، س ن

۱۶۱۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ط۴۰، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء

۱۶۲۔ ایضاً، سنت کی آئینی حیثیت، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ط۲۰، ۲۰۰۰ء

۱۶۳۔ موسیٰ شاھین، لاشین، پروفیسر ڈاکٹر، فتح المنعم شرح صحیح مسلم، دار الشروق، القاھرہ، مصر، ط۲، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء

۱۶۴۔ ندوی، سید سلمان، سیرۃ النبی ﷺ، الفیصل ناشران، لاہور، ۱۹۹۱ء

۱۶۵۔ نسائی، احمد بن علی بن شعیب، ابوعبدالرحمٰن، الضعفاء والمتروکین، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۶ء

۱۶۶۔ ایضاً، سنن النسائی المسمیٰ بالمجتبیٰ، دار الفکر، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۵ھ۔ ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء

۱۶۷۔ نووی، یحیی بن شرف، ابوزکریا محی الدین، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، بیت الافکار الدولیۃ، اردن، ط۵، ۲۰۰۷ء

۱۶۸ وحید الزمان خان، فوائد سنن ابن ماجہ علی ھامش سنن ابن ماجہ، مطبوعہ مہتاب کمپنی، لاہور، س ن

۱۶۹۔ ولی اللہ، شاہ، محدث دہلوی، المسوّی شرح الموطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۲، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۲ء

۱۷۰۔ ایضاً، المصفی شرح موطا محمد علی کارخانہ، کراچی، س ن

۱۷۱ ہروی، علی بن سلطان، القاری، شرح شرح نخبۃ الفکر، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ۱۲۹۷ھ

۱۷۲۔ ھیثمی، علی بن ابی بکر، نور الدین، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء

۱۷۳۔ یمنی، ابوبکر بن علی، الحداد، الجوہرۃ النیرۃ علی مختصر القدوری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن

174.Taqi Usmani,Muhammad,The Authority of Sunnah,Idaratul Quran,Karachi,1425A.H/ 2004

Marfat.com

کتب لغات و دائرہ ہائے معارف

۱۷۵۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، ابوالفضل جمال الدین الافریقی المصری، لسان العرب، مطبوعہ دار صادر، بیروت، لبنان، ط۳، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء

۱۷۶۔ احمد رضا، معجم متن اللغۃ، مطبوعہ دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۵۸ء

۱۷۷۔ اصفہانی، حسین، ابوالقاسم راغب، المفردات فی غریب القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت، لبنان، ط۲، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء

۱۷۸۔ البستانی، بطرس، المعلم، قطر المحیط، ق، ساحۃ ریاض الصلح، بیروت، لبنان، ۱۸۶۹ء

۱۷۹۔ امین، محمد ترقی، المعجم الوسیط، مطبوعہ اشرف علی الطبع حسن علی عطیہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۵ء

۱۸۰۔ بلیاری، عبدالحفیظ، ابوالفضل، مصباح اللغات، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۸۲ء

۱۸۱۔ پرویز، غلام احمد، لغات القرآن، ادارہ طلوع اسلام، لاہور، ۱۹۸۴ء

۱۸۲۔ جوھری، اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، مطبوعہ دار العلم للملایین، بیروت، لبنان، ط۲، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء

۱۸۳۔ زبیدی، محمد مرتضی، ابوفیض، تاج العروس من جواھر القاموس، مطبوعہ دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، ط۱، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء

۱۸۴۔ سرھندی، وارث، علمی اردو لغات جامع علمی کتاب خانہ، لاہور، ۱۹۹۰ء

۱۸۵۔ سلیمان جسیم، فرھنگ بزرگ، فرھنگ معاصر، تہران، ط۵، ۱۳۷۹ھ

۱۸۶۔ عبدالمجید، خواجہ، جامع اللغات، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ط۱، ۱۹۸۹ء

۱۸۷۔ غیاث الدین، محمد، غیاث اللغات، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، معلوم ندارد

۱۸۸۔ فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ط۳، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۴ء

۱۸۹۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، س ن

۱۹۰۔ قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، لاہور، کراچی، ط۱، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء

Marfat.com

۱۹۱۔ قاضی، زین العابدین، قاموس القرآن، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۷۸ء

۱۹۲۔ الیاس، انطون الیاس، قاموس الیاس، المصر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۲ء

۱۹۳۔ کریم الدین، کریم اللغات مع اضافہ عظیم اللغات، مطبوعہ مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۸۸ء

۱۹۴۔ غربان محمد شفیق، الموسوعة العربیة المیسر ة، قاھرہ، مصر، ۱۹۶۵ء

۱۹۵۔ نقوی، علی رضا، سید دکتر، فرہنگ جامع (فارسی بہ انگلیسی و اردو)، قرایزخی فرہنگی سفارت، جمہوری اسلامی ایران، اسلام آباد، ط۲، ۱۳۸۲ھ

۱۹۶۔ وحید الزمان، علامہ، لغات الحدیث، نور محمد کتب خانہ، کراچی، س ن

۱۹۷۔ ھانز ویر، معجم اللغة العربیة المعاصرہ، مطبوعہ مکتبہ لبنان، بیروت، ۱۹۸۰ء

۱۹۸۔ یسوعی، لوئیس معلوف، المنجد، دارالمشرق، بیروت، ط۲۳، ۱۹۸۶ء

۱۹۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ط۱، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء

۲۰۰۔ رسالہ "تدبر" لاہور، نومبر ۱۹۹۱ء

۲۰۱۔ تحقیقات اسلامی، ادارہ تحقیق وتصنیف، علی گڑھ، بھارت، جنوری، ۲۰۰۹ء

202- Baalabaki,Munir,Dr,Rohi,Al-mawarid

Al-waseet(Dictionary),Darel-il Lebnan,E7,2002 A.D

203- Hanz ware,A Dictionary of modern written in

Arabic,Lebanon,Beurut, 1980 A.D

Book center1,islamic book Arabic-English Lexicon,lahore ,1980 AD

204- Lane,william,Edward,

Marfat.com

صاحبِ تصنیف

نام : ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان بن محمد لقمان خان

ولادت: ۲۰ اپریل ۱۹۸۰ء

مقام پیدائش : سندرانہ، نزد واہنڈو، تحصیل کامونکی، ضلع گوجرانوالہ

تعلیم: Ph.D-1 علومِ اسلامیہ: بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان (۲۰۱۴ء)

۲۔ ایم فل علومِ اسلامیہ: پنجاب یونیورسٹی، لاہور (۲۰۰۶ء)

۳۔ ایم اے عربی: پنجاب یونیورسٹی، لاہور (۲۰۰۴ء)

۴۔ ایم اے اسلامیات: اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور (۲۰۰۳ء)

۵۔ فاضل عربی: لاہور بورڈ، لاہور (۲۰۰۲ء)

۶۔ ایم اے تاریخ: پنجاب یونیورسٹی، لاہور (۲۰۰۱ء)

۷۔ تخصص فی الفقہ (مفتی کورس): جامعہ نعیمیہ، لاہور (۲۰۰۱ء)

۸۔ شہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیۃ والاسلامیہ، تنظیم المدارس پاکستان (۲۰۰۰ء)

۹۔ فاضل درس نظامی: جامعہ نعیمیہ، لاہور (۲۰۰۰ء)

۱۰۔ حفظِ قرآن: جامعہ غوثیہ رضویہ، سوکنوند، پسرور، سیالکوٹ (۱۹۹۰ء)

تحقیقی کام:

۱۔ قصص الحدیث (تعلیمی، معاشرتی، سیاسی اور معاشی پہلو) کا تجزیاتی مطالعہ اور عصر حاضر میں اس کا اطلاق (مقالہ Ph.D علوم اسلامیہ)

۲۔ امثال الحدیث ۔۔۔ عبر ونصائح (مقالہ ایم فل علومِ اسلامیہ)

۳۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۔۔۔ ایک عظیم مدبر حکمران (مقالہ شہادۃ العالمیہ)

۴۔ قانون وراثت ایکٹ اور شریعت اسلامیہ کا تجزیاتی مطالعہ (مقالہ علماء اکیڈمی، لاہور)

۵۔ امثال صحیح بخاری ۶۔ امثال صحیح مسلم ۷۔ امثال جامع ترمذی

۸۔ نظریات سید ہجویر ۹۔ امثال الحدیث ۱۰۔ مسند معاویہ رضی اللہ عنہ

۱۱۔ فیوض الزاھی فی شرح سنن النسائی (۱) ۱۲۔ فیوض الزاھی فی شرح سنن النسائی (۲)

۱۳۔ فیوض الزاھی فی شرح سنن النسائی (۳) ۱۴۔ فیوض الزاھی فی شرح سنن النسائی (۴)

۱۵۔ ہمارے فکری وعملی مسائل اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۶۔ علم میراث اور قانون وراثت

۱۷۔ قصص الحدیث ۱۸۔ مختلف مجلات ورسائل میں ۵۰ سے زائد تحقیقی مضامین

مناصب:

۱۔ صدر: اسلامک ریسرچ کونسل پاکستان

۲۔ لیکچرار: شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات

Marfat.com

ہماری نئی درسی کتب پروگریسو بکس

ریاض الصالحین جلد اوّل	ابوحمزہ مفتی ظفر جبار چشتی	300/-
درسی موطا امام مالک	مولانا محمد یٰسین قصوری نقشبندی	100/-
درسی موطا امام محمد	مولانا محمد یٰسین قصوری نقشبندی	225/-
درسی شرح الناجی فی حل سراجی	مولانا مفتی محمد فاروق خان خلیلی مدظلہ اللہ تعالیٰ (پیپر بیک) (مجلد)	225/- 300/-
درسی مسند امام اعظم	مولانا محمد یٰسین قصوری نقشبندی	100/-
شرح اربعین نووی	علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری	450/-
انتخاب حدیث	علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری	زیر طبع
شرح آثار السنن	علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری	750/-
آثار السنن (مترجم)		350/-
شرح مائۃ عامل	علامہ مفتی حافظ عبد الغفار سیالوی	350/-
گلاب میں گلشن	علامہ مفتی حافظ عبد الغفار سیالوی	70/-
معین اہل حق اردو شرح نام حق	علامہ مفتی حافظ عبد الغفار سیالوی	100/-
معین النظر (سوالاً جواباً)	علامہ مفتی حافظ عبد الغفار سیالوی	70/-
معین ہدایۃ النحو (سوالاً جواباً)	علامہ مفتی حافظ عبد الغفار سیالوی	50/-
شرح نور الایضاح	علامہ امجد علی قادری	زیر طبع
شرح اربعین نووی	علامہ امجد علی قادری	زیر طبع

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

Marfat.com

مصنف کتب کثیرہ عملیات تعویذات مجربات لعلماء و روحانیات

قاری گلزار احمد مدنی کی بزرگوں کے حالاتِ زندگی پر مشتمل خوبصورت کتابیں

سیرت حضرت ابوبکر صدیق ؓ	سیرت حضرت عمر فاروق	سیرت حضرت عثمان غنی ؓ
سیرت حضرت علی المرتضیٰ ؓ	سیرت حضرت سیدنا امام حسن ؓ	سیرت حضرت امام حسین ؓ
سیرت حضرت بلال حبشی ؓ	سیرت حضرت اویس قرنی ؓ	سیرت حضرت سیدنا امام غوث اعظم ؓ
سیرت حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ	سیرت حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ	سیرت حضرت عائشہ ؓ
سیرت حضرت داتا گنج بخش ؒ	سیرت حضرت بابا فرید الدین گنج شکر ؒ	سیرت حضرت رابعہ بصری ؒ
سیرت حضرت بابا بلھے شاہ ؒ	سیرت حضرت غازی علم الدین شہید ؒ	سیرت حضرت جنید بغدادی ؒ
سیرت حضرت شہباز قلندر ؒ	سیرت حضرت بوعلی قلندر ؒ	سیرت حضرت سلطان باہو ؒ
سیرت حضرت بابا بلھے شاہ ؒ	سیرت حضرت میاں محمد بخش ؒ	سیرت حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی ؒ
سیرت حضرت امام بری ؒ	سیرت حضرت معین الدین چشتی ؒ	سیرت حضرت قطب الدین بختیار کاکی ؒ
سیرت حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی ؒ	سیرت حضرت سلیمان تونسوی ؒ	سیرت حضرت علی احمد صابر ؒ
سیرت حضرت اعلیٰ حضرت ؒ	سیرت حضرت پیر مہر علی شاہ ؒ	سیرت حضرت علی احمد شاہ صابریا ؒ
سیرت حضرت خواجہ غلام فرید ؒ	سیرت حضرت میاں شیر محمد شرقپوری ؒ	سیرت حضرت مجدد الف ثانی ؒ
سیرت حضرت مولانا جامی ؒ	سیرت حضرت نور محمد مہاروی ؒ	سیرت حضرت نوشہ گنج بخش ؒ
سیرت حضرت سچل سرمست ؒ	سیرت حضرت سخی سرور شہید ؒ	سیرت حضرت شاہ رکن الدین ؒ
سیرت حضرت شاہ تبریز ؒ	سیرت حضرت جماعت علی شاہ لاثانی ؒ	سیرت حضرت پیر سید وارث علی شاہ ؒ

قیمت -/130

اسلام بک ڈپو
۱۲ گنج بخش روڈ لاہور
فون: 042-37112941

Marfat.com

مصنف کتب کثیرہ عملیات، تعویذات، طلسمات، اعداد و روحانیات

قاری گلزار احمد مدنی کی مختلف موضوع پر 100 عنوانات پر مشتمل کتابوں کی سیریز

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سو واقعات	حضرت عمر فاروق کے سو واقعات	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سو واقعات
حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے سو واقعات	حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے سو واقعات	حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سو واقعات
حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے سو واقعات	حضرت امام غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے سو واقعات	حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سو واقعات
حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے سو واقعات	حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے سو واقعات	حضرت بابا بلھے شاہ کے سو واقعات
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سو واقعات	حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے سو واقعات	حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سو واقعات
حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے سو واقعات	حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے سو واقعات	حضرت بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سو واقعات
حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے سو واقعات	حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سو واقعات	عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے سو واقعات
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سو واقعات	صحابیات رضی اللہ عنہن کے سو واقعات	درود شریف کے سو واقعات

قیمت -/130

اسلام بک ڈپو
۱۲ گنج بخش روڈ لاہور
فون: 042-37112941

Marfat.com

لطف المنان فی تعظیم سید الانس والجان

المعروف

تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

1 جلد

فریاد حسین رضوی

Rs.1200/=

مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح

8 جلدیں

حکیم الامت

مفتی احمد یار خان نعیمی

Rs.3200/= ہدیہ فی جلد Rs.400

شرح کلیاتِ اقبال اردو

- بانگِ درا
- بالِ جبریل
- ضربِ کلیم
- ارمغانِ حجاز

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال

1 جلد

شارح

اعلیٰ Rs.1600/= عام Rs.1200/=

شرح کشف المحجوب (اردو)

تصنیف

حضرت سید علی بن عثمان الہجویری

المعروف داتا گنج بخش لاہوری

ترجمہ

حضرت مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

1 جلد

تحقیق و شرح

علامہ ابو الترابِ محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

اعلیٰ Rs.1600/= عام Rs.1200/=

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ

اردو بازار ○ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

Marfat.com

ہماری نئی کتب پروگریسو بکس

کنز الایمان تفسیر خزائن
علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری
(2 جلدیں ڈسکاؤنٹ %25)

شرح جامع ترمذی
ڈاکٹر مفتی محمد حسیب قادری

شرح ابوداؤد
علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

فیوض الزاھی شرح سنن نسائی
تصنیف: ڈاکٹر مفتی کریم خان

شرح ریاض الصالحین (مکمل سیٹ 4 جلدیں)
علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

شرح قصیدہ بردہ شریف
تالیف: العلامہ عمر بن احمد الخرپوتی مترجم: شاہ محمد چشتی

شرح قصیدہ بردہ شریف
تالیف: الشیخ ابراہیم الباجوری مترجم: حافظ حامد حسین القادری الشاذلی

شرح شمائل ترمذی
علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

شرح درود تاج
علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

شرح اربعین نووی
علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

شرح نور الایضاح
علامہ امجد علی قادری

شرح آثار السنن
علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

شرح کلیات اقبال
شارح: الحافظ القادری مولانا غلام حسن قادری

شرح کشف المحجوب
ترجمہ: مفتی غلام معین الدین نعیمی
شارح: علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ۞ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ۞ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

Marfat.com

انسانیت کے عروج وزوال کی کہانی حضور نبی کریم ﷺ کی زبانی

قصصِ الحدیث

عصر حاضر میں اسلامی معاشرہ کے قیام کے لیے اصول وضوابط کی تشکیل

تصنیف

ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان

پروگریسو بکس

Marfat.com